وما آتاکم الرسول فخذوہ

وما نہاکم عنہ فانتہوا

الأربعین فی

وجوبِ حب النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ومقتضاہ

محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وجوب اور اس کے تقاضے: چالیس احادیث



ڈاکٹر محمد سرفراز محمدی سیفی

وَمَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ
وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا

الأربعين في
وجوبِ حب النبي ﷺ ومقتضاه

محبتِ رسول ﷺ کا وجوب اور اس کے تقاضے
چالیس احادیث

ڈاکٹر محمد سرفراز محمدی سیفی

خانقاہ و جامعہ محمدیہ سیفیہ سرفراز العلوم، ترنول، اسلام آباد

نام کتاب: الأربعين في وجوبِ حب النبی ﷺ و مقتضاہ
محبتِ رسول ﷺ کا وجوب اور اس کے تقاضے - چالیس احادیث

ترتیب و تحریر: ڈاکٹر محمد سرفراز محمدی سیفی

اہتمام: خانقاہ و جامعہ محمدیہ سیفیہ سرفراز العلوم، ترنول، اسلام آباد

تعداد: 1100

اشاعتِ اول: ستمبر 2023 بمطابق ربیع الاول شریف 1445 ھ

اللہ کے فضل و کرم، انسانی طاقت و بساط کے مطابق کمپوزنگ، پروف ریڈنگ، تصحیح، طباعت اور جلد سازی میں پوری احتیاط کی گئی ہے۔ بشری تقاضے سے اگر کوئی غلطی یا صفحات درست نہ ہوں تو از راہِ کرم مطلع فرمائیں۔ ان شاءاللہ مستقبل میں مزید احتیاط کو ملحوظِ خاطر رکھا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ ہماری کوتاہیوں سے درگزر کرتے ہوئے ہماری سعی قبول فرمائے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بلغ العُلیٰ بکمالِہ

کشفَ الدُجی بِجمالِہ

حَسُنَتْ جمیعُ خِصالِہ

صلُّوا علیہِ و آلِہ

بفیضانِ نظر

مجدد العصر، دلیل السبل، خزینۃ الاسرار، وارث النبی المختار
وسیلۃ الطالبین، نقیب المحبوبین، محبوب السالکین، امام
المتقین و صفوۃ العابدین، جلیس الرحمٰن، امام خراسان
حضرت اخوندزادہ پیر **سیف الرحمٰن** مبارک نور اللہ مرقدہ

بنظرِ کرم

غوث الزمان، محبوب امام خراسان، تاج الاولیاء، امام الاتقیاء
زینۃ الاصفیاء طبیب ارواحنا و قلوبنا، سیدی و سندی، مرشدی
و مولائی، و سیلتنا الی اللہ، شیخ المشائخ شیخ الطریقہ
حضرت **میاں محمد السیفی الحنفی** اطال اللہ حیاتہ

فہرست

تاثرات

استاذالکل رئیس المناطقہ شیخ الحدیث والتفسیر حضرت علامہ مفتی محمد سلیمان رضوی

صدر مدرس جامعہ محمدیہ سیفیہ سرفراز العلوم، ترنول، اسلام آباد

بانی و مہتمم دار العلوم انوارِ رضا، راولپنڈی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اربعین فی وُجُوبُ حُبِّ النَّبِیِّ وَ مُقْتَضَاہ، تصنیف منیف ڈاکٹر محمد سرفراز صاحب محمدی سیفی زیب سجادہ خانقاہ عالیہ نقشبندیہ سیفیہ بانی و مہتمم اعلیٰ جامعہ محمدیہ سیفیہ سرفراز العلوم، ترنول، اسلام آباد

آپ اس سے قبل اربعین کے نام سے مختلف کتب تصنیف فرما کر داد و دہش حاصل کر چکے ہیں۔ جو ملک پاکستان سے بیرون نیز قبولیت عامہ کی علامت بن کر اپنی افادیت منوا چکے ہیں۔ اب ایک عظیم عنوان پر قلم اٹھایا رسول اللہ ﷺ کی محبت کو واجب اور لازم قرار دے کر کہنے کو محض اربعین کے نام سے موسوم کیا ، جبکہ ان 40 احادیث کو عنوان بنانے کے بعد اس کی شرح میں چار سو سے زیادہ صفحات قلم سے گزرے۔ پرنٹنگ کے مرحلہ سے گزرتے گزرتے مزید سینکڑوں صفحات کو اپنی جلو میں لے لیں گے اس لئے کہ یہ عنوان "محبت رسول ﷺ" وہ عظیم مضمون ہے جو ہزاروں صفحات پر پھیلنے کے باوجود بھی ادھورا ہی قرار دیا جاتا رہیگا۔ اس لئے کہ اس مضمون پر ادلہ قرآنیہ اور احادیث مبارکہ کا کثیر انبار اہل علم اور شناسائے محبت کی پیاس نہیں بجھا سکے گا۔ اس لئے بھی کہ صاحب عنوان محبوب رب کائنات ہیں۔ خدا کی بھری کائنات میں کلمہ گو شخصیات کروڑوں کی تعداد میں تشنہ ربط کے متلاشی ہیں۔ مصنف مد ظلہ العالیہ نے اپنی زندگی کا طویل حصہ اس طبقہ میں گزارا جنہیں اولیاء کرام سے تعبیر کیا جاتا ہے ان لوگوں میں سے ہیں جن کے بارے میں سرکار ابد قرار کا ارشاد ہے "من اراد ان یجلس مع اللہ فیجلس مع اھل التصوف" یوں مصنف مد ظلہ

العالیہ خدا کے ،ہمنشینوں کے پاس بیٹھ بیٹھ کر ان علوم کے شناسا ہیں جن کو پانا ہر کس و ناکس کا حصہ نہیں بلکہ وہ لوگ ہیں جو علم کی جولانیوں سے گزر کر معرفت خداوندی کے شناسا ہیں۔

طبقہ اہل تصوف کے حاملین معرفت باری کی لذت شناسی ان کی ابتدا ہے۔ جبکہ یہ کتاب عوام و خواص کے مدارج اطاعت، محبت، مودت کی منازل طے کرنے کے لئے یہ کتاب ہدایت کی راہ بھی دکھائے گی اور منزل تک بھی پہنچائے گی۔ معرفت باری کے سمندر کا تیراک منزل بہ منزل آگے بڑھے گا تو ان شاءاللہ صوفیائے ماضی (گذرے ہوئے اولیاء امت) مثیل و مثال بن کر اپنے وقت کے متلاشیان حق کا نمونہ ہو گا۔

(نوٹ) آپ کا مثالی ادارہ جو درجات میں تخصص تک کے تمام درجات پڑھائے جا رہے کرم کی بارش کہ اللہ تعالی کی طرف سے مزید اضافہ تنظیم المدارس اہل سنت پاکستان کی طرف سے یوں نوازا گیا اب آئندہ کیلئے تخصص سے ترقی پاکر ادارہ کا درجہ علیا کے امتحانات اس ادارہ سے طلبا درجہ علیا کا امتحان دینے اور پاس کرنے کا اعزاز بفضل اللہ تعالی اس ادارہ کو حاصل ہو گیا فللہ الحمد۔ بارگاہ الہی میں ادارہ کی ترقی کے لئے دعائیں اللہ قبول فرمائے۔

دعا جو و دعا گو

یکے از طالبانِ طریقت

(مفتی) محمد سلمان رضوی غفرلہ

دار العلوم انوار رضا راولپنڈی پاکستان

01 ربیع الاول شریف 1445ھ بمطابق 18 ستمبر 2023ء

جامع المعقول والمنقول، شیخ الحدیث والتفسیر حضرت علامہ محمد بدر الزمان قادری مدظلہ

مہتمم جامعہ غوث العلوم سمن آباد لاہور

پرنسپل جامعہ ہجویریہ داتا دربار کمپلیکس لاہور

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم ﷺ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

محترم المقام جناب ڈاکٹر محمد سرفراز محمدی سیفی زید مجدہ العالی ان خوش قسمت افراد میں سے ہیں جو دولت ایمان سے مالامال اور نور ایمان سے منور ہونے کے ساتھ ساتھ دین اسلام سے والہانہ محبت رکھتے ہیں۔

ڈاکٹر صاحب جہاں اپنے متعلقین ومتوسلین کی قلبی اور عملی اصلاح کا فریضہ احسن طریقے سے انجام دیتے ہیں وہیں قرآنی علم اور دین مصطفوی کے فروغ کیلئے سرگرداں رہتے ہیں۔

اور ان کی سب سے بڑی خوش نصیبی یہ ہے کہ سید المرسلین، خاتم النبیین ﷺ کی مبارک احادیث بعنوان اربعین، نہ صرف عربی متن اور اردو ترجمہ کے ساتھ بلکہ مفاہیم ومطالب کے ساتھ امت مسلمہ کو بطور سوغات عطا کرتے ہیں۔ متعدد عنوانات پر آپ کی اربعینات زیور طبع سے آراستہ ہو کر ملت اسلامیہ سے داد تحسین حاصل کر چکی ہیں۔

آپ کی تازہ ترین تصنیف لطیف "الاربعین فی وجوب حب النبی ﷺ" کی ایک جامع فہرست اس وقت راقم کے پیش نظر ہے جس قدر محبت کے ساتھ آپ نے چالیس احادیث مبارکہ کے حوالے سے یہ تصنیف آپ نے رقم فرمائی اس کی مثال شاذونادر ہی ہو گی۔

آپ نے احادیث مبارکہ کی روشنی میں امام الانبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کی محبت کا وجوب اور اس کے تقاضے بیان فرمائے اور آپ کا سراپا مبارک بھی بیان کیا جو امتِ مسلمہ کیلئے عظیم تحفہ ہے۔

محترم ڈاکٹر صاحب اس سے پہلے بھی مختلف موضوعات پر چالیس احادیث جمع کر کے اشاعت کے بعد علمی دنیا میں اپنا نام پیدا کر چکے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کی جملہ اربعینات لوگوں کی روحانی اور جسمانی بیماریوں کی راہنمائی اور اصلاح کے لیے بڑی مفید اور موثر ثابت ہوئی ہیں۔

اللہ تعالیٰ ڈاکٹر محمد سرفراز محمدی سیفی مدظلۃ العالی کو جزائے خیر اور برکات عطا فرمائے۔

آمین

دعاگو و عاجز

محمد بدر الزمان قادری

شیخ الجامعہ: جامعہ ہجویریہ داتا دربار کمپلیکس

محکمہ اوقاف و مذہبی امور پنجاب

مہتمم جامعہ غوث العلوم سمن آباد لاہور

12 ذوالحجہ 1444ھ بمطابق 01 جولائی 2023ء

شیخ الحدیث والتفسیر حضرت علامہ مفتی محمد صدیق ہزاروی سعیدی الازہری مدظلہ

شیخ الحدیث جامعہ ہجویریہ داتادربار لاہور

رکن اسلامی نظریاتی کونسل پاکستان

امام الانبیاء، سید المرسلین، خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی نبوت ورسالت بلکہ ختم نبوت پر ایمان لانے کے بعد آپ کی تعظیم، آپ سے محبت اور اتباع ایک مؤمن کا اہم فریضہ ہے۔

محبت رسول ﷺ ایمان کی علامت ہے اور محبت قلبی کیفیت کا نام ہے جو پوشیدہ رہتی ہے اور اس کا اظہار اعمال سے ہوتا ہے۔ جس طرح حبّ (دانہ) زمین میں پوشیدہ ہوتا ہے اور جب بودا اگتا ہے تو وہ اس دانے کا پتہ دیتا ہے۔ اس لئے جب رسول اللہ ﷺ کی محبت کا دعویدار، آپ کے صحابہ کرام، اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم اور آپ سے منسوب ہر چیز کی عزت و توقیر کرتا ہے، آپ کی تعلیمات پر علم پیرا ہوتا ہے تو واضح ہوتا ہے کہ یہ شخص محبت رسول ﷺ کے بندھن میں کامل طور پر مربوط ہے۔

حضرت ڈاکٹر محمد سرفراز محمدی سیفی دامت برکاتہم کی یہ کتاب مستطاب "الاربعین فی وجوب حب النبی ﷺ" کا قاری جب اس کتاب کو پڑھتا ہے جو محبت رسول ﷺ کے حوالے سے ایک جامع مضمون ہے اس کے قلب کو جلا بخشتی ہے۔ حضور ﷺ سے محبت کے شرعی حکم سے لے کر آپ مبارک کے جسم کے ہر عضو کی پاکیزگی اور بے مثال ہونے کا تذکرہ سب کچھ اس کتاب میں موجود ہے جو ڈاکٹر صاحب کی اپنے آقا ﷺ سے محبت اور سچی محبت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ یہ کتاب نہ صرف آپ کیلئے بلکہ اسے پڑھنے والے ہر قاری کیلئے روحانی جلا کا باعث ہے۔

مفتی محمد صدیق ہزاروی سعیدی الازہری

استاذ الحدیث جامعہ ہجویریہ مرکز معارف اولیاء

دربار عالیہ حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ لاہور

شیخ الحدیث حضرت علامہ ڈاکٹر مفتی ندیم بن صدیق اسلمی مدظلہ

بانی و مہتمم ادارہ سراج منیر، گجرات، پاکستان

لیکچرر، یونیورسٹی آف گجرات، پاکستان

بسم اللہ والحمد للہ والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا رسول اللہ ﷺ

امابعد!

قلم کی اہمیت ہر دور میں مسلم رہی ہے کیوں کہ کتاب خلوتوں میں بہترین دوست اور جلوتوں میں بہترین مددگار ہوتی ہے۔ رہی بات عنوان کی تو اگر وہی کائنات کے حسین ترین عناوین میں سے ہو پھر اس کے کیا کہنے۔ حضرت قبلہ ڈاکٹر کرنل سرفراز صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے جہاں کثیر تعداد میں خدمت حدیث شریف کے ضمن میں اربعینات لکھ ڈالی ہیں اسی سلسلہ کی ایک دلکش کڑی خوبصورت عنوان کے ساتھ یعنی "محبت رسول ﷺ کا وجوب اور اس کے تقاضے" سے تحریر کو زینت بخشی اور 410 صفحات پر مشتمل محبت رسول ﷺ پر بہترین ذخیرہ حدیث امت مسلمہ کو پیش کر دیا ہے۔ اس کتاب کی خصوصیات میں سے ایک یہ ہے کہ قبلہ حضرت صاحب نے محبت رسول ﷺ سے متعلق استنادی و فنی اعتبار سے کمزور واقعات کی بجائے ایک مضبوط مواد فراہم کر دیا ہے۔ عربی عبارات مع اعراب اور سلیس اردو ترجمہ بھی اس کتاب کی خصوصیات میں سے ہے۔ کتاب ہذا کے عناوین و مستند واقعات قلوب و اذہان میں محبت رسول ﷺ کی موجوں کو روانی بخشتے ہیں۔ آپ نے محبت رسول ﷺ کو اصل ایمان قرار دیا اور ذیل میں اللہ تبارک و تعالیٰ کا اپنے محبوب سے اسلوب محبت، صحابہ کرام کی وارفتگیاں، حسینوں سے حسین کا تذکرہ نور اور محبت و تعظیم کے مظاہر جیسے حسین تر کلمات رقم کر دیے ہیں جو قلوب اُمت وسط کے لیے راحت کا سامان ہیں۔

اللہ کریم آپ کا یہ فیض امت مسلمہ میں جاری وساری فرمائے اور اربعینات کے اس سلسلہ کو دنیا کے کونے کونے تک پہنچائے نیز خدمت حدیث شریف کے اس سلسلہ کو مزید وسعت ودوام بخشے۔

آمین یارب العلمین وصلی اللہ علی حبیبہ سیدنا محمد وآلہ وصحبہ وسلم

علامہ ڈاکٹر مفتی ندیم بن صدیق اسلمی مدظلہ
بانی ومتہم ادارہ سراج منیر، گجرات
لیکچرر، یونیورسٹی آف گجرات

میزانِ حروف: علامہ ملک محبوب الرسول قادری مدظلہ

مدیر اعلیٰ انوار رضا جوہر آباد، مدیر سوئے حجاز لاہور

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

کتاب: الاربعین فی وجوب حب النبی ﷺ

چالیس احادیث: محبت رسول ﷺ کا وجوب اور اس کے تقاضے

ازاں جناب: شیخ طریقت حضرت ڈاکٹر کرنل محمد سرفراز محمدی سیفی دامت فیوضہم

محبت رسول ﷺ امر الٰہی ہے اور یہ قرآنی اصطلاح ہے دراصل یہ محبت الٰہی کا ثمر ہے اللہ رب العالمین کا ارشاد مبارک ہے کہ

قُلۡ اِنۡ كَانَ اٰبَآؤُكُمۡ وَاَبۡنَآؤُكُمۡ وَاِخۡوَانُكُمۡ وَاَزۡوَاجُكُمۡ وَعَشِيۡرَتُكُمۡ وَاَمۡوَالُ ۨاقۡتَرَفۡتُمُوۡهَا وَتِجَارَةٌ تَخۡشَوۡنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرۡضَوۡنَهَاۤ اَحَبَّ اِلَيۡكُمۡ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوۡلِهٖ وَجِهَادٍ فِىۡ سَبِيۡلِهٖ فَتَرَبَّصُوۡا حَتّٰى يَاۡتِىَ اللّٰهُ بِاَمۡرِهٖ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهۡدِى الۡقَوۡمَ الۡفٰسِقِيۡنَ ۝۲۴ [1]

تم فرماؤ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری عورتیں اور تمہارا کنبہ اور تمہاری کمائی کے مال اور وہ سودا جس کے نقصان کا تمہیں ڈر ہے اور تمہارے پسند کے مکان یہ چیزیں اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں لڑنے سے زیادہ پیاری ہوں تو راستہ دیکھو (انتظار کرو) یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لائے (ف ۴۸) اور اللہ فاسقوں کو راہ نہیں دیتا۔

---

[1] القرآن 9:24

یہ آیت مبارکہ حب رسول ﷺ کی فرضیت اور وجوب پر دلالت کرتی ہے۔ قاضی عیاض مالکی علیہ الرحمۃ سمیت اکابر امت نے یہی اخذ کیا ہے۔ احادیث مبارکہ، قرآن کریم کی بہترین شارح ہیں فہم قرآن کے لیے احادیث مبارکہ سے رجوع ہی پہلا قدم ہے۔ "حب" قرآنی اصطلاح ہے۔

عصر حاضر کے ممتاز اور معروف روحانی پیشوا اور متحرک و فعال شیخ طریقت ڈاکٹر کرنل محمد سرفراز محمدی سیفی دامت برکاتہم العالیہ نے ساری دنیا میں شرق سے غرب تک اپنے سلسلہ طریقت کے وابستگان کے ذریعہ سے صحبت کلام نبوی سے اکتساب فیض کی تحریک کا آغاز کر رکھا ہے۔ اب تک وہ درجنوں اربعین کے مجموعے مرتب کر کے عصری تقاضوں سے ہم آہنگ معیار پر شائع کر چکے ہیں۔

اس وقت پیش نظر کتاب "الاربعین فی وجوب حب النبی ﷺ" یعنی محبت رسول ﷺ کا وجوب اور اس کے تقاضے اسی سلسلہ کی کڑی ہے۔ ان کی فکر اور سوچ کا قبلہ درست ہے اور نسبت روحانی مضبوط تر ہے جس کی وجہ سے کار آمد موضوعات پر نتیجہ خیز جد وجہد جاری رکھتے ہیں۔

بیان کیے گئے اس ارشاد الٰہی میں حب رسول ﷺ کے امر کو صبح قیامت تک اہل ایمان پر لازم قرار دیا گیا ہے۔ اس کا فیضان ہے کہ محبوب و حبیب کبریا علیہ الصلاۃ والسلام کی ذات کریم کے ساتھ کائنات کی ہر شے محبت کرتی ہے۔ شقاوت قلبی اور ازلی بد بختی کے حامل اس محبت کے فیضان سے محروم رہتے ہیں۔

گرامی قدر کرنل صاحب قبلہ نے بڑی عرق ریزی اور محنت کے ساتھ ساتھ حب رسول ﷺ کی سرشاریوں کے انہماک کے ساتھ اربعین کا یہ عظیم تحفہ تیار کیا ہے۔ انہوں نے چودہ صدیوں قبل کے ماحول کو سمجھنے کی کوشش کی، علم حاصل کیا، ارشادات محبوب کریم ﷺ سے آگہی حاصل کی، ان کی صحت کی تسلی کی، اکابر امت کے معمولات اور محسوسات کو سمجھا، فہم وادراک کے ساتھ ساتھ روحانی

نسبتوں کے ذریعے دل ودماغ اور روح کو اس بابرکت ماحول سے مستفید کیا اور پھر یہ کتاب منصۂ شہود پر آئی۔

یہ کتاب محض قلم و قرطاس کا مادی وجود نہیں بلکہ عالم محسوسات کی ایک مستقل کہانی ہے ارشادات نبویہ ﷺ کے انوار و تجلیات سے مزین اس مبارک کتاب میں شمائل نبوی ﷺ کے معجزات کا بیان بھی حلاوت ایمانی کا باعث ہے۔ آپ ﷺ من رانی فقدرای الحق کا مظہر اتم ہیں۔ حضور اقدس ﷺ کا کمال، آپ کا جمال، آپ کا حسن در حقیقت اللہ رب العالمین کا ہے اور ذات و صفات میں حضور اقدس ﷺ ذات و صفات حق کا آئینہ و مظہر ہیں، آپ کی نسبت اللہ کی نسبت ہے اور آپ کی محبت اللہ کی محبت ہے۔ یہ ذاتیں دو ہیں مگر ان میں دوئی نہیں ہے۔

ادھر اللہ سے واصل ادھر مخلوق میں شامل　　خواص اس برزخِ کبریٰ میں حرفِ مشدّد کا

حب رسول ﷺ بہت بڑی نعمت ہے جسے اللہ چاہتا ہے اس نعمت عظمیٰ سے سرفراز فرما دیتا ہے اور جس سے محبت کرے گا کل یوم حساب اسی کے ساتھ محشور ہو گا۔ المرء مع من احب۔

یاد رکھنا چاہیے کہ محبت ادب سکھاتی ہے سرکش نہیں اور پیش نظر کتاب میں حضرت ڈاکٹر کرنل محمد سرفراز محمدی سیفی نے یہی درس دیا ہے جسے ادب کی منزل حاصل ہو جائے وہ حضوری کی کیفیات سے لذت آشنا ہوتا ہے۔ حضرت شیخ ابو الحسن شاذلی قدس سرہ کے خلیفہ حضرت موسیٰ امر لیسی قدس سرہ نے فرمایا تھا کہ تیس برس ہو گئے ایک دن تو کیا ایک آن کیلئے حضور اقدس ﷺ کے سامنے سے جدا نہیں اگر ایک چشم زدن کیلئے جدائی ہو جائے تو میں اپنے آپ کو مؤمن نہیں سمجھوں گا۔ یہ بہت بڑی کیفیت ہے۔ اگر سمجھ میں نہ آئے تو عہد نبوی ﷺ (ظاہری) کو دیکھ لیں کہ جب حضرت زید بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہما کو اپنے باغ میں وصال نبوی ﷺ کی خبر پہنچی تو انہوں نے رو رو کر دعا کیلئے ہاتھ اٹھا دئے۔ عرض کیا کہ: اے اللہ! اب مجھے اندھا کر دے تیرے محبوب ﷺ کے بعد کسی

دوسرے کو نہ دیکھوں۔ اللہ اکبر! اسی وقت ظاہری بصارت جاتی رہی۔ دعا قبول ہو گئی۔ محبت، جہان ہی جدا ہے اس کے ضابطے بھی الگ ہیں اور معاملات بھی۔

کرنل صاحب کی یہ کتاب حقیقی محبت کی داستان محبت ہے جس کا ہر قاری اپنی حیثیت و طاقت کے مطابق اس سے اقتباس فیض کرے گا دعا گو ہو کہ مالک اس چشمۂ فیض کو ہمیشہ جاری و ساری رکھے۔

آمین

غبار راہ حجاز

ملک محبوب رسول قادری

مدیر اعلیٰ: سہ ماہی انوار رضا جوہر آباد

مدیر: ماہنامہ سوئے حجاز لاہور

چیئرمین: اسلامک میڈیا انٹر نیشنل

28 ذیقعد 1444ھ بمطابق 18 جون 2023ء

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی آلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ، اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی آلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

اے اللہ! محمد ﷺ اور آلِ محمد پر اسی طرح رحمت نازل فرما جس طرح تو نے ابراہیم علیہ السلام اور آلِ ابراہیم پر رحمت نازل فرمائی، بے شک تو ہی تعریف اور بزرگی والا ہے، اے اللہ! محمد ﷺ اور آلِ محمد پر اسی طرح برکت نازل فرما جس طرح تو نے ابراہیم علیہ السلام اور آلِ ابراہیم پر برکت نازل فرمائی، بے شک تو ہی تعریف اور بزرگی والا ہے۔

حرف آغاز

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ الَّذِیۡ ھَدٰنَا لِھٰذَا وَمَا کُنَّا لِنَھۡتَدِیَ لَوۡلَا اَنۡ ھَدٰنَا اللّٰہُ لَقَدۡ جَاءَتۡ رُسُلُ رَبِّنَا بِالۡحَقِّ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیۡکَ یَا خَاتَمَ الۡاَنۡبِیَاءِ مُحَمَّدَ الۡمُصۡطَفٰی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم

اَمَّا بَعۡد

آمَنۡتُ بِاللّٰہِ وملائکتہ وَکُتُبِہٖ وَرُسُلِہٖ وَالۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ وَالۡقَدۡرِ خَیۡرِہٖ وَشَرِّہٖ مِنَ اللّٰہِ تَعَالٰی وَالۡبَعۡثِ بَعۡدَ الۡمَوۡتِ، رَضِیۡتُ بِاللّٰہِ رَبًّا، وَبِالۡاِسۡلَامِ دِیۡناً، وَبِمُحَمَّدٍ ﷺ نَبِیًّا وَرَسُوۡلاً

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس، واجب الوجود ذات جو کسی تعین میں نہیں آسکتی ہمیشہ سے رہنے والی ذات کے من بلا کیف میں پہلا جذبہ "محبت" پیدا ہوا۔

کس سے؟   اس وقت تھا ہی کون؟   کوئی بھی نہیں!

لم یلد ولم یولد کی شان والے اللہ جل جلالہ نے جب خود اس محبت کو وجود بخشا، تو تخلیق اول کے طور پر ہمارے نبی افضل الانبیاء محمد مصطفی ﷺ کا "نور" پیدا فرمایا۔ اس تخلیق کی بنیاد محبت پر تھی۔

حدیث قدسی ہے کہ رب تعالیٰ فرماتا ہے،

کُنۡتُ کَنۡزًا مَخۡفِیًّا فَاَحۡبَبۡتُ اَنۡ اُعۡرَفَ فَخَلَقۡتُ الۡخَلۡقَ[1]

ترجمہ: میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا، پس میں نے پسند کیا کہ میں پہچانا جاؤں تو میں نے مخلوق کو پیدا کیا۔

[1] أخرجه الآلوسی فی روح البیان، تحت: آیۃ 34، سورۃ إبراھیم

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث شریف ہے:

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رضی الله عنهما قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللهِ ﷺ، بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي، أَخْبِرْنِي عَنْ أَوَّلِ شَيْءٍ خَلَقَهُ اللهُ تَعَالَى قَبْلَ الْأَشْيَاءِ؟ قَالَ: يَا جَابِرُ، إِنَّ اللهَ تَعَالَى قَدْ خَلَقَ قَبْلَ الْأَشْيَاءِ نُوْرَ نَبِيِّكَ مِنْ نُوْرِهِ[1]

ترجمہ: حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے انہوں نے فرمایا کہ میں نے بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں عرض کیا: یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان! مجھے بتائیں کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے کس شے کو پیدا کیا؟ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اے جابر! بے شک اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق (کو پیدا کرنے) سے پہلے تمہارے نبی (محمد مصطفی ﷺ) کا نور اپنے نور (کے فیض) سے پیدا فرمایا۔

خالق کائنات نے اس محبت کو بامِ عروج کیسے عطا فرمایا؟

محبوب ﷺ کے لیے پوری کائنات سجائی۔ انسانی روپ دینا تھا تو انسان کے رہنے اور اس کی ضرورت کی اتنی چیزیں بنائیں، اتنی نعمتیں عطا کیں کہ جو شمار میں بھی نہیں آسکتیں، ارشاد فرمایا،

وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللهِ لَا تُحْصُوْهَا[2]

ترجمہ: اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو تو انہیں پورا شمار نہ کر سکو گے۔

پھر یہ نور پاک پشتوں اور رحموں سے ہوتا ہوا اماں آمنہ سلام اللہ علیھا کے بطنِ مبارک سے 12 ربیع الاول کو پیدا ہوا جس کا نام "محمد ﷺ" رکھا۔ حضرت آمنہ رضی للہ عنہا سے ایک روایت مروی

[1] أخرجه عبد الرزاق فی المصنف (الجزء المفقود من الجزء الأول من المصنف)، الرقم: 63، والقسطلانی فی المواهب اللدنية،

[2] النحل، 14: 18

ہے انہوں نے فرمایا،

إنی رأیت حین ولدته أنه خرج منی نور أضاءت منه قصور بصری من أرض الشام[1]

ترجمہ: جب میں نے آپ ﷺ کو جنم دیا تو میں نے دیکھا کہ بے شک مجھ سے ایسا نور نکلا جس کی ضیاء پاشیوں سے سرزمینِ شام میں بصرہ کے محلات روشن ہو گئے۔

یہ اللہ تعالی کی محبت کا ثمر تھا کہ کائنات کی ہر چیز آپ پر فریفتہ رہی۔ نباتات، حیوانات الغرض جن کا ذکر آگے کتاب میں آئے گا ہر چیز آپ پر فریفتہ رہی۔

اور اسی طرح جب محبوب ﷺ سے محبت بڑھتی رہتی ہے تو اس کا اظہار خالق کائنات کبھی وَرَفَعْنَالَكَ ذِكْرَكَ[2]۔ اور کبھی وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌلَّكَ مِنَ الْاُوْلٰی[3] کہہ کر فرماتا ہے۔

اس پیکر انسانی کی تخلیق اللہ تعالی نے اپنی عبادت کے لیے مختص فرمائی، جیسا کہ فرمایا گیا، وَمَاخَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنَ[4] کیونکہ "محبت "اس پیکر میں ظاہر تھی اور اس پیکرِ وجود یعنی رسول اللہ ﷺ کے ساتھ محبت، حقیقت میں بندے کی خالق کے ساتھ محبت میں ڈھلتی گئی۔ اس ذاتِ مبارکہ کی معرفت، اللہ کی معرفت بنتی گئی، یعنی بندے کو اپنی تخلیق کا مقصد پورا کرنے والا بناتی گئی۔

---

[1] اخرجه الطبرانی فی المعجم الکبیر، رقم: 545، وکذا ابن حبان فی الصحیح، رقم: 6404، وعبد الرزاق فی المصنف

[2] سورۃ الم نشرح، 30: 04

[3] سورۃ الضحیٰ، 30: 04

[4] سورۃ الذاریات، 26: 56

اس مقصد کی بار آوری کیلئے اللہ تعالی نے اپنے کلام میں (بزبان محبوب ﷺ کے) اسی ذاتِ مبارکہ کے ساتھ ادب اور محبت کی تلقین فرمائی۔

کہیں تُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ[1] فرما کر،

کہیں مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ [2] کی ندا دے کر اور،

کہیں شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا[3] کہہ کر،

تاکہ انسان اس محبت کو پا کر نہ صرف اپنے ہونے کا مقصد پورا کر سکیں بلکہ آخرت میں کامیابی حاصل کرتے ہوئے محبوب ﷺ کے طفیل دیدار الٰہی سے مشرف ہوں۔

اس عاجز فقیر نے اللہ تعالی کے اس فرمان وَ مَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَ مَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا[4] سے روشنی لیتے ہوئے، محبتِ رسول ﷺ کا وجوب اور اس کے تقاضوں کے عنوان پر محبوب الٰہی ﷺ کے فرامین کو اکٹھا کرنے کی سعی کی ہے۔ دعا ہے کہ اللہ عزوجل اپنے محبوب ﷺ کے طفیل اسے توشہ آخرت بنائے۔

آمین بجاہ النبی الکریم ﷺ

الفقیر

ڈاکٹر محمد سرفراز محمدی سیفی عفی عنہ

[1] سورۃ الفتح، 26: 09

[2] سورۃ النساء، 04: 80

[3] سورۃ الاحزاب، 21: 45

[4] سورۃ الحشر، 28: 07

حب النبی ﷺ - اصل ایمان: چالیس احادیث

محبتِ رسول ﷺ کا وجوب

1. عَنْ أَنَسٍ رضی الله عنه قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتّٰى أَكُوْنَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهِ وَوَلَدِهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِيْنَ[1]

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کوئی (کامل) مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اسے اُس کے والد (یعنی والدین)، اس کی اولاد اور تمام لوگوں سے محبوب تر نہ ہو جاؤں۔"

2. عَنْ اَنَسٍ رضی الله عنه قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: لَا يُؤْمِنُ عَبْدٌ وَفِي حَدِيْثِ عَبْدِ الْوَارِثِ: الرَّجُلِ حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ اَهْلِهِ وَمَالِهِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ.[2]

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: کوئی بندہ اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا یہاں تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے گھر والوں، اس کے مال اور تمام لوگوں سے محبوب تر نہ ہو جاؤں۔

3. عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی الله عنه عَنِ النَّبِيِّ ﷺ اَنَّهُ قَالَ: لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى يَكُوْنَ اللهُ وَرَسُوْلُهُ اَحَبَّ إِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا، وَحَتّٰى يُقْذَفَ فِي النَّارِ اَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ اَنْ يَعُوْدَ فِي الْكُفْرِ، وفي

[1] أخرجه البخاري في الصحيح، كتاب الإيمان، باب حبّ الرسول ﷺ من الإيمان، رقم: 15 ومسلم في الصحيح، كتاب الإيمان، باب وجوب محبّة رسول الله ﷺ اكثر من الاهل والولد والوالد والناس أجمعين، رقم: 70

[2] اخرجه مسلم في الصحيح، كتاب الإيمان، باب وجوب محبة رسول الله ﷺ اكثر من الاهل والولد والوالد والناس اجمعين وإطلاق عدم الإيمان على من لم يحبه هذه المحبة، رقم: 69

وفی روایۃ: أَنْ یَرْجِعَ یَهُوْدِیًّا أَوْ نَصْرَانِیًّا بَعْدَ أَنْ نَجَّاهُ اللهُ مِنْهُ، وَلَا یُؤْمِنُ أَحَدُکُمْ حَتّٰی أَکُوْنَ أَحَبَّ إِلَیْهِ مِنْ وَلَدِهٖ، وَوَالِدِهٖ، وَالنَّاسِ أَجْمَعِیْنَ۔[1]

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آپ نے حضور نبی اکرم ﷺ سے روایت بیان فرمائی کہ آپ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کوئی مومن نہیں ہو سکتا یہاں تک کہ اللہ اور اس کا رسول ﷺ اسے باقی ہر ایک سے محبوب تر نہ ہو جائیں، اور جب تک کہ وہ کفر سے نجات پانے کے بعد دوبارہ اس (حالت) کفر (ایک روایت میں ہے کہ یہودیت اور نصرانیت) کی طرف لوٹنے کو اس طرح ناپسند کرتا ہو کہ اس کے بدلے اسے آگ میں پھینکا جانا پسند ہو۔ اور تم میں سے کوئی مومن نہیں ہو سکتا یہاں تک کہ میں اسے اُس کی اولاد اور اس کے والد (یعنی والدین) اور تمام لوگوں سے محبوب تر نہ ہو جاؤں۔

محبتِ رسول ﷺ کی تاکید

4. عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ هِشَامٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: کُنَّا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ، وَهُوَ آخِذٌ بِیَدِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، فَقَالَ لَهُ عُمَرُ: یَا رَسُوْلَ اللهِ، لَأَنْتَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ کُلِّ شَيْئٍ إِلَّا مِنْ نَفْسِي، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: لَا، وَالَّذِي نَفْسِي بِیَدِهٖ، حَتّٰی أَکُوْنَ أَحَبَّ إِلَیْکَ مِنْ نَفْسِکَ. فَقَالَ لَهُ عُمَرُ: فَإِنَّهُ الْآنَ، وَاللهِ، لَأَنْتَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ نَفْسِي، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: اَلْآنَ یَا عُمَرُ۔[2]

---

[1] أخرجه احمد بن حنبل فی المسند وابن حبان فی الصحیح وابن منده فی الإیمان

[2] اخرجه البخاری فی الصحیح، کتاب الأیمان والنذور، باب کیف کانت یمین النبی ﷺ، رقم: 6632 واحمد فی المسند، مسند الشامیین، حدیث عبد الله بن هشام جد زهرة بن معبد، رقم: 18047

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن ہشام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ ہم حضور نبی اکرم ﷺ کے ساتھ تھے اور آپ ﷺ نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا ہاتھ تھاما ہوا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ مجھے اپنی جان کے سوا ہر ایک چیز سے زیادہ محبوب ہیں۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں، قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے! (تم اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتے) یہاں تک کہ میں تمہیں اپنی جان سے بھی محبوب تر نہ ہو جاؤں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: (یا رسول اللہ!) اللہ (ربّ العزت) کی قسم! اب آپ مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ محبوب ہیں، تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے عمر! اب (تمہاری محبت کامل ہوئی) ہے۔

5. عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنھما قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللہِ ﷺ: أَحِبُّوْا اللہَ لِمَا يَغْذُوْكُمْ مِنْ نِعَمِهِ، وَأَحِبُّوْنِي بِحُبِّ اللہِ وَأَحِبُّوْا أَهْلَ بَيْتِي لِحُبِّي[1]

ترجمہ: حضرت عبد للہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالی سے محبت کرو ان نعمتوں کی وجہ سے جو اس نے تمہیں عطا فرمائیں اور مجھ سے اللہ تعالی کی محبت کے سبب محبت کرو اور میرے اہلِ بیت سے میری محبت کی خاطر محبت کرو۔

1 أخرجه الترمذی فی السنن، کتاب المناقب، باب مناقب اهل البيت النبی ﷺ، رقم: 3789 والحاکم فی المستدرک، كِتَابُ مَعْرِفَةِ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ، ومن مناقب أهل رسول الله ﷺ، رقم: 4716 والطبرانی فی المعجم الكبير، باب الحاء، بقية أخبار الحسن بن علی رضی اللہ عنہما، رقم: 2639

6. عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ عُتْبَةَ رضی الله عنها، قَالَتْ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، مَا كَانَتْ قُبَّةٌ اَبْغَضَ إِلَيَّ مِنْ قُبَّتِكَ وَلَا اَحَبَّ اَنْ يُبِيْحَهَا اللهُ وَمَا فِيْهَا، وَوَاللهِ، مَا مِنْ قُبَّةٍ اَحَبُّ إِلَيَّ اَنْ يُعَمِّرَهَا اللهُ وَيُبَارِكَ فِيْهَا مِنْ قُبَّتِكَ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: وَاَيْضًا وَاللهِ، لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَلَدِهٖ وَوَالِدِهٖ[1]

ترجمہ: حضرت فاطمہ بنت عتبہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ انہوں نے (قبولِ اسلام کے بعد) عرض کیا: یارسول اللہ! (مسلمان ہونے سے قبل) (العیاذ باللہ) آپ کے خیمہ سے زیادہ ناپسندیدہ خیمہ میرے لیے کوئی نہ تھا، اور میں پسند نہ کرتی تھی کہ خدا اس خیمہ کو اور اس خیمہ میں رہنے والے کو باقی رکھے، اور اب خدا کی قسم! مجھے آپ کے خیمہ سے زیادہ کوئی خیمہ محبوب نہیں، اللہ تعالیٰ اسے (ہمیشہ) قائم رکھے، اور اس میں برکت نازل فرمائے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اور اسی طرح اللہ کی قسم! تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا یہاں تک کہ میں اسے اس کی اولاد اور اس کے (ماں) باپ سے بھی محبوب تر نہ ہو جاؤں۔

محبتِ رسول ﷺ میں اصحاب کا طریق

7. عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی الله عنه قَالَ: لَمَّا كَانَ يَوْمُ اُحُدٍ حَاصَ اَهْلُ الْمَدِيْنَةِ حَيْصَةً، قَالُوْا: قُتِلَ مُحَمَّدٌ ﷺ حَتّٰى كَثُرَتِ الصَّوَارِخُ فِيْ نَاحِيَةِ الْمَدِيْنَةِ، فَخَرَجَتِ امْرَاَةٌ مِنَ الْاَنْصَارِ مُتَحَزِّمَةً فَاسْتَقْبَلَتْ بِابْنِهَا وَاَبِيْهَا وَزَوْجِهَا وَاَخِيْهَا لَا اَدْرِيْ اَيَّهُمُ اسْتَقْبَلَتْ بِهٖ اَوَّلًا فَلَمَّا مَرَّتْ عَلٰى آخِرِهِمْ قَالَتْ: مَنْ هٰذَا؟ قَالُوْا: اَبُوْكِ، اَخُوْكِ، زَوْجُكِ، ابْنُكِ، تَقُوْلُ: مَا فَعَلَ

---

1 اخرجه الحاکم فی المستدرک، کتاب التفسیر، تفسیر سورۃ الممتحنۃ، رقم: 3805 والسیوطی فی الجامع الکبیر، القسم الأول: الأقوال، حرف الواو، ج10، ص: 582

رَسُوْلُ اللهِ ﷺ؟ يَقُوْلُوْنَ : اَمَامَكِ حَتّٰى دُفِعَتْ إِلٰى رَسُوْلِ اللهِ ﷺ فَاَخَذَتْ بِنَاحِيَةِ ثَوْبِه، ثُمَّ قَالَتْ : بِاَبِي اَنْتَ وَاُمِّي يَا رَسُوْلَ اللهِ، لَا اُبَالِي إِذْ سَلِمْتَ مِنْ عَطَبٍ[1]

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آپ نے بیان کیا کہ جب غزوہ اُحد کا دن تھا تو اہل مدینہ سخت تنگی و پریشانی میں مبتلا ہو گئے (کیونکہ)، انہوں نے (غلط فہمی اور منافقین کی افواہیں سن کر) سمجھا کہ محمد مصطفی ﷺ کو (العیاذ باللہ) شہید کر دیا گیا ہے، یہاں تک کہ مدینہ منورہ میں چیخ وپکار کرنے والی عورتوں کی کثیر تعداد (جمع) ہو گئی، یہاں تک کہ انصار کی ایک عورت پٹی باندھے ہوئے باہر نکلی اور اپنے بیٹے، باپ، خاوند اور بھائی (کی لاشوں کے پاس) سے گذری، (راوی کہتے ہیں:) مجھے یاد نہیں کہ اس نے سب سے پہلے کس کی لاش دیکھی۔ پس جب وہ ان میں سے سب سے آخری لاش کے پاس سے گزری تو پوچھنے لگی: یہ کون ہے؟ لوگوں نے کہا: تمہارا باپ، بھائی، خاوند اور تمہارا بیٹا ہے۔ (جو کہ شہید ہو چکے ہیں) وہ کہنے لگی: (مجھے صرف یہ بتاؤ کہ) رسول اللہ ﷺ کس حال میں ہیں؟ لوگ کہنے لگے: آپ ﷺ تمہارے سامنے موجود ہیں یہاں تک کہ اس عورت کو حضور نبی اکرم ﷺ تک پہنچا دیا گیا تو اس عورت نے (شدتِ جذبات سے) آپ ﷺ کے کرتہ مبارک کا پلو پکڑ لیا اور عرض کیا: یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، جب آپ سلامت ہیں تو مجھے اور کوئی دکھ نہیں (یعنی یا رسول اللہ! آپ پر میرا باپ، بھائی، خاوند اور بیٹا سب کچھ قربان ہیں)۔

[1] اخرجه الطبراني في المعجم الأوسط ،باب الميم ،من اسمه: محمد، رقم:7499 وأبو نعيم في حلية الأولياء، ذكر النساء الصحابيات، الانصارية، ج2 ،ص:71 والقاضي عياض في الشفا، رقم:1215 والهيثمي في مجمع الزوائد، كتاب المغازي والسير، باب منه في وقعة أحد، رقم:10087

8. عَنْ عَائِشَةَ رضی الله عنها قَالَتْ: جَاءَتْ هِنْدٌ بِنْتُ عُتْبَةَ، قَالَتْ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، مَا كَانَ عَلٰى ظَهْرِ الْأَرْضِ مِنْ أَهْلِ خِبَاءٍ أَحَبُّ إِلَيَّ أَنْ يَذِلُّوْا مِنْ أَهْلِ خِبَائِكَ، ثُمَّ مَا أَصْبَحَ الْيَوْمَ عَلٰى ظَهْرِ الْأَرْضِ أَهْلُ خِبَاءٍ أَحَبَّ إِلَيَّ أَنْ يَعِزُّوْا مِنْ أَهْلِ خِبَائِكَ[1]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے آپ نے بیان فرمایا کہ ہند بنت عتبہ نے حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: یا رسول اللہ! اللہ کی قسم! (قبولِ اسلام سے قبل) مجھے روئے زمین پر آپ کے اہلِ خانہ سے زیادہ کسی کی ذلت اور خواری محبوب نہیں تھی اور اب روئے زمین پر کوئی گھر ایسا نہیں جس میں رہنے والوں کی عزت مجھے آپ کے گھر والوں کی عزت سے زیادہ محبوب ہو۔

9. عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُغَفَّلٍ رضی الله عنه قَالَ: قَالَ رَجُلٌ لِلنَّبِيِّ ﷺ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، وَاللهِ، إِنِّي لَأُحِبُّكَ. فَقَالَ: انْظُرْ مَاذَا تَقُوْلُ. قَالَ: وَاللهِ، إِنِّي لَأُحِبُّكَ. فَقَالَ: انْظُرْ مَاذَا تَقُوْلُ. قَالَ: وَاللهِ، إِنِّي لَأُحِبُّكَ، ثَلَاثَ مَرَّاتٍ. فَقَالَ: إِنْ كُنْتَ تُحِبُّنِي فَأَعِدَّ لِلْفَقْرِ تِجْفَافًا، فَإِنَّ الْفَقْرَ أَسْرَعُ إِلٰى مَنْ يُحِبُّنِي مِنَ السَّيْلِ إِلٰى مُنْتَهَاهُ.[2]

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ ایک شخص نے بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں عرض کیا: یا رسول اللہ، اللہ کی قسم! میں آپ سے محبت کرتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: سوچ لو! کیا کہہ رہے ہو؟ اس نے پھر عرض کیا: اللہ کی قسم! میں آپ سے

[1] أخرجه البخاري في الصحيح، كتاب المناقب، باب ذكر هند بنت عتبة بن ربيعة، رقم: 3825 ومسلم في الصحيح، كتاب الأقضية، باب قضية هند، رقم: 1714

[2] أخرجه الترمذي في السنن، كتاب الزهد، باب ما جاء في فضل الفقر، رقم: 2350

محبت کرتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: (پھر) سوچ لو! کیا کہہ رہے ہو؟ اس نے پھر عرض کیا: اللہ کی قسم! میں آپ سے محبت کرتا ہوں۔ اس نے تین مرتبہ یہ بات دہرائی۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: اگر تو مجھ سے محبت کرتا ہے تو فقر (کا سامنا کرنے) کے لیے تیار ہو جا کیوں کہ مجھ سے محبت کرنے والوں کی طرف فقر اس سے بھی زیادہ تیزی سے بڑھتا ہے جتنی تیزی سے سیلاب اپنی منزل کی طرف بڑھتا ہے۔

10. عَنْ عَثْمَةَ الْجُهَنِيِّ رضی الله عنه، عَنْ اَبِيْهِ، قَالَ: خَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ ذَاتَ يَوْمٍ فَلَقِيَه رَجُلٌ مِنَ الْاَنْصَارِ، فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، بِاَبِي وَاُمِّي اَنْتَ، اِنَّه لَيَسُوْؤُنِيَ الَّذِي اَرٰى بِوَجْهِكَ وَعَمَّا هُوَ قَالَ: فَنَظَرَ النَّبِيُّ ﷺ اِلٰى وَجْهِ الرَّجُلِ سَاعَةً، ثُمَّ قَالَ: اَلْجُوْعُ، فَخَرَجَ الرَّجُلُ يَعْدُوْ اَوْ شَبِيْهٌ بِالْعَدْوِ حَتّٰى اَتٰى بَيْتَه، فَالْتَمَسَ فِيْهِ الطَّعَامَ، فَلَمْ يَجِدْ شَيْئًا، فَخَرَجَ اِلٰى بَنِي قُرَيْظَةَ وَفَاجَرَ نَفْسَه بِكُلِّ دَلْوٍ يَنْزِعُهَا تَمْرَةً حَتّٰى جَمَعَ حَفْنَةً اَوْ كَفًّا مِنْ تَمْرٍ ثُمَّ رَجَعَ بِالتَّمْرِ حَتّٰى وَجَدَ النَّبِيَّ ﷺ فِي مَجْلِسٍ لَمْ يَرِمْ، فَوَضَعَه بَيْنَ يَدَيْهِ وَقَالَ: كُلْ اَيْ رَسُوْلَ اللهِ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: مِنْ اَيْنَ لَكَ هٰذَا التَّمْرُ فَاَخْبَرَهُ الْخَبَرَ، فَقَالَ لَه رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: اِنِّي لَاَظُنُّكَ تُحِبُّ اللهَ وَرَسُوْلَه قَالَ: اَجَلْ، وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لَاَنْتَ اَحَبُّ اِلَيَّ مِنْ نَفْسِي وَوَلَدِي وَاَهْلِي وَمَالِي، فَقَالَ: اَمَّا لَا فَاصْطَبِرْ لِلْفَاقَةِ وَاَعِدَّ لِلْبَلَاءِ تِجْفَافًا فَوَالَّذِي بَعَثَنِي بِالْحَقِّ، لَهُمَا اِلٰى مَنْ يُحِبُّنِي اَسْرَعُ مِنْ هُبُوْطِ الْمَاءِ مِنْ رَاْسِ الْجَبَلِ اِلٰى اَسْفَلِه.[1]

[1] أخرجه الطبراني في المعجم الكبير، باب العين، عنمة الجهني، رقم: 155 والهيثمي في مجمع الزوائد، كتاب الزهد، باب في عيش رسول الله ﷺ والسلف، رقم: 18844 وعلاء الدين في كنز العمال، حرف الزاي، الفصل الأول: في فضل الفقر والفقراء، رقم: 16644

ترجمہ: حضرت عتمہ جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ نے اپنے والد سے روایت کی انہوں نے بیان کیا: ایک دن حضور نبی اکرم ﷺ گھر سے باہر تشریف لائے تو انصار میں سے ایک آدمی آپ ﷺ سے ملا اور عرض کیا: یارسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں! آپ کے چہرۂ اقدس کی اس حالت نے مجھے پریشان کردیا ہے اس کی کیا وجہ ہے؟ آپ ﷺ نے ایک لمحہ اس شخص کی طرف دیکھا پھر فرمایا: فاقہ، تو وہ شخص دوڑتا ہوا یا تیز تیز چلتا ہوا وہاں سے نکلا یہاں تک کہ اپنے گھر میں آیا اور وہاں کھانا تلاش کیا لیکن کوئی چیز نہ پائی، پھر وہ بنی قریظہ (قبیلہ یہود) کی طرف آیا اور فی ڈول پانی نکالنے کے بدلے ایک کھجور پر مزدوری کرلی، یہاں تک کہ گود بھریا مٹھی بھر کھجوریں جمع کرلیں، پھر کھجوریں لے کر آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں لوٹا، تو حضور نبی اکرم ﷺ کو اسی جگہ موجود پایا۔ سو اس نے وہ کھجوریں آپ ﷺ کے سامنے رکھ دیں اور عرض کیا: یارسول اللہ! تناول فرمایئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تمہارے پاس یہ کھجوریں کہاں سے آئی ہیں؟ اس نے آپ ﷺ کی خدمت میں سارا واقعہ عرض کیا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: میرا خیال ہے کہ تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے۔ اس نے عرض کیا: جی ہاں (یارسول اللہ!) اور قسم ہے اس ذات کی جس نے حق کے ساتھ آپ کو مبعوث فرمایا! بلاشبہ آپ مجھے میری جان، میری اولاد، میرے اہل و عیال اور میرے مال سے بھی بڑھ کر محبوب ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: (اگر ایسا ہے) تو فاقہ کشی کا انتظار کر اور مصائب (کا سامنا کرنے) کے لیے کمربستہ ہو جا۔ پس قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھے حق کے ساتھ مبعوث کیا! یہ (فقر و مصائب) دونوں میرے ساتھ محبت کرنے والے (کی آزمائش کے لیے اس) کی طرف پہاڑ کی چوٹی سے پستی کی طرف گرنے والے سیلاب سے بھی زیادہ تیزی سے آتے ہیں۔

11. عَنْ أَنَسٍ رضی الله عنه قَالَ: لَمَّا كَانَ لَيْلَةَ الْغَارِ قَالَ أَبُوْ بَكْرٍ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، دَعْنِي أَدْخُلْ قَبْلَكَ فَإِنْ كَانَ حَيَّةٌ أَوْ شَيْئٌ كَانَتْ لِي قَبْلَكَ. قَالَ ﷺ: ادْخُلْ. فَدَخَلَ أَبُوْ بَكْرٍ، فَجَعَلَ يَلْتَمِسُ بِيَدِهِ، كُلَّمَا رَأَى جُحْرًا جَائَ بِثَوْبِه فَشَقَّه ثُمَّ أَلْقَمَهُ الْجُحْرَ حَتّٰى فَعَلَ ذَالِكَ بِثَوْبِه أَجْمَعَ. قَالَ: فَبَقِيَ جُحْرٌ فَوَضَعَ عَقِبَه عَلَيْهِ ثُمَّ أَدْخَلَ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ. فَلَمَّا أَصْبَحَ قَالَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ: فَأَيْنَ ثَوْبُكَ يَا أَبَا بَكْرٍ؟ فَأَخْبَرَه بِالَّذِي صَنَعَ، فَرَفَعَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ يَدَيْهِ وَقَالَ: اَللّٰهُمَّ، اجْعَلْ أَبَا بَكْرٍ مَعِي فِي دَرَجَتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ. فَأَوْحَى اللهُ إِلَيْهِ أَنَّ اللهَ تَعَالٰى قَدِ اسْتَجَابَ لَكَ.[1]

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا: (وقتِ ہجرت) جب غار (میں پناہ لینے) کی رات تھی تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! مجھے اجازت عنایت فرمائیے کہ میں آپ ﷺ سے پہلے غار میں داخل ہوں تاکہ اگر کوئی سانپ یا کوئی اور چیز ہو تو وہ آپ ﷺ کی بجائے مجھے تکلیف پہنچائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جاؤ داخل ہو جاؤ۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ داخل ہوئے اور اپنے ہاتھ سے ساری جگہ کی تلاشی لینے لگے۔ جب بھی کوئی سوراخ دیکھتے تو اپنے لباس کو پھاڑ کر سوراخ کو بند کر دیتے۔ یہاں تک کہ اپنے تمام لباس کے ساتھ یہی کچھ کیا۔ راوی کہتے ہیں کہ پھر بھی ایک سوراخ بچ گیا تو انہوں نے اپنی ایڑی کو اُس سوراخ پر رکھ دیا اور پھر حضور نبی اکرم ﷺ سے اندر تشریف لانے کی گزارش کی۔ جب صبح ہوئی تو حضور نبی اکرم ﷺ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہا: "اے ابو بکر! تمہارا

[1] اخرجه ابو نعيم فی حلية الاولياء، من اشتهر من الصحابة، أبو بكر الصديق، ج1، ص: 33

لباس کہاں ہے؟ تو انہوں نے جو کچھ کیا تھا اُس کے بارے بتا دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھ اُٹھائے اور دُعا کی: اے اللہ! ابو بکر رضی اللہ عنہ کو قیامت کے دن میرے ساتھ میرے درجہ میں رکھنا۔ اللہ تعالی نے آپ ﷺ کی طرف وحی فرمائی کہ اُس نے آپ ﷺ کی دُعا کو قبول فرمالیا ہے۔

اصحاب رضی اللہ عنہم کا حضور ﷺ سے ٹوٹ کر محبت کرنا

12. عَنْ عَاصِمِ بْنِ عُمَرَ بْنِ قَتَادَةَ أَنَّ نَفَرًا مِنْ قُرَيْشٍ فِيهِمْ أَبُو سُفْيَانَ حَضَرُوا قَتْلَ زَيْدٍ، فَقَالَ قَائِلٌ مِنْهُمْ: يَا زَيْدُ، أَنْشُدُكَ اللهَ، أَتُحِبُّ أَنَّكَ الْآنَ فِي أَهْلِكَ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا عِنْدَنَا مَكَانَكَ نَضْرِبُ عُنُقَهُ قَالَ: لَا، وَاللهِ، مَا أُحِبُّ أَنَّ مُحَمَّدًا ﷺ يُشَاكُ فِي مَكَانِهِ شَوْكَةً تُؤْذِيهِ، وَأَنِّي جَالِسٌ فِي أَهْلِي، قَالَ: يَقُولُ أَبُو سُفْيَانَ: وَاللهِ، مَا رَأَيْتُ مِنْ قَوْمٍ قَطُّ أَشَدَّ حُبًّا لِصَاحِبِهِمْ مِنْ أَصْحَابِ مُحَمَّدٍ ﷺ لَهُ. وفی روایة: قَالَ: مَا رَأَيْتُ مِنَ النَّاسِ أَحَدًا يُحِبُّ كَحُبِّ أَصْحَابِ مُحَمَّدٍ مُحَمَّدًا ﷺ.[1]

ترجمہ: حضرت عاصم بن عمر بن قتادہ سے روایت ہے کہ قریش کے چند افراد جن میں ابو سفیان بھی تھا (ابھی انہوں نے اسلام قبول نہیں کیا تھا) حضرت زید رضی اللہ عنہ کے قتل کے وقت آئے اور ان میں سے کسی نے کہا: اے زید! تجھے اللہ کی قسم! (سچ سچ بتا) کیا تو پسند کرتا ہے کہ اس وقت تمہاری جگہ محمد ﷺ ہمارے پاس ہوتے کہ ہم (نعوذ باللہ) انہیں قتل کرتے اور تم اس وقت اپنے اہل و عیال کے پاس ہوتے؟ تو انہوں نے جواب دیا: نہیں! اللہ کی قسم! میں تو یہ بھی گوارا نہیں کرتا کہ میرے آقا و مولا

---

[1] أخرجه الضياء فی الجامع الكامل، غزوة الرجيع فی سنة ثلاث، 8: 284

محمد مصطفی ﷺ کو اس وقت جہاں بھی رونق افروز ہوں، کانٹا بھی چبھے کہ جس سے انہیں تکلیف پہنچے اور میں آرام سے اپنے اہل و عیال کے ساتھ بیٹھا رہوں۔ راوی کہتے ہیں: ابو سفیان کہنے لگا: اللہ کی قسم! میں نے آج تک ایسی کوئی قوم نہیں دیکھی جو اپنے سردار سے اس طرح ٹوٹ کر محبت کرتی ہو جیسی محمد ﷺ کے اصحاب ان سے کرتے ہیں۔ ایک روایت کے الفاظ ہیں کہا: میں نے کسی کو کسی سے اتنی محبت کرتے نہیں دیکھا جیسی محمد ﷺ کے صحابہ محمد ﷺ سے کرتے ہیں۔

13. عَنْ سَعِيْدِ بْنِ عَامِرِ بْنِ حُذَيْمٍ الْجُمَحِيِّ قَالَ: شَهِدْتُ مَصْرَعَ خُبَيْبٍ الْأَنْصَارِيِّ رضی اللہ عنہ بِمَكَّةَ وَقَدْ بَضَعَتْ قُرَيْشٌ لَحْمَه ثُمَّ حَمَلُوْه عَلٰی جِذْعَةٍ، فَقَالُوْا: أَتُحِبُّ أَنَّ مُحَمَّدًا مَكَانَكَ؟ فَقَالَ: وَاللهِ، مَا أُحِبُّ أَنِّيْ فِيْ أَهْلِيْ وَوَلَدِيْ وَأَنَّ مُحَمَّدًا ﷺ شِيْكَ بِشَوْكَةٍ، ثُمَّ نَادٰى: يَا مُحَمَّدُ ﷺ[1]

ترجمہ: حضرت سعید بن عامر بن حذیم جمحی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ میں نے مکہ مکرمہ میں حضرت خبیب انصاری رضی اللہ عنہ کے مقام شہادت کی زیارت کی۔ جہاں مشرکینِ قریش ان کا گوشت نشتر سے (ٹکڑوں کی صورت میں) کاٹتے اور پھر اسے کھجور کے درخت پر لٹکا دیتے اور (شہید کرنے سے قبل) مشرکینِ قریش نے حضرت خبیب انصاری رضی اللہ عنہ سے کہا: کیا تم پسند کرتے ہو کہ (اس وقت) تمہاری جگہ محمد ﷺ ہوتے؟ تو حضرت خبیب رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: اللہ کی قسم! مجھے تو یہ بھی پسند نہیں کہ میں اپنے اہل و عیال میں (آرام کر رہا) ہوں اور (میرے آقا) محمد مصطفی ﷺ کو کوئی کانٹا بھی چبھے پھر آپ نے زور سے پکارا: یا محمد (صلّی اللہ علیک وسلم)۔

[1] أخرجه ابو نعیم فی حلیة الاولیاء، أبو ذر الغفاری، سعید بن عامر، ۱/۱۲، ص: 246

14. عَنْ جَبَلَةَ بْنِ حَارِثَةَ، اَخِي زَيْدٍ، قَالَ: قَدِمْتُ عَلَى رَسُوْلِ اللهِ ﷺ فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، ابْعَثْ مَعِيَ اَخِي زَيْدًا، قَالَ: هُوَ ذَا، قَالَ: فَإِنِ انْطَلَقَ مَعَكَ لَمْ اَمْنَعْهُ، قَالَ زَيْدٌ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، وَاللهِ، لَا اَخْتَارُ عَلَيْكَ اَحَدًا اَبَدًا، قَالَ: فَرَاَيْتُ رَاْيَ اَخِي اَفْضَلَ مِنْ رَاْيِي.[1]

ترجمہ: (حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے بھائی) حضرت جبلہ بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ میں حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کیا: یارسول اللہ! میرے ساتھ میرے بھائی حضرت زید رضی اللہ عنہ کو (گھر) بھیج دیجیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ (تمہارا بھائی) یہ (موجود) ہے۔ اگر تمہارے ساتھ جانا چاہے تو میں اسے روکوں گا نہیں، حضرت زید رضی اللہ عنہ نے (فورًا) عرض کیا: یارسول اللہ، اللہ کی قسم! میں آپ (کی غلامی) پر کسی (آزادی) کو ترجیح نہیں دوں گا۔ (پھر اسلام میں حضرت زید رضی اللہ عنہ کا مقام دیکھ کر) حضرت جبلہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے اپنی رائے سے زیادہ اپنے بھائی کے اس فیصلہ کو بہتر پایا۔

15. عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ قَالَ سَعْدُ بْنُ رَبِيْعٍ رضی الله عنه لِاُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ رضی الله عنه إِذَا جُرِحَ بِاُحُدٍ: فَاذْهَبْ إِلَيْهِ ﷺ فَاَقْرِئْهُ مِنِّيَ السَّلَامَ، وَاَخْبِرْهُ اَنِّي قَدْ طُعِنْتُ اثْنَتَي عَشْرَةَ طَعْنَةً، وَاَنِّي قَدْ اُنْفِذَتْ مُقَاتِلِي، وَاَخْبِرْ قَوْمَكَ اَنَّهُ لَا عُذْرَ لَهُمْ عِنْدَ اللهِ إِنْ قُتِلَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ وَوَاحِدٌ مِنْهُمْ حَيٌّ.[2]

---

[1] أخرجه الترمذی فی السنن، کتاب المناقب، باب مناقب زید بن حارثه، رقم: 3815 والحاکم فی المستدرک، كِتَابُ مَعْرِفَةِ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ، ذِكْرُ مَنَاقِبِ زَيْدِ الْحِبِّ بْنِ حَارِثَةَ بْنِ شَرَاحِيلَ بْنِ عَبْدِ الْعُزَّى، رقم: 4948، والبیهقی فی شعب الإیمان، حب النبی ﷺ، رقم: 1321

[2] اخرجه مالک فی الموطا، کتاب الجهاد، باب الترغیب فی الجهاد، رقم: 41 وابن سعد فی الطبقات الکبری، سعد بن الربیع، 3: 485

ترجمہ: امام یحییٰ بن سعید سے مروی ہے کہ حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ نے حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ سے اس وقت جب وہ (حضرت سعد بن ربیع) میدانِ اُحد میں زخمی حالت میں تھے کہا کہ میرے آقا ﷺ کی بارگاہ میں میرا اسلام عرض کرنا اور کہنا کہ مجھے نیزے کے بارہ زخم لگے ہیں اور میں نے اپنے مقابل کے جسم سے نیزہ آر پار کر دیا ہے۔ اپنے قبیلہ کے لوگوں سے کہنا کہ اگر حضور نبی اکرم ﷺ کو کچھ ہوا اور تم میں سے ایک فرد بھی زندہ بچا تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ان کا کوئی بھی عذر قابلِ قبول نہ ہوگا۔

16. عَنْ أَنَسٍ رضی الله عنه قَالَ: لَقَدْ ضَرَبُوْا رَسُوْلَ اللهِ ﷺ حَتّٰى غُشِيَ عَلَيْهِ فَقَامَ أَبُوْ بَكْرٍ رضی الله عنه فَجَعَلَ يُنَادِي يَقُوْلُ: وَيْلَكُمْ أَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا أَنْ يَقُوْلَ رَبِّيَ اللهُ قَالُوْا: مَنْ هٰذَا قَالُوْا: هٰذَا ابْنُ أَبِي قُحَافَةَ الْمَجْنُوْنُ[1]

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ کفار و مشرکین نے حضور نبی اکرم ﷺ کو اس قدر جسمانی اذیت پہنچائی کہ آپ ﷺ پر غشی طاری ہو گئی۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ (آئے اور) کھڑے ہو گئے اور بلند آواز سے کہنے لگے: تم تباہ و برباد ہو جاؤ، کیا تم ایک (معزز) شخص کو صرف اِس لئے قتل کرنا چاہتے ہو کہ وہ فرماتے ہیں کہ میرا رب اللہ ہے؟ اُن ظالموں نے کہا: یہ کون ہے؟ (کفار و مشرکین میں سے کچھ) لوگوں نے کہا: یہ ابو قحافہ کا بیٹا ہے جو (عشقِ رسول ﷺ میں) مجنوں بن چکا ہے۔

---

1 اخرجه ابو يعلى في المسند، مسند أنس بن مالك رضي الله عنه، أبو سفيان، عن أنس، رقم: 3691 والحاكم في المستدرك، كِتَابُ مَعْرِفَةِ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ، أما حديث ضمرة وأبو طلحة، رقم: 4424

محبتِ رسول ﷺ کا اجر

17. عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی الله عنه قَالَ: بَيْنَمَا أَنَا وَالنَّبِيُّ ﷺ خَارِجَانِ مِنَ الْمَسْجِدِ، فَلَقِيَنَا رَجُلٌ عِنْدَ سُدَّةِ الْمَسْجِدِ، فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، مَتَى السَّاعَةُ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: مَا أَعْدَدْتَ لَهَا؟ فَكَأَنَّ الرَّجُلَ اسْتَكَانَ، ثُمَّ قَالَ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، مَا أَعْدَدْتُ لَهَا كَبِيْرَ صِيَامٍ وَلَا صَلَاةٍ وَلَا صَدَقَةٍ وَلٰكِنِّي أُحِبُّ اللهَ وَرَسُوْلَه، قَالَ: أَنْتَ مَعَ مَنْ أَحْبَبْتَ[1]

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ میں، حضور نبی اکرم ﷺ کی معیت میں ایک مرتبہ مسجد سے نکل رہا تھا کہ مسجد کے دروازے پر ایک آدمی ملا اور اس نے عرض کیا: یارسول اللہ! قیامت کب آئے گی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تم نے اس کے لیے کیا تیاری کر رکھی ہے؟ وہ آدمی کچھ دیر تو خاموش رہا پھر اس نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں نے اس کے لیے بہت سے روزے، بہت سی نمازیں اور صدقہ وغیرہ (جیسے اعمال) تو تیار نہیں کیے لیکن (اتنا ہے کہ) میں اللہ تعالی اور اس کے رسول ﷺ سے محبت رکھتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: (قیامت کے روز) تم اسی کے ساتھ ہو گے جس سے محبت رکھتے ہو۔

18. عَنْ أَنَسٍ رضی الله عنه أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ النَّبِيَّ ﷺ عَنِ السَّاعَةِ، فَقَالَ: مَتَى السَّاعَةُ قَالَ: وَمَاذَا أَعْدَدْتَ لَهَا قَالَ: لَا شَيْءَ إِلَّا أَنِّي أُحِبُّ اللهَ وَرَسُوْلَه ﷺ. فَقَالَ: أَنْتَ مَعَ مَنْ أَحْبَبْتَ. قَالَ أَنَسٌ: فَمَا فَرِحْنَا بِشَيْءٍ فَرَحَنَا بِقَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ: أَنْتَ مَعَ مَنْ أَحْبَبْتَ. قَالَ

[1] أخرجه البخاري في الصحيح، كتاب الأحكام، باب القضاء والفتيا في الطريق، رقم: 7153

أَنَسٌ: فَأَنَا أُحِبُّ النَّبِيَّ ﷺ وَأَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ وَأَرْجُو أَنْ أَكُونَ مَعَهُمْ بِحُبِّي إِيَّاهُمْ، وَإِنْ لَمْ أَعْمَلْ بِمِثْلِ أَعْمَالِهِمْ.[1]

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کسی شخص نے حضور نبی اکرم ﷺ سے قیامت کے متعلق سوال کیا کہ (یارسول اللہ!) قیامت کب آئے گی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تم نے اس کے لیے کیا تیاری کر رکھی ہے؟ اس نے عرض کیا: (یارسول اللہ!) میرے پاس تو کوئی شے نہیں۔ ماسوا اس کے کہ میں اللہ تعالی اور اس کے رسول ﷺ سے محبت رکھتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تم (قیامت کے روز) اسی کے ساتھ ہوگے جس سے محبت رکھتے ہو۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمیں (یعنی تمام صحابہ کو) کبھی کسی خبر سے اتنی خوشی نہیں ہوئی جتنی خوشی آپ ﷺ کے اس فرمانِ اَقدس سے ہوئی کہ تم اسی کے ساتھ ہوگے جس سے محبت کرتے ہو۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں حضور نبی اکرم ﷺ سے محبت کرتا ہوں اور حضرت ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما سے بھی محبت کرتا ہوں لہٰذا امید کرتا ہوں کہ ان کی محبت کے باعث میں بھی ان حضرات کے ساتھ ہی رہوں گا اگرچہ میرے اَعمال تو ان کے اعمال جیسے نہیں۔

19. عَنْ أَبِي ذَرٍّ رضی الله عنه أَنَّهُ قَالَ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، الرَّجُلُ يُحِبُّ الْقَوْمَ وَلَا يَسْتَطِيْعُ أَنْ يَعْمَلَ كَعَمَلِهِمْ، قَالَ: أَنْتَ يَا أَبَا ذَرٍّ، مَعَ مَنْ أَحْبَبْتَ. قَالَ: فَإِنِّي أُحِبُّ اللهَ وَرَسُوْلَهُ ﷺ، قَالَ: فَإِنَّكَ مَعَ مَنْ أَحْبَبْتَ. قَالَ: فَأَعَادَهَا أَبُوْ ذَرٍّ فَأَعَادَهَا رَسُوْلُ اللهِ ﷺ.[2]

1 أخرجه البخاري في الصحيح، كتاب المناقب، باب مناقب عمر بن الخطاب أبي حفص القرشي العدوي، رقم: 3688

2 أخرجه أبو داود في السنن، أبواب النوم، باب الرجل يحب الرجل على خير يراه، رقم: 5126 والدارمي في السنن، ومن كتاب الرقاق، باب: المرء مع من أحب، رقم: 2829 وابن حبان في الصحيح والبخاري في الأدب المفرد، باب الرجل يحب قوما ولما يلحق بهم، رقم: 351

ترجمہ: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے (حضور ﷺ کی بارگاہ میں) عرض کیا: یارسول اللہ! ایک آدمی کچھ لوگوں سے محبت کرتا ہے، لیکن ان جیسا عمل نہیں کر سکتا (تو اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟ تو) آپ ﷺ نے فرمایا: اے ابوذر! تو اسی کے ساتھ ہوگا جس سے تجھے محبت ہے۔ انہوں نے عرض کیا: میں تو اللہ تعالی اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرتا ہوں۔ آپ ﷺ نے دوبارہ فرمایا: اے ابوذر! تم یقیناً اسی کے ساتھ ہوگے جس سے تم محبت کرتے ہو۔ راوی کا بیان ہے کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے پھر اپنا سوال دہرایا تو آپ ﷺ نے بھی دوبارہ وہی جواب عطا فرمایا۔

20. عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا، قَالَتْ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُوْلِ اللهِ ﷺ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، إِنَّكَ لَأَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ نَفْسِي، وَإِنَّكَ لَأَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَهْلِي وَأَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ وَلَدِي، وَإِنِّي لَأَكُوْنُ فِي الْبَيْتِ، فَأَذْكُرُكَ، فَمَا أَصْبِرُ حَتّٰى آتِيَكَ، فَأَنْظُرُ إِلَيْكَ، وَإِذَا ذَكَرْتُ مَوْتِي وَمَوْتَكَ عَرَفْتُ أَنَّكَ إِذَا دَخَلْتَ الْجَنَّةَ رُفِعْتَ مَعَ النَّبِيِّيْنَ، وَأَنِّي إِذَا دَخَلْتُ الْجَنَّةَ حَسِبْتُ أَنْ لَا أَرَاكَ، فَلَمْ يَرُدَّ إِلَيْهِ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ شَيْئًا، حَتّٰى نَزَلَ جِبْرِيْلُ بِهٰذِهِ الْآيَةِ: وَمَنْ يُطِعِ اللهَ وَالرَّسُوْلَ فَأُولٰئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ أَنْعَمَ اللهُ عَلَيْهِمْ.[1] فَدَعَا بِهِ، فَقَرَأَهَا عَلَيْهِ[2]

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ ایک صحابی حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر عرض گذار ہوئے: یارسول اللہ! آپ مجھے میری

---

[1] النساء، 4: 69

[2] أخرجه الطبراني في المعجم الأوسط، باب الألف، من اسمه أحمد، رقم: 477 وأيضًا في المعجم الصغير، باب الألف، من اسمه أحمد، رقم: 52 وابو نعيم في حلية الاولياء، عون بن عبد الله بن عتبة، 4: 240

جان، اہل و عیال اور اولاد سے بھی زیادہ محبوب ہیں۔ جب میں اپنے گھر میں ہوتا ہوں تو بھی آپ کو ہی یاد کرتا رہتا ہوں اور اس وقت تک چین نہیں آتا جب تک حاضر ہو کر آپ کی زیارت نہ کر لوں۔ لیکن جب مجھے اپنی موت اور آپ کے وصال مبارک کا خیال آتا ہے تو سوچتا ہوں کہ آپ تو جنت میں انبیاء کرام علیہم السلام کے ساتھ بلند ترین مقام پر جلوہ افروز ہوں گے اور جب میں جنت میں داخل ہوں گا تو اپنے درجے میں ہوں گا لہٰذا مجھے خدشہ ہے کہ کہیں میں آپ کی زیارت سے محروم نہ ہو جاؤں۔ آپ ﷺ نے اس صحابی کی اس بات پر سکوت فرمایا، یہاں تک کہ حضرت جبرائیل ؑ یہ آیت مبارکہ لے کر اترے: "اور جو کوئی اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت کرے تو یہی لوگ (روز قیامت) اُن (ہستیوں) کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے (خاص) انعام فرمایا ہے۔ پس آپ ﷺ نے اس شخص کو بلایا اور اسے یہ آیت پڑھ کر سنائی۔

21. عَنْ عُمَرَبْنِ الْخَطَّابِ رضی اللہ عنہ اَنَّ رَجُلًا عَلٰی عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ كَانَ اسْمُهُ عَبْدَ اللهِ، وَكَانَ يُلَقَّبُ حِمَارًا، وَكَانَ يُضْحِكُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ، وَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ قَدْ جَلَدَهُ فِي الشَّرَابِ، فَأُتِيَ بِهِ يَوْمًا، فَأَمَرَ بِهِ، فَجُلِدَ، فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ: اَللّٰهُمَّ، الْعَنْهُ مَا أَكْثَرَ مَا يُؤْتٰى بِهِ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: لَا تَلْعَنُوْهُ، فَوَاللهِ، مَا عَلِمْتُ إِنَّهُ يُحِبُّ اللهَ وَرَسُوْلَهُ. وفی روا روایة: لَا تَلْعَنْهُ فَإِنَّهُ يُحِبُّ اللهَ وَرَسُوْلَهُ[1]

ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عہد نبوی ﷺ میں ایک شخص تھا جس کا نام عبد اللہ اور لقب حمار تھا، اور وہ نبی اکرم ﷺ کو ہنسایا کرتا تھا۔ (ایک بار وہ

[1] اخرجه البخاری فی الصحیح، کتاب الحدود، باب ما یکره من لعن شارب الخمر وانه لیس بخارج من الملة، رقم: 6780، وابو یعلی فی المسند، مسند عمر بن الخطاب رضی الله عنه، رقم: 177

آپ ﷺ کی خدمت میں حالت نشہ میں لایا گیا تو) آپ ﷺ نے اس پر شُرْبِ خمر کی حد جاری فرمائی۔ ایک روز اسے (پھر) آپ ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حالتِ نشہ میں لایا گیا تو آپ ﷺ کے حکم سے اسے (دوبارہ) کوڑے لگائے گئے۔ لوگوں میں سے کسی نے کہا: اے اللہ! اس پر لعنت فرما، یہ کتنی دفعہ (اس جرم میں) لایا گیا ہے۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: اس پر لعنت نہ بھیجو، میں جانتا ہوں کہ یہ اللہ تعالٰی اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرتا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: اس پر لعنت نہ بھیجو کیوں کہ یہ اللہ تعالٰی اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرتا ہے۔

22. عَنْ عَبْدِ اللهِ رضی الله عنه قَالَ: جَاءَ أَعْرَابِيٌّ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ شَيْخٌ كَبِيرٌ، فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ، مَتَى السَّاعَةُ قَالَ: مَا أَعْدَدْتَ لَهَا فَقَالَ: لَا، وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ، مَا أَعْدَدْتُ لَهَا مِنْ كَبِيرِ صَلَاةٍ وَلَا صِيَامٍ، إِلَّا إِنِّي أُحِبُّ اللهَ وَرَسُولَه. قَالَ: فَأَنْتَ مَعَ مَنْ أَحْبَبْتَ. قَالَ: فَوَثَبَ الشَّيْخُ، فَبَالَ فِي الْمَسْجِدِ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: دَعُوهُ، فَعَسٰى أَنْ يَكُونَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ وَصَبَّ عَلٰى بَوْلِه مَاءً[1]

ترجمہ: حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے بیان فرمایا کہ ایک نہایت بوڑھا دیہاتی حضور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہِ عالیہ میں حاضر ہوا، اس نے عرض کیا: یا محمد! قیامت کب ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تو نے اس کے لیے کیا تیاری کر رکھی ہے؟ تو اس نے عرض کیا: (یا رسول اللہ!) کچھ نہیں، اس ذات کی قسم جس نے آپ کو مبعوث فرمایا! میں نے قیامت کے لیے نہ

[1] أخرجه البزار في المسند، مسند عبد الله بن مسعود رضی الله عنه، ومما روى سمعان المالكي، عن أبي وائل، عن عبد الله، رقم:1753 والهيثمي في مجمع الزوائد، كتاب الزهد، باب المرء مع من أحب، رقم:18018

بہت زیادہ نمازیں اور نہ روزے تیار کر رکھے ہیں سوائے اس کے (کوئی زادِ آخرت نہیں) کہ بے شک میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت رکھتا ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا: سو تم اسی کے ساتھ ہوگے جس سے تم محبت رکھتے ہو۔ راوی نے بیان کیا کہ وہ بوڑھا دیہاتی اسی وقت (پیشاب کی شدید حاجت کی بناء پر) تیزی سے اُٹھا اور مسجد میں پیشاب کر دیا۔ (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس کو روکنے کے لیے بڑھے) تو آپ ﷺ نے فرمایا: اسے چھوڑ دو، عنقریب وہ اہل جنت میں سے ہوگا اور آپ ﷺ نے اُس کے پیشاب پر پانی بہادیا۔

23. عَنِ الْأَدْرَعِ السُّلَمِيِّ رضی الله عنه قَالَ: جِئْتُ لَيْلَةً أَحْرُسُ النَّبِيَّ ﷺ فَإِذَا رَجُلٌ قِرَائَتُه عَالِيَةٌ، فَخَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، هٰذَا مُرَاءٍ وفی رواية قَالَ: فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي، أَمُرَاءٍ هٰذَا قَالَ: مَعَاذَ اللهِ، هٰذَا عَبْدُ اللهِ ذُو الْبِجَادَيْنِ قَالَ: فَمَاتَ بِالْمَدِيْنَةِ، فَفَرَغُوْا مِنْ جِهَازِه، فَحَمَلُوْا نَعْشَه. فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ارْفُقُوْا بِه رَفَقَ اللهُ بِه، إِنَّه كَانَ يُحِبُّ اللهَ وَرَسُوْلَه. قَالَ: وَحَفَرَ حُفْرَتَه. فَقَالَ: أَوْسِعُوْا لَه أَوْسَعَ اللهُ عَلَيْهِ. فَقَالَ بَعْضُ أَصْحَابِه: يَا رَسُوْلَ اللهِ، لَقَدْ حَزِنْتَ عَلَيْهِ. فَقَالَ: أَجَلْ إِنَّه كَانَ يُحِبُّ اللهَ وَرَسُوْلَه[1]

ترجمہ: حضرت ادرع سلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے بیان کیا کہ ایک رات میں، حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں پہرہ داری کے فرائض ادا کرنے آیا تو (کہیں سے) ایک شخص کی بلند آواز سے قرات کی آواز آرہی تھی۔ اتنے میں حضور نبی اکرم ﷺ باہر تشریف لے آئے۔

---

1 أخرجه ابن ماجه فی السنن، کتاب الجنائز، باب ما جاء فی حفر القبر، رقم:1559 ،وابن أبی عاصم فی الآحاد والمثانی ، الرجال ط الأدرع الأسلمی رضی الله عنه ، رقم:2382 والسيوطی فی الجامع لکبير ، الرجال، مسند الأدرع السلمی رضی الله عنه ،ج18 ،ص:774

میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! یہ آدمی ریاکار معلوم ہوتا ہے (ایک روایت میں بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، کیا یہ شخص ریاکار ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: معاذ اللہ! یہ تو عبد اللہ ذوالبجادین ہے۔) اس کے چند روز بعد اس آدمی کا انتقال ہو گیا۔ جب اس کا جنازہ تیار ہوا تو آپ ﷺ نے صحابہ کرام سے فرمایا: اپنے بھائی کے ساتھ نرمی کرنا اللہ تعالیٰ بھی اس کے ساتھ نرمی کرے گا کیوں کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت رکھتا تھا۔ لوگوں نے اس کی قبر کھودی تو آپ ﷺ نے فرمایا: قبر کشادہ کرو، اللہ بھی اس پر کشادگی کرے گا۔ صحابہ کرام نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ کو اس کا بہت غم ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں یہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت (جو) رکھتا تھا۔

وفی روایة: عَنْ عَبْدِ اللّٰہ رضی اللہ عنہ قَالَ: وَاللّٰہ، لَکَأَنِّي أَرٰی رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ فِی غَزْوَةِ تَبُوْكَ وَهُوَ فِی قَبْرِ عَبْدِ اللّٰہ ذِی الْبِجَادَیْنِ وَأَبُوْ بَکْرٍ وَعُمَرُ رضی اللہ عنہما یَقُوْلُ: أَدْلِیَا مِنِّي أَخَاکُمْ وَأَخَذَہٗ مِنْ قِبَلِ الْقِبْلَةِ حَتّٰی أَسْنَدَہٗ فِی لَحْدِہٖ، ثُمَّ خَرَجَ النَّبِیُّ ﷺ وَوَلَّاهُمَا الْعَمَلَ، فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ دَفْنِهٖ، اسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ رَافِعًا یَدَیْهِ یَقُوْلُ: اَللّٰهُمَّ، إِنِّي أَمْسَیْتُ عَنْهُ رَاضِیًا فَارْضِ عَنْهُ وَکَانَ ذَالِكَ لَیْلًا. فَوَاللّٰہ، لَقَدْ رَأَیْتُنِي، وَلَوَدِدْتُ أَنِّي مَکَانَہٗ وَلَقَدْ أَسْلَمْتُ قَبْلَہٗ بِخَمْسَةَ عَشَرَ سَنَةً.[1]

ترجمہ: ایک روایت میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کی قسم! میں نے حضور نبی اکرم ﷺ کو غزوہ تبوک کے موقع پر دیکھا کہ آپ ﷺ حضرت ابو بکر و عمر

[1] اخرجه البزار فی المسند، مسند عبد الله بن مسعود رضی الله عنه، الأعمش عن أبي وائل، عن عبد الله، رقم:1706 وابو نعیم فی حلیة الاولیاء، من اشتهر من الصحابة، عبد الله ذو البجادین، ج1، ص:122

رضی اللہ عنہما کے ساتھ حضرت عبداللہ ذوالبجادین رضی اللہ عنہ کی قبر میں اُترے ہوئے ہیں، اور آپ ﷺ (حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما سے) فرما رہے ہیں: اپنے بھائی کو میرے قریب کرو۔ آپ ﷺ نے انہیں قبلہ رُخ سے تھاما یہاں تک کہ انہیں ان کی لحد میں رکھ دیا، پھر حضور نبی اکرم ﷺ قبر سے باہر تشریف لے آئے اور تدفین کا باقی کام حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کو سونپ دیا۔ پھر جب آپ ﷺ ان کی تدفین سے فارغ ہو گئے، تو قبلہ رخ ہو کر قیام فرما ہوئے اور اپنے دستِ مبارک بارگاہِ الٰہی میں دعا کے لیے اٹھا لیے اور عرض کیا: اے اللہ! میں (اپنے اس غلام) سے راضی ہوں سو تو بھی اس سے راضی ہو جا۔" وہ رات کا وقت تھا۔ (حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں) پس اللہ کی قسم! اس وقت میں نے (رشک کے باعث) شدید خواہش کی کہ کاش ان کی جگہ میں دفن ہوتا۔ جبکہ میں نے ان سے پندرہ سال پہلے اسلام قبول کیا تھا۔

وفی روایۃ عنہ: قَالَ: قُمْتُ مِنْ جَوْفِ اللَّيْلِ وَأَنَا مَعَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ فِي غَزْوَةِ تَبُوْكَ قَالَ: فَرَأَيْتُ شُعْلَةً مِنْ نَارٍ فِي نَاحِيَةِ الْعَسْكَرِ، قَالَ: فَاتَّبَعْتُهَا أَنْظُرُ إِلَيْهَا، فَإِذَا رَسُوْلُ اللهِ ﷺ وَأَبُوْ بَكْرٍ وَعُمَرُ، وَإِذَا عَبْدُ اللهِ ذُو الْبِجَادَيْنِ الْمُزَنِيُّ قَدْ مَاتَ فَإِذَا هُمْ قَدْ حَفَرُوْا لَه، وَرَسُوْلُ اللهِ ﷺ فِي حُفْرَتِه، وأَبُوْ بَكْرٍ وَعُمَرُ يُدْلِيَانِه وَهُوَ يَقُوْلُ: أَدْلِيَا لِي أَخَاكُمَا، فَدَلَّوْهُ إِلَيْهِ، فَلَمَّا هَيَّأَهُ لِشِقِّه قَالَ: اَللّٰهُمَّ، إِنِّي قَدْ أَمْسَيْتُ عَنْه رَاضِيًا فَارْضِ عَنْه، قَالَ: يَقُوْلُ عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ ﷺ: لَيْتَنِي كُنْتُ صَاحِبَ الْحُفْرَةِ. وفی روا روایۃ: فَقَالَ أَبُوْ بَكْرٍ: وَاللهِ، لَوَدِدْتُ أَنِّي صَاحِبَ الْحُفْرَةِ.[1]

[1] اخرجه الطبراني في المعجم الاوسط، باب الميم، من اسمه مسعدة، رقم: 9111

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہی ایک روایت میں بیان فرماتے ہیں کہ آدھی رات کو میں اٹھ کھڑا ہوا، اور میں حضور نبی اکرم ﷺ کے ساتھ غزوہ تبوک میں تھا، میں نے لشکر کی جانب آگ کا ایک شعلہ دیکھا، میں اس شعلہ کو دیکھتے ہوئے (معلوم کرنے) اس جانب چلا گیا، پس دیکھا تو حضور نبی اکرم ﷺ، حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما موجود ہیں۔ اور حضرت عبد اللہ ذو البجادین مزنی رضی اللہ عنہ فوت ہو چکے ہیں۔ اور وہ ان کے لیے قبر تیار کروا چکے تھے، حضور نبی اکرم ﷺ ان کی قبر میں اترے ہوئے تھے، اور حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما ان کے جسدِ اقدس کو قبر میں اتار رہے تھے اور آپ ﷺ فرما رہے تھے: اپنے بھائی کو میرے قریب کرو، پس انہوں نے اسے قریب کیا، پس جب آپ ﷺ نے انہیں لحد میں لٹا دیا تو بارگاہ الٰہی میں عرض کیا: ''اے اللہ! میں اس سے راضی ہو چکا ہوں، پس تو بھی اس سے راضی ہو جا۔'' حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ (میں نے رشک کے باعث اس وقت شدید خواہش کی کہ) کاش میں اس قبر میں ان کی جگہ دفن ہوتا (جس میں خود حضور نبی اکرم ﷺ اترے ہوئے تھے)۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے (بھی اس وقت رشک سے) فرمایا: میں نے چاہا کہ کاش اس صاحب قبر کی جگہ میں ہوتا''!

جذبہ محبت میں اصحاب کا حضور ﷺ کی انتہا درجے کی تعظیم کرنا

24. عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: إِنَّ عُرْوَةَ جَعَلَ يَرْمُقُ أَصْحَابَ النَّبِيِّ ﷺ بِعَيْنَيْهِ قَالَ: فَوَاللهِ، مَا تَنَخَّمَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ نُخَامَةً إِلَّا وَقَعَتْ فِي كَفِّ رَجُلٍ مِنْهُمْ، فَدَلَكَ بِهَا وَجْهَه وَجِلْدَه، وَإِذَا أَمَرَهُمُ ابْتَدَرُوْا أَمْرَه، وَإِذَا تَوَضَّأَ كَادُوْا يَقْتَتِلُوْنَ عَلٰى وُضُوْئِه، وَإِذَا تَكَلَّمَ خَفَضُوْا أَصْوَاتَهُمْ عِنْدَه، وَمَا يُحِدُّوْنَ إِلَيْهِ النَّظَرَ تَعْظِيْمًا لَه. فَرَجَعَ

عُرْوَةُ إِلَى أَصْحَابِهِ فَقَالَ: أَيْ قَوْمِ، وَاللهِ، لَقَدْ وَفَدْتُ عَلَى الْمُلُوكِ، وَفَدْتُ عَلَى قَيْصَرَ وَكِسْرَى وَالنَّجَاشِيِّ، وَاللهِ، إِنْ رَأَيْتُ مَلِكًا قَطُّ يُعَظِّمُهُ أَصْحَابُهُ مَا يُعَظِّمُ أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ ﷺ مُحَمَّدًا..... الحديث.[1]

ترجمہ: حضرت مسور بن مخرمہ سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ عروہ بن مسعود (جب بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں کفار کا وکیل بن کر آئے تو) صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کو بغور دیکھتا رہا کہ جب بھی آپ ﷺ اپنا لعاب دہن پھینکتے ہیں تو کوئی نہ کوئی صحابی اسے اپنے ہاتھ پر لے لیتا ہے اور اسے اپنے چہرے اور بدن پر مل لیتا ہے۔ جب آپ ﷺ کسی بات کا حکم دیتے ہیں تو اس کی فوراً تعمیل کی جاتی ہے۔ جب آپ ﷺ وضو فرماتے ہیں تو لوگ آپ ﷺ کے استعمال شدہ پانی کو حاصل کرنے کے لیے ایک دوسرے پر ٹوٹ پڑتے ہیں۔ جب آپ ﷺ گفتگو فرماتے ہیں تو صحابہ اپنی آوازوں کو پست کر لیتے ہیں اور انتہائی تعظیم کے باعث آپ ﷺ کی طرف نظر جما کر بھی نہیں دیکھتے۔ اس کے بعد عروہ اپنے ساتھیوں کی طرف لوٹ گیا اور ان سے کہنے لگا: اے قوم! اللہ کی قسم! میں (عظیم الشان) بادشاہوں کے درباروں میں وفد لے کر گیا ہوں، میں قیصر و کسریٰ اور نجاشی جیسے بادشاہوں کے درباروں میں حاضر ہوا ہوں لیکن خدا کی قسم! میں نے کوئی ایسا بادشاہ نہیں دیکھا کہ اس کے درباری اس کی اس طرح تعظیم کرتے ہوں جیسے محمد ﷺ کے اصحاب ان کی تعظیم کرتے ہیں۔

[1] أخرجه البخاري في الصحيح، كتاب الشروط، باب الشروط في الجهاد والمصالحة مع أهل الحرب وكتابة الشروط، رقم: 2731 وأحمد بن حنبل في المسند، مسند الكوفيين، حديث المسور بن مخرمة الزهري، ومروان بن الحكم، رقم: 18928

وفی روایة: عَنْ مِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ فی حدیث صلح الحدیبیة أَنَّ عُرْوَةَ قَامَ مِنْ عِنْدِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ وَقَدْ رَأَی مَا يَصْنَعُ بِهِ أَصْحَابُه لَا يَتَوَضَّأُ وُضُوْءً إِلَّا ابْتَدَرُوْهُ وَلَا يَبْصُقُ بُصَاقًا إِلَّا ابْتَدَرُوْهُ وَلَا يَسْقُطُ مِنْ شَعَرِه شَيْئٌ إِلَّا أَخَذُوْهُ، فَرَجَعَ إِلَی قُرَيْشٍ فَقَالَ: يَا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ، إِنِّي جِئْتُ كِسْرٰی فِي مُلْكِه وَجِئْتُ قَيْصَرَ وَالنَّجَاشِيَّ فِي مُلْكِهِمَا، وَ اللهِ، مَا رَأَيْتُ مَلِكًا قَطُّ مِثْلَ مُحَمَّدٍ ﷺ فِي أَصْحَابِه وَلَقَدْ رَأَيْتُ قَوْمًا لَا يُسْلِمُوْنَه لِشَيْئٍ أَبَدًا.[1]

ترجمہ: ایک روایت میں ہے حضرت مسور بن مخرمہ سے (صلح حدیبیہ والی طویل روایت میں) مروی ہے کہ (مشرکین کا قاصد) عروہ جب حضور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ سے واپسی کے لیے اٹھا تو اس نے صحابہ کرام کی آپ ﷺ سے محبت و عقیدت کے واقعات دیکھے کہ آپ ﷺ وضو کرتے تو آپ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس وضو کے پانی کی طرف لپکتے ہیں اور آپ ﷺ لعاب مبارک پھینکتے تو یہ اس کی طرف بھاگتے ہیں تاکہ وہ زمین پر نہ گرنے پائے اور آپ ﷺ کا جو موئے مبارک بھی گرتا ہے اسے اٹھالیتے ہیں۔ وہ قریش کی طرف واپس گیا اور کہا: اے قومِ قریش! میں کسریٰ کے ملک میں اس کے پاس اور قیصر اور نجاشی کے پاس ان کے ملکوں میں گیا ہوں۔ اللہ کی قسم! میں نے کسی بادشاہ کا ایسا مقام نہیں دیکھا جیسے محمد مصطفی ﷺ اپنے صحابہ کرام میں ہیں اور میں نے (جانثار عاشقوں کی) ایسی قوم دیکھی ہے کہ وہ انہیں کسی بھی صورت تمہارے حوالے نہیں کریں گے۔

[1] اخرجه أحمد بن حنبل في المسند، مسند الكوفيين، حديث المسور بن مخرمة الزهري، ومروان بن الحكم، رقم:18910

اصحاب رضی اللہ عنہم کا حضور ﷺ کے آثار سے حصولِ برکت اور توسل

25. عَنْ اَنَسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: لَمَّا حَلَقَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ رَاْسَه بِمِنًى اَخَذَ شِقَّ رَاْسِهِ الْاَيْمَنِ بِيَدِهٖ فَلَمَّا فَرَغَ نَاوَلَنِی فَقَالَ: يَا اَنَسُ، انْطَلِقْ بِهٰذَا اِلٰی اُمِّ سُلَيْمٍ، فَلَمَّا رَاَی النَّاسُ مَا خَصَّهَا بِه مِنْ ذَالِكَ تَنَافَسُوْا فِی الشِّقِّ الْآخَرِ، هٰذَا يَاْخُذُ الشَّيْئَ وَهٰذَا يَاْخُذُ الشَّيْئَ، قَالَ مُحَمَّدٌ: فَحَدَّثْتُه عُبَيْدَةَ السَّلْمَانِیَّ فَقَالَ: لَاَنْ يَكُوْنَ عِنْدِی مِنْهُ شَعْرَةٌ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ كُلِّ صَفْرَائَ وَبَيْضَائَ اَصْبَحَتْ عَلٰی وَجْهِ الْاَرْضِ وَفِی بَطْنِهَا.

وَقَالَ الذَّهَبِیُّ فِی السِّيَرِ: قُلْتُ اَیِ الذَّهَبِیُّ: هٰذَا الْقَوْلُ مِنْ عُبَيْدَةَ رضی اللہ عنہ هُوَ مِعْيَارُ كَمَالِ الْحُبِّ وَهُوَ اَنْ يُؤْثِرَ شَعْرَةً نَبَوِيَّةً عَلٰی كُلِّ ذَهَبٍ وَفِضَّةٍ بِاَيْدِی النَّاسِ وَمِثْلُ هٰذَا يَقُوْلُه هٰذَا الْاِمَامُ بَعْدَ النَّبِیِّ ﷺ بِخَمْسِيْنَ سَنَةً، فَمَا الَّذِی نَقُوْلُه نَحْنُ فِی وَقْتِنَا لَوْ وَجَدْنَا بَعْضَ شَعْرِه بِاِسْنَادٍ ثَابِتٍ اَوْ شِسْعِ نَعْلٍ كَانَ لَه، اَوْ قُلَامَةَ ظُفْرٍ اَوْ شَقَفَةً مِنْ اِنَائٍ شَرِبَ فِيْهِ، فَلَوْ بَذَلَ الْغَنِیُّ مُعْظَمَ اَمْوَالِه فِی تَحْصِيْلِ شَيْئٍ مِنْ ذَالِكَ عِنْدَه اَكُنْتَ تَعُدُّه مُبَذِّرًا اَوْ سَفِيْهًا، كَلَّا فَابْذُلْ مَالَكَ فِی زَوْرَةِ مَسْجِدِهِ الَّذِی بَنٰی فِيْهِ بِيَدِهٖ وَالسَّلَامِ عَلَيْهِ عِنْدَ حُجْرَتِه فِی بَلَدِهٖ اِلٰی اُحُدِهٖ وَاَحِبَّه فَقَدْ كَانَ نَبِيُّكَ ﷺ اُحِبُّه وَتَمَلَّاْ بِالْحُلُوْلِ فِی رَوْضَتِه وَمَقْعَدِهٖ فَلَنْ تَكُوْنَ مُؤْمِنًا حَتّٰی يَكُوْنَ هٰذَا السَّيِّدُ اَحَبَّ اِلَيْكَ مِنْ نَفْسِكَ وَوَلَدِكَ وَاَمْوَالِكَ وَالنَّاسِ كُلِّهِمْ وَقَبِّلْ حَجَرًا مُكَرَّمًا نَزَلَ مِنَ الْجَنَّةِ وَضَعْ فَمَكَ لَاثِمًا مَكَانًا قَبَّلَه سَيِّدُ الْبَشَرِ بِيَقِيْنٍ، فَهَنَّاكَ اللهُ بِمَا اَعْطَاكَ فَمَا فَوْقَ ذَالِكَ مَفْخَرٌ. وَلَوْ ظَفَرْنَا بِالْمِحْجَنِ الَّذِی اَشَارَ بِهِ الرَّسُوْلُ ﷺ اِلَی الْحَجَرِ، ثُمَّ قَبَّلَ مِحْجَنَه لَحَقٌّ لَنَا اَنْ نَزْدَحِمَ عَلٰی ذَالِكَ الْمِحْجَنِ بِالتَّقْبِيْلِ

وَالتَّبْجِيلِ، وَنَحْنُ نَدْرِي بِالضَّرُورَةِ أَنَّ تَقْبِيلَ الْحَجَرِ أَرْفَعُ وَأَفْضَلُ مِنْ تَقْبِيلِ مِحْجَنِه وَنَعْلِه، وَقَدْ كَانَ ثَابِتُ الْبُنَانِيُّ إِذَا رَأَى أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رضی الله عنه أَخَذَ يَدَهُ، فَقَبَّلَهَا وَيَقُولُ: يَدٌ مَسَّتْ يَدَ رَسُولِ اللهِ ﷺ، فَنَقُولُ: نَحْنُ إِذْ فَاتَنَا ذَالِكَ حَجَرٌ مُعَظَّمٌ بِمَنْزِلَةِ يَمِيْنِ اللهِ فِي الْأَرْضِ مَسَّتْهُ شَفَتَا نَبِيِّنَا ﷺ لَاثِمًا لَه، فَإِذَا فَاتَكَ الْحَجُّ وَتَلَقَّيْتَ الْوَفْدَ فَالْتَزِمِ الْحَاجَّ وَقَبِّلْ فَمَه. وَقُلْ: فَمٌ مَسَّ بِالتَّقْبِيلِ حَجَرًا قَبَّلَه خَلِيْلِي ﷺ.[1]

ترجمہ: امام محمد حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضور نبی اکرم ﷺ نے منٰی میں اپنے سر مبارک کے بال اُتروائے تو آپ ﷺ نے اپنے سر انور کی دائیں جانب (کے موئے مبارک) کو اپنے ہاتھ سے پکڑا پس جب (اُتروا کر) فارغ ہوئے تو مجھے (وہ موئے مبارک) عطا فرمائے اور فرمایا: اے انس! یہ اُمِّ سلیم کے پاس لے جاؤ۔ جب صحابہ کرام نے اس عطیہ کے معاملہ میں اُم سلیم پر حضور ﷺ کی خصوصی عنایت دیکھی تو وہ دوسری جانب (کے موئے مبارک کے حصول کے لیے آپس) میں مقابلہ کرنے لگے۔ کچھ موئے مبارک ایک صحابی لے رہا ہے تو کچھ دوسرا۔ امام محمد بن سیرین کہتے ہیں: میں نے یہ بات حضرت عبیدہ سلمانی رضی اللہ عنہ سے بیان کی تو انہوں نے فرمایا: (کاش) میرے پاس ان موئے مبارک میں سے اگر ایک بھی ہوتا تو وہ میرے نزدیک سونے چاندی سے بھی، جو اس زمین کے اوپر موجود ہیں یا اس کے اندر پوشیدہ ہیں، سے زیادہ محبوب ہوتا۔ (یعنی وہ موئے مبارک میرے لیے کائنات کے تمام ظاہر اور پوشیدہ خزانوں سے بڑھ کر ہوتا)۔

[1] اخرجه أحمد فی المسند، مسند المكثرين من الصحابة، مسند أنس بن مالك رضی الله تعالی عنه، رقم: 13684، و كذا البيهقی فی السنن الكبری، 2 / 427، الرقم: 4032، وابن سعد فی الطبقات الكبری، 3 / 506، 6 / 95، والذهبی فی سير أعلام النبلاء، 4 / 42

امام ذہبی اپنی کتاب سیر اعلام النبلاء میں فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ کا یہ قول کمالِ محبت کا انتہائی اعلیٰ معیار ہے اور وہ یہ کہ حضور نبی اکرم ﷺ کے ایک موئے مبارک کو ساری دنیا کے لوگوں کے پاس موجود سونے چاندی کے خزانوں پر بھی ترجیح دی جائے اور یہ قول اس امام کا ہے جو حضور نبی اکرم ﷺ کے صرف پچاس سال بعد ہوئے ہیں۔ پھر ہم اپنے اس زمانے میں کیا کہیں گے جب ہم آپ ﷺ کے بعض موئے مبارک کو صحیح سند کے ساتھ پالیں۔ یا کوئی آپ ﷺ کی نسبت والی چیز خواہ وہ آپ ﷺ کے نعلین پاک ہوں یا آپ ﷺ کے ناخن مبارک کا تراشہ، یا اس برتن کا ٹکڑا جس میں آپ ﷺ نے نوش فرمایا ہو۔ پس اگر کوئی امیر آدمی ان چیزوں کے حصول میں اپنا بہت زیادہ مال صرف کر دے تو کیا تم اسے فضول خرچ یا بے وقوف خیال کرو گے؟ ہر گز نہیں۔ بس تم بھی اپنا مال (اس مقصد کی خاطر) خرچ کرو (اور اگر اور کچھ نہیں) تو اس مسجد کی زیارت ہی کر لو جسے آپ ﷺ نے اپنے دستِ اقدس سے تعمیر کیا۔ (اسی طرح تم اپنا مال) حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں آپ ﷺ کے حجرہ مبارک کے قریب، آپ ﷺ کے شہر میں اور وہاں سے آپ ﷺ کے محبوب پہاڑ اُحد تک، سلام عرض کرنے کے لیے خرچ کرو۔ پس حضور نبی اکرم ﷺ اس سے (اُحد پہاڑ سے) محبت فرماتے تھے، اور (اے زائر!) تو حضور نبی اکرم ﷺ کے روضہ اطہر اور مسند شریف کی جگہ حاضری کی سعادت حاصل کر اور تم ہر گز مومن نہیں ہو سکتے یہاں تک کہ یہ آقا ﷺ تمہیں تمہاری ذات، تمہاری اولاد اور تمہارے اموال اور تمام لوگوں سے محبوب تر نہ ہو جائیں۔ اور تُو اس بزرگی والے پتھر (یعنی حجر اسود) کو بھی چوم لے جو جنت سے نازل ہوا۔ اور اپنے منہ سے اس جگہ کا بوسہ لینے کی سعادت حاصل کر جس جگہ سے یقینی طور پر سید المرسلین ﷺ نے بوسہ لیا تھا۔ پس اللہ تعالیٰ تیرے لیے

اس امر کو باعث مسرت بنائے رکھے جو اس نے تجھے عطا کیا ہے اور جو اس سے زیادہ ہے وہ قابل فخر ہے۔ اور اگر ہم حضور نبی اکرم ﷺ کے اس عصا مبارک کو حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائیں جس کے ذریعے آپ ﷺ نے حجر اسود کی طرف اشارہ فرمایا اور پھر اسے چوما، تو ہمارے لیے یہ واجب ہے کہ ہم اس عصا مبارک کے گرد (باادب ہو کر) ہجوم بنالیں اور اسے چومیں اور اس کی (بے پناہ) تعظیم بجالائیں، اور ہم بالضرور جانتے ہیں کہ بے شک حجرِ اسود کا چومنا، آپ ﷺ کے عصا مبارک اور نعل مقدس کے چومنے سے ارفع و افضل ہے۔ اور حضرت ثابت بنانی رضی اللہ عنہ جب حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو دیکھتے تو ان کے ہاتھ چومتے اور فرماتے یہ وہ ہاتھ ہے جس نے رسولِ اکرم ﷺ کے دستِ اقدس) کو مس کیا تھا۔ پس ہم کہتے ہیں جبکہ ہم اُس (دستِ اقدس کے بوسہ کی) نعمت سے محروم ہیں تو ہمارے پاس وہ عظیم الشان حجرِ اسود موجود ہے جو اس زمین میں اللہ تعالی کا دایاں دستِ قدرت ہے اور جسے حضور نبی اکرم ﷺ کے مبارک لبوں نے چومتے ہوئے چھوا تھا۔ اور (اگر) تمہیں خود حج کی سعادت نصیب نہ ہو سکے اور تو کسی ایسے وفد سے مل لو جو حج (اور روضۂ اقدس کی حاضری) کی سعادت حاصل کر کے لوٹا ہو۔ تو تم (اس وفد میں سے) کسی حاجی کے ہی منہ کو بوسہ دے لو یہ سوچ کر کہ یہ وہ لب ہیں جنہوں نے اس حجرِ اسود کا بوسہ لینے کی سعادت حاصل کی ہے جسے میرے محبوب ﷺ کے مبارک لبوں نے بوسہ دیا تھا۔

26. عَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ مَجْزَأَةَ رضی الله عنها أَنَّ أَبَا مَحْذُوْرَةَ رضی الله عنه كَانَتْ لَه قُصَّةٌ فِي مُقَدَّمِ رَأْسِه، إِذَا قَعَدَ أَرْسَلَهَا، فَتَبْلُغُ الْأَرْضَ، فَقَالُوْا لَه : أَلَا تَحْلِقُهَا؟ فَقَالَ : إِنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ مَسَحَ عَلَيْهَا بِيَدِه، فَلَمْ أَكُنْ لِأَحْلِقَهَا حَتّٰى أَمُوْتَ. فَلَمْ يَحْلِقْهَا حَتّٰى مَاتَ.[1]

ترجمہ: حضرت صفیہ بنت مجزاۃ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت ابو محذورہ رضی اللہ عنہ کے بالوں کے اگلے حصے میں ایک طویل لٹ تھی۔ جب وہ بیٹھتے اور اسے نیچے چھوڑ دیتے تو وہ لٹ زمین تک پہنچ جاتی تھی۔ لوگوں نے ان سے کہا: آپ اسے منڈواتے کیوں نہیں؟ تو انہوں نے فرمایا: ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے ان بالوں پر اپنا دستِ شفقت پھیرا تھا لہٰذا میں ان بالوں کو اپنے مرتے دم تک نہیں کٹواؤں گا چنانچہ انہوں نے اپنی موت تک ان بالوں کو نہیں کٹوایا۔

نصرتِ رسول ﷺ میں اصحاب رضی اللہ عنہم کی کیفیات

27. عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی الله عنهما قَالَ : أَصَابَ نَبِيَّ اللهِ ﷺ خَصَاصَةٌ فَبَلَغَ ذَالِكَ عَلِيًّا، فَخَرَجَ يَلْتَمِسُ عَمَلًا يُصِيْبُ فِيْهِ شَيْئًا لِيُقِيْتَ بِه رَسُوْلَ اللهِ ﷺ، فَأَتٰى بُسْتَانًا لِرَجُلٍ مِنَ الْيَهُوْدِ، فَاسْتَسْقٰى لَه سَبْعَةَ عَشَرَ دَلْوًا كُلُّ دَلْوٍ بِتَمْرَةٍ، فَخَيَّرَهُ الْيَهُوْدِيُّ مِنْ تَمْرِه سَبْعَ عَشَرَةَ عَجْوَةً، فَجَاءَ بِهَا إِلٰى رَسُوْلِ اللهِ ﷺ.[2]

[1] اخرجه الحاكم فی المستدرك، كِتَابُ مَعْرِفَةِ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ، ذكر أبی محذورة الجمحی وهو أحد مؤذنی رسول الله ﷺ، واختلف فی اسمه، رقم: 6181، والطبرانی فی المعجم الكبير، باب السين، سَمُرَةُ بْنُ مِعْيَرٍ أَبُو مَحْذُورَةَ الْجُمَحِيُّ مُؤَذِّنُ رَسُولِ اللهِ ﷺ، رقم: 6747 والهيثمی فی مجمع الزوائد، كتاب اللباس، باب ما جاء فی الشعر واللحية، رقم: 8832

[2] اخرجه ابن ماجه فی السنن، كتاب الأحكام، باب الرجل يستسقی كل دلو بتمرة، رقم: 2446

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ (ایک مرتبہ) حضور نبی اکرم ﷺ فاقہ سے تھے جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ خبر پہنچی تو وہ مزدوری کرنے نکلے تاکہ اُس کے معاوضہ سے حضور ﷺ کی خدمت میں کھانا پیش کر سکیں چنانچہ وہ ایک یہودی کے باغ میں پہنچے تو اس کے لیے ہر ڈول کے عوض ایک کھجور کے معاوضہ پر سترہ ڈول پانی کھینچا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ وہ سترہ عجوہ کھجوریں لے کر بارگاہِ رسالت ﷺ میں حاضر ہو گئے۔

والبیہقی ایضاً إلاّ قَالَ: فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: مِنْ أَيْنَ هٰذَا يَا أَبَا الْحَسَنِ قَالَ: بَلَغَنِي مَا بِكَ مِنَ الْخَصَاصَةِ يَا نَبِيَّ اللهِ، فَخَرَجْتُ أَلْتَمِسُ عَمَلًا لِأُصِيْبَ لَكَ طَعَامًا. قَالَ: فَحَمَلَكَ عَلٰى هٰذَا حُبُّ اللهِ وَرَسُوْلِه ﷺ قَالَ عَلِيٌّ: نَعَمْ، يَا نَبِيَّ اللهِ، فَقَالَ نَبِيُّ ﷺ: وَاللهِ، مَا مِنْ عَبْدٍ يُحِبُّ اللهَ وَرَسُوْلَه إِلَّا الْفَقْرُ أَسْرَعُ إِلَيْهِ مِنْ جِرْيَةِ السَّيْلِ عَلٰى وَجْهِه، مَنْ أَحَبَّ اللهَ وَرَسُوْلَه فَلْيُعِدَّ تِجْفَافًا وَإِنَّمَا يَعْنِي الصَّبْرَ

''امام بیہقی نے مزید بیان کیا کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے دریافت فرمایا: اے ابوالحسن! یہ کھجوریں کہاں سے آئیں؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا نبی اللہ! مجھے آپ کے فاقہ کی خبر پہنچی تو میں مزدوری کی تلاش میں نکل پڑا تاکہ آپ کی خدمت میں کچھ کھانے کو پیش کر سکوں تو آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تجھے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت نے اس کام پر ابھارا تھا؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: جی ہاں، یا نبی اللہ! تو آپ ﷺ نے فرمایا: خدا کی قسم! کوئی بندہ ایسا نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرتا ہو اور فقر و فاقہ اس کے چہرے کی طرف سیلاب کی سی تیزی سے نہ بڑھیں لہٰذا جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرتا ہو تو اسے (ان آزمائشوں پر) صبر کے لیے تیار رہنا چاہیے۔

اصحاب رضی اللہ عنہم کا حضور ﷺ کے دیدار کا شوق

28. عَنْ أَنَسٍ رضی الله عنه أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ كَانَ يَخْرُجُ عَلٰى أَصْحَابِهِ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْأَنْصَارِ، وَهُمْ جُلُوْسٌ، فِيهِمْ أَبُوْ بَكْرٍ وَعُمَرُ، فَلَا يَرْفَعُ إِلَيْهِ أَحَدٌ مِنْهُمْ بَصَرَهُ إِلَّا أَبُوْ بَكْرٍ وَعُمَرُ، فَإِنَّهُمَا كَانَا يَنْظُرَانِ إِلَيْهِ وَيَنْظُرُ إِلَيْهِمَا وَيَتَبَسَّمَانِ إِلَيْهِ وَيَتَبَسَّمُ إِلَيْهِمَا[1]

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ اپنے مہاجر اور انصار صحابہ کرام کے جھرمٹ میں تشریف فرما ہوتے اور حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما بھی ان میں ہوتے تو کوئی صحابی بھی حضور نبی اکرم ﷺ کی طرف نگاہ اٹھا کر نہ دیکھتا، البتہ حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما حضور نبی اکرم ﷺ کے چہرہ انور کو مسلسل تکتے رہتے اور نبی اکرم ﷺ انہیں دیکھتے، یہ دونوں حضرات رسول اللہ ﷺ کو دیکھ کر مسکراتے اور خود حضور ﷺ ان دونوں کو دیکھ کر تبسم فرماتے۔

29. عَنِ ابْنِ شِمَاسَةَ الْمَهْرِيِّ قَالَ: حَضَرْنَا عَمْرَو بْنَ الْعَاصِ رضی الله عنه وَهُوَ فِي سِيَاقَةِ الْمَوْتِ، فَبَكٰى طَوِيْلًا وَقَالَ: وَمَا كَانَ أَحَدٌ أَحَبَّ إِلَيَّ مِنْ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ، وَلَا أَجَلَّ فِي عَيْنِي مِنْهُ، وَمَا كُنْتُ أُطِيْقُ أَنْ أَمْلَأَ عَيْنَيَّ مِنْهُ إِجْلَالًا لَهُ، وَلَوْ سُئِلْتُ أَنْ أَصِفَهُ مَا أَطَقْتُ لِأَنِّي لَمْ أَكُنْ أَمْلَأُ عَيْنَيَّ مِنْهُ... الحديث.[2]

---

[1] أخرجه الترمذي في السنن، كتاب المناقب، باب في مناقب أبي بكر وعمر كليهما، رقم: 3668

[2] أخرجه مسلم في الصحيح، كتاب الإيمان، باب كون الإسلام يهدم ما قبله وكذا الهجرة والحج، رقم: 121 وابن خزيمة في الصحيح وابن منده في الإيمان وأبو عوانة في المسند، كتاب الإيمان، باب بيان رفع الإثم عن الذي يأتي الشيء المنهي عنه قبل علمه بالنهي عنه، وأن الكافر ساقط عنه ما عمل في كفره إذا أسلم وحسن إسلامه، ومن أساء في إسلامه لم يسقط عنه ما عمل في كفره وأخذ بها، رقم: 270

ترجمہ: حضرت ابن شماسہ مہری سے روایت ہے انہوں نے بیان کیا کہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ مرض موت میں مبتلا تھے، ہم ان کی عیادت کے لیے گئے تو حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کافی دیر تک روتے رہے اور فرمانے لگے: حضور نبی اکرم ﷺ سے زیادہ مجھے (اس کائنات میں) کوئی ہستی محبوب نہ تھی، اور نہ میری نظر میں آپ ﷺ سے بڑھ کر کوئی بزرگ و معزز تھا۔ آپ ﷺ کی عظمت و جلالت کے پیش نظر میں کبھی آپ ﷺ کو آنکھ بھر کر نہیں دیکھ سکا۔ اگر مجھ سے رسول اللہ ﷺ کا حلیہ مبارک بیان کرنے کو کہا جائے تو میں آپ ﷺ کا حلیہ مبارک بیان نہیں کر سکتا کیوں کہ میں آپ ﷺ کو کبھی آنکھ بھر کر دیکھ ہی نہیں سکا۔

30. عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی الله عنه أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قَالَ: مِنْ أَشَدِّ أُمَّتِي لِي حُبًّا نَاسٌ يَكُوْنُوْنَ بَعْدِي، يَوَدُّ أَحَدُهُمْ لَوْ رَآنِي بِأَهْلِهِ وَمَالِهِ.[1]

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: میری اُمت میں مجھ سے سب سے زیادہ محبت کرنے والے وہ لوگ ہیں جو میرے بعد ہوں گے، ان میں سے ایک شخص کی یہ آرزو ہو گی کہ کاش وہ اپنے تمام اہل و عیال اور مال و دولت کو قربان کر کے میری زیارت کر لے۔

حسنِ سراپا رسول ﷺ سے محبت

31. عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَأَبِي سَعِيْدٍ رضی الله عنهما يَقُوْلَانِ: خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللهِ ﷺ يَوْمًا قَالَ: وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ. ثَلَاثَ مَرَّاتٍ. ثُمَّ أَكَبَّ، فَأَكَبَّ كُلُّ رَجُلٍ مِنَّا يَبْكِي لَا نَدْرِي عَلَى مَاذَا

[1] اخرجه مسلم في الصحيح، كتاب الجنة وصفة نعيمها واهلها، باب فيمن يود رؤية النبي ﷺ باهله وماله، رقم: 2832 واحمد بن حنبل في المسند، مسند المكثرين من الصحابة، مسند أبي هريرة رضي الله عنه، رقم: 9398

حَلَفَ ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَه، فِي وَجْهِهِ الْبُشْرَى فَكَانَتْ أَحَبَّ إِلَيْنَا مِنْ حُمْرِ النَّعَمِ، ثُمَّ قَالَ: مَا مِنْ عَبْدٍ يُصَلِّي الصَّلَوَاتِ الْخَمْسَ وَيَصُوْمُ رَمَضَانَ وَيُخْرِجُ الزَّكَاةَ وَيَجْتَنِبُ الْكَبَائِرَ السَّبْعَ إِلَّا فُتِحَتْ لَه أَبْوَابُ الْجَنَّةِ، فَقِيْلَ لَهُ: ادْخُلْ بِسَلَامٍ.[1]

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہما دونوں کا بیان ہے کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے ہمیں خطبہ دیا اور فرمایا: اس ہستی کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! (اس ہستی کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اس ہستی کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے!) تین دفعہ فرمانے کے بعد چہرہ اقدس کے بل جا گرے (یعنی سجدہ ریز ہو گئے)، ہم سب بھی منہ کے بل گر کر رونے لگے۔ ہم نہیں جانتے تھے کہ آپ ﷺ نے حلف کیوں اُٹھایا۔ پھر آپ ﷺ نے سرِ انور اٹھایا تو آپ ﷺ کے چہرۂ انور پر رونق تھی اور آپ ﷺ کے چہرۂ اقدس پر خوشی کے آثار ہمیں سرخ اونٹوں سے بھی بڑھ کر پسند تھے۔ آپ ﷺ فرمانے لگے: جو شخص پانچ نمازیں پڑھے، رمضان المبارک کے روزے رکھے، زکوٰۃ ادا کرے اور سات کبیرہ گناہوں سے بچا رہے، اس کے لیے جنت کے دروازے کھول دیے جائیں گے اور اسے کہا جائے گا کہ سلامتی سے داخل ہو جاؤ۔

32. عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ الْأَنْصَارِيِّ رضی الله عنه وَكَانَ تَبِعَ النَّبِيَّ ﷺ، وَخَدَمَه وَصَحِبَه أَنَّ أَبَا بَكْرٍ كَانَ يُصَلِّي لَهُمْ فِي وَجَعِ النَّبِيِّ ﷺ الَّذِي تُوُفِّيَ فِيْهِ، حَتّٰى إِذَا كَانَ يَوْمُ الْاِثْنَيْنِ وَهُمْ صُفُوْفٌ فِي الصَّلَاةِ، فَكَشَفَ النَّبِيُّ ﷺ سِتْرَ الْحُجْرَةِ، يَنْظُرُ إِلَيْنَا وَهُوَ قَائِمٌ، كَأَنَّ وَجْهَه وَرَقَةُ

[1] أخرجه النسائي في السنن الكبرى، كتاب الزكاة، باب وجوب الزكاة، رقم: 2230

مُصْحَفٍ، ثُمَّ تَبَسَّمَ يَضْحَكُ فَهَمَمْنَا اَنْ نَفْتَتِنَ مِنَ الْفَرَحِ بِرُؤْيَةِ النَّبِيِّ ﷺ، فَنَكَصَ اَبُو بَكْرٍ عَلٰى عَقِبَيْهِ لِيَصِلَ الصَّفَّ، وَظَنَّ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ خَارِجٌ إِلَى الصَّلَاةِ، فَاَشَارَ إِلَيْنَا النَّبِيُّ ﷺ اَنْ اَتِمُّوا صَلَاتَكُمْ وَاَرْخَى السِّتْرَ، فَتُوُفِّيَ مِنْ يَوْمِهِ.[1]

ترجمہ: حضرت انس بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ جو کہ حضور نبی اکرم ﷺ کے صحابی اور خادم خاص تھے فرماتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ کے مرض وصال میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ لوگوں کو نماز پڑھاتے تھے، چنانچہ پیر کے روز لوگ صفیں بنائے نماز ادا کر رہے تھے کہ اتنے میں حضور نبی اکرم ﷺ نے حجرہ مبارک کا پردہ اٹھایا اور کھڑے ہمیں دیکھنے لگے۔ اس وقت حضور نبی اکرم ﷺ کا چہرۂ انور قرآن کے ورق کی طرح معلوم ہوتا تھا، پھر (جماعت کو دیکھ کر) آپ ﷺ مسکرائے۔ آپ ﷺ کے دیدار پُرانوار کی خوشی میں قریب تھا کہ ہم نماز توڑ دیتے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایڑیوں کے بل پیچھے ہٹ کر صف میں مل جانا چاہا، کیوں کہ اُنہیں خیال ہوا کہ شاید آپ ﷺ نماز کے لیے تشریف لا رہے ہیں لیکن حضور نبی اکرم ﷺ نے ہمیں اشارہ سے فرمایا کہ تم لوگ نماز پوری کرو، پھر آپ ﷺ نے پردہ گرا دیا اور اسی روز آپ ﷺ کا وصال ہو گیا۔

اصحاب رضی اللہ عنہم کا حضور ﷺ کو ہمہ وقت یاد اور دھیان میں رکھنا

33. عَنْ اَنَسٍ رضی الله عنه قَالَ: لَمَّا ثَقُلَ النَّبِيُّ ﷺ جَعَلَ يَتَغَشَّاهُ فَقَالَتْ فَاطِمَةُ عليها السلام: وَاكَرْبَ اَبَاهُ. فَقَالَ لَهَا: لَيْسَ عَلٰى اَبِيْكِ كَرْبٌ بَعْدَ الْيَوْمِ. فَلَمَّا مَاتَ قَالَتْ: يَا

[1] أخرجه البخاري في الصحيح، كتاب الأذان، باب أهل العلم والفضل أحق بالإمامة، رقم: 680 والبيهقي في السنن الكبرى، كتاب الصلاة، باب ترك الجماعة بعذر المرض والخوف، رقم: 5046

اَبَتَاهُ اَجَابَ رَبًّا دَعَاهُ، يَا اَبَتَاهُ مَنْ جَنَّةُ الْفِرْدَوْسِ مَأْوَاهُ، يَا اَبَتَاهُ إِلٰى جِبْرِيْلَ نَنْعَاهُ. فَلَمَّا دُفِنَ قَالَتْ فَاطِمَةُ عليها السلام: يَا اَنَسُ، اَطَابَتْ اَنْفُسُكُمْ اَنْ تَحْثُوْا عَلٰى رَسُوْلِ اللهِ ﷺ التُّرَابَ.[1]

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ جب حضور نبی اکرم ﷺ کے مرض نے شدت اختیار کرلی اور آپ ﷺ پر غشی طاری ہوگئی تو حضرت فاطمہ علیہا السلام نے کہا: ہائے میرے اباجان ایسی تکلیف! تو آپ نے ان سے فرمایا: تمہارے اباجان کو آج کے بعد تکلیف نہ ہوگی۔ جب حضور نبی اکرم ﷺ کا وصال ہوگیا تو انہوں نے کہا: اے اباجان! آپ نے اپنے ربّ کریم کے بلاوے کو قبول کرلیا۔ اباجان! آپ تو جنت الفردوس میں قیام پذیر ہیں۔ اے اباجان! میں اس غم کی خبر حضرت جبرائیل کو سناتی ہوں۔ جب آپ ﷺ کو دفن کیا جاچکا تو سیدہ فاطمہ علیہا السلام نے حضرت انس سے فرمایا: تمہارے دلوں نے رسول اللہ ﷺ پر مٹی ڈالنا کیسے برداشت کرلیا۔

وفي رواية: عَنْ ثَابِتٍ عَنْ اَنَسٍ رضي الله عنه اَنَّ فَاطِمَةَ قَالَتْ: حِيْنَ قُبِضَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: وَا اَبَتَاهُ إِلٰى جِبْرَائِيْلَ اَنْعَاهُ، وَا اَبَتَاهُ مِنْ رَبِّهِ مَا اَدْنَاهُ، وَا اَبَتَاهُ جَنَّةُ الْفِرْدَوْسِ مَأْوَاهُ، وَا اَبَتَاهُ اَجَابَ رَبًّا دَعَاهُ، قَالَ حَمَّادٌ: فَرَاَيْتُ ثَابِتًا حِيْنَ حَدَّثَ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ بَكٰى حَتّٰى رَاَيْتُ اَضْلَاعَهُ تَخْتَلِفُ.[2]

---

[1] وابی یعلی فی المسند، ثابت البنانی عن أنس، رقم: 3380، والبیهقی فی دلائل النبوة، باب ما یؤثر عنه ﷺ من ألفاظه فی مرض موته، وما جاء فی حاله عند وفاته، 7: 212

2 اخرجه ابن ماجه فی السنن، کتاب ما جاء فی الجنائز، باب ذکر وفاته ودفنه ﷺ، رقم: 1630

ترجمہ: ایک روایت میں حضرت ثابت رضی اللہ عنہ، حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ جب حضور نبی اکرم ﷺ کی وفات ہو گئی تو سیدہ زہرہ سلام اللہ علیہا نے فرمایا: اے میرے ابا جان! میں جبرائیل سے آپ کے وصال کا دکھ بیان کرتی ہوں، اے میرے ابا جان! آپ اپنے خدا سے کس قدر قریب ہیں، اے میرے ابا جان! آپ کا مقام جنت ہے۔ اے میرے ابا جان! آپ نے اللہ تعالٰی کے بلاوے کو قبول کیا ہے۔ راوی حماد کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ثابت رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ جب وہ اس حدیث کو بیان کر رہے تھے تو اتنا روئے کہ ان کی پسلیاں ایک دوسرے پر چڑھ رہی تھیں۔

34. عَنِ الْقَاسِمِ ابْنِ مُحَمَّدٍ رضی الله عنه اَنَّ رَجُلًا مِنْ اَصْحَابِ مُحَمَّدٍ ﷺ ذَهَبَ بَصَرُهُ، فَعَادُوْهُ. فَقَالَ: كُنْتُ اُرِيْدُهُمَا لِاَنْظُرَ اِلَى النَّبِيِّ ﷺ، فَاَمَّا اِذْ قُبِضَ النَّبِيُّ ﷺ، فَوَاللهِ، مَا يَسُرُّنِيْ اَنْ مَا بِهِمَا بِظَبْيٍ مِنْ ظِبَاءِ تُبَالَةَ.[1]

ترجمہ: حضرت قاسم بن محمد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ کے اصحاب میں سے ایک صحابی کی بینائی (رسول اللہ ﷺ کی جدائی میں) جاتی رہی تو لوگ ان کی عیادت کے لیے گئے۔ (جب ان کی بینائی ختم ہونے پر افسوس کا اظہار کیا) تو انہوں نے فرمایا: میں ان آنکھوں کو فقط اس لیے پسند کرتا تھا کہ ان کے ذریعہ مجھے میرے آقا ﷺ کا دیدار نصیب ہوتا تھا۔ اب چونکہ آپ ﷺ کا وصال ہو گیا ہے اس لیے اگر مجھے چشم غزال (ہرن کی آنکھیں) بھی مل جائیں تو کوئی خوشی نہ ہو گی (کیونکہ اب دیدارِ محبوب ﷺ کے لیے مجھے ان ظاہری آنکھوں کی ضرورت نہیں)۔

---

1 أخرجه البخاري في الأدب المفرد، باب العيادة من الرمد، ص: 275

35. عَنْ عُمَرَ بْنِ مُحَمَّدٍ رضی الله عنه عَنْ اَبِيْهِ قَالَ : مَا سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ رضی الله عنهما يَذْكُرُ النَّبِيَّ ﷺ قَطُّ إِلَّا بَكٰى.[1]

ترجمہ: حضرت عمر بن محمد رضی اللہ عنہ نے اپنے والد سے روایت کی آپ نے فرمایا کہ میں نے جب بھی حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو حضور نبی اکرم ﷺ کا ذکر کرتے ہوئے سنا تو اُن کی آنکھوں سے آنسو رواں ہوتے۔

وفی رواية: عَنْ عُمَرَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ زَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ: سَمِعْتُ أَبِي يَقُوْلُ: مَا ذَكَرَ ابْنُ عُمَرَ رضی الله عنهما رَسُوْلَ اللهِ ﷺ إِلَّا بَكٰى وَمَا مَرَّ عَلٰى رَبْعِهِمْ إِلَّا غَمَضَ عَيْنَيْهِ.[2]

ترجمہ: ایک روایت میں حضرت عمر بن محمد بن زید بن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہم سے مروی ہے انہوں نے کہا کہ میں نے اپنے والد سے سنا: انہوں نے بیان کیا کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب بھی رسول اللہ ﷺ کا ذکر کرتے تو آبدیدہ ہو جاتے، اور جب بھی آپ ﷺ کے (آثار و) مقامات سے گزرتے تو آنکھیں بند کر لیتے۔

36. عَنِ الْمُثَنّٰى بْنِ سَعِيْدِ الذَّرَّاعِ قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رضی الله عنه يَقُوْلُ: مَا مِنْ لَيْلَةٍ إِلَّا وَأَنَا أَرٰى فِيْهَا حَبِيْبِي ﷺ، ثُمَّ يَبْكِي.[3]

ترجمہ: حضرت مثنی بن سعید ذراع سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: (آپ ﷺ کے وصال کے بعد) کوئی ایک رات بھی ایسی نہیں گزری

[1] أخرجه الدارمي في السنن، باب في وفاة النبي ﷺ، رقم: 87

[2] أخرجه البيهقي في المدخل إلى السنن الكبرى، باب أقاويل الصحابة ث إذا تفرقوا فيها ويستدل به، رقم: 113

[3] أخرجه احمد في المسند، مسند المكثرين من الصحابة، مسند أنس بن مالك رضي الله تعالى عنه، رقم: 13267

جس میں، میں اپنے محبوب آقا ﷺ کی زیارت نہ کرتا ہوں یہ کہہ کر حضرت انس رضی اللہ عنہ زار وقطار رونے لگے۔

اصحاب رضی اللہ عنہم کا حضور ﷺ کی نسبتوں سے محبت اور ان کو اہمیت دینا

37. عَنْ عُمَرَ أَنَّهُ فَرَضَ لِأُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ فِي ثَلَاثَةِ آلَافٍ وَخَمْسِ مِائَةٍ وَفَرَضَ لِعَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ فِي ثَلَاثَةِ آلَافٍ. قَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ لِأَبِيهِ: لِمَ فَضَّلْتَ أُسَامَةَ عَلَيَّ، فَوَاللهِ، مَا سَبَقَنِي إِلَى مَشْهَدٍ. قَالَ: لِأَنَّ زَيْدًا كَانَ أَحَبَّ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ مِنْ أَبِيكَ وَكَانَ أُسَامَةُ أَحَبَّ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ مِنْكَ، فَآثَرْتُ حُبَّ رَسُولِ اللهِ ﷺ عَلَى حُبِّي.[1]

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اُنہوں نے حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کا وظیفہ ساڑھے تین ہزار مقرر فرمایا اور (اپنے بیٹے) عبد اللہ بن عمر کے لیے تین ہزار۔ حضرت عبد اللہ بن عمر نے اپنے والد سے پوچھا: آپ نے حضرت اُسامہ بن زید کو مجھ پر کیوں فضیلت دی؟ وہ کسی جنگ میں مجھ پر سبقت نہیں لے گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضور نبی اکرم ﷺ کو حضرت زید، تمہارے باپ سے اور حضرت اسامہ تم سے زیادہ محبوب تھے لہٰذا میں نے حضور نبی اکرم ﷺ کے محبوب کو اپنے محبوب پر ترجیح دی ہے۔

[1] أخرجه الترمذی فی السنن، کتاب المناقب، باب مناقب زید بن حارثة، رقم: 3813 والطبرانی فی المعجم الاوسط، باب المیم، من اسمه: محمد، رقم: 6608

38. عَنِ ابْنِ سِيرِينَ قَالَ: قُلْتُ لِعُبَيْدَةَ: عِنْدَنَا مِنْ شَعَرِ النَّبِيِّ ﷺ، أَصَبْنَاهُ مِنْ قِبَلِ أَنَسٍ، أَوْ مِنْ قِبَلِ أَهْلِ أَنَسٍ، فَقَالَ: لَأَنْ تَكُونَ عِنْدِي شَعَرَةٌ مِنْهُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا.[1]

ترجمہ: امام ابن سیرین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ جب میں نے حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ کو بتایا: ہمارے پاس حضور نبی اکرم ﷺ کے کچھ موئے مبارک ہیں جنہیں ہم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یا حضرت انس رضی اللہ عنہ کے گھر والوں سے حاصل کیا ہے۔
حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر ان میں سے ایک موئے مبارک بھی میرے پاس ہوتا تو وہ مجھے دنیا کی ساری نعمتوں سے کہیں زیادہ محبوب ہوتا۔

39. عَنْ أَنَسٍ رضی الله عنه قَالَ: قَالَ أَبُوبَكْرٍ، بَعْدَ وَفَاةِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ، لِعُمَرَ: انْطَلِقْ بِنَا إِلَى أُمِّ أَيْمَنَ رضی الله عنها نَزُوْرُهَا. كَمَا كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ يَزُوْرُهَا فَلَمَّا انْتَهَيْنَا إِلَيْهَا بَكَتْ فَقَالَا لَهَا: مَا يُبْكِيكِ مَا عِنْدَ اللهِ خَيْرٌ لِرَسُوْلِه. فَقَالَتْ: مَا أَبْكِي أَنْ لَا أَكُوْنَ أَعْلَمُ أَنَّ مَا عِنْدَ اللهِ خَيْرٌ لِرَسُوْلِه ﷺ، وَلٰكِنْ أَبْكِي أَنَّ الْوَحْيَ قَدِ انْقَطَعَ مِنَ السَّمَاءِ فَهَيَّجَتْهُمَا عَلَى الْبُكَاءِ فَجَعَلَا يَبْكِيَانِ مَعَهَا.[2]

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ حضور نبی اکرم ﷺ کے وصال کے بعد حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر سے کہا کہ چلو حضرت اُمّ ایمن رضی اللہ

[1] أخرجه البخاری فی الصحيح، كتاب الوضوء، باب الماء الذی يغسل به شعر الإنسان، رقم: 170

[2] أخرجه مسلم فی الصحيح، كتاب فضائل الصحابة ث، باب من فضائل أم أيمن، رقم: 2454 وابن ماجه فی السنن، كتاب ما جاء فی الجنائز، باب ذكر وفاته ودفنه ﷺ، رقم: 1635 وأبو يعلى فی المسند، مسند أبی بكر الصديق رضی الله عنه، رقم: 69

عنہا کی زیارت کر کے آئیں جس طرح حضور نبی اکرم ﷺ ان کی ملاقات کے لیے تشریف لے جاتے تھے، جب ہم حضرت ام ایمن کے پاس پہنچے تو وہ رونے لگیں، ان دونوں نے کہا: کس چیز نے آپ کو رُلا دیا؟ اللہ تعالیٰ کے پاس حضور نبی اکرم ﷺ کے لیے جو کچھ ہے وہ زیادہ اچھا ہے۔ حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا نے کہا کہ میں اس لیے نہیں رو رہی کہ میں نہیں جانتی کہ اللہ تعالیٰ کے پاس حضور نبی اکرم ﷺ کے لیے اچھا اجر ہے، لیکن میں اس لیے رو رہی ہوں کہ آسمان سے وحی کا نزول بند ہو گیا ہے، حضرت ام ایمن کی اس بات نے ان پر بھی گریہ طاری کر دیا اور وہ بھی رونے لگ گئے۔

اصحاب رضی اللہ عنہم کا حضور ﷺ کی پسند میں اپنی پسند کا ڈھالنا

40. عَنْ كَرِيمَةَ بِنْتِ هَمَّامٍ رضی اللہ عنہا اَنَّ امْرَاَةً اَتَتْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا فَسَاَلَتْهَا عَنْ خِضَابِ الْحِنَّاءِ. فَقَالَتْ: لَا بَأْسَ بِهٖ، وَلٰكِنْ اَكْرَهُهٗ، كَانَ حَبِيْبِيْ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ يَكْرَهُ رِيْحَهٗ.[1]

ترجمہ: حضرت کریمہ بنت ہمام رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ایک عورت نے مہندی کے خضاب کے متعلق حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا۔ تو انہوں نے فرمایا: اِس میں کوئی مضائقہ نہیں، لیکن میں اسے ناپسند کرتی ہوں کیوں کہ میرے حبیب ﷺ اس کی بو کو ناپسند فرمایا کرتے تھے۔

[1] اخرجہ ابو داود فی السنن، کتاب الترجل، باب الخضاب للنساء، رقم: 4164 والنسائی فی السنن الکبری، کتاب الزینۃ، باب کراھیۃ ریح الحناء، رقم: 9312

اصحاب رضی اللہ عنہم کے لیے ہر مشکل سے نجات بھی محبوب ﷺ کا نام تھا

41. عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَعْدٍ، قَالَ: كُنْتُ عِنْدَ ابْنِ عُمَرَ رضی الله عنهما فَخَدِرَتْ رِجْلُه، فَقُلْتُ: يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، مَا لِرِجْلِكَ؟ قَالَ: اجْتَمَعَ عَصَبُهَا مِنْ هَاهُنَا. فَقُلْتُ: أُدْعُ أَحَبَّ النَّاسِ إِلَيْكَ. فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ. فَانْبَسَطَتْ.[1]

رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ فِي الْأَدَبِ وَابْنُ السُّنِّيِّ وَاللَّفْظُ لَه.

ترجمہ: حضرت عبد الرحمن بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ تھے کہ ان کا پاؤں سن ہو گیا تو میں نے ان سے عرض کیا: اے ابو عبد الرحمن! آپ کے پاؤں کو کیا ہوا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا: یہاں سے میرے پٹھے کھینچ گئے ہیں تو میں نے عرض کیا: تمام لوگوں میں سے جو ہستی آپ کو سب سے زیادہ محبوب ہو اسے پکاریں، تو انہوں نے یا محمد (صلی اللہ علیک وسلم) کا نعرہ بلند کیا (راوی بیان کرتے ہیں کہ) اسی وقت ان کے اعصاب کھل گئے۔

[1] اخرجه ابن الجعد فی المسند، وابن سعد فی الطبقات الکبری، من حديث أبي خيثمة زهير بن معاوية بن حديج الجعفي، رقم: 2539 وابن السنی فی عمل اليوم والليلة، باب ما يقول إذا خدرت رجله، رقم: 172

اس حدیث کو امام بخاری نے الادب المفرد میں اور ابن السنی نے مذکورہ الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے۔

وفی روایة: خَدِرَتْ رِجْلُ رَجُلٍ عِنْدَ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی الله عنهما، فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رضی الله عنهما: اُذْكُرْ أَحَبَّ النَّاسِ إِلَيْكَ. فَقَالَ: مُحَمَّدٌ ﷺ، فَذَهَبَ خَدِرَه.[1]

ترجمہ: ایک روایت میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس بیٹھے کسی شخص کی ٹانگ سن ہو گئی تو انہوں نے اس شخص سے فرمایا: لوگوں میں سے جو تمہیں سب سے زیادہ محبوب ہے، اسے یاد کرو، تو اس شخص نے کہا: (وہ محبوب ترین ہستی) محمد ﷺ ہیں۔ تو (حضور ﷺ کا اسم مبارک لیتے ہی) اُس کی ٹانگ ٹھیک ہو گئی۔

وفی روایة: عَنِ الْهَيْثَمِ بْنِ حَنَشٍ، قَالَ: كُنَّا عِنْدَ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رضی الله عنهما فَخَدِرَتْ رِجْلُه، فَقَالَ لَه رَجُلٌ: اُذْكُرْ أَحَبَّ النَّاسِ إِلَيْكَ فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ (ﷺ)، فَقَالَ: فَقَامَ فَكَأَنَّمَا نُشِطَ مِنْ عِقَالٍ.[2]

ترجمہ: ایک روایت میں حضرت ہیثم بن حنش رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے بیان کیا کہ ہم حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس تھے کہ ایک آدمی کی ٹانگ سن ہو گئی، تو اس سے کسی شخص نے کہا: تمہیں لوگوں میں سے جو سب سے زیادہ محبوب ہے، اُس کا نام لو تو اس نے یا محمد (صلی اللہ علیک وسلم)! کا نعرہ لگایا۔ راوی بیان کرتے ہیں کہ وہ یوں اٹھ کھڑا ہوا گویا باندھی ہوئی رسی سے آزاد ہو کر چست ہو گیا ہو۔

---

[1] اخرجه ابنُ السُّنِّیّ فی عمل الیوم واللیلة، باب ما یقول إذا خدرت رجله، رقم: 169

[2] اخرجه ابنُ السُّنِّیِ فی عمل الیوم واللیلة، باب ما یقول إذا خدرت رجله، رقم: 170

42. عَنْ عَبْدَةَ بِنْتِ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ رضی الله عنهما قَالَتْ: مَا كَانَ خَالِدٌ يَأْوِي إِلَى فِرَاشٍ إِلَّا وَهُوَ يَذْكُرُ مِنْ شَوْقِهِ إِلَى رَسُوْلِ اللهِ ﷺ، وَإِلَى أَصْحَابِهِ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْأَنْصَارِ يُسَمِّيْهِمْ، وَيَقُوْلُ: هُمْ أَصْلِي وَفَصْلِي، وَإِلَيْهِمْ يَحِنُّ قَلْبِي، طَالَ شَوْقِي إِلَيْهِمْ، فَعَجِّلْ رَبِّي قَبْضِي إِلَيْكَ، حَتّٰى يَغْلِبَهُ النَّوْمُ.[1]

ترجمہ: حضرت عبدہ بنت خالد بن معدان رضی اللہ عنہما سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ جب بھی حضرت خالد رضی اللہ عنہ اپنے بستر پر لیٹتے تو وہ حضور نبی اکرم ﷺ اور آپ ﷺ کے مہاجرین و انصار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا نام لے لے کر ان کے لیے اپنے شوق کا اظہار کرتے اور فرماتے تھے کہ یہ میری اصل اور فصل (یعنی میرا خاندان اور قبیلہ) ہیں اور بس انہی کی طرف میرا دل مشتاق رہتا ہے۔ میرا شوقِ (ملاقات) ان کی طرف طویل ہو گیا ہے۔ سو اے میرے ربّ! مجھے جلد اپنے پاس بلا (تاکہ ملاقاتِ محبوب ﷺ کا سامان ہو جائے) یہاں تک کہ (یہ کہتے کہتے) ان پر نیند غالب آ جاتی۔

[1] اخرجه ابو نعيم في حلية الاولياء، ذكر طبقة من تابعي اهل الشام، خالد بن معدان، رقم: 210

محبتِ رسول ﷺ اصلِ ایمان

رسول اکرم، شفیع معظم ﷺ کی محبت ایمان کی بنیاد ہے، آپ ﷺ کی محبت کے بغیر ایمان کا وجود ہی ممکن نہیں اور آپ ﷺ کی محبت ہی ایمان کی کاملیت کا ذریعہ بھی ہے اسی لیے اللہ تعالی نے اس عظیم محبت کی باقی تمام محبتوں پر ترجیح کو صاحبِ ایمان کے لیے لازم قرار دیا اور جو دل اس محبت کے غلبے سے خالی رہا اس کو اپنے عذاب کے انتظار کی تنبیہ فرمائی جیسا کہ اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا:

قُلْ إِن كَانَ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ وَإِخْوَانُكُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ وَأَمْوَالٌ اقْتَرَفْتُمُوهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسَاكِنُ تَرْضَوْنَهَا أَحَبَّ إِلَيْكُم مِّنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَجِهَادٍ فِي سَبِيلِهِ فَتَرَبَّصُوا حَتَّىٰ يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرِهِ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ[1]

ترجمہ: (اے نبی مکرم!) آپ فرمادیں: اگر تمہارے باپ (دادا) اور تمہارے بیٹے (بیٹیاں) اور تمہارے بھائی (بہنیں) اور تمہاری بیویاں اور تمہارے (دیگر) رشتہ دار اور تمہارے اموال جو تم نے (محنت سے) کمائے اور تجارت و کاروبار جس کے نقصان سے تم ڈرتے رہتے ہو اور وہ مکانات جنہیں تم پسند کرتے ہو، تمہارے نزدیک اللہ اور اس کے رسول ﷺ اور اس کی راہ میں جہاد سے زیادہ محبوب ہیں تو پھر انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکمِ (عذاب) لے آئے، اور اللہ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں فرماتا۔

[1] التوبة، 9:24

دوسرے مقام پر اللہ تعالی نے اہل اسلام کو اپنی جانوں سے بڑھ کر نبی کریم ﷺ کی ذات مبارکہ سے پیار کرنے کا حکم فرمایا جیسا کہ اللہ پاک کا ارشاد ہے

مَا كَانَ لِأَهْلِ الْمَدِينَةِ وَمَنْ حَوْلَهُم مِّنَ الْأَعْرَابِ أَن يَتَخَلَّفُوا عَن رَّسُولِ اللَّهِ وَلَا يَرْغَبُوا بِأَنفُسِهِمْ عَن نَّفْسِهِ[1]

ترجمہ: مدینہ والوں اور ان کے گرد دیہات والوں کو لائق نہ تھا کہ رسول اللہ سے پیچھے بیٹھ رہیں اور نہ یہ کہ ان کی جان سے اپنی جان پیاری سمجھیں۔

مؤمن کی صفات بیان کرتے ہوئے اللہ پاک نے یہ صفت بیان کی کہ مؤمنین کا نبی کریم ﷺ سے رشتہ اور تعلق اتنا گہرا ہے کہ گویا آپ ﷺ ان کی جانوں کے مالک ہیں چنانچہ اللہ پاک نے ارشاد فرمایا

النَّبِيُّ أَوْلَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنفُسِهِمْ وَأَزْوَاجُهُ أُمَّهَاتُهُمْ وَأُولُو الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَىٰ بِبَعْضٍ فِي كِتَابِ اللَّهِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُهَاجِرِينَ إِلَّا أَن تَفْعَلُوا إِلَىٰ أَوْلِيَائِكُم مَّعْرُوفًا كَانَ ذَٰلِكَ فِي الْكِتَابِ مَسْطُورًا[2]

ترجمہ: یہ نبی (مکرّم) مومنوں کے ساتھ اُن کی جانوں سے زیادہ قریب اور حقدار ہیں اور آپ کی ازواجِ (مطہّرات) اُن کی مائیں ہیں۔ اور خونی رشتہ دار اللہ کی کتاب میں (دیگر) مومنین اور مہاجرین کی نسبت (تقسیمِ وراثت میں) ایک دوسرے کے زیادہ حقدار ہیں سوائے اس کے کہ تم اپنے دوستوں پر احسان کرنا چاہو، یہ حکم کتابِ (الٰہی) میں لکھا ہوا ہے

[1] التوبة، 9: 120

[2] الأحزاب، 33: 6

دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے اس بات کو واضح فرمایا کہ جن لوگوں کو آپ ﷺ کی محبت نصیب ہو گئی وہ انسانیت کی معراج کو پا گئے ان کو دوسرے انسان بھی اپنی طرح بلکہ اپنی ذات سے اعلیٰ لگنے لگے جیسا کہ اللہ پاک کا ارشاد ہے۔

وَالَّذِينَ تَبَوَّؤُوا الدَّارَ وَالْإِيمَانَ مِن قَبْلِهِمْ يُحِبُّونَ مَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُونَ فِي صُدُورِهِمْ حَاجَةً مِّمَّا أُوتُوا وَيُؤْثِرُونَ عَلَى أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ وَمَن يُوقَ شُحَّ نَفْسِهِ فَأُوْلَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ[1]

ترجمہ: اور جنہوں نے پہلے سے اس شہر اور ایمان میں گھر بنالیا دوست رکھتے ہیں انہیں جو ان کی طرف ہجرت کر کے گئے اور اپنے دلوں میں کوئی حاجت نہیں پاتے اس چیز کی جو دیئے گئے اور اپنی جانوں پر ان کو ترجیح دیتے ہیں اگرچہ اُنہیں شدید محتاجی ہو اور جو اپنے نفس کے لالچ سے بچایا گیا تو وہی کامیاب ہیں۔

قُلْ إِن كُنتُمْ تُحِبُّونَ اللهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ ط وَاللهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ[2]

ترجمہ: (اے حبیب!) آپ فرمادیں: اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو تب اللہ تمہیں (اپنا) محبوب بنالے گا اور تمہارے لئے تمہارے گناہ معاف فرمادے گا، اور اللہ نہایت بخشنے والا مہربان ہے"

[1] الحشر، 59:9

[2] آل عمران، 3:31

لَقَدْ جَآءَ كُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ[1]

ترجمہ: بے شک تمہارے پاس تم میں سے (ایک باعظمت) رسول (ﷺ) تشریف لائے۔ تمہارا تکلیف و مشقت میں پڑنا ان پر سخت گراں (گزرتا) ہے۔ (اے لوگو!) وہ تمہارے لیے (بھلائی اور ہدایت کے) بڑے طالب و آرزو مند رہتے ہیں (اور) مومنوں کے لیے نہایت (ہی) شفیق بے حد رحم فرمانے والے ہیں"

قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَ بِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ[2]

ترجمہ: فرما دیجئے: (یہ سب کچھ) اللہ کے فضل اور اس کی رحمت کے باعث ہے (جو بعثتِ محمدی ﷺ کے ذریعے تم پر ہوا ہے) پس مسلمانوں کو چاہئے کہ اس پر خوشیاں منائیں، یہ اس (سارے مال و دولت) سے کہیں بہتر ہے جسے وہ جمع کرتے ہیں۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَ الْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَ ذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا[3]

ترجمہ: فی الحقیقت تمہارے لئے رسول اللہ (ﷺ کی ذات) میں نہایت ہی حسین نمونۂ (حیات) ہے ہر شخص کے لئے جو اللہ (سے ملنے) کی اور یومِ آخرت کی امید رکھتا ہے اور اللہ کا ذکر کثرت سے کرتا ہے"

---

[1] التوبة، 9: 128

[2] یونس، 10: 58

[3] الأحزاب، 33: 21

يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ لِيُرْضُوْكُمْ وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَحَقُّ اَنْ يُّرْضُوْهُ اِنْ كَانُوْا مُؤْمِنِيْنَ[1]

مسلمانو! (یہ منافقین) تمہارے سامنے اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں تاکہ تمہیں راضی رکھیں حالاں کہ اللہ اور اس کا رسول (ﷺ) زیادہ حقدار ہے کہ اسے راضی کیا جائے اگر یہ لوگ ایمان والے ہوتے (تو یہ حقیقت جان لیتے اور رسول ﷺ کو راضی کرتے، رسول ﷺ کے راضی ہونے سے ہی اللہ راضی ہو جاتا ہے کیوں کہ دونوں کی رضا ایک ہے)

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا[2]

اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کی فرمانبرداری کرتا ہے تو بے شک وہ بڑی کامیابی سے سرفراز ہوا

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا[3]

ترجمہ: بے شک اللہ اور اس کے (سب) فرشتے نبی (مکرّم ﷺ) پر درود بھیجتے رہتے ہیں، اے ایمان والو! تم (بھی) اُن پر درود بھیجا کرو اور خوب سلام بھیجا کرو۔

[1] التوبة، 9: 62

[2] الأحزاب، 33: 71

[3] الأحزاب، 33: 56

حضور ﷺ کا فرمان عالی شان ہے

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ، حَتَّى أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ، وَلَدِهِ، وَوَالِدِهِ، وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ [1]

ترجمہ: سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کوئی تم میں سے مؤمن نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کو میری محبت اولاد، ماں، باپ اور سب لوگوں سے زیادہ نہ ہو۔

عَنْ جَابِرِبْنِ عَبْدِ اللهِ رضی الله عنهما قَالَ: جَاءَتْ مَلَائِكَةٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ وَهُوَ نَائِمٌ فَقَالَ بَعْضُهُمْ: إِنَّهُ نَائِمٌ، وَقَالَ بَعْضُهُمْ: إِنَّ الْعَيْنَ نَائِمَةٌ وَالْقَلْبَ يَقْظَانُ، فَقَالُوا: فَالدَّارُ الْجَنَّةُ، وَالدَّاعِي مُحَمَّدٌ ﷺ، فَمَنْ أَطَاعَ مُحَمَّدًا، فَقَدْ أَطَاعَ اللهَ، وَمَنْ عَصَى مُحَمَّدًا، فَقَدْ عَصَى اللهَ، وَمُحَمَّدٌ فَرَّقَ بَيْنَ النَّاسِ [2]

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ کچھ فرشتے حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے جبکہ آپ ﷺ سوئے ہوئے تھے۔ تو ان میں سے ایک نے کہا: یہ تو سوئے ہوئے ہیں۔ دوسرے نے کہا: (ان کی) آنکھ سوتی ہے مگر دل بیدار رہتا ہے۔ پھر انہوں نے کہا: حقیقی گھر جنت ہی ہے اور محمد ﷺ (حق کی طرف) بلانے والے ہیں۔ جس نے محمد ﷺ کی اطاعت کی اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی اور جس نے محمد ﷺ کی نافرمانی کی اس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی، محمد ﷺ اچھے اور برے لوگوں میں فرق کرنے والے ہیں۔

[1] صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب وُجُوبِ مَحَبَّةِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكْثَرَ مِنَ الأَهْلِ وَالْوَلَدِ وَالْوَالِدِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ وَإِطْلَاقِ عَدَمِ الإِيمَانِ عَلَى مَنْ لَمْ يُحِبَّهُ هَذِهِ الْمَحَبَّةَ، رقم الحدیث 169

[2] أخرجه البخاری فی الصحیح، کتاب: الاعتصام بالکتاب والسنة، باب: الاقتداء بِسُنَنِ رسول الله ﷺ، الرقم: 6852

اس حدیث مبارکہ میں حضور ﷺ نبی اکرم ﷺ نے ایک معیار مقرر فرمادیا ہے کہ کوئی شخص بھی اس وقت تک ایمان والا ہو ہی نہیں سکتا جب تک وہ سب سے بڑھ کر مجھ سے محبت نہ کرے۔ یعنی جب تک وہ اپنے والدین، اپنی اُولاد، اپنے مال اور اپنی جان غرضیکہ کائنات کی ہر چیز سے بڑھ کر محبت حضور سے نہیں کرتا تب تک وہ کامل مؤمن نہیں ہو سکتا۔

اس گلشنِ ہستی میں خَلقی اور خُلقی ہر لحاظ سے آپ ﷺ یگانہ و یکتا ہیں۔ جو شمائل خالقِ کائنات نے محبوب کائنات ﷺ کو ودیعت فرمائے یومِ الست سے تا قیامِ قیامت انسانیت کے لیے سرچشمہِ ہدایت ہیں اور ظلمت کدۂ عالم میں آفتابِ ِغروبِ ناشناس کی حیثیت سے فجر ریز رہیں گے۔ قرآنِ عالی شان میں آپ ﷺ کے جو بھی مکارمِ اِخلاق رب عظیم نے بیان کیے ہیں، صاحبِ خلقِ عظیم ﷺ کی ذاتِ ستودہ صفات اس کا مظہرِ اَتم ہے۔

رُخِ مصطفی ہے وہ آئینہ کہ اب ایسا دوسرا آئینہ
نہ کسی کی بزمِ خیال میں، نہ دکانِ آئینہ ساز میں

حضور نبی اکرم ﷺ صوری و معنوی ہر لحاظ سے اجمل و اکمل، احسن و افضل، احسب و انسب اور اعلیٰ و ارفع ہیں۔ آپ ﷺ کے زندہ معجزوں کی تعداد بے شمار ہے لیکن آپ ﷺ کی زندگی کے ہر پہلو اور ہر گوشہ کا بہ تمام و کمال محفوظ رہنا خود ایک عظیم معجزہ ہے۔ آپ ﷺ کے اقوال و افعال، وضع و قطع، شکل و شباہت، رفتار و گفتار، مذاقِ طبیعت، اندازِ گفتگو، طرزِ زندگی، طریقِ معاشرت، اکل و شرب، نشست و برخاست اور سونے جاگنے کی ایک ایک ادا محفوظ ہے۔ اللہ تعالی کے پسندیدہ اور چنیدہ انسان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے۔ ہم اور آپ حضور نبی اکرم ﷺ کی شانِ بے مثال اور جمالِ بے بدل کا بھلا کیوں کر ادراک کر سکتے ہیں! ہم اس سعادت سے محروم رہتے اگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ ﷺ کے ایک ایک عضو مبارک کا حال اور ایک ایک ادائے حسین کا بیان شرح و بسط کے ساتھ نہ

کرتے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو رزم و بزم، خلوت و جلوت، روز و شب، یُسر و عُسر اور سفر و حضر میں آپ ﷺ کے روئے رخشاں وتاباں کے رخشندہ انوار سے اپنے قلب و نظر کو منور کرتے رہے، اولین مرحلے پر وہی مجاز ہیں کہ آپ ﷺ کے وجود اقدس کی تجلیات کو نثر و نعت میں پیش کر کے اپنی ارادت و عقیدت کو عنبر افشاں الفاظ کے لطیف و نظیف پیرہن میں سمو سکیں۔ وہ جمالِ نبوت کے آفتاب سے بہ راہِ راست اِکتسابِ ضیا کرتے رہے۔

یہ جو مہر میں ہیں حرارتیں، وہ ترا ظہورِ جلال ہے
یہ جو کہکشاں میں ہے روشنی، وہ ترا غبارِ جمال ہے

امام جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ مبارکہ پر ایمان کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ کے حسن و جمال پر ایمان لانا بھی ضروری ہے یعنی تکمیل ایمان کے لیے یہ بات بھی شرط ہے کہ ہم اس بات کا اقرار کریں کہ رب کائنات نے حضور ﷺ کا وجودِ اقدس حسن و جمال میں بے نظیر و بے مثال بنایا ہے۔ امام زرقانی امام قرطبیؒ کا بیان نقل فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کا حسن و جمال مکمل طور پر ہم پر ظاہر نہیں کیا گیا۔ اگر آقائے کائنات ﷺ کا تمام حسن و جمال ہم پر ظاہر کر دیا جاتا تو ہماری آنکھیں حضور ﷺ کے جلووں کا نظارہ کرنے سے قاصر رہتیں۔ شیخ عبد الحق محدث دہلوی حسن و جمال مصطفی ﷺ کے بیان میں لکھتے ہیں: اگر آپ ﷺ کا حسن و جمال بشر کے لباس میں چھپا ہوا نہ ہوتا تو روئے منور کی طرف دیکھنا ناممکن ہو جاتا۔

اللہ تبارک و تعالی کا اپنے محبوب ﷺ سے اسلوبِ محبت

اللہ تبارک و تعالی کی اپنے محبوب ﷺ کے ساتھ محبت وہ سحر انگیز جذبہ ہے جو اس تمام کائنات رنگ و بو کے معرض وجود میں آنے کی بنیاد بنا۔

کسی بھی چیز کی true potential، اس کی ideal situation کو اس کا بنانے والا ہی جانچ سکتا ہے۔ کیونکہ خالق سے بڑھ کر یا بنانے والے سے بڑھ کر اس چیز کا ادراک دیکھنے والا کوئی اور نہیں ہو سکتا۔

اس لیے اسی جذبہ محبت کو اس کے اصل رنگ میں دیکھنا ہو تو رب العالمین کا رحمت اللعالمین ﷺ سے محبت کا ڈھنگ دیکھیئے۔

محبوب اور محب کی اس بے مثل محبت کا بے مثل انداز قرآن کی ہر سورۃ میں چھلکتا دکھائی دیتا ہے۔

اللہ تبارک و تعالی نے چونکہ نور محمدی ﷺ کی تخلیق ہی جذبہ محبت کے تابع کی تھی تو رب کریم نے یہ پیار اپنی شان، اپنی عظمت کے مطابق نبھایا۔ محبت کا ہر ہر پہلو باکمال ترین انداز میں وضع کیا اور پھر ناز و انداز کی یہ ادائیں تاریخ کے اوراق میں محبت کے تقاضوں محبت کی نشانیوں کے طور پر رقم ہو گئی۔

یہ تو اک عالمگیر قافیہ ہے کہ محب کو محبوب ہمیشہ بے عیب نظر آتا ہے۔ پر یہاں ذکر کسی عام محبوب کا نہیں حبیب کبریا ﷺ کا ہے۔

سبحان ذات، پاک ذات، بے عیب ذات کے محبوب کے منصب پر اللہ نے بے عیب، بے مثل ذات کو براجمان کیا۔

ایسی ہستی جس کا نام نامی اسم گرامی حمد خدا سے مشتق ہو۔ محمد ﷺ تعریف کیا گیا۔ جس کی رب خود تعریف کرے۔ اس میں کبھی عیب کا شبہ تک نہیں ہو سکتا۔

حضور نبی اکرم ﷺ کے اسمِ گرامی کا اپنے بلند اسم کے ساتھ ذکر کرنا

حضور ﷺ کا نام مبارک اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب پاک میں طاعت و معصیت، فرائض واحکام، وعدہ و وعید اور انعام و اکرام کا ذکر کرتے وقت اپنے پاک نام کے ساتھ یاد فرمایا ہے۔ دیکھیں درج ذیل آیاتِ مبارکہ،

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۭ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِيْلًا[1]

ترجمہ: اے ایمان والو حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا اور ان کا جو تم میں حکومت والے ہیں پھر اگر تم میں کسی بات کا جھگڑا اٹھے تو اُسے اللہ و رسول کے حضور رجوع کرو اگر اللہ و قیامت پر ایمان رکھتے ہو یہ بہتر ہے اور اس کا انجام سب سے اچھا

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ لَا تَوَلَّوْا عَنْهُ وَ اَنْتُمْ تَسْمَعُوْنَ[2]

ترجمہ: اے ایمان والو اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو اور سن سنا کر اس سے نہ پھرو

وَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۘ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَ يُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ ۭ اُولٰٓئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ[3]

---

[1] النساء4، 59

[2] الانفال8، 20

[3] التوبہ9، 69

ترجمہ: اور مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں ایک دوسرے کے رفیق ہیں بھلائی کا حکم دیں اور برائی سے منع کریں اور نماز قائم رکھیں اور زکوۃ دیں اور اللہ و رسول کا حکم مانیں یہ ہیں جن پر عنقریب اللہ رحم کرے گا بے شک اللہ غالب حکمت والا ہے۔

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ اِذَا كَانُوْا مَعَهٗ عَلٰۤى اَمْرٍ جَامِعٍ لَّمْ يَذْهَبُوْا حَتّٰى يَسْتَاْذِنُوْهُ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَاْذِنُوْنَكَ اُولٰٓىِٕكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ۚ فَاِذَا اسْتَاْذَنُوْكَ لِبَعْضِ شَاْنِهِمْ فَاْذَنْ لِّمَنْ شِئْتَ مِنْهُمْ وَ اسْتَغْفِرْ لَهُمُ اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ[1]

ترجمہ: ایمان والے تو وہی ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر یقین لائے اور جب رسول کے پاس کسی ایسے کام میں حاضر ہوئے ہوں جس کے لیے جمع کیے گئے ہوں تو نہ جائیں جب تک اُن سے اجازت نہ لے لیں وہ جو تم سے اجازت مانگتے ہیں وہی ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاتے ہیں پھر جب وہ تم سے اجازت مانگیں اپنے کسی کام کے لیے تو ان میں جسے تم چاہو اجازت دے دو اور اُن کے لیے اللہ سے معافی مانگو بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَ لِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ ۚ وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ يَحُوْلُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَ قَلْبِهٖ وَ اَنَّهٗۤ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ[2]

ترجمہ: اے ایمان والو اللہ و رسول کے بلانے پر حاضر ہو جب رسول تمہیں اس چیز کے لیے بلائیں جو تمہیں زندگی بخشے گی اور جان لو کہ اللہ کا حکم آدمی اور اس کے دلی ارادوں میں حائل ہو جاتا ہے اور یہ کہ تمہیں اسی کی طرف اٹھنا ہے۔

[1] النور24، 62

[2] الانفال9، 24

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ وَ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ[1]

ترجمہ: یہ اللہ کی حدیں ہیں اور جو حکم مانے اللہ اور اللہ کے رسول کا اللہ اُسے باغوں میں لے جائے گا جن کے نیچے نہریں رواں ہمیشہ اُن میں رہیں گے اور یہی ہے بڑی کامیابی

وَ مَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ يَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا وَ لَهٗ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ[2]

ترجمہ: اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے اور اس کی کل حدوں سے بڑھ جائے اللہ اُسے آگ میں داخل کرے گا جس میں ہمیشہ رہے گا اور اس کے لیے خواری کا عذاب ہے۔

اللہ عزو جل کا حضور نبی اکرم ﷺ سے اندازِ خطاب کا محبت بھرا اسلوب

قرآن مجید میں جتنے انبیاء علیہم السلام کا ذکر ہوا ہے اللہ تبارک و تعالیٰ نے تمام انبیاء علیہم السلام کا نام لے کر ان سے براہ راست خطاب فرمایا ہے۔ چند مثالیں ملاحظہ فرمائیں

قُلْنَا يٰۤاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَ زَوْجُكَ الْجَنَّةَ[3]

ترجمہ: اور ہم نے حکم دیا اے آدم! تم اور تمہاری بیوی اس جنت میں رہائش رکھو

حضرت نوح علیہ السلام کو خطاب فرمایا

يٰنُوْحُ اهْبِطْ بِسَلٰمٍ مِّنَّا[4]

ترجمہ: اے نوح! ہماری طرف سے سلامتی اور برکتوں کے ساتھ (کشتی سے) اتر جاؤ

---

[1] النساء 4، 13

[2] النساء 4، 15

[3] البقرۃ، 2: 35

[4] هود، 11: 48

جناب ابراہیم علیہ السلام کو خطاب فرمایا

> يَاِبْرٰهِيْمُ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْيَا[1]
>
> ترجمہ: اے ابراہیم! واقعی تم نے اپنا خواب (کیا خوب) سچا کر دکھایا

جناب موسیٰ علیہ السلام سے یوں خطاب فرمایا

> يٰمُوْسٰى اِنِّيْ اَنَا اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ[2]
>
> ترجمہ: اے موسیٰ! بے شک میں ہی اللہ ہوں (جو) تمام جہانوں کا پروردگار (ہوں)

حضرت داؤد علیہ السلام کو یوں خطاب فرمایا

> يٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِي الْاَرْضِ[3]
>
> ترجمہ: اے داؤد! بے شک ہم نے آپ کو زمین میں (اپنا) نائب بنایا

حضرت زکریا علیہ السلام کو یوں خطاب فرمایا

> يٰزَكَرِيَّآ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمِ ِاسْمُهٗ يَحْيٰى[4]
>
> ترجمہ: اے زکریا! بے شک ہم تمہیں ایک لڑکے کی خوشخبری سناتے ہیں جس کا نام یحییٰ (علیہ السلام) ہو گا

---

[1] الصافات، 37: 104-105

[2] القصص، 28: 30

[3] ص، 38: 26

[4] مریم 19:7

حضرت یحیٰ علیہ السلام کو یوں خطاب فرمایا

> يٰيَحْيٰى خُذِ الْكِتٰبَ بِقُوَّةٍ[1]
>
> ترجمہ: اے یحییٰ! (ہماری) کتاب (تورات) کو مضبوطی سے تھامے رکھو
>
> يٰمَرْيَمُ اقْنُتِيْ لِرَبِّكِ[2]
>
> ترجمہ: اے مریم! تم اپنے رب کی بڑی عاجزی سے بندگی بجالاتی رہو

الغرض قرآن مجید میں وہ تمام مقامات جہاں اللہ تبارک و تعالیٰ نے انبیاء کرام کو خطاب کرنا چاہا تو ان کا نام لے کر خطاب فرمایا۔ یعنی بلاواسطہ اسلوب و انداز خطاب اختیار فرماتے ہوئے "یا" کہہ کر مخاطب فرمایا۔ مگر جب آقا ﷺ کو مخاطب فرمایا تو اندازِ خطاب تبدیل فرمادیا۔ الحمد سے والناس تک قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ جب بھی حضور ﷺ سے مخاطب ہوا تو آپ ﷺ کا نام نہیں لیا۔ وہ خالق و مالک ہے، جس طرح سے جیسے چاہے خطاب فرما سکتا ہے مگر چونکہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو ہر حوالے سے شانِ فردیت عطا فرمانا تھی، اس لئے انداز خطاب میں بھی فردیت کو قائم رکھا۔ آپ ﷺ کا مثیل اور مثل کوئی نہیں۔ آقا علیہ السلام کی شان، عظمت، رسالت، علو، قدر و منزلت، عظمت و تمکنت کا درجہ ہر شے سے افضل، اعلیٰ، ارفع اور منفرد ہے۔ انبیائے کرام میں سے بھی سوائے نفس نبوت کے کسی کو حضور علیہ السلام کے ساتھ برابری نہیں۔ اسی لئے آقا علیہ السلام سے خطاب اور انبیاء علیہم السلام سے خطاب میں بھی اللہ تعالیٰ نے فرق رکھا۔ آیئے! اس سلسلہ میں قرآن مجید کی چند آیات ملاحظہ فرمائیں۔

---

[1] مریم، 19:12 -

[2] آل عمران، 3:43

اللہ پاک نے حضور ﷺ کی عمر مبارک کے بارے میں یوں خطاب فرمایا

> لَعَمْرُكَ اِنَّهُمْ لَفِیْ سَكْرَتِهِمْ یَعْمَهُوْنَ[1]
>
> ترجمہ: (اے حبیبِ مکرّم!) آپ کی عمرِ مبارک کی قسم، بے شک یہ لوگ (بھی قومِ لوط کی طرح) اپنی بدمستی میں سرگرداں پھر رہے ہیں۔

اللہ پاک نے حضور ﷺ کی شان کے دفاع میں یوں خطاب فرمایا

> مَآ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ[2]
>
> (اے حبیبِ مکرّم!) آپ اپنے رب کے فضل سے (ہرگز) دیوانے نہیں ہیں

ان آیات میں حضور ﷺ کی شان و عظمت اور حضور ﷺ کے لئے قسم کھائی، مگر آپ ﷺ کا نام نہیں لیا۔ براہِ راست خطاب کیا ہے مگر حضور ﷺ کا نام لینے کے بجائے لقب بیان فرما کر حضور ﷺ کی عظمت بیان کر دی۔

> یٰاَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ[3]
>
> ترجمہ: اے (برگزیدہ) رسول! جو کچھ آپ کی طرف آپ کے رب کی جانب سے نازل کیا گیا ہے
>
> یٰاَیُّهَا النَّبِیُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ[4]
>
> ترجمہ: اے نبی (معظّم) آپ کے لیے اللہ کافی ہے

[1] الحجر، 15: 72

[2] القلم، 68: 2

[3] المائدۃ، 5: 67

[4] الانفال، 8: 64

قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا[1]

ترجمہ: اے کملی کی جھرمٹ والے (حبیب!) آپ رات کو (نماز میں) قیام فرمایا کریں مگر تھوڑی دیر (کے لیے)

گویا اللہ تعالیٰ نے اندازِ خطاب میں بھی آپ ﷺ کی فردیت، نمایاں پن، انفرادیت اور عدم مثلیت کو قائم رکھا۔

اللہ کریم کا حضور ﷺ سے اسلوبِ خطاب میں امت کو تعلیم دینا

قرآن مجید میں یہ تذکرہ بھی جا بجا ملتا ہے کہ پہلی قومیں اپنے انبیاء کرام کو کس طرح مخاطب کرتی تھیں۔ جب قرآن مجید نے اس چیز کو بیان کیا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ قرآن نے تصدیق کر دی کہ ان اقوام کا اپنے انبیاء کو اس طرح مخاطب کرنا جائز ہے کیونکہ اللہ بھی ان کے بیان کو اسی طرح بیان کر رہا ہے۔

امت نوح علیہ السلام اپنے نبی کو مخاطب کرتے ہوئے کہتی ہے

قَالُوْا يٰنُوْحُ قَدْ جٰدَلْتَنَا فَاَكْثَرْتَ جِدَالَنَا[2]

ترجمہ: وہ کہنے لگے: اے نوح! بے شک تم ہم سے جھگڑ چکے سو تم نے ہم سے بہت جھگڑا کر لیا

امت نے ''یاھود'' کہہ کر پکارتے ہوئے کہا

قَالُوْا يٰهُوْدُ مَا جِئْتَنَا بِبَيِّنَةٍ[3]

ترجمہ: وہ بولے: اے ہود! تم ہمارے پاس کوئی واضح دلیل لیکر نہیں آئے ہو

[1] المزمل، 73: 2،1

[2] ھود 11: 32

[3] ھود، 11: 53

امت نے حضرت صالح علیہ السلام کا نام لے کر ان سے کہا

وَقَالُوا يٰصٰلِحُ ائْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ[1]

ترجمہ: اور کہنے لگے: اے صالح! تم وہ (عذاب) ہمارے پاس لے آؤ جس کی تم ہمیں وعید سناتے تھے اگر تم (واقعی) رسولوں میں سے ہو

حضرت عیسی علیہ السلام کی امت آپ کا نام لے کر کہتی ہے

اِذْ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ هَلْ يَسْتَطِيْعُ رَبُّكَ اَنْ يُّنَزِّلَ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ[2]

ترجمہ: اور (یہ بھی یاد کرو) جب حواریوں نے کہا: اے عیسیٰ ابن مریم! کیا تمہارا رب ایسا کر سکتا ہے کہ ہم پر آسمان سے (کھانے کا) خوان اتار دے

ان آیات میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے بیان کیا ہے کہ سابقہ امتیں اس طرح اپنے نبیوں کو پکارتیں، خطاب کرتیں اور ندا دیتیں مگر اللہ رب العزت نے امت مصطفی ﷺ کو مخاطب ٹھہرا کر فرمایا کہ سنو! حضرت نوح علیہ السلام کی قوم نے اُنہیں یا نوح کہا۔۔۔ حضرت صالح علیہ السلام کی قوم نے یا صالح کہا۔۔۔ حضرت ھود کی قوم نے یا ھود کہا۔۔۔ حضرت شعیب علیہ السلام کی امت نے یا شعیب کہا۔۔۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قوم نے یا عیسیٰ کہا۔۔۔ مگر خبردار! امت محمدی ﷺ میں سے کوئی شخص میرے محبوب کا نام لے کر انہیں نہ پکارے۔ میں رب ہو کر اپنے محبوب نبی کو نام لے کر نہیں پکارتا لہذا تم امتی ہو کر میرے محبوب ﷺ کو نام لے کر نہ پکارا کرو، تاکہ میرے محبوب ﷺ کی عظمت اور شانِ فردیت اس حوالے سے بھی قائم رہے۔

---

[1] الأعراف، 7: 77

[2] المائدة، 5: 112

فرمایا۔

لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا[1]

ترجمہ: (اے مسلمانو!) تم رسول کے بلانے کو آپس میں ایک دوسرے کو بلانے کی مثل قرار نہ دو

جب رسولِ اکرم ﷺ کو بلانا تمہارے باہمی بلاوے کی مثل نہیں تو خود رسول ﷺ کی ذاتِ گرامی تمہاری مثل کیسے ہو سکتی ہے گویا اللہ رب العزت نے امت محمدیہ کا حضور ﷺ کو بلانے کے انداز میں بھی شانِ فردیت قائم رکھی اور خود حضور ﷺ کو مخاطب کرنے کے انداز میں بھی شان فردیت قائم رکھی۔ شان فردیت کے اس تصور کو سمجھنے کے لئے ذہن نشین رہے کہ اللہ کا معاملہ پہلے نبیوں کے ساتھ کیا تھا۔۔۔؟ امتوں کا معاملہ اپنے نبیوں کے ساتھ کیا تھا۔۔۔؟ اللہ کا معاملہ مصطفی ﷺ کے ساتھ کیا ہے۔۔۔؟ اور امت محمدی ﷺ کا معاملہ مصطفی علیہ السلام کے ساتھ کیا ہے۔۔۔؟ ان چیزوں پر غور کرنے سے شانِ مصطفی ﷺ کی فردیت اُجاگر ہوتی ہے کہ حضور علیہ السلام طبقہ انبیاء اور طبقہ رسل میں سے ہیں اور اس طبقہ میں سے بھی کسی کی شان آقا علیہ السلام کی شان جیسی نہیں ہے تو پھر ہمارے جیسے فروتر حضور ﷺ کی مثلیت اور برابری کا کس طرح تصور کر سکتے ہیں۔۔۔؟ جب آقا علیہ السلام کے اندازِ مخاطبت مین برابری نہیں، آقا علیہ السلام کے ذکرِ مبارک میں برابری نہیں، آقا علیہ السلام کے تذکرے میں برابری ممکن نہیں تو آقا علیہ السلام کی ذات اقدس کے ساتھ بشمول جملہ شانوں کے دیگر معاملات میں برابری کس طرح ممکن ہو سکتی ہے؟ اس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔

---

[1] النور، 24:63

شانِ محبوبیت میں فردیت

الحمد سے والناس تک پورے قرآن میں ایک مقام بھی ایسا نہیں جہاں منکر قوم کے کسی طبقے نے یا کسی فرد نے آقا علیہ السلام کا انکار کرتے ہوئے طعنہ دیا ہو اور آقا علیہ السلام کو خود اس کا رد کرنے اور دفاع کرنے کی ضرورت پیش آئی ہو بلکہ طعنہ کے رد کے لیے خدا نے خود جواب دیا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ آپ ﷺ کی شانِ محبوبیت کی فردیت کا اظہار ہے۔

ہر امت اپنے نبی پر طعنہ زنی کرتی تھی جیسے کفار و مشرکین نے حضور ﷺ پر طعنہ زنی کی مگر قرآن گواہ ہے جس سابقہ امت نے اپنے نبی کو طعنہ والزام دیا اللہ تبارک و تعالیٰ نے اُس نبی کی امت کے طعنہ کا جواب خود اپنی طرف سے نہیں دیا بلکہ اُس نبی کو وحی فرمائی کہ وہ اس طعنہ کا جواب دیں۔

حضرت نوح علیہ السلام کی قوم نے طعنہ دیا۔

قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهٖۤ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ [1]

ترجمہ: ان کی قوم کے سرداروں اور رئیسوں نے کہا: (اے نوح!) بے شک ہم تمہیں کھلی گمراہی میں (مبتلا) دیکھتے ہیں

اب اس کا رد اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے نہیں کیا کہ اللہ تعالیٰ نے خود دفاع کیا ہو بلکہ نوح علیہ السلام کو وحی کی اور فرمایا: تم ان کا رد کرو۔ نوح علیہ السلام نے خود جواب دیا

قَالَ یٰقَوْمِ لَیْسَ بِیْ ضَلٰلَةٌ وَّ لٰكِنِّیْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ [2]

[1] الاعراف، 7:60

[2] الاعراف، 7:61

ترجمہ: انہوں نے کہا: اے میری قوم! مجھ میں کوئی گمراہی نہیں لیکن (یہ حقیقت ہے کہ) میں تمام جہانوں کے رب کی طرف سے رسول (مبعوث ہوا) ہوں

اسی طرح حضرت ھود علیہ السلام کی قوم نے طعنہ دیا

قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖۤ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْ سَفَاهَةٍ[1]

"ترجمہ: ان کی قوم کے سرداروں اور رئیسوں نے جو کفر (یعنی دعوتِ حق کی مخالفت و مزاحمت) کر رہے تھے کہا: (اے ہود!) بے شک ہم تمہیں حماقت (میں مبتلا) دیکھتے ہیں

حضرت ھود علیہ السلام کو حکم ہوا کہ ان کے طعنے کا رد کرو۔ انہوں نے جواب دیا

قَالَ يٰقَوْمِ لَيْسَ بِيْ سَفَاهَةٌ وَّلٰكِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ[2]

ترجمہ: انہوں نے کہا: اے میری قوم! مجھ میں کوئی حماقت نہیں لیکن (یہ حقیقت ہے کہ) میں تمام جہانوں کے رب کی طرف سے رسول (مبعوث ہوا) ہوں

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جادوگر ہونے کا طعنہ دیا گیا۔ انہیں حکم ہوا کہ اے موسیٰ! ان کے طعنہ کو رد کرو۔ موسیٰ علیہ السلام نے جواب فرمایا

قَالَ مُوْسٰۤى اَتَقُوْلُوْنَ لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَكُمْ اَسِحْرٌ هٰذَا وَلَا يُفْلِحُ السّٰحِرُوْنَ[3]

ترجمہ: موسیٰ (علیہ السلام) نے کہا: کیا تم (ایسی بات) حق سے متعلق کہتے ہو جب وہ تمہارے پاس آچکا ہے (عقل و شعور کی آنکھیں کھول کر دیکھو) کیا یہ جادو ہے؟ اور جادوگر (کبھی) فلاح نہیں پا سکیں گے۔

---

[1] الأعراف، 7:66

[2] الاعراف، 7:67

[3] یونس، 10:77

الغرض قرآن مجید میں کثرت کے ساتھ ایسے انبیاء علیہم السلام کا ذکر آیا ہے کہ ان کی اقوام نے ان پر اعتراض کئے۔ اللہ تعالیٰ نے اُن طعنوں کا ذکر بھی کیا اور نبیوں نے ان منکر قوموں کے طعنوں کا جو رد کیا، اللہ تعالیٰ نے اس رد کو بھی بیان فرمایا۔ پورا قرآن گواہ ہے کہ ہر جگہ نبی کو حکم ہوا کہ وہ منکرین کے طعنہ کو رد کریں، دفاعِ نبوت میں خود اللہ تعالیٰ نے جواب نہیں دیا۔ سابقہ کل انبیاء علیہم السلام کے لئے سنت الٰہیہ یہی تھی۔

مگر جب آقا علیہ السلام کی باری آئی اور آقا علیہ السلام کو منکرین و مشرکین مکہ نے طعنہ دیا تو قرآن مجید میں ایک جگہ بھی تاجدار کائنات ﷺ سے اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ اے میرے محبوب! ان کے طعنہ کو رد کریں بلکہ جب حضور ﷺ پر طعن و تشنیع کی گئی تو فرمایا: محبوب ﷺ! آپ ایک طرف ہو جائیں، ان سے میں خود نمٹ لوں گا۔ ان بدبختوں کے طعنوں کے جواب دینے کی آپ ﷺ کو ضرورت نہیں۔ میں جانوں اور میرا کام جانے۔ یہ اللہ رب العزت کی بارگاہ سے عطا کردہ شانِ مصطفیٰ ﷺ کی فردیت ہے۔

کفار نے کہا کہ آپ ﷺ مجنوں ہیں۔ آقا علیہ السلام کی شان کے دفاع اور اس طعنہ کے رد میں سورۂ القلم میں اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا

مَآ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ[1]

ترجمہ: (اے حبیبِ مکرّم!) آپ اپنے رب کے فضل سے (ہرگز) دیوانے نہیں ہیں۔

اور لطف کی بات یہ ہے کہ ایک طرف اللہ تعالیٰ نے کفار مکہ کے طعنہ اور اعتراض کا جواب دینے سے حضور ﷺ کو روک دیا کہ آپ ﷺ جواب نہ دیں ان بدبختوں کو میں جواب دوں گا اور دوسری

[1] القلم، 68:1-2

طرف اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی شان اقدس میں زبان درازی کرنے والوں کو اپنا مخاطب ہی نہیں بنایا کہ میرے محبوب ﷺ کی گستاخی کرنے والے اس قابل ہی نہیں کہ میں انہیں مخاطب بناؤں۔ لہذا ان کے طعنہ کے جواب میں حضور ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

مَآ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ[1]

ترجمہ: (اے حبیبِ مکرّم!) آپ اپنے رب کے فضل سے (ہرگز) دیوانے نہیں ہیں۔

یعنی کفار و مشرکین کو منہ ہی نہیں لگایا، اس قابل ہی نہیں سمجھا کہ ان بدبختوں کو مخاطب کیا جائے۔

دوسرے مقام پر حضور نبی اکرم ﷺ کے عشاق صحابہ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا

وَمَا صَاحِبُكُمْ بِمَجْنُوْنٍ[2]

ترجمہ: اور (اے لوگو!) یہ تمہیں اپنی صحبت سے نوازنے والے (محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) دیوانے نہیں ہیں (جو فرماتے ہیں وہ حق ہوتا ہے)۔

کفار کی طرف سے طعنہ زنی کی گئی کہ آقا ﷺ شاعر ہیں اور قرآن کی صورت میں شاعری کرتے ہیں۔ ان کے اس طعنہ کا جواب بھی حضور ﷺ نے نہیں دیا بلکہ ربّ کائنات نے خود جواب میں فرمایا

اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ[3] وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ ؕ قَلِيْلًا مَّا تُؤْمِنُوْنَ[4]

ترجمہ: بے شک یہ (قرآن) بزرگی و عظمت والے رسول (ﷺ) کا فرمان ہے، اور یہ کسی شاعر کا کلام نہیں (کہ ادبی مہارت سے خود لکھا گیا ہو) تم بہت ہی کم یقین رکھتے ہو۔

---

[1] القلم، 68، 2

[2] التکویر، 81: 22

[3] الحاقۃ، 69: 40-41

[4] الحاقہ، 69: 40-41

کفار نے طعنہ دیا کہ حضور ﷺ معاذ اللہ کاہن ہیں۔ اللہ رب العزت نے حضور ﷺ کو نہیں فرمایا کہ آپ ﷺ جواب دیں بلکہ رب کائنات نے جواب دیتے ہوئے فرمایا

> وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ قَلِيلًا مَّا تَذَكَّرُونَ[1]
>
> ترجمہ: اور نہ (یہ) کسی کاہن کا کلام ہے (کہ فنی اندازوں سے وضع کیا گیا ہو)، تم بہت ہی کم نصیحت حاصل کرتے ہو۔

کفار و مشرکین میں سے کسی نے قرآن کو جن شیطان کا کلام کہا جو وہ حضور ﷺ پر القاء کرتے ہیں۔ رب کائنات نے جواب دیا

> وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَيْطَٰنٍ رَّجِيمٍ[2]
>
> ترجمہ: اور وہ (قرآن) ہرگز کسی شیطان مردود کا کلام نہیں ہے

گویا اللہ تعالیٰ ہر جگہ جواب دے رہا ہے کہ میرے محبوب! آپ ﷺ جواب دینے کی زحمت نہ کریں، ان بدبختوں کے طعنوں کا رد میں خود کروں گا اور اس طریق سے رد کروں گا کہ میں انہیں مخاطب بھی نہیں کروں گا، کیونکہ میرے محبوب کی گستاخی کرنے والے اس لائق ہی نہیں کہ انہیں خطاب کیا جائے۔

آقا علیہ السلام کو عاص بن وائل سہمی نے معاذ اللہ ابتر ہونے کا طعنہ دیا کہ یہ منقطع النسل ہیں، ان کی نسل کٹ جائے گی۔ اللہ تعالیٰ نے سورہ کوثر نازل فرمائی اور جواب دیا

> إِنَّآ أَعْطَيْنَٰكَ الْكَوْثَرَ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ[1]

---

[1] الحاقہ، 69: 42

[2] التکویر، 81: 25

> ترجمہ: بے شک ہم نے آپ کو (ہر خیر وفضیلت میں) بے انتہا کثرت بخشی ہے۔ پس آپ اپنے رب کے لیے نماز پڑھا کریں اور قربانی دیا کریں (یہ ہدیہ تشکر ہے)۔ بے شک آپ کا دشمن ہی بے نسل اور بے نام ونشاں ہوگا۔

میرے مصطفی ﷺ کو منقطع النسل کہنے والے، آپ ﷺ کے دشمن ابتر ہیں، ان کا نام ونشان اس ہستی پر نہیں رہے گا مگر آپ ﷺ کا ذکر اور چرچا قیامت تک بلکہ بعد از قیامت قیام محشر اور اس کے بعد تک ہوتا رہے گا۔

وحی کے کچھ عرصہ رک جانے کو وجہ بناتے ہوئے کسی نے کہا کہ محمد ﷺ کا رب اُن سے ناراض ہو گیا۔ فرمایا کہ اے میرے محبوب ﷺ! آپ جواب نہ دینا بلکہ میں خود آپ ﷺ کی ذاتِ مبارکہ کا دفاع کروں گا۔ آیتِ کریمہ اتار دی

> وَالضُّحٰی وَالَّیْلِ اِذَا سَجٰی مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰی[2]
>
> ترجمہ: (اے حبیبِ مکرّم!) قَسم ہے چاشت (کی طرح آپ کے چہرۂ انور) کی (جس کی تابانی نے تاریک روحوں کو روشن کر دیا) (اے حبیبِ مکرّم!) قَسم ہے سیاہ رات (کی طرح آپ کی زلفِ عنبریں) کی جب وہ (آپ کے رُخِ زیبا یا شانوں پر) چھا جائے آپ کے رب نے (جب سے آپ کو منتخب فرمایا ہے) آپ کو نہیں چھوڑا اور نہ ہی (جب سے آپ کو محبوب بنایا ہے) ناراض ہوا ہے۔

---

[1] الکوثر، 108: 1۔3

[2] الضحیٰ، 93: 1۔3

کوہ صفا پر ابو لہب نے حضور ﷺ کی پہلی دعوتِ حق پر حضور ﷺ کی طرف ہاتھ اٹھا کر آپ ﷺ کو طعن و تشنیع کا نشانہ بنایا کہ اے محمد ﷺ! (معاذ اللہ و استغفر اللہ) تو برباد ہو جائے۔ تو نے اس لئے ہمیں بلایا تھا؟ اُس نے ہاتھ اٹھا کر حضور ﷺ کی طرف بد بختی کا کلمہ کہا۔ رب کائنات نے فرمایا: میرے مصطفی ﷺ! آپ پر ملال و رنجیدہ خاطر نہ ہوں، میں اس کا جواب دیتا ہوں۔ فرمایا

تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ وَّتَبَّ[1]

ترجمہ: ابو لہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ جائیں اور وہ تباہ ہو جائے (اس نے ہمارے حبیب پر ہاتھ اٹھانے کی کوشش کی ہے)۔

گستاخانِ رسول ﷺ میں ولید بن مغیرہ کا نام بھی سر فہرست ہے۔ اس کی زبان درازیاں اور اہانت پردازیاں حد سے گزر گئیں تو اللہ رب العزت نے اس کی مذمت اور کڑی وعید کا اظہار درج ذیل آیات کریمہ میں فرمایا

وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِيْنٍ هَمَّازٍ مَّشَّآءٍ بِنَمِيْمٍ مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ عُتُلٍّ ۢ بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِيْمٍ اَنْ كَانَ ذَا مَالٍ وَّبَنِيْنَ[2]

ترجمہ: اور آپ کسی ایسے شخص کی بات نہ مانیں جو بہت قسمیں کھانے والا انتہائی ذلیل ہے (جو) طعنہ زن، عیب جُو (ہے اور) لوگوں میں فساد انگیزی کے لیے چغل خوری کرتا پھرتا ہے (جو) بھلائی کے کام سے بہت روکنے والا بخیل، حد سے بڑھنے والا سرکش (اور) سخت گنہگار ہے (جو) بد مزاج دُرشت خو ہے، مزید برآں بد اَصل (بھی) ہے اِس لیے (اس کی بات کو اہمیت نہ دیں) کہ وہ مالدار اور صاحبِ اَولاد ہے۔

[1] اللھب، 111:1

[2] القلم: 10-14

قرآن حکیم نے مذکورہ آیات میں اہانت و گستاخی کا ارتکاب کرنے والے کی نو واضح نشانیاں اور علامات بالترتیب گنوائی ہیں۔ ولید بن مغیرہ میں یہ تمام اخلاقی رذائل بدرجہ اتم موجود تھے۔ قرآن مجید نے اس دریدہ دہنی اور ہرزہ سرائی کے جواب میں جو وہ حضور ﷺ کی شان میں کرتا رہتا تھا اس کی ماہیت و حقیقت کو کھلے عام بیان کر دیا۔

یہ آقا علیہ السلام کی شان فردیت ہے۔ کسی کو خیال آئے کہ آٹھ سال کی عمر مبارک ہے ابھی اعلان نبوت بھی نہیں ہوا، تو قدم مارنے سے پتھر سے پانی کیسے نکل پڑا؟ یہ کوئی تعجب کی بات نہیں اس لئے کہ اگر شیر خوارگی کی عمر میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کے پاؤں رگڑنے سے آب زم زم پھوٹ سکتا ہے تو قدم مصطفی ﷺ کی برکت سے پانی کا چشمہ کیوں نہیں نکل سکتا۔

حضور ﷺ کو ولادت سے پہلے سفرِ نور میں بھی شان فردیت حاصل تھی۔۔۔ نسب کی طہارت میں بھی شان فردیت حاصل تھی۔۔۔ آدم علیہ السلام اور شیث علیہ السلام کا زمانہ تھا تب بھی شان فردیت تھی۔۔۔ دعائے ابراہیم واسماعیل علیہما السلام تھی تب بھی شان فردیت تھی۔۔۔ حضور علیہ السلام کی ولادت، آپ کا خانوادہ اور ان کی پاکیزگی کا معاملہ آئے تب بھی شان فردیت ہے۔۔۔ بچپن تھا تب بھی شان فردیت ہے۔۔۔ نبوت و رسالت کا اعزاز ہے تب بھی شان فردیت قائم ہے۔۔۔ اور جب وحی کا نزول ہوا تب بھی شان فردیت حاصل رہی۔۔۔ اللہ رب العزت کا آپ کو خطاب فرمانا یا امت محمدیہ ﷺ کا آپ ﷺ سے مخاطب ہونا، اس حوالے سے بھی شانِ فردیت حاصل ہے۔۔۔ الغرض آپ ﷺ کی زندگی کے ہر ہر پہلو میں اللہ رب العزت نے آپ ﷺ کی شان فردیت کو قائم رکھا۔

ورفعنا لک ذکرک کا اسلوبِ محبت

محبت کی دوسری علامت محبوب کا تذکرہ کرتے رہنا ہے۔ ہر وقت محبوب کی یاد میں رہنا۔ اس کی باتیں، اسکے تذکرے چھیڑتے رہنا ہے۔ تو رب رحیم نے محبوب کے گن گانے کی ریت کو کیا خوب نبھایا۔ اپنے کلام کو جابجا اپنے حبیب ﷺ کی توصیف و تکریم کو خوشنما پھولوں سے سجایا۔ عرش معلی کو اس نام سے معطر ہونے کا شرف عطا فرمایا۔

ملائکہ کی محفل سجائی تو حبیب کا ذکر اِنَّ اللهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ[1] سے فرمایا

انبیاء کی محفل جمائی تو حبیب کا ذکر لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتَنْصُرُنَّهُ[2] فرما کر کیا۔

پھر ایمان والوں کو مخاطب کیا تو پھر بھی ذکر حبیب لازم قرار دے دیا۔ یَا اَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا۔[3]

اب ہم میں ان کی ثنا کا سلیقہ کہاں　　ان کا مدح سرا خالق کل جہاں

ورفعنالک ذکرک کا وعدہ نبھاتے ہوئے اللہ نے کچھ اس طرح اپنے حبیب کا ذکر بلند کیا کہ ہر نماز، ہر اذان، ہر جگہ اپنے ذکر کے ساتھ ذکر حبیب ﷺ لازم کر دیا۔

داستان عشق و محبت پر آگے نظر بڑھائیں تو اک ایسا انوکھا باب محبت کا تقاضا بن کر ابھرتا دکھائی دیتا ہے جو اس سے پہلے اس داستان کا حصہ کبھی تھا۔ محبوب اور محب کے درمیان محبت اس درجہ بڑھ جائے کہ کوئی دوئی باقی نہ رہے۔

---

[1] الاحزاب 33: 56

[2] آل عمران 2: 81

[3] الاحزاب 33: 56

اللہ نے اپنے حبیب ﷺ کے ساتھ اس درجہ محبت کی۔ محبوب کو اس طرح own کیا کہ آپ ﷺ ہر ہر چیز، آپ ﷺ کے ہر ہر فعل کی اضافت اور نسبت اپنی طرف کی۔

آپ کی بات کو اپنی بات کہا

> وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ۔[1]

آپ کے ہاتھ کو اپنا ہاتھ، آپ کی عطا کو اپنی عطا، آپ کی رضا کو اپنی رضا،

آپ کے پھینکنے کو اپنا پھینکنا

> وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ[2]،

آپ کی بیعت کو اپنی بیعت۔

آپ کی اتباع کو اپنی اتباع

> مَّن يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللهَ[3]

فرمایا

آپ سے دوستی کو اپنی دوستی، آپ سے عداوت کو اپنی عداوت، آپ کی تعظیم کو اپنی تعظیم، یہاں تک کے آپ کی زیارت کو اپنی زیارت قرار دیا۔ فرمایا کہ محمد کا حسن سراپا عالم خلق میں میرے پرتوِ حسن کی کامل جلوہ گاہ ہے۔ محمد کی ذات میں میرے ہی نور کی جھلک ہے۔

محمد مطلع ہے　　　　آفتاب میں ہوں

محمد کی ذات افق ہے　　　　مہتاب میں ہوں

---

[1] النجم 3:53

[2] الانفال 8:17

[3] النسأ 4:80

محمد کی ذات پیکر ہے　　　　حسن میں ہوں

محمد کی ذات آئینہ ہے　　　　چمک میں رہا ہوں

کبھی میرے حسن کی چمک اسکی کنڈل والی زلفوں میں نظر آتی ہے تو کبھی اس کی چشمِ نرگسی میں۔

کبھی میرا جلال اس کی ناراضگی میں دکھائی دیتا ہے۔ تو کبھی میرا جمال اس کی مسکراہٹوں سے جھلکتا ہے۔

کبھی میرے نور کی ضیاء والضحیٰ کے چہرہ انور میں جھلکتی ہے تو کبھی میری تجلی والقمر کے ملیح حسن میں۔

کہیں میرا جلوہ مازاغ البصر کی آنکھ میں جھلکتا ہے۔

مجھے چونکہ دیکھ نہیں سکتے۔ اس لیے عالم خلق میں محمد ﷺ کی ذات کو مطلع بنا رہا ہوں

مصطفی ہے وہ آئینہ کہ جس کا جوہر جمال رب ہے

میں دیکھ لیتا ہوں سارے جلوے تصور ان کا جما جما کر

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا امت کو حضور ﷺ کی ادب وتوقیر سکھانا

یہ ایک مسلم حقیقت ہے کہ محبت اپنے سنگ ادب وتوقیر کو جنم دیتی ہے۔ جہاں محبت کا درخت جڑ پکڑتا ہے وہاں ادب کا پودا بھی ضرور اپنی چھاؤں پھیلاتا ہے۔ خالق کل نے یہ تقاضا محبت بھی خود اپنے کلام میں ہی سکھایا۔ وہ ذات مبارکہ رب کو اتنی محبوب تھی کہ اس پاک بارگاہ کے ادب کے لیے رَاعِنَا جیسا درست لفظ بھی اغیار کی بدزبانی کی وجہ سے حرام قرار پایا۔ اور خود اللہ نے اس کے متبادل کے طور پر کیا حسین ادب سے لبریز لفظ اُنظرنا منتخب فرمایا۔

پھر آپ کی بارگاہ کے آداب خود سکھاتے ہوئے آپ ﷺ کے سامنے اونچی آواز سے بات کرنے سے منع فرمایا کہ آپ کی شان کے خلاف ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کے سامنے بات کرنے کا طریقہ سکھایا اور ارشاد فرمایا

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ [1]

ترجمہ: اے ایمان والو اپنی آوازیں اونچی نہ کرو اس غیب بتانے والے (نبی) کی آواز سے۔

یعنی خبر دار کرتے ہوئے کہا کہ اے ایمان والوں یہ عام بارگاہ نہیں ہے یہ تو وہ دربار ہے کہ جہاں حاضری کے لیے ملائکہ بھی از حد مشتاق رہتے ہیں۔ یہاں حاضر ہو تو نہایت ادب سے فرمایا کہ اپنی آواز نبی ﷺ کی آواز سے ہرگز اونچی نہ کرنا۔ یہ نہ ہو کہ زندگی بھر کی کمائی اکارت چلی جائے۔

اور کسی بھی معاملہ میں محبوب کریم ﷺ سے پہل کرنے سے منع فرمایا ارشاد باری تعالیٰ ہے

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ [2]

اے ایمان والو تم اللہ و رسول سے (کسی معاملہ میں) سبقت نہ کیا کرو (ان سے پہلے نہ بول اٹھا کرو ان کے حکم کا انتظار کیا کرو ان کا فرمانا اللہ کا فرمانا ہے) اور اللہ سے ڈرتے رہو بے شک اللہ (سب کچھ) سننے والا (اور تمہارے دلوں کے حال کو بھی) خوب جاننے والا ہے

اور باہمی اختلاف کی صورت میں حضور ﷺ کو حاکم برحق ماننے اور آپکے ہر فیصلے کو دل و جان سے تسلیم کرنے کو ایمان کے لیے لازم قرار دے دیا ارشاد باری تعالیٰ ہے

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا [3]

پس (اے حبیب!) آپ کے رب کی قسم یہ لوگ مسلمان نہیں ہو سکتے یہاں تک کہ وہ اپنے درمیان واقع ہونے والے ہر اختلاف میں آپ کو حاکم بنالیں پھر اس فیصلہ سے جو آپ صادر

[1] الحجرات 49: 2

[2] الحجرات، 49: 1

[3] النساء، 4: 65

فرمادیں اپنے دلوں میں کوئی تنگی نہ پائیں اور (آپ کے حکم کو) بخوشی پوری فرمانبرداری کے ساتھ قبول کرلیں

اللہ تعالیٰ کمال ادب سکھاتے ہوئے فرمایا کہ میرے محبوب کے لیے ایسا لفظ بھی استعمال نہیں کرنا جس سے بے ادبی کا کوئی پہلو یا شائبہ پیدا ہوتا ہو جیسا کہ کفار کے لفظ راعنا کے غلط استعمال کی وجہ سے اس کے صحیح استعمال سے بھی منع فرمادیا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوْا ؕ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ[1]

ترجمہ: اے ایمان والو! (نبی اکرم ﷺ کو اپنی طرف متوجہ کرنے کیلئے) رَاعِنَا مت کہا کرو بلکہ (ادب سے) اُنْظُرْنَا (ہماری طرف نظر کرم فرمایئے) کہا کرو اور (ان کا ارشاد) بغور سنتے رہا کرو، اور کافروں کے لئے دردناک عذاب ہے

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم ﷺ کو مخاطب کرنے کا انداز سکھایا کہ تمھارا آپس میں ایک دوسرے سے بات چیت کرنے کا جو انداز ہے میرے محبوب کو اس انداز میں نہیں پکارنا بلکہ ان کے لیے انداز خاص اختیار کرنا ہے

لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا ؕ قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ يَتَسَلَّلُوْنَ مِنْكُمْ لِوَاذًا ۚ فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖۤ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ[2]

ترجمہ: (اے مسلمانو!) تم رسول کے بلانے کو آپس میں ایک دوسرے کو بلانے کی مثل قرار نہ دو (جب رسول اکرم ﷺ کو بلانا تمہارے باہمی بلاوے کی مثل نہیں تو خود رسول کی ذات

---

[1] البقرة، 2: 104

[2] النور، 24: 63

گرامی تمہاری مثل کیسے ہو سکتی ہے) بیشک اللہ ایسے لوگوں کو (خوب) جانتا ہے جو تم میں سے ایک دوسرے کی آڑ میں (دربارِ رسالت سے) چپکے سے کھسک جاتے ہیں پس وہ لوگ ڈریں جو رسول کے امرِ (ادب) کی خلاف ورزی کر رہے ہیں کہ (دنیا میں ہی) انہیں کوئی آفت آپہنچے گی یا (آخرت میں) ان پر دردناک عذاب آن پڑے گا

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم ﷺ کے گھر جانے، وہاں بیٹھنے اور وہاں سے واپس جانے کا طریقہ اور انداز اور بوقت ضرورت آپ ﷺ کے اہل خانہ سے بات کرنے کا طریقہ سکھایا چنانچہ ارشاد فرمایا

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ اِلَّآ اَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ اِلٰى طَعَامٍ غَيْرَ نٰظِرِيْنَ اِنٰىهُ وَلٰكِنْ اِذَا دُعِيْتُمْ فَادْخُلُوْا فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا وَلَا مُسْتَاْنِسِيْنَ لِحَدِيْثٍ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيٖ مِنْكُمْ وَاللّٰهُ لَا يَسْتَحْيٖ مِنَ الْحَقِّ وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْـَٔلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ وَمَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَآ اَنْ تَنْكِحُوْٓا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖٓ اَبَدًا اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمًا[1]

ترجمہ: اے ایمان والو! نبی (مکرّم ﷺ) کے گھروں میں داخل نہ ہوا کرو سوائے اس کے کہ تمہیں کھانے کے لئے اجازت دی جائے (پھر وقت سے پہلے پہنچ کر) کھانا پکنے کا انتظار کرنے والے نہ بنا کرو، ہاں جب تم بلائے جاؤ تو (اس وقت) اندر آیا کرو پھر جب کھانا کھا چکو تو (وہاں سے اُٹھ کر) فوراً منتشر ہو جایا کرو اور وہاں باتوں میں دل لگا کر بیٹھے رہنے والے نہ بنو۔ یقیناً تمہارا ایسے (دیر تک بیٹھے) رہنا نبی (اکرم ﷺ) کو تکلیف دیتا ہے اور وہ تم سے (اُٹھ جانے کا کہتے ہوئے) شرماتے ہیں اور اللہ حق (بات کہنے) سے نہیں شرماتا، اور جب تم اُن (ازواجِ مطہرات) سے کوئی سامان مانگو تو اُن سے پسِ پردہ پوچھا کرو یہ (ادب) تمہارے دلوں کے

[1] الأحزاب، 33: 53

لئے اور ان کے دلوں کے لئے بڑی طہارت کا سبب ہے، اور تمہارے لئے (ہر گز جائز) نہیں کہ تم رسول اللہ (ﷺ) کو تکلیف پہنچاؤ اور نہ یہ (جائز) ہے کہ تم اُن کے بعد ابد تک اُن کی ازواجِ (مطہرات) سے نکاح کرو بے شک یہ اللہ کے نزدیک بہت بڑا (گناہ) ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کی ایذا کو اپنی ایذا قرار دیا اور محبوب کو ایذا دینے والوں کو دنیا اور آخرت میں مستحقین لعنت و عذاب مھین قرار دیا ارشاد باری تعالیٰ ہے

اِنَّ الَّذِیۡنَ یُؤۡذُوۡنَ اللّٰہَ وَ رَسُوۡلَہٗ لَعَنَہُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنۡیَا وَ الۡاٰخِرَۃِ وَ اَعَدَّ لَہُمۡ عَذَابًا مُّہِیۡنًا[1]

ترجمہ: بیشک جو لوگ اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کو اذیت دیتے ہیں اللہ ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت بھیجتا ہے اور اُس نے ان کے لئے ذِلّت انگیز عذاب تیار کر رکھا ہے

پھر ملائکہ کے سردار سدرہ کے مکین روح الامین جبرائیل علیہ اسلام بھی آپ ﷺ کے دربار میں حاضری کے لیے آئے تو ادب سے ہاتھ باندھ کر باب جبرائیل پر رک کر اجازت کے متمنی ہوتے۔ پھر معراج کی شب تو ادب کی انتہا فرمادی۔ بقول شاعر

تو چوم لے تلیوں کو کافوری ہونٹوں سے
انداز سکھایا ہے خود رب نے جگانے کا۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا امت کو حضور ﷺ کی نسبتوں کا احترام اور ان کی تعظیم سکھانا

کتاب محبت کے اگلے باب میں اس لازوال پر فسوں جذبے کی ایک نئی جہت سے روشناس کراتے ہوئے اس پاک ذات نے ہمارے لئے اک اور تقاضا وضع کر دیا۔ جب محبت اپنے جوبن پر ہو تو محبوب ہی نہیں بلکہ حبیب سے وابستہ، اس سے نسبت والی ہر چیز پیاری اور محترم لگنے لگتی ہے۔ یہ نسبتوں کا احترام اور

[1] الأحزاب، 33: 57

ان کی تعظیم رب کریم نے ہمیں سکھائی۔ اور اپنے محبوب کے شہر مبارک کی عظمت کے بیان کے لیے قسم اٹھا کر ارشاد فرمایا

> لَا أُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ[1]
>
> ترجمہ: مجھے اس شہر کی قسم۔ کہہ کر اپنے پیارے کے شہر کی قسم اٹھائی۔

اور آگے قسم کی وجہ بھی بیان کر دی۔

> وَأَنتَ حِلٌّ بِهٰذَا الْبَلَدِ[2]
>
> ترجمہ: کہ اے محبوب! تم اس شہر میں تشریف فرما ہو

پھر اپنے محبوب کے اپنے اوپر چادر اوڑھنے کے انداز کو بیان کرنے کے لیے انداز تخاطب یوں فرمایا

> يَا أَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ[3]
>
> ترجمہ: اے کملی کی جھرمٹ والے (حبیب!)۔

کہہ کر کملی والے پیارے آقا ﷺ کی ادا کو امر کر دیا۔

اس پیارے حبیب کے قدموں کی برکت سے یثرب کو مدینہ بنا دیا۔ آپ ﷺ کے روضہ اقدس والے قطعہ ارضی کو جنتوں سے کہیں بڑھ کر قرار دیا۔ یہ محبت کی انتہا کہ آپ ﷺ سے جڑنے والی، نسبت والی ہر ہر چیز کو بزرگی اور عظمت عطا فرما دی۔

اس لئے مکہ مدینہ بن گئے دونوں حرم　　　　آ گئے جب بندہ پرور پائے اقدس آپ کے

---

[1] البلد 1:90

[2] البلد 2:90

[3] المزمل 1:73

یہ ان عظیم قدموں کی برکت تھی کہ جن کیلئے شاعر نے کہا

عارض شمس و قمر سے بھی ہیں انور ایڑیاں
عرش کی آنکھوں کے تارے ہیں وہ خوش ترایڑیاں
تاج روح القدس کے موتی جنہیں سجدہ کریں
رکھتی ہیں واللہ وہ پاکیزہ گوہر ایڑیاں

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا اپنے حبیب ﷺ کے ساتھ غیرت کا انداز

پھر جب محبت عشق کے زینے طے کرتی اس دائرہ سے بھی آگے بڑھتی ہے اور اک نیا روپ اور انوکھا تقاضا سامنے لاتی ہے۔ اور وہ ہے محبت کا غیرت کی چادر اوڑھ لینا۔ یہ وہ غیرت تھی کہ رب تعالیٰ نے محبوب کی جانب انگلی اٹھانے والے کو ہاتھ توڑ دینے کا جواب دیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے

> تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ وَتَبَّ [1]
>
> ترجمہ: تباہ ہو جائیں ابو لہب کے دونوں ہاتھ اور وہ تباہ ہو ہی گیا۔

ولید بن مغیرہ نے آپ ﷺ کے بارے میں لب کشائی کی تو جواب میں سورۃ قلم کی 13 آیتیں نازل فرمادی۔

عاص بن وائل کے گستاخانہ کلمات کے جواب میں إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ کہہ آپ ﷺ کی دل جوئی کی۔ بلکہ آگے إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ فرما کر اس کے منہ پر طمانچہ دے مارا کہ بے شک آپ ﷺ کا دشمن

---

[1] الفلق 113:1

ہی ابتر ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے محبت کے جذبے میں غیرت کا پہلو بہت حسین انداز میں شامل کر کے اس تقاضے کو امر کر دیا۔

یہ اللہ کی اپنے حبیب ﷺ سے محبت کے انداز اور اسلوب بیان ہوئے۔ یہ اسلوب اللہ کریم نے ہمیں سکھانے کے لیے اختیار کیا کہ اے ایمان والو! جب تک تم اس ذات ﷺ کی محبت میں گم نہیں ہو جاتے اس سے تعلق اختیار نہیں کر لیتے۔ تمہیں میری پہچان نصیب نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ میں نے یہ دنیا تخلیق ہی اسی ذات اقدس ﷺ کے لیے کی ہے۔

اسی ذات سے تعلق کے بغیر گویا کوئی اچھا کام بھی اچھا نہیں۔ یہاں تک کہ ایمان بھی۔ یہاں تک کہ محمد رسول اللہ ﷺ کے بغیر لا الہ الا اللہ بھی قبول نہیں۔ کیونکہ وہ ذات اقدس اس پوری بزم کائنات کا مرکز و محور ہے۔

لوح بھی تو، قلم بھی تو، تیرا وجود الکتاب　　گنبد آگینہ رنگ، تیرے محیط میں حباب
شوکت سنجر و سلیم تیرے جلال کی نمود　　فقیر جنید و بایزید، تیرا جمال بے نقاب
شوق تیرا اگر نہ ہو۔ میری نماز کا امام　　میرا قیام بھی حجاب، میرا سجود بھی حجاب
تیری نگاہ ناز سے دونوں مراد پا گئے　　عقل، غیاب و جستجو عشق حضور و اضطراب

اللہ عزوجل کا اصحاب کو نصرتِ رسول کی تاکید کرنا

اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام کو اس انداز میں اپنے محبوب کی نصرت کا حکم ارشاد فرمایا کہ میرا محبوب کسی کی نصرت کا محتاج نہیں بلکہ ان کی نصرت سے تمہارا اپنا بھلا ہو گا کہ دین کی سربلندی میں تمھاری خدمات شامل ہوں گی اور اس کا تمھیں اجر رضاء کی صورت میں ملے گا ارشاد باری تعالیٰ ہے

إِلَّا تَنصُرُوهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللَّهُ إِذْ أَخْرَجَهُ الَّذِينَ كَفَرُوا ثَانِيَ اثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا ۖ فَأَنزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَيْهِ وَأَيَّدَهُ بِجُنُودٍ لَّمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِينَ كَفَرُوا السُّفْلَىٰ ۗ وَكَلِمَةُ اللَّهِ هِيَ الْعُلْيَا ۗ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ[1]

ترجمہ: اگر تم ان کی (یعنی رسول اللہ ﷺ کی غلبہ اسلام کی جدوجہد میں) مدد نہ کرو گے (تو کیا ہوا) سو بے شک اللہ نے ان کو (اس وقت بھی) مدد سے نوازا تھا جب کافروں نے انہیں (وطنِ مکہ سے) نکال دیا تھا درآنحالیکہ وہ دو (ہجرت کرنے والوں) میں سے دوسرے تھے جب کہ دونوں (رسول اللہ ﷺ اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ) غارِ (ثور) میں تھے جب وہ اپنے ساتھی (ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ) سے فرما رہے تھے غمزدہ نہ ہو بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے پس اللہ نے ان پر اپنی تسکین نازل فرمادی اور انہیں (فرشتوں کے) ایسے لشکروں کے ذریعہ قوت بخشی جنہیں تم نہ دیکھ سکے اور اس نے کافروں کی بات کو پست و فروتر کر دیا، اور اللہ کا فرمان تو (ہمیشہ) بلند و بالا ہی ہے، اور اللہ غالب، حکمت والا ہے

اللہ تعالیٰ نے پہلے پہل اپنے محبوب کریم ﷺ کا ساتھ دینے والوں کے لیے اپنے رضا اور جنت کا اعلان فرمایا ارشاد فرمایا

وَالسَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُم بِإِحْسَانٍ رَّضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي تَحْتَهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ۚ ذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ[2]

ترجمہ: اور مہاجرین اور ان کے مددگار (انصار) میں سے سبقت لے جانے والے، سب سے پہلے ایمان لانے والے اور درجہ احسان کے ساتھ اُن کی پیروی کرنے والے، اللہ ان (سب)

---

[1] التوبة، 9: 40

[2] التوبة، 9: 100

سے راضی ہو گیا اور وہ (سب) اس سے راضی ہو گئے اور اس نے ان کے لیے جنتیں تیار فرما رکھی ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں، وہ ان میں ہمیشہ رہنے والے ہیں، یہی زبردست کامیابی ہے

مشکل حالات میں اپنے محبوب کریم ﷺ کے ساتھ کھڑے رہنے والوں کی عظمت یوں بیان فرمائی

لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِيْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيْغُ قُلُوْبُ فَرِيْقٍ مِّنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّهٗ بِهِمْ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ[1]

ترجمہ: یقیناً اللہ نے نبی (محتشم ﷺ) پر رحمت سے توجہ فرمائی اور ان مہاجرین اور انصار پر (بھی) جنہوں نے (غزوۂ تبوک کی) مشکل گھڑی میں (بھی) آپ (ﷺ) کی پیروی کی اس (صورتِ حال) کے بعد کہ قریب تھا کہ ان میں سے ایک گروہ کے دل پھر جاتے، پھر وہ ان پر لطف و رحمت سے متوجہ ہوا، بے شک وہ ان پر نہایت شفیق، نہایت مہربان ہے

اہل وفا نے جب مشکل ترین حالات میں دامن مصطفیٰ ﷺ سے وابستگی کے جذبہ پر آنچ نہ آنے دی تو اللہ تعالیٰ نے اپنے اوپر ایمان میں مزید پختگی کی نعمت سے نوازا اور اپنے محبوب کا ساتھ نبھانے والوں کے سچے ہونے کا اعلان فرما دیا

وَلَمَّا رَاَ الْمُؤْمِنُوْنَ الْاَحْزَابَ قَالُوْا هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَصَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَمَا زَادَهُمْ اِلَّا اِيْمَانًا وَّتَسْلِيْمًا مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا[2]

[1] التوبة، 9: 117

[2] الأحزاب، 33: 22-23

ترجمہ: اور جب اہلِ ایمان نے (کافروں کے) لشکر دیکھے تو بول اٹھے کہ یہ ہے جس کا اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) نے ہم سے وعدہ فرمایا تھا اور اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) نے سچ فرمایا ہے سو اس (منظر) سے ان کے ایمان اور اطاعت گزاری میں اضافہ ہی ہوا مومنوں میں سے (بہت سے) مردوں نے وہ بات سچ کر دکھائی جس پر انہوں نے اللہ سے عہد کیا تھا، پس ان میں سے کوئی (تو شہادت پا کر) اپنی نذر پوری کر چکا ہے اور ان میں سے کوئی (اپنی باری کا) انتظار کر رہا ہے، مگر انہوں نے (اپنے عہد میں) ذرا بھی تبدیلی نہیں کی

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا اپنے حبیب ﷺ کی اطاعت سکھانا

اللہ تعالیٰ نے قبلہ کی تبدیلی کے ذریعہ اپنے محبوب کے غلاموں کو (سب کچھ جانتے ہوئے) پرکھا تاکہ دنیا جان لے کہ میرے ہاں اپنے محبوب کے ساتھ ہر چیز سے بڑھ کر تعلق کا جذبہ قبول ہے اور ارشاد فرمایا

وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِي كُنْتَ عَلَيْهَا إِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَتَّبِعُ الرَّسُولَ مِمَّنْ يَنْقَلِبُ عَلَى عَقِبَيْهِ[1]

ترجمہ: اور آپ پہلے جس قبلہ پر تھے ہم نے صرف اس لیے مقرر کیا تھا کہ ہم (پرکھ کر) ظاہر کر دیں کہ کون (ہمارے) رسول (ﷺ) کی پیروی کرتا ہے (اور) کون اپنے الٹے پاؤں پھر جاتا ہے۔"

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کی اتباع کو اپنی محبت کے حصول کا ذریعہ قرار دیا ارشاد فرمایا

قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ[2]

---

[1] البقرۃ، 143:2

[2] آل عمران، 31:3

ترجمہ: (اے حبیب!) آپ فرما دیں اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو تب اللہ تمہیں (اپنا) محبوب بنا لے گا اور تمہارے لئے تمہارے گناہ معاف فرما دے گا اور اللہ نہایت بخشنے والا مہربان ہے

رَبَّنَآ اٰمَنَّا بِمَآ اَنْزَلْتَ وَاتَّبَعْنَا الرَّسُوْلَ فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ[1]

ترجمہ: اے ہمارے رب! ہم اس کتاب پر ایمان لائے جو تو نے نازل فرمائی اور ہم نے اس رسول کی اتباع کی سو ہمیں (حق کی) گواہی دینے والوں کے ساتھ لکھ لے"

اللہ تعالیٰ نے ہر معاملہ میں اپنے محبوب سے رجوع کرنے کا حکم ارشاد فرمایا

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا[2]

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول (ﷺ) کی اطاعت کرو اور اپنے میں سے (اہلِ حق) صاحبانِ امر کی، پھر اگر کسی مسئلہ میں تم باہم اختلاف کرو تو اسے (حتمی فیصلہ کے لئے) اللہ اور رسول (ﷺ) کی طرف لوٹا دو اگر تم اللہ پر اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتے ہو، (تو) یہی (تمہارے حق میں) بہتر اور انجام کے لحاظ سے بہت اچھا ہے"

گناہوں کی معافی کے لیے بھی محبوب کے قدموں میں آکر معافی مانگنے کا طریقہ بیان فرمایا

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ ط وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا[3]

---

[1] آل عمران، 3: 53

[2] النساء، 4: 59

[3] النساء، 4: 64

ترجمہ: اور ہم نے کوئی پیغمبر نہیں بھیجا مگر اس لیے کہ اللہ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے اور (اے حبیب!) اگر وہ لوگ جب اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھے تھے آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاتے اور اللہ سے معافی مانگتے اور رسول (ﷺ) بھی ان کے لیے مغفرت طلب کرتے تو وہ (اس وسیلہ اور شفاعت کی بنا پر) ضرور اللہ کو توبہ قبول فرمانے والا نہایت مہربان پاتے

اپنے محبوب کی اطاعت سے روگردانی کرنے کو باور کروادیا کہ اس طرح تم اپنا نقصان کروگے رہ گئی میرے محبوب کی بات تو ان کے ذمہ صرف تمہیں پیغام پہنچانا ہے

وَ اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاحْذَرُوْا ج فَاِنْ تَوَلَّیْتُمْ فَاعْلَمُوْا اَنَّمَا عَلٰی رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ[1]

ترجمہ: اور تم اللہ کی اطاعت کرو اور رسول (ﷺ) کی اطاعت کرو اور (خدا اور سول ﷺ کی مخالفت سے) بچتے رہو، پھر اگر تم نے روگردانی کی تو جان لو کہ ہمارے رسول پر صرف (احکام کا) واضح طور پر پہنچا دینا ہی ہے (اور وہ یہ فریضہ ادا فرما چکے ہیں)"

اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات پر ایمان کے ساتھ ساتھ اپنے محبوب پر ایمان کو ذریعہ ہدایت بنا دیا چنانچہ ارشاد فرمایا

فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ الَّذِیْ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ كَلِمٰتِهٖ وَ اتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ[2]

ترجمہ: سو تم اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) پر ایمان لاؤ جو (شانِ اُمیّت کا حامل) نبی ہے (یعنی اس نے اللہ کے سوا کسی سے کچھ نہیں پڑھا مگر جمیع خلق سے زیادہ جانتا ہے اور کفر و شرک کے معاشرے میں جوان ہوا مگر بطنِ مادر سے نکلے ہوئے بچے کی طرح معصوم اور پاکیزہ ہے) جو اللہ

[1] المائدة، 5: 92

[2] الأعراف، 7: 158

پر اور اس کے (سارے نازل کردہ) کلاموں پر ایمان رکھتا ہے اور تم انہی کی پیروی کرو تاکہ تم ہدایت پا سکو۔

اطاعت رسول شرط ایمان ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے

وَاَطِیْعُوا اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗٓ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ[1]

ترجمہ: اور اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کی اطاعت کیا کرو اگر تم ایمان والے ہو۔

اللہ کے رسول ﷺ کی بات ماننے سے حقیقی حیات نصیب ہوتی ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِیْبُوْا لِلّٰہِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاکُمْ لِمَا یُحْیِیْکُمْ[2]

ترجمہ: اے ایمان والو! جب (بھی) رسول (ﷺ) تمہیں کسی کام کے لیے بلائیں جو تمہیں (جاودانی) زندگی عطا کرتا ہے تو اللہ اور رسول (ﷺ) کو فرمانبرداری کے ساتھ جواب دیتے ہوئے (فوراً) حاضر ہو جایا کرو۔"

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو تسلی دیتے ہوئے ارشاد فرمایا

یٰٓاَیُّھَا النَّبِیُّ حَسْبُکَ اللّٰہُ وَمَنِ اتَّبَعَکَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ[3]

ترجمہ: اے نبی (معظّم!) آپ کے لیے اللہ کافی ہے اور وہ مسلمان جنہوں نے آپ کی پیروی اختیار کر لی۔

---

[1] الأنفال، 8:1

[2] الأنفال، 8:24

[3] الأنفال، 8:64

سخت حالات میں اپنے محبوب کے قدموں کے ساتھ وابستگی اختیار کرنے والوں کے لیے اپنی بارگاہ میں قبولیت کا اعلان فرمایا

لَقَدْ تَّابَ اللهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِيْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيْغُ قُلُوْبُ فَرِيْقٍ مِّنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ ط اِنَّهٗ بِهِمْ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ[1]

ترجمہ: یقیناً اللہ نے نبی (معظم ﷺ) پر رحمت سے توجہ فرمائی اور ان مہاجرین اور انصار پر (بھی) جنہوں نے (غزوۂ تبوک کی) مشکل گھڑی میں (بھی) آپ (ﷺ) کی پیروی کی اس (صورتِ حال) کے بعد کہ قریب تھا کہ ان میں سے ایک گروہ کے دل پھر جاتے، پھر وہ ان پر لطف ورحمت سے متوجہ ہوا، بے شک وہ ان پر نہایت شفیق، نہایت مہربان ہے۔

اللہ پاک نے اپنی رحمت کے حصول کے لیے اطاعت مصطفیٰ کا راستہ عطا فرمایا

وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ[2]

ترجمہ: اور تم نماز (کے نظام) کو قائم رکھو اور زکوٰۃ کی ادائیگی (کا انتظام) کرتے رہو اور رسول (ﷺ) کی (مکمل) اطاعت بجالاؤ تاکہ تم پر رحم فرمایا جائے (یعنی غلبہ واقتدار، استحکام اور امن وحفاظت کی نعمتوں کو برقرار رکھا جائے)۔

عَنْ حُذَيْفَةَ رضی الله عنه قَالَ: حَدَّثَنَا رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: أَنَّ الْأَمَانَةَ نَزَلَتْ مِنَ السَّمَاءِ فِي جَذْرِ قُلُوْبِ الرِّجَالِ، وَنَزَلَ الْقُرْآنُ فَقَرَءُوْا الْقُرْآنَ، وَعَلِمُوْا مِنَ السُّنَّةِ[3]

[1] التوبۃ، 9: 117

[2] النور، 24: 56

[3] أخرجه البخاري في الصحيح، كتاب: الاعتصام بالكتاب والسنة، باب: الاقتداء بسنن رسول الله ﷺ، الرقم: 6848، ومسلم في الصحيح، كتاب: الإيمان، باب: رفع الأمانة والإيمان من بعض القلوب، وعرض الفتن على القلوب، الرقم: 143، والترمذي في السنن، كتاب: الفتن، باب: ما جاء في رفع الأمانة، الرقم: 2179، وأحمد بن حنبل في المسند، الرقم: 23303

ترجمہ: حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ہم سے بیان فرمایا: (وحی الٰہی کی) امانت آسمان سے لوگوں کے دلوں کی تہہ میں نازل فرمائی گئی اور قرآن کریم نازل ہوا۔ سو انہوں نے قرآن کریم پڑھا اور سنت سیکھی۔

حبِ محمد مصطفیٰ ﷺ کا اللہ کی طرف سے اجر عظیم

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم ﷺ کے ہاتھ پر اظہار یکجہتی کے لیے بیعت کی تو اللہ تعالیٰ نے اپنی رضا کا اعلان فرمایا اور اسلوب بیان بھی خوبصورت انداز میں فرمایا کہ اس محفل کی منظر کشی فرمائی

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا[1]

ترجمہ: بے شک اللہ مومنوں سے راضی ہو گیا جب وہ (حدیبیہ میں) درخت کے نیچے آپ سے بیعت کر رہے تھے، سو جو (جذبۂ صدق و وفا) ان کے دلوں میں تھا اللہ نے معلوم کر لیا تو اللہ نے ان (کے دلوں) پر خاص تسکین نازل فرمائی اور انہیں ایک بہت ہی قریب فتحِ (خیبر) کا انعام عطا کیا

[1] الفتح، 48: 18

آپ ﷺ کی صحبت و سنگت اختیار کرنے والوں کی شان بیان فرمائی

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ ؕ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ[1]

ترجمہ: محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں، اور جو لوگ آپ (ﷺ) کی معیت اور سنگت میں ہیں (وہ) کافروں پر بہت سخت اور زور آور ہیں آپس میں بہت نرم دل اور شفیق ہیں۔

وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ[2]

ترجمہ: اور آپ اپنا بازو ے (رحمت و شفقت) ان مومنوں کے لیے بچھا دیجئے جنہوں نے آپ کی پیروی اختیار کر لی ہے"

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَ الصِّدِّيْقِيْنَ وَ الشُّهَدَآءِ وَ الصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا[3]

اور جو کوئی اللہ اور رسول (ﷺ) کی اطاعت کرے تو یہی لوگ (روزِ قیامت) ان (ہستیوں) کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے (خاص) انعام فرمایا ہے جو کہ انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین ہیں اور یہ بہت اچھے ساتھی ہیں

[1] الفتح، 48: 29

[2] الشعرائ، 26: 215

[3] النساء، 4: 69

محبتِ مصطفیٰ ﷺ کے تقاضوں کو پورا کرنے میں صحابہ رضی اللہ عنہم کی وارفتگیاں

تمام تعریفیں اس ذات کے لیے جس نے احسان کرتے ہوئے ہمیں محمد ﷺ جیسی عظیم نعمت عطا فرمائی۔ بے حساب صلوۃ وسلام رحمت و برکت والے آقائے مجسم ﷺ پر جن کی محبت عین ایمان ہے۔ سلام ہو اصحاب رسول ﷺ پر جنہوں نے تکمیل ایمان یعنی محبت رسول ﷺ کا اسلوب ہم گناہ گاروں اور محبت کے طالبوں کے سامنے کیا۔ حضور نبی کریم ﷺ کی ذات مبارک ہم سب کے ایمان بلکہ پوری کائنات کا مرکز و محور ہے۔ کائنات کا تمام تر حسن و جمال ابد الآباد تک آفتاب رسالت ﷺ کے جلوں کی خیرات ہے۔

خالق کل جہاں کی اپنے حبیب ﷺ کے ساتھ محبت کا تذکرہ سنا، یہ دیکھا کہ اللہ کریم نے کس حسین انداز میں اپنے محبوب کے ساتھ محبت کے تقاضوں کو سمجھایا۔ بلکہ ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہیں، ہمیں سمجھنا ہوگا کہ ان تقاضوں کا ظہور خالق کائنات کے اسلوب سے ہوا یعنی کہ اللہ نے خود حبیب ﷺ سے محبت کا طریقہ بیان (define) کیا اور اصحاب رسول ﷺ کے عمل سے نمونہ باقی امت کے سامنے کر دیا۔

اس سے ایک چیز تو واضح ہو گئی کہ جب تک صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور ﷺ سے اپنی جانوں، اپنے مال و اولاد، عزت و آبرو، والدین اور اپنی جان سے بڑھ کر محبت نہیں کرتے تھے تو وہ اپنے ایمان کو مکمل ہی نہیں سمجھتے تھے۔ وہ آپ ﷺ کے فرمان پر جانیں نثار کر دیتے تھے۔ انہیں جب ہجرت کا حکم ملا تو اپنا گھر بار، مال و دولت، والدین اور سب رشتے ناتے چھوڑ کر مدینہ منورہ کی جانب روانہ ہو گئے۔ اب ان کے لیے مدینہ منورہ دیارِ غیر تھا، وہاں ان کا نہ کوئی کاروبار تھا، نہ رشتہ دار اور نہ ہی کوئی جان پہچان تھی۔ وہ وہاں ہمہ وقت دن ہو یا رات حضور ﷺ کے حکم کے منتظر رہتے تھے۔ بعد ازاں یہ وہی صحابہ کرام

رضی اللہ عنہم تھے، جنہوں نے مختلف غزوات میں حضور ﷺ کی خاطر ہنس ہنس کر اپنی جانوں کے نذرانے پیش کئے یہ وہی تھے جو حضور ﷺ کی خاطر انتہائی نامساعد حالات میں بھی پوری جانفشانی سے پیٹ پر پتھر باندھ کر خندق کھود رہے تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنے عمل کے ذریعے سے ثابت کر دیا کہ وہ جان ومال، اعزاوا قارب اور ہر شے سے بڑھ کر حضور ﷺ کو اولیت دیتے ہیں۔

اصحاب رضی اللہ عنہم کا لزومِ سنگت و صحبت اور شوق دیدار

محبوب سے ملاقات، شوق دیدار، پہلا قرینہ ہے، پہلا ضابطہ ہے پہلا قائدہ ہے محبت کے تقاضوں کا۔
صحابہ کرام رضی اللہ عنہم دنیا کے وہ خوش نصیب ترین انسان تھے کہ انہوں نے حالت ایمان میں رحمت و برکت والے رفیع الشان آقائے محتشم ﷺ کی زیارت کی سعادت حاصل کی اور ان پاک فضاؤں میں سانس لیا جو شفیع مذنباں رحمت للعالمین ﷺ کی پاک انفاس سے معطر تھیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حضور نبی اکرم ﷺ کی زیارت سے بڑھ کر کوئی چیز محبوب نہ تھی۔ آقا کریم ﷺ کی محبت و سنگت انہیں دنیا و مافیھا کی ہر نعمت سے بڑھ کر عزیز تھی۔ یہ محبت کا پہلا تقاضہ ہے۔

اس حسن بے مثال سے جدائی کا تصور بھی ان کے لئے سوہانِ روح بن جاتا ہے۔ وہ چاہے کتنے مغموم و رنجیدہ ہوتے، آقائے دوجہاں ﷺ کی بارگاہ میں آتے ہی ان کے دل وجان کو راحت و سکون کی دولت مل جاتی۔ پھر وہ عالم وارفتگی میں آقائے دوجہاں ﷺ کی دائمی رفاقت کی آرزو اور تمنا میں گم ہو جاتے۔ انہیں یہ اندیشہ بے تاب رکھتا کہ کہیں ان سے محبت مصطفی ﷺ کی گراں بہا نعمت چھن نہ جائے۔ تفسیر الدر المنثور میں علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ حدیث روایت کرتے ہیں ۔

> جاء رجل من الأنصار إلى الرسول صلى الله عليه وسلم فقال: لأنت أحب إلى من نفسى وولدى وأهلى ومالى، ولولا أنى آتيك فأراك لظننت أنى سأموت، وبكى الأنصارى، فقال

له رسول الله صلى الله عليه وسلم: «ما أبكاك» قال: ذكرت أنك ستموت ونموت فترفع مع النبيين ونحن إن دخلنا الجنة كنا دونك، فكيف نراك وأنت فوقنا ونحن تحت؟ حتى في الجنة لوعة لعدم رؤية الحبيب صلى الله عليه وسلم ظنها ذلك الصحابي، فلم يخبره النبي صلى الله عليه وسلم بشيء، فأنزل الله عزوجل على رسوله صلى الله عليه وسلم: وَمَن يُطِعِ اللّهَ وَالرَّسُولَ فَأُوْلَئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللّهُ عَلَيْهِم مِّنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاء وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولَئِكَ رَفِيقًا ذَلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللّهِ [1] [2]

ترجمہ: ایک انصاری صحابی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ آپ ﷺ مجھے اپنی جان، مال اہل و عیال سے زیادہ محبوب ہیں اور جب تک میں آپ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر آپ ﷺ کی زیارت نہ کر لوں تو محسوس کرتا ہوں کہ میں اپنی جان سے گزر جاؤں گا۔ یہ بیان کرتے ہوئے وہ انصاری صحابی رضی اللہ عنہ زار و قطار رو پڑے۔ اس پر بے کسوں کے والی سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا یہ نالۂ غم کس لیے؟ تو وہ عرض کرنے لگے کہ یا رسول اللہ ﷺ ہم صبح و شام آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوتے ہیں۔ دید سے قلب و روح کو تسکین پہنچاتے ہیں اور آپ ﷺ کی صحبت سے فیض یاب ہوتے ہیں۔ کل آخرت میں آپ ﷺ انبیائے کرام کے ساتھ بلند مقام پر ہوں گے۔ ہم آپ ﷺ تک رسائی نہ ہونے کی وجہ سے دید سے محروم ہوں گے۔ نبی پاک ﷺ نے سکوت اختیار فرمایا اللہ کریم کو یہ جذبہ محبت، دید کی یہ پیاس اس قدر پسند آئی کہ اللہ رب العزت نے آپ ﷺ کے حسن و جمال، کمال کے اوپر مر مٹنے والی عشاق کو اخروی زندگی میں ابدی رفاقت مصطفیٰ ﷺ کا مژدہ جانفزا سنایا۔

[1] سورۃ النساء 4: 70-69

[2] الدر المنثور فی التفسیر بالماثور تحت سورۃ النساء، آیت 70،69

ارشاد باری تعالیٰ ہوا

وَمَن يُطِعِ اللهَ وَالرَّسُولَ فَأُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللهُ عَلَيْهِم[1]

ترجمہ: اور جو کوئی اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کرے تو یہی لوگ ان ہستیوں میں شامل ہوں گے جن پر اللہ نے خاص انعام فرمایا۔

کائنات کا سارا حسن و جمال نبی آخر زمان حضور رحمت عالم کے چہرہ انور میں سمٹ آیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرہ انور کی زیارت سے مشرف ہونے والا ہر شخص جمال مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اس طرح کھو جاتا ہے کہ کسی کو آنکھ جھپکنے کا یارا بھی نہ ہوتا۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں،

کان رجل عند النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ینظر الیہ لا یطرف

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرہ انور کو اس طرح ٹکٹکی باندھ کر دیکھتا کہ آنکھ تک نہ جھپکتا۔ جانثار صحابی رضی اللہ عنہ کی حالت دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ما بالك اس طرح دیکھنے کا سبب کیا ہے: یا ابی و امی! اتمتع من النظر الیك میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قربان! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرہ انور کی دید سے لطف اندوز ہوتا ہوں۔[2] یہ تھا اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا شوق دیدار اور محبت کے اولین تقاضے کو پورا کرنے میں ہمارے لیے (امت کے لیے) نمونہ۔

صحابہ کرام اور بعد میں آنے والے انہی پروانوں کے جذبات کو حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یوں بیان فرمایا۔

---

[1] النسأ۔ 4:69

[2] اخرجہ قاضی عیاض فی الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ، 2/20

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی الله عنه أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قَالَ: مِنْ أَشَدِّ أُمَّتِي لِي حُبًّا نَاسٌ يَكُوْنُوْنَ بَعْدِي، يَوَدُّ أَحَدُهُمْ لَوْ رَآنِي بِأَهْلِهِ وَمَالِهِ۔

رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَأَحْمَدُ۔[1]

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: میری اُمت میں مجھ سے سب سے زیادہ محبت کرنے والے وہ لوگ ہیں جو میرے بعد ہوں گے، ان میں سے ایک شخص کی یہ آرزو ہو گی کہ کاش وہ اپنے تمام اہل وعیال اور مال ودولت کو قربان کر کے میری زیارت کر لے۔'' اس حدیث کو امام مسلم اور احمد نے روایت کیا ہے۔

قدر نبی دا ایہہ کی جانڑن دنیا دار کمینے

قدر نبی دا جانڑن والے سو گئے وچ مدینے

عَنِ ابْنِ سِيْرِيْنَ قَالَ: قُلْتُ لِعُبَيْدَةَ: عِنْدَنَا مِنْ شَعَرِ النَّبِيِّ ﷺ، أَصَبْنَاهُ مِنْ قِبَلِ أَنَسٍ، أَوْ مِنْ قِبَلِ أَهْلِ أَنَسٍ، فَقَالَ: لَأَنْ تَكُوْنَ عِنْدِي شَعَرَةٌ مِنْهُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا.[2]

رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

ترجمہ: امام ابن سیرین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میں نے حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ کو بتایا: ہمارے پاس حضور نبی اکرم ﷺ کے کچھ موئے مبارک ہیں جنہیں ہم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یا حضرت انس رضی اللہ عنہ کے گھر والوں سے حاصل کیا ہے۔ حضرت

1 أخرجه مسلم في الصحيح، كتاب الجنة وصفة نعيمها وأهلها، باب فيمن يود رؤية النبي ﷺ بأهله وماله، الرقم: 2832، وأحمد بن حنبل في المسند، الرقم: 9388، والديلمي في مسند الفردوس، الرقم: 809

2 أخرجه البخاري في الصحيح، كتاب الوضوء، باب الماء الذي يغسل به شعر الإنسان وكان عطاء لا يرى، الرقم: 168، والبيهقي في السنن الكبرى، الرقم: 13188

عبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر ان میں سے ایک موئے مبارک بھی میرے پاس ہوتا تو وہ مجھے دنیا کی ساری نعمتوں سے کہیں زیادہ محبوب ہوتا۔"

اس حدیث کو امام بخاری نے روایت کیا ہے۔

کسی کی محبت لینے کے لیے خواہ وہ محبت عقلی ہو یا طبعی، اس ذات کا مجسم شکل میں اپنی صفات کے ساتھ سامنے ہونا ضروری ہے۔ اللہ نے اپنی محبت اور پہچان کے لیے حضور ﷺ کو سامنے کیا۔ اور ہم نے مذکورہ بالا احادیث میں دیکھا کہ قیامت تک آنے والی امت کے لیے حضور ﷺ نے فرمادیا کہ میرے وارثین خلفاء اور غلام ہوں گے۔ وہ نور محمدی ﷺ سے اس قدر فیض یاب ہوں گے کہ ان کی محبت گویا کہ میری محبت ہے۔ ان کی محبت میری محبت حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّهُ قَالَ: «لَا نَبِيَّ بَعْدِي» ، قَالُوا: فَمَا يَكُونُ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ: يَكُونُ خُلَفَاءُ، بَعْضُهُمْ عَلَى أَثَرِ بَعْضٍ، فَمَنِ اسْتَقَامَ مِنْهُمْ فَفُوا لَهُمْ بَيْعَتَهُمْ، وَمَنْ لَمْ يَسْتَقِمْ فَأَدُّوا إِلَيْهِمْ حَقَّهُمْ وَسَلُوا اللهَ الَّذِي لَكُمْ[1]

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ میرے بعد کوئی نبی نہ ہو گا۔ صحابہ کرام نے عرض کیا تو کون ہو گا یارسول اللہ ﷺ۔ آپ ﷺ نے فرمایا خلفاء ہوں گے پھر ان کے خلفاء ہوں گے پس جسے تم ان میں سے استقامت پر پاؤ اس کے ساتھ بیعت نبھاؤ۔

[1] اخرجه اسحاق بن راهويه فی المسند، مايروی، عن أبی حازم سلمان الأشجعی، عن أبی هريرة رضی الله عنه، عن النبی ﷺ، رقم: 223

ایک اور حدیث میں آتا ہے،

وَإِنَّ أَحِبَّائِی وأَوْلِيَائِی الَّذِينَ يُذْكَرُونَ بِذِكْرِی، وَأُذْكَرُ بِذِكْرِهِمْ[1]

ترجمہ: بے شک میرے احباب اور اولیاء وہ لوگ ہیں کہ میرے ذکر کرنے سے وہ یاد آجاتے ہیں اور ان کا ذکر کرنے سے میں یاد آجاتا ہوں۔

ہم سب کے امام حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمہ اللہ نے اپنے مرشد حضرت باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں فرمایا کہ ہم نے تو رسول اللہ ﷺ کی صحبت و سنگت اور معیت نہیں پائی لیکن صد شکر ہے کہ ہمیں آقا کریم ﷺ کے سچے وارث کی غلامی نسبت اور توجہ میسر ہے۔اسی پر تو حضرت باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمادیا کہ مجھے تجھ سے بوئے صحابیت آتی ہے۔

ہمارے لیے کیا سبق ملا؟ ہم سالکین کو اپنے مرشد گرامی، وارث رسول ﷺ سے اسی طرح محبت کے تقاضے نبھانے کی ضرورت ہے۔ جس طرح اصحاب رسول ﷺ نے مرشد حقیقی جناب رسول اکرم ﷺ سے نبھائی۔ ہمیں اپنے اندر ٹٹولنا ہوگا کہ کیا ہمارے اندر و شوق دیدار و زیارت و ملاقات بمثل اصحاب رسول ﷺ موجود ہے؟

اس بات کو ایک مثال سے واضح کیا جاسکتا ہے۔ اگر کسی کا دل T20 کرکٹ میں لگا ہو تو اپنے کئی اہم کاموں کو چھوڑ کر میچ دیکھے گا۔

[1] الطبرانی فی المعجم الاوسط ، باب الألف ، من اسمه أحمد، رقم:651 والھیثمی فی المجمع الزوائد، کتاب الإیمان، باب فی خصال الإیمان، رقم:191

کسی کو کوئی بیماری ہو اور دوائی صرف AFIC سے ملے اور ایک بار آنے سے صرف ایک ماہ یا چند ہفتوں کی ملے تو کیا گھر میں کوئی مجبوری چھٹی کا کوئی مسئلہ (problem) اور کئی اہم کاموں کے باوجود وہ معین مدت کے بعد دوائی (medicine) لینے آئے گا یا نہیں؟

ضرور آئے گا!!

ہمیں یہ بات (realize) کرنی ہو گی کہ ہمارے اندر بھی نافرمانی و غفلت و عصیاں کی بیماری ہے۔اور اس کے تدارک کے لیے بندگی کی دوا ملے گی تو مرشد کریم کی نور والی نگاہ سے۔ ہمیں بھی اس بات کی تانگ لگی ہوئی ہوتا کہ کوئی مجبوری کوئی تکلیف کوئی اور چیز استاد، رہبر رہنما مرشد کریم کی زیارت وملاقات میں آڑے آئے؟؟ یقیناً نہیں!!

سلطان باہو رحمہ اللہ فرماتے ہیں،

مُرشد دا دیدار وے باہو مینوں لکھ کروڑاں حجاں ہو

بقول شاعر

تیرا در ہے میرا کعبہ، تیرا کوچہ میری جنت　　تیرے چہرے کی زیارت میرا حج اکبری ہے

یہ تھا پہلا تقاضہ محبت۔ محبوب ﷺ کا شوق دیدار و زیارت وملاقات اور اس کی صحبت و سنگت و معیت کی تمنا۔

اصحاب رضوان اللہ علیہم کی زندگیاں ذکر رسول اور تصورِ محبوب ﷺ سے عبارت ہونا

کتاب محبت کا ایک اور ورق پلٹیے ،

محبت کی علامت و تقاضا یہ بھی ہے کہ محبت محبوب کا بہ کثرت ذکر کرتا ہے۔اصحاب رسول ﷺ کی تو زندگیاں ہی ذکر رسول ﷺ سے عبارت تھیں۔جب بھی ملتے حضور ﷺ کے شمائل و خصائص کا

تذکرہ کرتے۔ ایک دوسرے سے سلام وجواب کے بعد بھی پوچھتے کہ حضور ﷺ کیسے ہیں۔ کوئی نئی بات جو آپ ﷺ نے فرمائی ہو۔ گویا کہ رسول اکرم ﷺ کی یاد ہمہ وقت ان کے قلب وذہن میں رہتی تھی۔ صحابہ اکرام کی ہر ادا میں حضور ﷺ کی محبت اور تڑپ جھلکتی نظر آتی ہے جیسا کہ حدیث مبارکہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ہمیشہ اپنے محبوب کی یاد میں رویا کرتے تھے

عَنْ عُمَرَبْنِ مُحَمَّدٍ رضی الله عنه عَنْ اَبِيْهِ قَالَ: مَا سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ رضی الله عنهما يَذْكُرُ النَّبِيَّ ﷺ قَطُّ إِلَّا بَكٰى رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ[1]

ترجمہ: حضرت عمر بن محمد رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے جب بھی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو حضور نبی اکرم ﷺ کا ذکر کرتے ہوئے سنا تو اُن کی آنکھوں سے آنسو رواں ہوتے۔ اس حدیث کو امام دارمی نے روایت کیا ہے۔

وفی روا رواية: عَنْ عُمَرَبْنِ مُحَمَّدِ بْنِ زَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ: سَمِعْتُ اَبِي يَقُوْلُ: مَا ذَكَرَ ابْنُ عُمَرَ رضی الله عنهما رَسُوْلَ اللهِ ﷺ إِلَّا بَكٰى وَمَا مَرَّ عَلٰى رِبْعِهِمْ إِلَّا غَمَضَ عَيْنَيْهِ. رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ.[2]

ترجمہ: ایک روایت میں حضرت عمر بن محمد بن زید بن عبداللہ بن عمر سے مروی ہے کہ میں نے اپنے والد سے سنا: انہوں نے بیان کیا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب بھی رسول اللہ ﷺ کا ذکر کرتے تو آبدیدہ ہو جاتے، اور جب بھی آپ ﷺ کے (آثار و) مقامات سے گزرتے تو آنکھیں بند کر لیتے۔“ اسے امام بیہقی نے روایت کیا ہے۔

[1] أخرجه الدارمي في السنن، باب في وفاة النبي ﷺ، الرقم: 86.

[2] أخرجه البيهقي في المدخل إلى السنن الكبرى، باب أقاويل الصحابة ؓ إذا تفرقوا فيها ويستدل به، الرقم: 113

آپ ﷺ کی طویل مدت تک خدمت کا شرف پانے والے صحابی کی راتیں بھی محبوب کی محبت میں تڑپتے گزرتی تھیں۔

عَنِ الْمُثَنَّى بْنِ سَعِيْدِ الذَّرَاعِ قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رضی الله عنه يَقُوْلُ: مَا مِنْ لَيْلَةٍ إِلَّا وَأَنَا أَرَى فِيْهَا حَبِيْبِي ﷺ، ثُمَّ يَبْكِي. رَوَاهُ ابْنُ سَعْدٍ وَابْنُ عَسَاكِرَ.[1]

ترجمہ: حضرت مثنی بن سعید ذراع روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: (آپ ﷺ کے وصال کے بعد) کوئی ایک رات بھی ایسی نہیں گزری جس میں، میں نے اپنے محبوب آقا ﷺ کی زیارت نہ کرتا ہوں یہ کہہ کر حضرت انس رضی اللہ عنہ زار و قطار رونے لگے۔

اسے امام ابن سعد اور ابن عساکر نے روایت کیا ہے۔

قَالَتْ عَائِشَةُ رضی الله عنها: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُوْلِ اللهِ ﷺ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، إِنَّكَ لَأَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ نَفْسِي وَإِنَّكَ لَأَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَهْلِي وَأَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ وَلَدِي، وَإِنِّي لَأَكُوْنُ فِي الْبَيْتِ، فَأَذْكُرُكَ، فَمَا أَصْبِرُ حَتَّى آتِيَكَ، فَأَنْظُرُ إِلَيْكَ، وَإِذَا ذَكَرْتُ مَوْتِي وَمَوْتَكَ عَرَفْتُ أَنَّكَ إِذَا دَخَلْتَ الْجَنَّةَ رُفِعْتَ مَعَ النَّبِيِّيْنَ، وَأَنِّي إِذَا دَخَلْتُ الْجَنَّةَ حَسِبْتُ أَنْ لَا أَرَاكَ، فَلَمْ يَرُدَّ إِلَيْهِ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ شَيْئًا، حَتَّى نَزَلَ جِبْرِيْلُ عليه السلام بِهٰذِهِ الْآيَةِ: {وَمَنْ يُطِعِ اللهَ وَالرَّسُوْلَ فَأُولٰئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ أَنْعَمَ اللهُ عَلَيْهِمْ} [النساء، 4: 69] فَدَعَا بِهِ، فَقَرَأَهَا عَلَيْهِ[2]

[1] أخرجه ابن سعد في الطبقات الكبرى، ج7، ص:20 وابن عساكر في تاريخ مدينة دمشق، ج9، ص:358، والذهبي في سير اعلام النبلاء، ج3، ص:403

[2] أخرجه الطبراني في المعجم الأوسط، الرقم: 477، وفي المعجم الصغير، الرقم: 52، وأبو نعيم في حلية الأولياء، ج4، ص:240، ج8، ص:125، والهيثمي في مجمع الزوائد، ج7، ص:7

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک صحابی حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر عرض گذار ہوئے: یا رسول اللہ ﷺ! آپ مجھے میری جان، اہل و عیال اور اولاد سے بھی زیادہ محبوب ہیں۔ جب میں اپنے گھر میں ہوتا ہوں تو آپ کو ہی یاد کرتا رہتا ہوں اور اس وقت تک چین نہیں آتا جب تک حاضر ہو کر آپ کی زیارت نہ کر لوں۔ لیکن جب مجھے اپنی موت اور آپ کے وصال مبارک کا خیال آتا ہے تو سوچتا ہوں کہ آپ تو جنت میں انبیاء کرام علیہم السلام کے ساتھ بلند ترین مقام پر جلوہ افروز ہوں گے اور جب میں جنت میں داخل ہوں گا تو خدشہ ہے کہ کہیں آپ کی زیارت سے محروم نہ ہو جاؤں۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے اس صحابی کے جواب میں سکوت فرمایا: یہاں تک کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام اس آیت مبارکہ کو لے کر نازل ہوئے {اور جو کوئی اللہ اور رسول (ﷺ) کی اطاعت کرے تو یہی لوگ (روز قیامت) اُن (ہستیوں) کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے (خاص) انعام فرمایا ہے...} پس آپ ﷺ نے اس شخص کو بلایا اور اسے (سورہ نساء کی) یہ آیت پڑھ کر سنائی۔

صحابہ کرام کے لیے ہر مشکل سے نجات بھی محبوب کا نام تھا جیسا کہ حدیث مبارکہ ہے

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَعْدٍ، قَالَ: كُنْتُ عِنْدَ ابْنِ عُمَرَ رضی الله عنهما فَخَدِرَتْ رِجْلُه، فَقُلْتُ: يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، مَا لِرِجْلِكَ؟ قَالَ: اجْتَمَعَ عَصَبُهَا مِنْ هَاهُنَا. فَقُلْتُ: أُدْعُ أَحَبَّ النَّاسِ إِلَيْكَ. فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ. فَانْبَسَطَتْ.[1]

رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ فِي الْأَدَبِ وَابْنُ السُّنِّيِّ وَاللَّفْظُ لَه.

ترجمہ: حضرت عبد الرحمن بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ تھے کہ ان کا پاؤں سن ہو گیا تو میں نے ان سے عرض کیا: اے ابو عبد الرحمن! آپ کے پاؤں کو کیا ہوا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا: یہاں سے میرے پٹھے کھینچ گئے ہیں تو میں نے عرض کیا: تمام لوگوں میں سے جو ہستی آپ کو سب سے زیادہ محبوب ہو اسے پکاریں، تو انہوں نے یا محمد (صلی اللہ علیک وسلم) کا نعرہ بلند کیا (راوی بیان کرتے ہیں کہ) اسی وقت ان کے اعصاب کھل گئے۔"

اس حدیث کو امام بخاری نے الادب المفرد میں اور ابن السنی نے مذکورہ الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے۔

وفی روایة: خَدِرَتْ رِجْلُ رَجُلٍ عِنْدَ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی الله عنهما، فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رضی الله عنهما: اُذْكُرْ أَحَبَّ النَّاسِ إِلَيْكَ. فَقَالَ: مُحَمَّدٌ ﷺ، فَذَهَبَ خَدِرُه.[1]

ترجمہ: ایک روایت میں ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس بیٹھے کسی شخص کی ٹانگ سن ہو گئی تو انہوں نے اس شخص سے فرمایا: لوگوں میں سے جو تمہیں سب سے زیادہ محبوب ہے، اسے یاد کرو، تو اس شخص نے کہا: (وہ محبوب ترین ہستی) محمد ﷺ ہیں۔ تو (حضور ﷺ کا اسم مبارک لیتے ہی) اُس کی ٹانگ ٹھیک ہو گئی۔

وفی روایة: عَنِ الْهَيْثَمِ بْنِ حَنَشٍ، قَالَ: كُنَّا عِنْدَ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رضی الله عنهما فَخَدِرَتْ رِجْلُه، فَقَالَ لَه رَجُلٌ: اُذْكُرْ أَحَبَّ النَّاسِ إِلَيْكَ فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ (ﷺ)، فَقَالَ: فَقَامَ فَكَأَنَّمَا نُشِطَ مِنْ عِقَالٍ. رَوَاهُ ابْنُ السُّنِّيِّ.[2]

---

[1] اخرجه ابن سنی فی عمل الیوم واللیلة، باب ما یقول إذا خدرت رجله، رقم: 169

[2] اخرجه البخاری فی الادب المفرد، الرقم: 964، وابن الجعد فی المسند، الرقم: 2539، وابن السنی فی عمل الیوم واللیلة، الرقم: 168-170، 172، والقاضی عیاض فی الشفا، الرقم: 1218، ویحیی بن معین فی التاریخ، الرقم: 2953.

ترجمہ: ایک روایت میں حضرت ہیثم بن حنش رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے بیان کیا کہ ہم حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس تھے کہ ایک آدمی کی ٹانگ سن ہو گئی، تو اس سے کسی شخص نے کہا: تمہیں لوگوں میں سے جو سب سے زیادہ محبوب ہے، اُس کا نام لو تو اس نے یا محمد (صلی اللہ علیک وسلم)! کا نعرہ لگایا۔ راوی بیان کرتے ہیں کہ وہ یوں اٹھ کھڑا ہوا گویا باندھی ہوئی رسی سے آزاد ہو کر چست ہو گیا ہو۔ اس حدیث کو امام ابن السنی نے روایت کیا ہے۔

عَنْ عَبْدَةَ بِنْتِ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ رضی الله عنهما قَالَتْ: مَا كَانَ خَالِدٌ يَأْوِي إِلَى فِرَاشٍ إِلَّا وَهُوَ يَذْكُرُ مِنْ شَوْقِهِ إِلَى رَسُوْلِ اللهِ ﷺ، وَإِلَى أَصْحَابِهِ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْأَنْصَارِ يُسَمِّيْهِمْ، وَيَقُوْلُ: هُمْ أَصْلِي وَفَصْلِي، وَإِلَيْهِمْ يَحِنُّ قَلْبِي، طَالَ شَوْقِي إِلَيْهِمْ، فَعَجِّلْ رَبِّي قَبْضِي إِلَيْكَ، حَتّٰى يَغْلِبَهُ النَّوْمُ. رَوَاهُ أَبُوْ نُعَيْمٍ وَابْنُ عَسَاكِرَ.[1]

ترجمہ: حضرت عبدہ بنت خالد بن معدان رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب بھی حضرت خالد رضی اللہ عنہ اپنے بستر پر لیٹتے تو وہ حضور نبی اکرم ﷺ اور آپ ﷺ کے مہاجرین و انصار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا نام لے لے کر ان کے لیے اپنے شوق کا اظہار کرتے اور فرماتے تھے کہ یہ میری اصل اور فصل (یعنی میرا خاندان اور قبیلہ) ہیں اور بس انہی کی طرف میرا دل مشتاق رہتا ہے۔ میرا شوقِ (ملاقات) ان کی طرف طویل ہو گیا ہے۔ سوائے میرے

[1] أخرجه أبو نعيم في حلية الأولياء، ج 5، ص: 210، وابن عساكر في تاريخ مدينة دمشق، ج 16 ص: 199، والذهبي في سير أعلام النبلاء، ج 4 ص: 539، والمزي في تهذيب الكمال، ج 8 ص: 171، والقاضي عياض في الشفا، الرقم: 1212.

رب! مجھے جلد اپنے پاس بلا (تاکہ ملاقاتِ محبوب ﷺ کا سامان ہو جائے) یہاں تک کہ (یہ کہتے کہتے) ان پر نیند غالب آجاتی۔"

اس حدیث کو امام ابو نعیم اور ابن عساکر نے روایت کیا ہے۔

سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اب کہاں جائے گا نقشہ تیرا میرے دل سے
تہہ میں رکھا ہے اسے دل نے بھلانے کے لیے

حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ سے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے بارے میں مروی ہے:

ایک رات آپ عوام کی خدمت کے لیے رات کو نکلے تو آپ نے ایک گھر میں دیکھا کہ چراغ جل رہا ہے۔ ایک بوڑھی خاتون اُون کاتتے ہوئے ہجر وفراق میں ڈوبے ہوئے یہ اشعار پڑھ رہی ہے۔

عَلَى مُحَمَّدٍ صَلَاةُ الْأَبْرَار		صلّی علیه الطَّیِّبون الأخیار
قَدْ کُنْتَ قَوَّامًا بَکِیَّ الْأَسْحَار		یَا لَیْتَ شِعْرِی وَالْمَنَایَا أَطْوَارُ
هَلْ تَجْمَعُنِی وَحَبِیبِی الدَّارُ

محمد ﷺ پر اللہ کے تمام ماننے والوں کی طرف سے سلام اور تمام متقین کی طرف سے بھی۔ آپ راتوں کو اللہ کی یاد میں کثیر قیام کرنے والے اور سحری کے وقت آنسو بہانے والے تھے۔ ہائے افسوس! اسباب موت متعدد ہیں۔ کاش مجھے یقین ہو جائے کہ روز قیامت مجھے آقا کا قرب نصیب ہو سکے گا۔

یہ اشعار سن کر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو بے اختیار اپنے آقا ﷺ کی یاد آگئی اور وہ زار و قطار رو پڑے۔ اہل سیر آگے لکھتے ہیں۔

طرق عليها الباب فقالت : من هٰذا فقال : عمر بن الخطاب فقالت: مالي ولعمر في هٰذه الساعة فقال : افتحي يرحمك الله فلا باس عليك ففتحت له فدخل عليها ، وقال : ردي الكلمات التي قليتها آنفا ، فردتها ، فقال : ادخليني معكما وقولي وعمر فاغفر له ياغفار

ترجمہ: اُنہوں نے دروازے پر دستک دی۔ خاتون نے پوچھا۔ کون؟ آپ نے کہا! عمر بن الخطاب۔ خاتون نے کہا: رات کے ان اوقات میں عمر کو یہاں کیا کام؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ تجھ پر رحم فرمائے تو دروازہ کھول تجھے کوئی پریشانی نہ ہو گی۔ اس نے دروازہ کھولا: آپ اندر داخل ہو گئے اور کہا کہ جو اشعار تو ابھی پڑھ رہی تھی انہیں دوبارہ پڑھ۔ اس نے جب دوبارہ اشعار پڑھے تو آپ کہنے لگے کہ اس مسعود و مبارک اجتماع میں مجھے بھی اپنے ساتھ شامل کر لے اور یہ کہہ کہ ہم دونوں کو آخرت میں حضور ﷺ کا ساتھ نصیب ہو اور اسے معاف کرنے والے عمر کو معاف کر دے۔

بعض اہل سیرت کے مطابق سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ اس کے بعد چند دن تک صاحب فراش رہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپؓ کی عیادت کے لیے آتے رہے۔

قال الإمام القسطلاني : من علامات محبته ﷺ كثرة ذكره، فمن أحب شيئاً أكثر من ذكره۔ وقيل : للمحب ثلاث علامات : أن يكون كلامه ذكر المحبوب، وصمته فكراً فيه، وعمله طاعة له[1]

امام قسطلانی بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ کے ساتھ محبت کی ایک علامت آپ ﷺ کا بکثرت ذکر کرنا ہے۔ کیوں کہ جو شخص جس چیز سے محبت کرتا ہے اس کا ذکر بھی زیادہ کرتا ہے اور یہ بھی مذکور ہے: محب کی تین علامات ہیں: ایک یہ کہ اس کا کلام محبوب کا ذکر ہو، اس کی خاموشی محبوب کی فکر ہو اور اس کا عمل اُس کی فرمانبرداری ہو۔

[1] القسطلاني في المواهب اللدنية بالمنح المحمدية، ج2، ص: 495

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی پوری زندگیاں، ان کا لیل ونہار محبوب کی یاد میں گزرتا تھا۔ وہ اپنے مرشد برحق کے تصور میں مست رہتے تھے اور کائنات کی ہر چیز میں محبوب کے جلووں کی تلاش میں رہتے تھے۔

تصور میں تیرے ہر شے پہ یوں نظریں جماتا ہوں   نہ جانے کون سی شے میں تیرا دیدار ہو جائے

امام قسطلانی کی اس بات (کہ محب کا کام یا محبوب کی بات یا محبوب کی یاد اور خیال میں رہنا) پر غور کریں تو اس سے پتا چلتا ہے کہ انسان کی بیداری میں تین ہی حالتیں ہوتی ہیں یا وہ کوئی کام کر رہا ہوتا ہے یا وہ گفتگو کرتا ہے یا خاموش ہوتا ہے تو ان تینوں حالتوں میں وہ مرشد کی یاد میں ہی ڈوبا ہوا ہو آسان الفاظ میں وہ خیال میں مرشد کی صورت میں مست ہے اسی کو صوفیاء کی اصطلاح میں مرشد کا تصور کہتے ہیں۔ یہ خیال ہی مرید کو اللہ تعالی کے خلاف جانے سے روکنے کا عظیم ذریعہ ہے۔ اسی لیے مرشد کریم فرماتے ہیں کہ تصورِ شیخ، یعنی مرشد کا خیال سالک کے لیے ڈھال ہے، نور ملنے کا ذریعہ ہے، جو بندے کو گناہوں سے بچا کر رکھتا ہے۔

صالحین کی بہت سے تاریخی واقعات تصور شیخ کی افادیت پر گواہ ہیں۔

رابطہ شیخ کے بارے میں حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ فرماتے ہیں، سالک کے لئے سب سے زیادہ قریب راستہ رابطہ شیخ ہے۔

بالفاظہ بدانند کہ حصول رابطۂ شیخ مرید را بے تکلف و بے تعمل علامتِ تام است درمیان پیر و مرید کہ سبب افادہ و استفادہ است و ہیچ طریقے اقرب بوصول از طریقِ رابطہ نیست، تا کدام دولتمند را آں سعادت مست سعد سازند[1]۔

---

[1] مکتوب نمبر ۳۰ دفتر اول حصہ سوم

ترجمہ: جاننا چاہئے کہ بلا تکلف و محنت رابطۂ شیخ میسر آجائے تو یہ پیر و مرید کے مابین مکمل مناسبت کی علامت ہے اور یہی فائدہ حاصل کرنے اور فائدہ پہنچانے کا ذریعہ ہے۔ وہ خوش قسمت آدمی ہے جسے یہ سعادت نصیب ہو۔

اسی موضوع پر مشہور بزرگ عارف باللہ حضرت شیخ شرف الدین احمد بن یحییٰ منیری رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں۔

مرید را باید کہ ربطِ قلب با پیر بود و معنیٰ ربطِ قلب ایں است کہ بداند کہ مرا بخدائے تعالیٰ نرساند مگر پیرِ من "اَلشَّیْخُ فِیْ قَوْمِہٖ کَالنَّبِیِّ فِیْ اُمَّتِہٖ" اشارہ در حقِ ایشاں است و ہر چہ پیر بفرماید ازاں تجاوز نکند اگرچہ ہزاراں ہم عصر بآنجا باشند و در آں وقت دیگراں ہم پیراں و مرشد آں باشند و گویند کہ اگر مرید بداند کہ بہتر از پیر من دیگرے ہست در کار مریدی درست نباید و غرض او حاصل نہ شود۔[1]

ترجمہ: یعنی مرید کو چاہیے کہ اپنے پیر سے رابطہ قلب قائم کرلے۔ رابطہ قلب کا مطلب یہ ہے کہ مرید یہ سمجھے کہ مجھے میرا پیر ہی خدا تعالیٰ سے ملائیگا کوئی دوسرا نہیں۔

حضرتِ علامہ شیخ عبدُالحق محدّث دِہلوی نے "اَخبارُ الاَخیار" میں سرکارِ غوثِ اعظم کے جو مبارک اَقوال نَقل فرمائے ہیں اُن میں سے ایک یہ ہے کہ جو کسی سختی، مشکل (میں مجھے پکارے) یعنی المدد یاغوث کہے اُسے کشادگی حاصل ہو (یعنی مشکل حل ہو)[2]

امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ تعالیٰ بیعت کی غرض سے حضرت نجم الدین کبریٰ رحمہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوئے۔ اس زمانہ میں امام رازی کے پایہ کا متبحر عالم موجود نہیں تھا۔ آپ کو توحید

---

[1] لطائف المعانی ملفوظات حضرت یحیٰ منیری رحمۃ اللہ علیہ صفحہ؟

[2] اخبارُ الاخیار ص ؟

خداوندی پر بڑے مضبوط اور قوی دلائل تقریبا360 کی تعداد میں از بر تھے۔انہوں نے ساری زندگی کفر والحاد کے خلاف جہاد کر کے عقائدِ اسلام کا تحفظ فرمایا لیکن نزع کے وقت شیطان لعین انسانی صورت میں عقائد کے میدان میں حملہ آور ہو کر آپ کے ایمان کی شمع کو گل کرنا چاہتا تھا۔اس نے آکر کہا اے رازی اللہ سبحانہ و تعالی کی ہستی پر دلیل دو۔امام رازی نے دلیل دی تو ابلیس نے اپنی دلیل سے امام رازی کی دلیل کو رد کر دیا۔آپ نے دوسری دلیل دی اس نے وہ بھی رد کر دی۔ حتی کہ امام رازی نے سارے دلائل دے دیئے جو اس لعین نے اپنے دلائل کے ساتھ رد کر دیئے۔قریب تھا کہ امام رازی کا ایمان ڈگمگا جاتا۔آپ کے مرشد کریم حضرت نجم الدین کبری رحمہ اللہ تعالی دور ایک مقام پر وضو فرما رہے تھے۔ہاتھ میں وضو کا پانی لیا اور فضا میں پھینکتے ہوئے فرمایا، "اے رازی! تو کہہ کہ میں خدا کو بغیر دلیل کے اس لئے ایک مانتا ہوں۔[1]

کہ میرے محبوب کریم ﷺ نے اپنی زبان حق ترجمان سے فرمایا تھا کہ خدا ایک ہے"۔تو وہ پانی امام رازی کے سینے پر آکر گرتا ہے اور وہ شیطان کے وار سے محفوظ ہو جاتے ہیں۔

شیخ کامل سے نسبت تھی تو مرتے دم اپنے قوی دلائل سے تو محروم ہو گئے لیکن مرشد کامل کا سہارا اس وقت بھی کام آیا۔کیونکہ ان کے دامن سے ہدایت وابستہ ہوتی ہے۔جو بھی ان کے دامن سے لپٹتا ہے ان کو قرآن حکیم صراط مستقیم کی ضمانت عطا فرماتا ہے۔تو وہ جو ان کے دامن سے وابستہ ہو شیطانی حملوں سے بچ کر بالآخر اپنی منزل مقصود اِلٰی رَبِّکَ مُنْتَہَاھَا تک جاتے ہیں۔

[1] ملفوظات اعلیٰ حضرت، ص: 494

اسی طرح حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے نافرمان مرید کے ساتھ شیاطین کھیلنے لگے۔ وہ روزانہ خواب میں فرشتوں کی صورت میں اس کے سامنے ظاہر ہوتے اور اسے "جنت" کی سیر کراتے، عمدہ کھانوں سے اس کی تواضع کرتے۔ پھر وہ رات بھر "جنت" میں رہتا اور صبح کے وقت "فرشتے" اسے اس کے گھر چھوڑ جاتے۔ بعض سادہ لوح افراد اس کے قریب جمع ہو گئے تھے اور وہ ان معصوم و بے خبر لوگوں کو جنت کی سیر کے افسانے سناتا تھا۔ آخر یہ خبر حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ تک بھی پہنچی، جسے سن کر آپ رحمۃ اللہ علیہ کے چہرۂ مبارک پر اذیت و کرب کے آثار نمایاں ہو گئے۔ پھر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ایک خدمت گار سے فرمایا: "اسے میرے پاس لے آؤ۔ خدا اس کے حال پر رحم کرے۔" جب جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے خادم نے اسے پیر و مرشد کا پیغام دیا تو وہ پر غرور لہجے میں کہنے لگا: "میں خود پیر کامل ہوں۔ مجھے کہیں جانے کی ضرورت نہیں۔ جسے آنا ہو وہ خود چلا آئے۔ میں اسے بھی جنت کی سیر کرادوں گا۔" حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے بڑے صبر و تحمل کے ساتھ اپنے مرید کا جواب سنا۔ پھر نہایت دردمندانہ لہجے میں فرمایا "اگر وہ نہیں آتا تو ہم خود چلے جاتے ہیں۔ اس نادان کو کیا معلوم کہ پیر کی ذمہ داریاں کیا ہوتی ہیں؟ اور جب کسی کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا جاتا ہے تو اس کا مفہوم کیا ہوتا ہے؟" اس کے بعد حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مرید کے یہاں تشریف لے گئے۔ وہ بڑی شان و شوکت کے ساتھ ایک تخت پر بیٹھا ہوا تھا اور اس کے چند معتقد تخت کے نیچے جمع تھے۔ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھ کر مرید نے کسی خاص ادب و احترام کا مظاہرہ نہیں کیا بلکہ اپنی حرکات و سکنات سے یہی تاثر دیتا رہا کہ وہ خود ولایت کے اعلیٰ ترین منصب پر فائز ہے۔ حضرت شیخ نے اپنے مرید کے اس گستاخانہ رویے کو نہایت کشادہ دلی کے ساتھ برداشت کیا۔ پھر

اس کے شب و روز کا حال پوچھا تو وہ اسی انداز میں لاف زنی کرنے لگا۔ ""میں رات بھر جنت کی سیر کرتا ہوں۔ فرشتے میزبان ہوتے ہیں اور خدا کی نعمتیں میرے سامنے پیش کی جاتی ہیں۔""

""اس رات بھی تم جنت کی سیر کو جاؤ گے؟ مرید کی گفتگو سن کر حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا۔ ""یقیناً!"" مرید کی نخوت کا وہی عالم تھا۔ اسے یہ احساس تک نہیں تھا کہ پیر و مرشد اس کے سامنے موجود ہیں۔ ""پھر ہماری خاطر ایسا کرنا کہ جب فرشتے تمہیں بہشت میں لے جائیں اور تمہارے سامنے خدا کی نعمتیں پیش کر دیں تو تم صرف ایک بار ""لاحول..."" پڑھ دینا""۔ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔

""مجھے اس کی کیا ضرورت؟"" مرید نے حیران ہو کر کہا۔ ""تمہیں شاید اس کی ضرورت نہ ہو، مگر میری درخواست ضرور ہے""۔ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مرید کے متکبرانہ طرز عمل کو نظر انداز کرتے ہوئے فرمایا اور واپس تشریف لے آئے۔ آج رات بھی حسب معمول ""فرشتے"" خواب میں آئے اور اسے اونٹ پر سوار کر کے بہشت میں لے گئے۔ مختلف مقامات کی سیر کرانے کے بعد نفیس و لذیذ کھانے پیش کئے۔ اگرچہ اس شخص نے پیر و مرشد کی نصیحت کو دل سے قبول نہیں کیا تھا، لیکن خیال مرشد کا آیا اور اس کی زبان سے کلمہ مقدس نکل گیا۔ ابھی فضا میں ""لاحول ولا قوۃ"" کی گونج باقی تھی کہ تمام ""فرشتے"" چیختے ہوئے بھاگ گئے۔ اب وہ شخص اپنی ""جنت"" میں تنہا تھا اور اس کے سامنے بہشتی کھانوں کے بجائے مردہ انسانوں کی ہڈیاں بکھری ہوئی تھیں۔ یہ پر ہول منظر دیکھ کر حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے نافرمان مرید کی آنکھ کھل گئی۔ اس کا پورا جسم خوف و دہشت سے لرز رہا تھا اور وہ ہذیانی انداز میں چیخ رہا تھا۔ ""فرشتے کیا ہوئے؟ اور میری وہ دلفریب جنت کہاں گئی؟"" پھر جب شیطان کا طلسم چاک ہو گیا تو وہ شخص روتا ہوا پیر و مرشد کی خدمت میں حاضر ہوا اور حضرت جنید

بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے قدموں سے لپٹ کر عرض کرنے لگا "اگر آپ میری رہنمائی نہ فرماتے تو شیطان مجھے اس وادیٔ ظلمات میں لے جا کر ہلاک کر ڈالتا۔ بے شک! مرید کے لئے تنہائی زہر ہے۔[1]

اصحاب رضی اللہ عنہم کی حضور ﷺ سے مزاج آشنائی

صلح حدیبیہ کے موقع پر قریش کی طرف سے بعض سخت شرائط کو دیکھ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے پاس جانے کا واقعہ خود سنایا ہے۔ انھوں نے کہا: "میں نبی کریم ﷺ کے پاس گیا اور عرض کی: "کیا آپ اللہ تعالی کے سچے نبی نہیں؟" آپ نے فرمایا: "کیوں نہیں!" میں نے کہا: "کیا ہم حق پر اور ہمارا دشمن باطل پر نہیں؟" آپ ﷺ نے فرمایا: "یقیناً!" میں نے کہا: "تو پھر ہم اپنے دین میں ذلت کیوں قبول کریں؟" آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "میں اللہ کا رسول ہوں۔ میں اس کی نافرمانی نہیں کر سکتا۔ وہ میری مدد فرمائے گا۔" میں نے کہا: "کیا آپ نے ہم سے یہ نہیں فرمایا تھا کہ ہم بہت جلد بیت اللہ جائیں گے اور طواف کریں گے؟" آپ ﷺ نے فرمایا: "بالکل! لیکن کیا میں نے تم سے یہ کہا تھا کہ تم اسی سے سال بیت اللہ جاؤ گے؟" میں نے کہا: "نہیں۔" آپ نے فرمایا: "یقیناً تم بیت اللہ جاؤ گے اور اس کا طواف کرو گے۔" عمر رضی اللہ عنہ جن کی شان یہ ہے کہ حضور ﷺ نے آپ کے لیے فرمایا کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر رضی اللہ عنہ ہوتے اور آپ کے لیے ہی فرمایا کہ شیطان اس راستے کو چھوڑ دیتا ہے جس سے عمر جاتے ہوں آپ رضی اللہ عنہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے جو کہ راز دار مصطفیٰ ﷺ تھے جو کہ مزاج آشناء مصطفیٰ ﷺ تھے ان سے بھی یہی سوال و جواب کیے۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ سے ان شرائط کے بارے میں تفصیل و

---

[1] تذکرۃ الاولیاء جلد ۱، ص ۱، فارسی (مترجما، ملخصا)

حکمتیں معلوم کیے بغیر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مزاج آشنائی کی وجہ سے ارشاد فرمایا اے عمر! محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، اللہ کے رسول ہے، وہ اپنے رب کی نافرمانی نہیں کر سکتے۔ اللہ تعالیٰ ان کی ضرور مدد فرمائے گا، اس لیے ان کی رکاب کو مضبوطی سے تھامے رکھو، اللہ کی قسم! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حق پر ہیں۔[1]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا کہنا ہے: "میں حدیبیہ کے دن کی اپنی تیز کلامی اور غلطی کے ازالے کے لیے مسلسل روزے رکھتا رہا، صدقے کرتا رہا اور غلام آزاد کرتا رہا حتی کہ مجھے امید ہو گئی کہ اب اللہ تعالی مجھے معاف کر دے گا۔[2] (یہ ابن اسحاق کی روایت ہے جس کی سند حسن ہے) لیکن عمر رضی اللہ عنہ اس وقت تک دلی طور پر مطمئن نہیں ہوئے جب تک قرآن مجید میں فتح کی خوشخبری نازل نہیں ہو گئی۔[3]

جن چیزوں سے محبوب کو پیار ہو ان سے بھی پیار کرنا یہ محبت کا تقاضا ہوتا ہے۔ ایک بزرگ صحابیہ حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا، ان کا نام "برکہ" اور کنیت "ام ایمن" ہے۔ آپ رضی اللہ عنہا حبشہ کی رہنے والی تھیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد محترم جناب عبد اللہ کی کنیز تھیں۔ حضرت عبد اللہ کی وفات کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ سے منسلک ہو گئیں۔ جب حضرت آمنہ کی بھی وفات ہو گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں رہنے لگیں۔ چونکہ ام ایمن رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد اور والدہ کی کنیز تھیں۔ مزید یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت مبارکہ ان کے سامنے ہوئی تھی، اس لئے انہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ابتدائی تربیت اور پرورش کا شرف بھی حاصل تھا۔ اس

---

[1] صحیح البخاری، الشروط، باب الشروط فی الجهاد والمصالحة، رقم: : 2731، 2732

[2] السيرة النبوية لابن هشام: ج3، ص: 440

[3] صحیح مسلم، الجهاد والسیر، باب صلح الحديبية، رقم: 1785

تعلق کے پیشِ نظر حضور ﷺ ان کی زیارت فرمانے جایا کرتے تھے۔ تو آپ ﷺ کے وصال باکمال کے بعد حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ حضور ﷺ اپنی ظاہری حیات میں حضرت ام ایمن کی زیارت کے لیے تشریف لے جاتے تھے آئیں ہم بھی ان کی زیارت کے لیے جاتے ہیں جیسا کہ حدیث پاک ہے۔

عَنْ أَنَسٍ رضی الله عنه قَالَ: قَالَ أَبُوْ بَكْرٍ، بَعْدَ وَفَاةِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ، لِعُمَرَ: انْطَلِقْ بِنَا إِلٰى أُمِّ أَيْمَنَ رضی الله عنها نَزُوْرُهَا. كَمَا كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ يَزُوْرُهَا. فَلَمَّا انْتَهَيْنَا إِلَيْهَا بَكَتْ فَقَالَا لَهَا: مَا يُبْكِيْكِ؟ مَا عِنْدَ اللهِ خَيْرٌ لِرَسُوْلِه. فَقَالَتْ: مَا أَبْكِي أَنْ لَا أَكُوْنَ أَعْلَمُ أَنَّ مَا عِنْدَ اللهِ خَيْرٌ لِرَسُوْلِه ﷺ، وَلٰكِنْ أَبْكِي أَنَّ الْوَحْيَ قَدِ انْقَطَعَ مِنَ السَّمَاءِ فَهَيَّجَتْهُمَا عَلَى الْبُكَاءِ فَجَعَلَا يَبْكِيَانِ مَعَهَا.

رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَابْنُ مَاجَه وَأَبُوْ يَعْلٰى.[1]

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ کے وصال کے بعد حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر سے کہا کہ چلو حضرت اُمّ ایمن رضی اللہ عنہا کی زیارت کر کے آئیں جس طرح حضور نبی اکرم ﷺ ان کی ملاقات کے لیے تشریف لے جاتے تھے، جب ہم حضرت ام ایمن کے پاس پہنچے تو وہ رونے لگیں، ان دونوں نے کہا: کس چیز نے آپ کو رُلا دیا؟ اللہ تعالیٰ کے پاس حضور نبی اکرم ﷺ کے لیے جو کچھ ہے وہ زیادہ اچھا ہے۔ حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا نے کہا کہ میں اس لیے نہیں رو رہی کہ میں نہیں جانتی کہ اللہ تعالیٰ کے پاس حضور نبی اکرم ﷺ کے لیے اچھا اجر ہے، لیکن میں اس لیے رو رہی ہوں

1 اخرجه مسلم فی الصحیح، کتاب فضائل الصحابة ث، باب من فضائل أم أیمن، الرقم: 2454، وابن ماجه فی السنن، کتاب ما جاء فی الجنائز، باب ذکر وفاته ودفنه ﷺ، الرقم: 1635، وأبو یعلی فی المسند، الرقم: 69.

کہ آسمان سے وحی کا نزول بند ہو گیا ہے، حضرت ام ایمن کی اس بات نے ان پر بھی گریہ طاری کر دیا اور وہ بھی رونے لگ گئے۔"

اس حدیث کو امام مسلم، ابن ماجہ اور ابو یعلی نے روایت کیا ہے۔

کامل اتباع کو عبادت سمجھنا

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین حضور ﷺ کی اتباع کو ہی عبادت سمجھتے تھے اور مروجہ عبادات کی ادائیگی میں بھی حضور ﷺ کی اتباع کو مقدم رکھتے تھے جیسا کہ قبلہ کی تبدیلی کے موقع پر صحابہ کرام کا یہ راز محبت کھلا۔ تحویل قبلہ بلاشبہ خود قرآن مجید کے الفاظ میں بڑا مشکل مرحلہ تھا مگر جنہیں اللہ رب العزت نے محبت خاص سے نوازا تھا، وہی اس موقع پر سرخرو اور کامیاب ہوئے۔ ارشادِ باری تعالی ہے:

وَإِنْ كَانَتْ لَكَبِيرَةً إِلَّا عَلَى الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ ۗ وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُضِيعَ إِيمَانَكُمْ إِنَّ اللَّهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوفٌ رَّحِيمٌ[1]

ترجمہ: اور بے شک یہ (قبلہ کا بدلنا) بڑی بھاری بات تھی مگر ان پر نہیں جنہیں اللہ نے ہدایت (ومعرفت) سے نوازا، اور اللہ کی یہ شان نہیں کہ تمہارا ایمان (یونہی) ضائع کر دے، بے شک اللہ لوگوں پر بڑی شفقت فرمانے والا مہربان ہے۔

جب مسجد قبلتین میں قبلہ بدلنے کا حکم آیا تو ارشاد ہوا:

قَدْ نَرَىٰ تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ ۖ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضَاهَا ۚ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۚ وَحَيْثُ مَا كُنتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ[2]

---

[1] البقرۃ، 143:2

[2] البقرۃ، 144:2

ترجمہ: (اے حبیب!) ہم بار بار آپ کے رخِ انور کا آسمان کی طرف پلٹنا دیکھ رہے ہیں، سو ہم ضرور بالضرور آپ کو اسی قبلہ کی طرف پھیر دیں گے جس پر آپ راضی ہیں، پس آپ اپنا رخ ابھی مسجد حرام کی طرف پھیر لیجیے، اور (اے مسلمانو!) تم جہاں کہیں بھی ہو پس اپنے چہرے اس کی طرف پھیر لو

جاں نثارانِ مصطفے کا آپ ﷺ سے محبت کا کیا عالم تھا کہ اس بات کا اندازہ ایسے لگایا جا سکتا ہے کہ وحی کے واضح احکام کی سماعت سے قبل ہی دورانِ نماز اس وقت کے قبلہ کو چھوڑ کر حضور نبی اکرم ﷺ کی اقتداء میں اپنے رخ بیت المقدس (جو اس وقت قبلہ تھا) سے کعبہ کی جانب موڑ لئے۔ اس وقت ان کی عقل نے کہا تو ضرور ہو گا کہ جب تک ظاہری حکم نہ سنیں پہلے قبلہ پر ہی اکتفا کریں جبکہ عشق نے کہا ہو گا کہ چہرہ مصطفی ﷺ جس طرح مڑ گیا ہمارا قبلہ بھی وہی ہے اور ہمارا کعبہ بھی وہی ہے۔ ہم تو اللہ اور اس کے دین کے بارے میں کچھ نہیں جانتے تھے۔

ہمیں تو نہ کہے کا علم تھا اور نہ ہی کہنے والے سے شناسائی تھی۔ ہمیں نہ تو نمازوں کا علم تھا اور نہ ہی زکوٰۃ، حج اور نہ ہی صدقات کے بارے میں کوئی آگاہی تھی۔ آپ ﷺ نے نماز کے متعلق ارشاد فرمایا:

صَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُونِي أُصَلِّي[1]

جس طرح مجھے نماز پڑھتے دیکھو تم بھی ویسے پڑھو۔

[1] صحیح البخاری، کتاب الاذان، باب الاذان للمسافر اذا کانوا جماعة والاقامة، رقم: 605

پھر حج کے موقع پر حضور ﷺ صحابہ سے فرماتے رہے:

خُذُوا مَنَاسِكَكُمْ[1]

ترجمہ: تم مجھ سے حج کے مناسک سیکھ لو۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نہیں جانتے تھے کہ مناسک حج کیسے ادا کرنے ہیں اور مزدلفہ اور منیٰ میں کیسے جانا ہے؟ فرمادیا: جیسے مجھے کرتے دیکھو ویسے ہی تم ادا کرو۔ الغرض یہ وہی مقدس نفوس تھے کہ جو اپنا سب کچھ قربان کر کے بھی چہرہ مصطفیٰ ﷺ کو تکتے رہتے تھے۔ اب انہوں نے حضور ﷺ کو کعبہ کی طرف رُخ کرتے ہوئے دیکھا تو آپ ﷺ کی اقتدا میں فوراً متردّد ہوئے بغیر اپنے چہرے بیت المقدس سے ہٹا کر کعبہ کی طرف موڑ دیے۔ علامہ اقبال نے اسی موقع کی منظر کشی یوں کی

مجھے کیا خبر تھی رکوع کی مجھے کیا پتا تھا سجود کا

تیرے نقشِ پا کی تلاش تھی میں جھکا رہا جو نماز میں

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا عقیدہ بھی کمال محبت کا مظاہرہ تھا۔ جب حدیبیہ کے موقع پر آپ رضی اللہ عنہ مکہ میں بات چیت کے لئے گئے تو کفار نے کہا کہ آپ مکہ میں آئے ہیں تو کعبہ کا طواف کر ہی لیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے انکار کرتے ہوئے کہا کہ میں حضور نبی اکرم ﷺ کے بغیر طواف کرنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ حضرت موسیٰ بن عقبہ رضی اللہ عنہ سے طویل واقعہ میں

[1] احمد بن حنبل، المسند، رقم: 14459

نسائی، السنن، کتاب مناسك الحج، باب الركوب الى الجمار واستظلال المحرم، رقم: 3062

مروی ہے کہ:

أَرْسَلَ رَسُولُ اللهِ ﷺ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ رضی الله عنه إِلَى قُرَيْشٍ .... فَدَعَوْا عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ رضی الله عنه لِيَطُوفَ بِالْبَيْتِ، فَأَبَى أَنْ يَطُوفَ وَقَالَ: مَا كُنْتُ لَأَطُوفَ بِهِ حَتَّى يَطُوفَ بِهِ رَسُولُ اللهِ ﷺ، فَرَجَعَ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ[1]

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو (صلح حدیبیہ کے موقع پر اپنا سفیر بنا کر) کفار کی طرف روانہ کیا۔ (مذاکرات کے بعد) انہوں نے حضرت عثمان کو طواف کعبہ کی دعوت دی تو انہوں نے انکار کر دیا اور فرمایا: اللہ کی قسم! میں اس وقت تک طواف نہیں کروں گا جب تک رسول اللہ ﷺ طواف نہیں کر لیتے اور پھر (طواف کیے بغیر) رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں واپس آگئے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بیان کرتے ہیں کہ سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ ایک بار کسی صحابی کے گھر تشریف لے گئے۔ وہ جب اُس کی چوکھٹ پر پہنچے تو وہیں پر پانی منگوایا اور وہیں کھڑے ہو کر پی لیا۔ وہاں موجود افراد کہنے لگے! کیا آپ کا یہ عمل درست ہے؟ فرمایا: میں نے حضور نبی اکرم ﷺ کو اسی مقام پر کھڑے ہوئے پانی پیتے دیکھا تھا، اسی سنت کی اقتداء میں یہ عمل دہرایا ہے۔ روایت کے الفاظ کچھ یوں ہیں:

عَنِ النَّزَّالِ، قَالَ: أُتِيَ عَلِيٌّ رضی الله عنه عَلَى بَابِ الرَّحَبَةِ بِمَاءٍ، فَشَرِبَ قَائِمًا، فَقَالَ: إِنَّ نَاسًا يَكْرَهُ أَحَدُهُمْ أَنْ يَشْرَبَ وَهُوَ قَائِمٌ، وَإِنِّي رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَعَلَ كَمَا رَأَيْتُمُونِي فَعَلْتُ[2]

---

[1] اخرجه البيهقي في السنن الكبرى، رقم: 18588

قاضی عیاض، الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ ﷺ، ج2، ص: 593

[2] بخاری، الصحیح، کتاب الأشربة باب الشرب قائما، رقم: ٥٢٩٢

ترجمہ: حضرت نزال نے بیان کیا کہ باب الرحبہ پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پانی پیش کیا گیا تو انہوں نے کھڑے ہو کر پانی نوش کیا، پھر فرمایا: اگر کوئی آدمی کھڑا ہو کر پانی پیے تو کچھ لوگ اسے مکروہ جانتے ہیں، حالانکہ میں نے حضور نبی اکرم ﷺ کو اسی طرح کرتے ہوئے دیکھا ہے جس طرح تم نے مجھے کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا گیا کہ وہ راستوں اور مقامات کو تلاش کرتے رہتے اور پھر وہاں دو رکعت نماز پڑھتے تھے۔ پوچھا گیا کہ یہ کیا ماجرا ہے؟ وہ کہتے: میں نے ان مقامات پر محبوب خدا ﷺ کو سجدہ کرتے ہوئے دیکھا ہے۔[1]

اصحاب رضی اللہ عنہم کی کامل اطاعت

محبوب کی غیر مشروط اطاعت بھی محبت کے علامات میں سے اہم علامت ہے

جیسا کہ رسول اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے

من أحب سنتي فقد أحبني[2]

ترجمہ: جس نے میری سنت سے محبت کی گویا اس نے مجھ سے محبت کی۔

اصحاب رسول ﷺ کو اتباع رسول ﷺ کی ایسی حلاوت حاصل تھی اور وہ آقا کریم ﷺ کی ایسی مطلقا اتباع کرتے تھے کہ کسی کام کی حکمت عقل میں آئے یا نہ آئے۔ کسی فعل کا فائدہ سمجھ میں آئے یا نہ

[1] أبوداود، السنن، کتاب الأشربة، باب فی الشرب قائما، رقم: ۳۷۱۸

نسائی، السنن، کتاب الطهارة، باب صفة الوضوء من غیر حدث، رقم: ۱۳۰

[2] اخرجه ابن الاثیر فی جامع الاصول، الباب التاسع: فی فضائل الأعمال والأقوال، الفصل الثالث عشر: فی فضل أعمال وأقوال مشترکة الأحادیث ومتفرقة، نوع تاسع، 9/567

آئے۔ جو بھی کام آقائے محتشم ﷺ نے کیا ہو۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس کو صرف اسی نیت سے سرانجام دیتے تھے چونکہ حضور ﷺ نے یہ کام کیا ہے اسی لیے ہم بھی یہ کام کریں۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں

أَخْبَرَنَا زَيْدُ بْنُ أَسْلَمَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ رَأَيْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَبَّلَ الْحَجَرَ وَقَالَ لَوْلَا أَنِّي رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَبَّلَكَ مَا قَبَّلْتُكَ[1]

ترجمہ: زید بن اسلم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ انہوں نے حجر اسود کو بوسہ دیا اور فرمایا کہ اگر میں نبی ﷺ کو تجھے بوسہ نہ دیتے ہوئے نہ دیکھتا، تو میں تجھے بوسہ نہ دیتا۔

امام ابن ماجہ روایت کرتے ہیں

عَنْ أُمَيَّةَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ خَالِدٍ أَنَّهُ قَالَ لِعَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ إِنَّا نَجِدُ صَلَاةَ الْحَضَرِ وَصَلَاةَ الْخَوْفِ فِي الْقُرْآنِ وَلَا نَجِدُ صَلَاةَ السَّفَرِ فَقَالَ لَهُ عَبْدُ اللهِ إِنَّ اللهَ بَعَثَ إِلَيْنَا مُحَمَّدًا ﷺ وَلَا نَعْلَمُ شَيْئًا فَإِنَّمَا نَفْعَلُ كَمَا رَأَيْنَا مُحَمَّدًا ﷺ يَفْعَلُ[2]

ترجمہ: حضرت امیہ بن عبداللہ بن خالد نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا ہمیں قرآن میں حضر کی اور خوف کی نماز تو ملی لیکن سفر کی نماز نہ ملی تو ان سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو ہماری طرف ایسی حالت میں مبعوث فرمایا کہ ہم کچھ بھی نہ جانتے تھے لہذا ہم تو اسی طرح کریں گے جیسے ہم نے محمد ﷺ کو کرتے دیکھا۔

[1] صحیح البخاری، کتاب الحج، باب تقبیل الحجر، رقم: 1610

[2] سنن ابن ماجه، کتاب إقامة الصلاة والسنة فیها، باب تقصیر الصلاة فی السفر، رقم: 1066

حضور ﷺ نے حیاتِ ظاہری میں آخری جنگی فیصلہ یہ فرمایا کہ حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو 700 مجاہدین کا لشکر دے کر ملکِ رُوم کے ساتھ جنگ کے لئے بھیجا، یہ لشکر ابھی راستے ہی میں تھا کہ نبی پاک ﷺ کے وِصالِ ظاہری کی خبر ملی، لہٰذا لشکر واپس آگیا۔

حضور اکرم ﷺ کے وِصال کے بعد وہ قبیلے جن کے دل میں ایمان پکا نہیں تھا یا جو پہلے سے منافق تھے اور اپنا نفاق چھپائے ہوئے تھے، انہوں نے اِرتِداد کی راہ اختیار کی اور ایمان سے پھر گئے ، ایسی نازُک صورتِ حال میں صحابۂ کرام حضرت صدیقِ اَکبَر رضی اللہ عنہ سے لشکر اسامہ کو روکنے کا مشورہ دیا۔ اَمیرُالمُومِنِین حضرت صدیق اَکبَر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ نے فرمایا: اگر دَرِندے ابو بکر کو پاؤں سے پکڑ کر گھسیٹ کر لے جائیں، تب بھی میں رسول خدا، اَحمد مجتبیٰ ﷺ کے بھیجے ہوئے لشکر کو ہر گز نہیں روکوں گا۔ چنانچہ آپ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ نے لشکرِ اُسامہ کو روم کی جانِب روانہ کر دیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ یہ لشکر جہاں سے گزرتا، وہاں کے لوگ سوچتے: ہم تو مسلمانوں کو کمزور سمجھ رہے تھے، اگر ایسی حالت میں بھی ان کا لشکر سرحد پر لڑنے کے لئے جا رہا ہے تو یقیناً مدینہ منورہ میں اس سے بھی بڑا لشکر موجود ہو گا! پھر جب حضرت اُسامہ بِن زید رضی اللہ عنہ رُومی لشکر کو شکست دے کر، جنگ جیت کر واپس لوٹے تو اسلام سے پھرنے والے بہت سے لوگ ڈَر گئے، ان کے دِل میں اسلام کی ہیبت بیٹھ گئی اور وہ اپنے اِرتِداد سے توبہ کر کے سچے دِل سے مسلمان ہو گئے۔ [1]

یہ جناب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی کامل اطاعت کا نتیجا تھا۔

ایک اہم معاملہ جو حضرت ابو بکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ کو پیش ہوا وہ منکرین زکوۃ کا مسئلہ تھا۔ رسولِ اکرم، نورِ مجسم ﷺ کے دُنیا سے پردہ فرمانے کے بعد کچھ قبیلوں نے زکوۃ کی فرضیت سے

[1] کنزُالعمال ، باب اَوّل، فی خِلَافَةِ الخلفاء، جلد: 5 ، صفحہ: 241 ، حدیث: 14062

انکار کر دیا اور کہا: زکوٰۃ صِرف سرکار ﷺ کی زِندگی مُبارک میں فرض تھی، اب زکوٰۃ دینا ضروری نہیں، انہوں نے زکوٰۃ کو ٹیکس شمار کیا۔

اَمِیرُ الْمُؤْمِنِیْن حضرت صدیقِ اَکبر رضی اللہ عنہ نے اطاعت کاملہ کے نتیجے میں ان کے خلاف جہاد کرنے کا فیصلہ کیا لیکن صحابۂ کرام علیہم الرِّضْوَان کو اس فیصلے پر اشکال تھا۔ اَمِیرُ الْمُؤْمِنِیْن حضرت صدیقِ اَکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جو نماز اور زکوٰۃ میں فرق کرے گا میں لازمی اس سے جہاد کروں گا، آپ رضی اللہ عنہ نے مزید بھی باتیں ارشاد فرمائیں، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: آپ کا خطاب سُن کر مجھے یقین ہو گیا کہ اللہ پاک نے اس معاملے میں آپ کا سینہ کھول دیا ہے۔[1]

آخر حضرت صدیقِ اَکبر رضی اللہ عنہ نے ان کے خلاف جہاد کیا۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ فرماتے ہیں: ابتداء میں ہم اس فیصلے پر خوش نہیں تھے لیکن جب اس کا نتیجہ سامنے آیا، زکوٰۃ کا انکار کرنے والوں نے توبہ کی، شرعی قاعدے کے مطابق زکوٰۃ دینے لگے تو ہم پر صدیقِ اَکبر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ کی اطاعت کامل کے نتیجے میں بصیرت واضح ہوئی ۔ حضرت ابو رَجاء رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ فرماتے ہیں: میں نے دیکھا: حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ نے اس وقت اَمِیرُ الْمُؤْمِنِیْن حضرت صدیقِ اَکبر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ کی پیشانی چوم کر فرمایا: لَوْ لَا اَنْتَ لَهَلَكْنَا اے ابو بکر! آپ نہ ہوتے تو ہم ہلاک ہو جاتے۔[2]

---

1 مُسْلِم، کتابُ الْاِیْمان، رقم: 32

2 رِیَاضُ النَّضِرَۃ، رقم: 296_297

عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ: كُنَّا مَعَ ابْنِ عُمَرَ رضی الله عنهما فِي سَفَرٍ فَمَرَّ بِمَكَانٍ، فَحَادَ عَنْهُ، فَسُئِلَ لِمَ فَعَلْتَ ذَالِكَ؟ فَقَالَ: رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ فَعَلَ هٰذَا فَفَعَلْتُ۔[1]

حضرت مجاہد سے روایت ہے کہ ہم حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ کسی سفر میں تھے کہ وہ ایک جگہ کے قریب سے گزرے تو اس کے راستہ سے ہٹ کر چلے۔ پوچھا گیا کہ آپ نے ایسا کیوں کیا ہے؟ آپ رضی اللہ عنہ جواب دیا۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ (آپ ﷺ اس راستہ سے گزرے تو) آپ ﷺ نے بھی ایسا ہی کیا تھا۔ اس لئے میں نے بھی ایسا کیا ہے۔

عن عبد الله بن عمر رضی الله عنهما قال: لبس عمر رضی الله عنه قميصًا جديدًا ثم دعانی بشفرة، فقال: مد يا بنی، كم قميص، والزق يديك بأطراف أصابعی، ثم اقطع ما فضل عنها، فقطعت من الكمين من جانبيه جميعًا، فصار فم الكم بعضه فوق بعض۔ فقلت له: يا أبته، لو سويته بالمقص؟ فقال: دعه يا بنی، هكذا رأيت رسول الله ﷺ يفعل فما زال عليه حتى تقطع، وكان ربما رأيت الخيوط تساقط على قدمه[2]۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نئی قمیص زیب تن فرمائی۔ پھر مجھے چھری لانے کو فرمایا۔ پھر فرمایا: اے بیٹے! میری قمیص کی آستین کو اپنی طرف کھینچو اور میری انگلیوں کے پوروں تک آستینیں اپنے ہاتھ سے پکڑ کر زائد حصہ کاٹ دو۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے دونوں آستینوں کا بڑھا ہوا حصہ کاٹ دیا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے عرض کیا: ابا جان! اگر آپ فرمائیں تو میں قینچی کے ساتھ

---

[1] أخرجه أحمد بن حنبل فی المسند، الرقم: 4870، والمنذری فی الترغيب والترهيب، الرقم: 74، وقال: رواه أحمد والبزار بإسناد جيد، والهيثمی فی مجمع الزوائد، ج1، ص: 174

[2] أخرجه أبو نعيم فی حلية الأولياء، ج1، ص: 45

اس کو برابر کردوں؟ فرمایا: چھوڑ و بیٹے! میں نے رسول اکرم ﷺ کو یونہی دیکھا ہے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: اس کے بعد وہ قمیص آپ کے بدن مبارک پر ہمیشہ رہی حتیٰ کہ چھوٹی پڑگئی اور اکثر میں اس کے دھاگے آپ رضی اللہ عنہ کے قدموں پر گرتے دیکھا کرتا تھا۔

ہمارے لیے سبق یہ ہے کہ محبت شدید ہو تو مرشد کی ہر بات میں بھلائی نظر آتی ہے۔ خواہ وہ دینی معاملہ ہو یا دنیاوی یا ایک دوسرے کے معاملات ہوں تو تقاضا یہ ہے کہ مرشد کی بات (حکم) کو مقدم رکھا جائے چاہے حکمت سمجھ میں نہ بھی آئے۔

اور جب کوئی بات خلاف عقل لگے تو گمان یہ ہو کہ مرشد مومن ہے اور اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔

جیسا کہ حدیث پاک میں وارد ہوا۔

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ اتَّقُوا فِرَاسَةَ الْمُؤْمِنِ فَإِنَّهُ يَنْظُرُ بِنُورِ اللهِ[1]

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مومن کی فراست سے بچو کیوں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نور سے دیکھتا ہے۔

ہمیں اس سے یہ سبق بھی ملتا ہے کہ اپنے مرشد و مربی کے بارے میں یقین کامل ہو کہ ان پر اللہ تعالیٰ کی خاص عنایات ہیں، اللہ تعالیٰ نے وہ نظر عطاء کی ہے جس کا ادراک عام نظر والے بندے کے بس میں نہیں، یہ عقیدہ ہو کہ مرشد کامل خدا کی عطا سے ہمارے ادراک و فہم سے بھی ماوراء بصیرت کا حامل ہے اور ہر معاملہ میں ہر لحظہ ہمارا بھلا چاہنے والا ہے۔

[1] اخرجه الترمذي في السنن، أبواب تفسير القرآن، باب: ومن سورة الحجر، رقم: 3127

اصحاب رضی اللہ عنہم کا حضور کی ناپسندیدہ چیزوں کو ترک کرنا

جو چیز محبوب کو بری لگے اس کا برا لگنا بھی محبت کے لیے لازم ہے اسی تقاضے کو دیکھیں جیسا کہ حدیث مبارکہ ہے

عَنْ كَرِيْمَةَ بِنْتِ هَمَّامٍ رضی الله عنها اَنَّ امْرَاَةً اَتَتْ عَائِشَةَ رضی الله عنها فَسَاَلَتْهَا عَنْ خِضَابِ الْحِنَّاءِ. فَقَالَتْ : لَا بَأْسَ بِهِ، وَلٰكِنْ اَكْرَهُهُ، كَانَ حَبِيْبِي رَسُوْلُ اللهِ ﷺ يَكْرَهُ رِيْحَه.[1]

رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ وَاَحْمَدُ.

ترجمہ: حضرت کریمہ بنت ہمام رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ایک عورت نے مہندی کے خضاب کے متعلق حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا۔ تو انہوں نے فرمایا: اِس میں کوئی مضائقہ نہیں، لیکن میں اسے ناپسند کرتی ہوں کیوں کہ میرے حبیب ﷺ اس کی بو کو ناپسند فرمایا کرتے تھے۔“

اِس حدیث کو امام ابو داود، نسائی اور احمد نے روایت کیا ہے۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی الله عنهما قَالَ : اتَّخَذَ النَّبِيُّ ﷺ خَاتَمًا مِنْ ذَهَبٍ فَاتَّخَذَ النَّاسُ خَوَاتِيْمَ مِنْ ذَهَبٍ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : اِنِّي اتَّخَذْتُ خَاتَمًا مِنْ ذَهَبٍ فَنَبَذَهُ وَقَالَ : اِنِّي لَنْ اَلْبَسَهُ اَبَدًا فَنَبَذَ النَّاسُ خَوَاتِيْمَهُمْ[2]

---

[1] اخرجه ابو داود فی السنن، کتاب الترجل، باب الخضاب للنساء، الرقم : 4164، والنسائی فی السنن، کتاب الزینة، باب کراهیة ریح الحناء، الرقم : 5090، وایضا فی السنن الکبری، الرقم : 9365، واحمد بن حنبل فی المسند، الرقم : 25801.

[2] أخرجه البخاری فی الصحیح، کتاب : الاعتصام بالکتاب والسنة، باب : الاقتداء بأفعال النبی ﷺ، الرقم : 6868، ومسلم فی الصحیح، کتاب : اللباس والزینة، باب : تحریم خاتم الذهب علی الرجال ونسخ ما کان من إباحته فی الإسلام، الرقم : 2091، والترمذی فی السنن، کتاب : اللباس، باب : ما جاء فی لبس الخاتم فی الیمین، وقال : حدیث ابن عمر حدیث حسن صحیح، الرقم : 1741، وأبو داود فی السنن،

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے سونے کی ایک انگوٹھی بنوائی تو لوگوں نے بھی سونے کی انگوٹھیاں بنوالیں۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: میں نے سونے کی انگوٹھی بنوائی تھی پھر آپ ﷺ نے اسے پھینک دیا اور فرمایا: اب میں اسے کبھی نہیں پہنوں گا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی اپنی انگوٹھیاں پھینک دیں۔

عَنْ عَبْدِ اللهِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی الله عنهما أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ رَأَى خَاتَمًا مِنْ ذَهَبٍ فِي يَدِ رَجُلٍ، فَنَزَعَهُ وَقَالَ: يَعْمِدُ أَحَدُكُمْ إِلَى جَمْرَةٍ مِنْ نَارٍ فَيَجْعَلُهَا فِي يَدِهِ، فَقِيْلَ لِلرَّجُلِ بَعْدَ مَا ذَهَبَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ، خُذْ خَاتَمَكَ، انْتَفِعْ بِهِ۔ قَالَ: وَاللهِ، لَا آخُذُهُ أَبَدًا وَقَدْ طَرَحَهُ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ[1]

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ایک شخص کے ہاتھ میں سونے کی انگوٹھی دیکھی تو آپ ﷺ نے اسے اتار کر پھینک دیا اور فرمایا: تم میں سے کوئی شخص آگ کے انگارے کو اپنے ہاتھ میں لینے کا قصد کرتا ہے! رسول اللہ ﷺ کے تشریف لے جانے کے بعد اس شخص سے کہا گیا: جاؤ اپنی انگوٹھی اٹھالو اور (اسے فروخت کر کے ہی) نفع حاصل کر لو، اس نے کہا: خدا کی قسم! جس چیز کو رسول اللہ ﷺ نے پھینک دیا ہو اس کو میں کبھی نہیں اٹھاؤں گا۔

کتاب: الخاتم، باب: ما جاء في اتخاذ الخاتم، الرقم: 4218، والنسائي في السنن، كتاب: الزينة، باب: طرح الخاتم وترك لبسه، الرقم: 5290، 5292، ومالك في الموطأ، الرقم: 1675، وأحمد بن حنبل في المسند، الرقم: 5249

[1] أخرجه مسلم في الصحيح، كتاب: اللباس والزينة، باب: تحريم خاتم الذهب على الرجال ونسخ ما كان من إباحته في الإسلام، الرقم: 2090، وابن حبان في الصحيح، الرقم: 15، والبيهقي في السنن الكبرى، الرقم: 4014، وفي شعب الإيمان، الرقم: 6334، والطبراني في المعجم الكبير، الرقم: 12175، وأبو عوانة في المسند، الرقم: 8610، والمنذري في الترغيب والترهيب، الرقم: 3129

اصحاب رضی اللہ عنہم کا اعتراض وانکار سے خالی ہونا

محبوب کا بے عیب نظر آنا۔ اس پر اعتراض نہ ہونا بھی محبت کے تقاضوں میں سے ایک تقاضا ہے۔

قرآنِ پاک میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے

> فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا[1]
>
> ترجمہ: تو اے حبیب! تمہارے رب کی قسم، یہ لوگ مسلمان نہ ہوں گے جب تک اپنے آپس کے جھگڑے میں تمہیں حاکم نہ بنالیں پھر جو کچھ تم حکم فرمادو اپنے دلوں میں اس سے کوئی رکاوٹ نہ پائیں اور اچھی طرح دل سے مان لیں۔

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ چونکہ محبت میں سب سے آگے ہیں اس لیے ان کی تقدیم بھی سب سے اعلیٰ ہے چنانچہ آپ کی صاحبزادی ام المؤمنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر جب منافقین نے تہمت لگائی اور محبوب کونین ﷺ نے باوجود ہر چیز کے علم کے وحی اللہ کے ذریعہ اپنی اہل کی پاکدامنی کے بیان کی وجہ سے سکوت فرمایا تو اس موقع پر جب ایک طرف جگر کا ٹکڑا یعنی آپکی بیٹی ہے اور ایک طرف آپ ﷺ کی ذات ہے تو اس نازک موقع پر بھی حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور آپکی زوجہ محترمہ یعنی آپ کا سارا گھرانہ رسول پاک ﷺ کی ذات کو ترجیح دیتے ہوئے دل میں ایک لمحہ تک کے لیے کوئی شائبہ بھی ذہن میں نہیں لائے۔

اصحاب رسول ﷺ کسی ایسی بات کی نسبت آقا کریم ﷺ کی طرف کرنے کا سوچ بھی نہیں سکتے تھے جو آپ کے معیار کے شایان شان نہ ہو چنانچہ جب آپ ﷺ سفرِ معراج سے واپس تشریف

---

[1] النساء4:65

لائے، اور اپنے سفر کے بارے میں مشرکینِ مکہ کو بتایا، تو انہوں نے اعتراض کیا، لیکن آپ رضی اللہ عنہ نے تصدیق فرمائی تو جناب رسول اللہ ﷺ نے آپ کو "صدیق" کے لقب سے ملقب فرمایا۔

مستدرک حاکم میں روایت ہے:

عن عائشة رضي الله عنها قالت: لما أسري بالنبي صلى الله عليه وسلم إلى المسجد الأقصى أصبح يتحدث الناس بذلك، فارتد ناس فمن كان آمنوا به وصدقوه، وسعوا بذلك إلى أبي بكر رضي الله عنه، فقالوا: هل لك إلى صاحبك يزعم أنه أسري به الليلة إلى بيت المقدس، قال: أو قال ذلك؟ قالوا: نعم، قال: لئن كان قال ذلك لقد صدق، قالوا: أو تصدقه أنه ذهب الليلة إلى بيت المقدس وجاء قبل أن يصبح؟ قال: نعم، إني لأصدقه فيما هو أبعد من ذلك أصدقه بخبر السماء في غدوة أو روحة، فلذلك سمي أبو بكر الصديق «هذا حديث صحيح الإسناد ولم يخرجاه[1].

ترجمہ: حضرت ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب نبی کریم ﷺ کو مسجد اقصیٰ تک سیر کرائی گئی اور صبح کے وقت لوگوں نے اس موضوع پر بات چیت شروع کی تو کچھ لوگ جو آپ ﷺ پر ایمان لا چکے تھے اور آپ کی تصدیق کر چکے تھے، مرتد ہو گئے، وہ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا: یہ آپ کا ساتھی اس قسم کا دعویٰ کر رہا ہے کہ اسے آج رات بیت المقدس تک سیر کرائی گئی، اب آپ اس کے بارے میں کیا کہیں گے؟ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: آیا آپ ﷺ نے یہ دعویٰ کیا ہے؟ انہوں نے کہا: جی ہاں! سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر آپ ﷺ نے ایسی بات کی ہے تو آپ ﷺ نے سچ فرمایا ہے، انہوں نے کہا: کیا تم تصدیق کرو گے کہ آپ راتوں رات بیت المقدس گئے اور صبح سے پہلے پہلے واپس

1 المستدرك على الصحيحين، رقم: [illegible]

بھی آگئے ہیں؟ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا: ہاں! (غور کرو کہ) میں تو ان امور میں بھی آپ کی تصدیق کرتا ہوں، جو تمہاری سمجھ کے مطابق اس واقعہ سے بھی مشکل اور بعید ہیں، میں تو صبح کے وقت آسمانی خبر یعنی آپ ﷺ پر نازل ہونے والی وحی کی تصدیق کرتا ہوں، وہ صبح کو ہو یا شام کو، اسی وجہ سے ابو بکر کو "صدیق" کہا گیا۔

ہمارے لیے سبق یہ ہے کہ وارث رسول ﷺ سے محبت میں کاملیت ہو تو ہمارے مرشد پر اعتراض و عیب نہیں آنا چاہیے۔ ہمارا تو یہ حال ہے کہ مرشد کی کوئی بات طبیعت یا سوچ کے خلاف ہو۔ تو ہمارے اندر اعتراض اور سوچ میں بے ادبی جنم لینے لگتی ہے جو کہ تقاضائے محبت کے خلاف ہے۔

جب تک مرید سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرح محبت کے تعلق والا نہیں ہوتا۔ نہ صدق ملتا ہے، نہ اخلاص نہ قبولیت۔

سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کی زندگی دلیل ہے مرشد کے ساتھ تعلق میں۔ آپ نے کبھی سوچ میں بھی اعتراض نہیں رکھا۔ مرید کو پیر کی بات پر اسی طرح سچائی ہو تو ہی پیر کے سینے کا نور مرید کے سینے میں داخل ہوتا ہے۔

مرشد کریم بھی فرمایا کرتے ہیں۔

گیلی لکڑی کو آگ لگانے کے لیے اس کا گیلا پن ختم کرنا پڑتا ہے۔ عشق کی آگ دل میں لگانے کے لیے اندر کا گیلا پن ختم کرنا پڑتا ہے، اپنی مرضی و اعتراض کی آلودگی ختم کرنا پڑتی ہے۔

اللہ کرے ہمیں آپ کی نگاہ کے صدقے نصیب ہو جائے۔

اصحاب رضی اللہ عنہم کا تعظیم وتوقیر کا اسلوب

کتاب محبت کا ایک اور ورق الٹیے:

محبت اور تعظیم و توقیر ایک دوسرے کے لیے لازم و ملزوم ہیں اصحاب رسول ﷺ کے ادب و توقیر رسول ﷺ کے مظاہر کتب احادیث سے لبریز ہیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ذات مصطفی ﷺ کو اپنی محبت کا مرکز و محور سمجھتے تھے۔ وہ جانتے تھے کہ مصطفی ﷺ کی ذات مقدس کے ساتھ تعلق جس قدر مضبوط و مستحکم ہوتا جائے گا، اسی قدر ایمان بھی مضبوط و مستحکم ہوتا جائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ وہ آپ ﷺ کی اس درجہ تعظیم کرتے تھے کہ مخالفین بھی ان کے اس عمل پر پکار اٹھے کہ یہ قوم اب ناقابل تسخیر قوت بن گئی ہے۔

صلح حدیبیہ کے موقع پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی وارفتگی کا جو منظر حضرت عروہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے دیکھا۔ اگرچہ وہ اس وقت تک مسلمان نہ ہوئے تھے۔ تو انہوں نے کفار مکی سے برملا یہ کہہ دیا کہ میں بڑے بڑے باشاہوں کے دربار میں سلیقہ ادب واحترام دیکھا ہے لیکن خدا کی قسم میں نے ہر گز کسی بادشاہ کو نہیں دیکھا کہ اس کی مصاحب اس کی اتنی تعظیم کرتے ہوں جتنی محمد ﷺ کے اصحابؓ اپنے رسول محمد ﷺ کی کرتے ہیں وہ واپس جا کر کشتگان محبت اصحاب رسول ﷺ کا انداز ادب وتوقیر ان الفاظ میں پیش کرتے ہیں۔

خدا کی قسم جب محمد ﷺ تھوکتے ہیں تو اصحاب لعاب ہاتھوں پر لے کر چہرے اور جسم پر مل لیتے ہیں۔ جب آپ ﷺ کس چیز کا حکم دیتے ہیں تو سب عمل کرنے میں ایک دوسرے سے سبقت لیتے ہوئے جھپٹ پڑتے ہیں۔ جب آپ ﷺ وضو فرماتے ہیں تو اصحابؓ آپ ﷺ کے جسم اطہر سے لگ

کر گرنے والے رحمت و برکت والے پانی کو لینے کے لیے ٹوٹ پڑتے ہیں۔ جب آپ ﷺ گفتگو فرماتے ہیں تو سب ہمہ تن گوش ہو کر سنتے ہیں۔

تو معلوم یہ ہوا کہ باادب۔ بانصیب اور ادب پہلا قرینہ ہے محبت کے قرینوں میں۔

کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے کہ

پہلی منزل ادب عشق دی　　بنا ادب مراد نہ پاوے

بے ادباں دی بستی اندر　　کدی ٹھنڈی ہوا نہ آوے

نصرتِ رسول ﷺ میں صحابہ رضی اللہ عنہم کی کیفیاتِ جانثاری

اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَ الْاِنْجِيْلِ يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ يُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَ يُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَ يَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَ الْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَ عَزَّرُوْهُ وَ نَصَرُوْهُ وَ اتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ[1]

(یہ وہ لوگ ہیں) جو اس رسول (ﷺ) کی پیروی کرتے ہیں جو امی (لقب) نبی ہیں (یعنی دنیا میں کسی شخص سے پڑھے بغیر منجانب اللہ لوگوں کو اخبارِ غیب اور معاش و معاد کے علوم و معارف بتاتے ہیں) جن (کے اوصاف و کمالات) کو وہ لوگ اپنے پاس تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں، جو انہیں اچھی باتوں کا حکم دیتے ہیں اور بری باتوں سے منع فرماتے ہیں اور ان کے لیے پاکیزہ چیزوں کو حلال کرتے ہیں اور ان پر پلید چیزوں کو حرام کرتے ہیں اور اُن سے اُن کے بارِ گراں اور طوقِ (قیود)۔ جو اُن پر (نافرمانیوں کے باعث مسلّط) تھے۔ ساقط فرماتے (اور انہیں نعمتِ آزادی سے بہرہ یاب کرتے) ہیں۔ پس جو لوگ اس (برگزیدہ رسول ﷺ) پر

[1] الأعراف، 7: 157

ایمان لائیں گے اور ان کی تعظیم و توقیر کریں گے اور ان (کے دین) کی مدد و نصرت کریں گے اور اس نور (قرآن) کی پیروی کریں گے جو ان کے ساتھ اتارا گیا ہے، وہی لوگ ہی فلاح پانے والے ہیں

اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ۚ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ وَاَيَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا السُّفْلٰى وَكَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ[1]

اگر تم ان کی (یعنی رسول اللہ ﷺ کی غلبہ اسلام کی جد و جہد میں) مدد نہ کرو گے (تو کیا ہوا) سو بے شک اللہ نے ان کو (اس وقت بھی) مدد سے نوازا تھا جب کافروں نے انہیں (وطنِ مکہ سے) نکال دیا تھا درآنحالیکہ وہ دو (ہجرت کرنے والوں) میں سے دوسرے تھے جب کہ دونوں (رسول اللہ ﷺ اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ) غارِ (ثور) میں تھے جب وہ اپنے ساتھی (ابو بکر صدیق ص) سے فرما رہے تھے غمزدہ نہ ہو بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے پس اللہ نے ان پر اپنی تسکین نازل فرما دی اور انہیں (فرشتوں کے) ایسے لشکروں کے ذریعہ قوت بخشی جنہیں تم نہ دیکھ سکے اور اس نے کافروں کی بات کو پست و فروتر کر دیا، اور اللہ کا فرمان تو (ہمیشہ) بلند و بالا ہی ہے، اور اللہ غالب، حکمت والا ہے

اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِيْرًا لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ تُعَزِّرُوْهُ وَ تُوَقِّرُوْهُ وَ تُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّ اَصِيْلًا اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ فَمَنْ نَّكَثَ فَاِنَّمَا يَنْكُثُ عَلٰى نَفْسِهٖ وَمَنْ اَوْفٰى بِمَا عٰهَدَ عَلَيْهُ اللّٰهَ فَسَيُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا[2]

---

[1] التوبۃ، 9: 40

[2] الفتح، 48: 8-10

بے شک ہم نے آپ کو (روزِ قیامت گواہی دینے کے لیے اعمال و احوالِ امت کا) مشاہدہ فرمانے والا اور خوشخبری سنانے والا اور ڈر سنانے والا بنا کر بھیجا ہے تاکہ (اے لوگو!) تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور ان (کے دین) کی مدد کرو اور ان کی بے حد تعظیم و تکریم کرو، اور (ساتھ) اللہ کی صبح و شام تسبیح کرو۔ (اے حبیب!) بیشک جو لوگ آپ سے بیعت کرتے ہیں وہ اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں، ان کے ہاتھوں پر (آپ کے ہاتھ کی صورت میں) اللہ کا ہاتھ ہے۔ پھر جس شخص نے بیعت کو توڑا تو اس کے توڑنے کا وبال اس کی اپنی جان پر ہوگا اور جس نے (اس) بات کو پورا کیا جس (کے پورا کرنے) پر اس نے اللہ سے عہد کیا تھا تو وہ عنقریب اسے بہت بڑا اجر عطا فرمائے گا

عَنْ أَنَسٍ رضی اللہ عنہ فی روایة طویلة أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ شَاوَرَ، حِيْنَ بَلَغَهُ إِقْبَالُ أَبِي سُفْيَانَ. وَقَامَ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ رضی اللہ عنہ فَقَالَ: وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، لَوْ أَمَرْتَنَا أَنْ نُخِيْضَهَا الْبَحْرَ لَأَخَضْنَاهَا. وَلَوْ أَمَرْتَنَا أَنْ نَضْرِبَ أَكْبَادَهَا إِلَى بَرْكِ الْغِمَادِ لَفَعَلْنَا. قَالَ: فَنَدَبَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ النَّاسَ. فَانْطَلَقُوْا حَتَّى نَزَلُوْا بَدْرًا. فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: هٰذَا مَصْرَعُ فُلَانٍ قَالَ: وَيَضَعُ يَدَهُ عَلَى الْأَرْضِ، هَاهُنَا هَاهُنَا. قَالَ: فَمَا مَاطَ أَحَدُهُمْ عَنْ مَوْضِعِ يَدِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ [1]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ ایک طویل روایت میں بیان کرتے ہیں کہ جب حضور نبی اکرم ﷺ کو ابو سفیان کے (قافلہ کی شام سے) آنے کی خبر پہنچی تو آپ ﷺ نے صحابہ کرام

---

[1] أخرجه مسلم فی الصحیح، کتاب: الجهاد والسیر، باب: غزوة بدر الرقم: 1779، ونحوه فی کتاب: الجنة وصفة نعیمها وأهلها، باب: عرض مقعد المیت من الجنة أو النار علیه وإثبات عذاب القبر والتعوذ منه، الرقم: 2873، وأبو داود فی السنن، کتاب: الجهاد، باب: فی الأسیر ینال منه ویضرب ویقرن، الرقم: 2681، والنسائی فی السنن، کتاب: الجنائز، باب: أرواح المؤمنین، الرقم: 2074، وفی السنن الکبری، الرقم: 2201، وأحمد بن حنبل فی المسند، الرقم: 13320، وابن حبان فی الصحیح، الرقم: 4722، والبزار فی المسند، الرقم: 222، وابن أبی شیبة فی المصنف، الرقم: 36708

رضی اللہ عنہم سے مشورہ فرمایا۔ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر عرض کیا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے! اگر آپ ہمیں سمندر میں گھوڑے ڈالنے کا حکم دیں تو ہم سمندر میں گھوڑے ڈال دیں گے۔ اگر آپ ہمیں برک غماد پہاڑ سے گھوڑوں کے سینے ٹکرانے کا حکم دیں تو ہم ایسا بھی کریں گے۔ تب حضور نبی اکرم ﷺ نے لوگوں کو بلایا۔ لوگ (آپ ﷺ کی معیت میں) چلے یہاں تک کہ وادی بدر میں اُترے۔ پھر حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: یہ فلاں کافر کے گرنے کی جگہ ہے۔ راوی بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ زمین پر اس جگہ اور کبھی اس جگہ دستِ اقدس رکھتے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ پھر (دوسرے دن) کوئی کافر حضور نبی اکرم ﷺ کی بتائی ہوئی جگہ سے ذرا برابر بھی ادھر ادھر نہیں مرا۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی الله عنهما قَالَ: أَصَابَ نَبِيَّ اللهِ ﷺ خَصَاصَةٌ فَبَلَغَ ذٰلِكَ عَلِيًّا، فَخَرَجَ يَلْتَمِسُ عَمَلًا يُصِيبُ فِيهِ شَيْئًا لِيُقِيتَ بِهِ رَسُولَ اللهِ ﷺ، فَأَتَى بُسْتَانًا لِرَجُلٍ مِنَ الْيَهُودِ، فَاسْتَسْقَى لَهُ سَبْعَةَ عَشَرَ دَلْوًا كُلُّ دَلْوٍ بِتَمْرَةٍ، فَخَيَّرَهُ الْيَهُودِيُّ مِنْ تَمْرِهِ سَبْعَ عَشَرَةَ عَجْوَةً، فَجَاءَ بِهَا إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ[1]

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ فاقہ سے تھے جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ خبر ہوئی تو وہ مزدوری کرنے کے لئے نکلے تاکہ اس سے کچھ (معاوضہ) حاصل کر کے حضور نبی اکرم ﷺ کی تکلیف کا مداوا کر سکیں چنانچہ وہ ایک یہودی کے باغ میں پہنچے تو اس کے لئے (بطورِ معاوضہ) سترہ ڈول پانی کھینچا اور ہر ڈول کے بدلے اس نے ایک عمدہ کھجور دی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ وہ سترہ عجوہ کھجوریں لے کر بارگاہِ رسالت ﷺ میں حاضر ہو گئے۔

[1] اخرجه ابن ماجه فی السنن، کتاب الرهون، باب الرجل يستقى كل دلو بتمرة ويشترط جلدة، رقم: 2446

قال صهيب: لم يشهد رسول الله مشهداً قط إلا كنت حاضره، ولم يبايع بيعة قط إلا كنت حاضره، ولم يسر سرية قط إلا كنت حاضرها، ولا غزا غزاة قط أول الزمان وآخره إلا كنت فيها عن يمينه أو شماله، وما خافوا أمامهم إلا وكنت أمامهم، ولا ما ورائهم، إلا كنت ورائهم، وما جعلت رسول الله ﷺ بيني وبين العدو قط حتّى توفي رسول الله ﷺ[1]

حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ کی زندگی میں کوئی بھی بیعت ہوتی تو میں اس میں ضرور شریک ہوتا تھا۔ آپ ﷺ کی وفات تک تمام غزوات اور سرایا غرض ہر موقعہ پر آپ ﷺ کے ساتھ ہوتا تھا۔ میں آپ ﷺ کے دائیں یا بائیں منڈلاتا رہتا۔ اگر آپ ﷺ کے سامنے مجھے خوف محسوس ہوتا تو میں سامنے چلا جاتا اور اگر پیچھے سے دشمنوں کا ڈر ہوتا تو پیچھے پہنچ جاتا تھا۔ میں نے کبھی بھی آپ ﷺ کو آپ ﷺ کے وصال مبارک تک اپنے اور دشمنوں کے بیچ میں نہیں چھوڑا۔

حكى الإمام أبو القاسم القشيري أن عمرو بن الليث أحد ملوك خراسان ومشاهير الثوار المعروف بالصفار مات، رُئي في النوم، فقيل له: ما فعل الله بك؟ فقال: غفر لي، فقيل: بماذا؟ قال: صعدت ذروة جبل يوماً فأشرفت على جنودي، فأعجبتني كثرتهم، فتمنيت أني حضرت رسول الله ﷺ فأعنته ونصرته فشكر الله لي ذلك وغفر لي[2]۔

امام ابو القاسم قشیری رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ عمرو بن لیث خراسان کا ایک بادشاہ تھا جو مشہور حاکم تھا۔ اسے صفار کہتے تھے، وہ فوت ہوگیا۔ خواب میں اُسے دیکھا گیا اور اس سے کہا گیا کہ تیرے ساتھ خدا نے کیا کیا۔ اس نے کہا کہ اس نے مجھے بخش دیا۔ پوچھا گیا کہ کس سبب

---

[1] أخرجه الطبراني في المعجم الكبير، الرقم: 7309، وأبو نعيم في حلية الأولياء، ج1، ص: 151، وابن حجر العسقلاني في الإصابة في تمييز الصحابة، ج3، ص: 451، والهيثمي في مجمع الزوائد، ج9، ص: 306۔

[2] أخرجه القاضي عياض في الشفا بتعريف حقوق المصطفى ﷺ، ص: 511۔

سے؟ کہا کہ میں ایک دن پہاڑ کی چوٹی پر چڑھا اور اوپر سے اپنے لشکر کو جھانکا تو ان کی کثرت سے میں خوش ہوا۔ اس وقت میں نے تمنا کی اگر میں حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتا تو آپ ﷺ کی نصرت و اعانت کے لیے یہ سارا لشکر پیش کر دیتا۔ یہ بات اللہ عزوجل کو پسند آئی اور مجھے بخش دیا۔

اصحاب رضی اللہ عنہم کیلئے حضور ﷺ کی ہر چیز سے بڑھ کر اہمیت ہونا

کتاب محبت کے ابواب اور تقاضوں میں محب کا ہر معاملہ میں اپنے محبوب کو(priority) دینا ہے۔ اپنی ہر چیز کو قربان کر دینے کا جذبہ رکھنا ہے۔ اصحاب رسول ﷺ اس معاملے میں بھی مشعل راہ تھے۔

حضرت زید بن دثنہ رضی اللہ عنہ کو اہل مکہ جب قتل کرنے کے لیے مکہ سے باہر لے جانے لگے تو ابو سفیان پوچھتا ہے۔ اے زید میں تمہیں اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا تم یہ پسند کرتے ہو کہ ہمارے پاس تمہاری جگہ محمد ﷺ (نعوذ باللہ) ہوتے اور ہم انہیں قتل کرتے۔

اسیر حسن مصطفی ﷺ کی آنکھوں میں جمال جہاں آراء گھوم گیا۔ تڑپ اٹھے خدا کی قسم میں یہ بھی گوارا نہیں کرتا کہ اللہ کے حبیب ﷺ میرے آقا و مولا محمد ﷺ جہاں اس وقت تشریف فرما ہیں۔ کانٹا بھی چبھے اور میں اپنے اہل و عیال میں آرام سے بیٹھا رہوں۔

اس پر ابو سفیان نے اعتراف کیا کہ میں نے کسی کو کسی دوسرے سے ایسی محبت کرتے نہیں دیکھا جیسی محمد ﷺ کے اصحاب اس سے کرتے ہیں۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: بَعَثَ رَسُولُ اللهِ ﷺ عَشَرَةً عَيْنًا، وَأَمَّرَ عَلَيْهِمْ عَاصِمَ بْنَ ثَابِتٍ الْأَنْصَارِيَّ جَدَّ عَاصِمِ بْنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ حَتَّى إِذَا كَانُوا بِالْهَدَةِ بَيْنَ عَسْفَانَ وَمَكَّةَ ذُكِرُوا لِحَيٍّ مِنْ هُذَيْلٍ، يُقَالُ لَهُمْ: بَنُو لِحْيَانَ فَنَفَرُوا لَهُمْ بِقَرِيبٍ مِنْ مِائَةِ رَجُلٍ

رَامٍ، فَاقْتَصُّوا آثَارَهُمْ حَتَّى وَجَدُوا مَأْكَلَهُمُ التَّمْرَ فِي مَنْزِلٍ نَزَلُوهُ، فَقَالُوا: تَمْرُ يَثْرِبَ فَاتَّبَعُوا آثَارَهُمْ، فَلَمَّا حَسَّ بِهِمْ عَاصِمٌ وَأَصْحَابُهُ لَجَئُوا إِلَى مَوْضِعٍ فَأَحَاطَ بِهِمُ الْقَوْمُ، فَقَالُوا لَهُمْ: انْزِلُوا فَأَعْطُوا بِأَيْدِيكُمْ وَلَكُمُ الْعَهْدُ وَالْمِيثَاقُ أَنْ لَا نَقْتُلَ مِنْكُمْ أَحَدًا، فَقَالَ عَاصِمُ بْنُ ثَابِتٍ: أَيُّهَا الْقَوْمُ أَمَّا أَنَا فَلَا أَنْزِلُ فِي ذِمَّةِ كَافِرٍ، ثُمَّ قَالَ: اللَّهُمَّ أَخْبِرْ عَنَّا نَبِيَّكَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَرَمَوْهُمْ بِالنَّبْلِ، فَقَتَلُوا عَاصِمًا وَنَزَلَ إِلَيْهِمْ ثَلَاثَةُ نَفَرٍ عَلَى الْعَهْدِ وَالْمِيثَاقِ مِنْهُمْ خُبَيْبٌ، وَزَيْدُ بْنُ الدَّثِنَةِ وَرَجُلٌ آخَرُ، فَلَمَّا اسْتَمْكَنُوا مِنْهُمْ أَطْلَقُوا أَوْتَارَ قِسِيِّهِمْ فَرَبَطُوهُمْ بِهَا، قَالَ الرَّجُلُ الثَّالِثُ: هَذَا أَوَّلُ الْغَدْرِ، وَاللهِ لَا أَصْحَبُكُمْ إِنَّ لِي بِهَؤُلَاءِ أُسْوَةً يُرِيدُ الْقَتْلَى فَجَرَّرُوهُ وَعَالَجُوهُ، فَأَبَى أَنْ يَصْحَبَهُمْ فَانْطُلِقَ بِخُبَيْبٍ، وَزَيْدِ بْنِ الدَّثِنَةِ حَتَّى بَاعُوهُمَا بَعْدَ وَقْعَةِ بَدْرٍ فَابْتَاعَ بَنُو الْحَارِثِ بْنِ عَامِرِ بْنِ نَوْفَلٍ خُبَيْبًا وَكَانَ خُبَيْبٌ هُوَ قَتَلَ الْحَارِثَ بْنَ عَامِرٍ يَوْمَ بَدْرٍ فَلَبِثَ خُبَيْبٌ عِنْدَهُمْ أَسِيرًا حَتَّى أَجْمَعُوا قَتْلَهُ، فَاسْتَعَارَ مِنْ بَعْضِ بَنَاتِ الْحَارِثِ مُوسَى يَسْتَحِدُّ بِهَا، فَأَعَارَتْهُ فَدَرَجَ بُنَيٌّ لَهَا وَهِيَ غَافِلَةٌ حَتَّى أَتَاهُ، فَوَجَدَتْهُ مُجْلِسَهُ عَلَى فَخِذِهِ وَالْمُوسَى بِيَدِهِ، قَالَتْ: فَفَزِعْتُ فَزْعَةً عَرَفَهَا خُبَيْبٌ، فَقَالَ: أَتَخْشَيْنَ أَنْ أَقْتُلَهُ مَا كُنْتُ لِأَفْعَلَ ذَلِكَ، قَالَتْ: وَاللهِ مَا رَأَيْتُ أَسِيرًا قَطُّ خَيْرًا مِنْ خُبَيْبٍ، وَاللهِ لَقَدْ وَجَدْتُهُ يَوْمًا يَأْكُلُ قِطْفًا مِنْ عِنَبٍ فِي يَدِهِ وَإِنَّهُ لَمُوثَقٌ بِالْحَدِيدِ، وَمَا بِمَكَّةَ مِنْ ثَمَرَةٍ، وَكَانَتْ تَقُولُ إِنَّهُ لَرِزْقٌ رَزَقَهُ اللهُ خُبَيْبًا، فَلَمَّا خَرَجُوا بِهِ مِنَ الْحَرَمِ لِيَقْتُلُوهُ فِي الْحِلِّ، قَالَ لَهُمْ خُبَيْبٌ: دَعُونِي أُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ، فَتَرَكُوهُ فَرَكَعَ رَكْعَتَيْنِ، فَقَالَ: وَاللهِ لَوْلَا أَنْ تَحْسِبُوا أَنَّ مَا بِي جَزَعٌ لَزِدْتُ، ثُمَّ قَالَ: اللَّهُمَّ أَحْصِهِمْ عَدَدًا، وَاقْتُلْهُمْ بَدَدًا وَلَا تُبْقِ مِنْهُمْ أَحَدًا، ثُمَّ أَنْشَأَ يَقُولُ: فَلَسْتُ أُبَالِي حِينَ أُقْتَلُ مُسْلِمًا عَلَى أَيِّ جَنْبٍ كَانَ لِلّٰهِ مَصْرَعِي وَذَلِكَ فِي ذَاتِ الْإِلَهِ وَإِنْ يَشَأْ يُبَارِكْ عَلَى أَوْصَالِ شِلْوٍ مُمَزَّعٍ ثُمَّ قَامَ إِلَيْهِ أَبُو سِرْوَعَةَ عُقْبَةُ بْنُ الْحَارِثِ فَقَتَلَهُ، وَكَانَ خُبَيْبٌ هُوَ سَنَّ لِكُلِّ مُسْلِمٍ قُتِلَ صَبْرًا الصَّلَاةَ، وَأَخْبَرَ أَصْحَابَهُ يَوْمَ أُصِيبُوا خَبَرَهُمْ، وَبَعَثَ نَاسٌ مِنْ قُرَيْشٍ إِلَى عَاصِمِ بْنِ ثَابِتٍ حِينَ حُدِّثُوا أَنَّهُ قُتِلَ أَنْ يُؤْتَوْا بِشَيْءٍ مِنْهُ يُعْرَفُ،

وَكَانَ قَتَلَ رَجُلًا عَظِيمًا مِنْ عُظَمَائِهِمْ، فَبَعَثَ اللهُ لِعَاصِمٍ مِثْلَ الظُّلَّةِ مِنَ الدَّبْرِ فَحَمَتْهُ مِنْ رُسُلِهِمْ، فَلَمْ يَقْدِرُوا أَنْ يَقْطَعُوا مِنْهُ شَيْئًا، وَقَالَ كَعْبُ بْنُ مَالِكٍ: ذَكَرُوا مَرَارَةَ بْنَ الرَّبِيعِ الْعَمْرِيَّ وَهِلَالَ بْنَ أُمَيَّةَ الْوَاقِفِيَّ رَجُلَيْنِ صَالِحَيْنِ قَدْ شَهِدَا بَدْرًا[1].

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے دس جاسوس بھیجے اور ان کا امیر عاصم بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کو بنایا جو عاصم بن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے نانا ہوتے ہیں۔ جب یہ لوگ عسفان اور مکہ کے درمیان مقام ہدہ پر پہنچے تو بنی ہذیل کے ایک قبیلہ کو ان کے آنے کی اطلاع مل گئی۔ اس قبیلہ کا نام بنی لحیان تھا۔ اس کے سو تیر انداز ان صحابہ رضی اللہ عنہم کی تلاش میں نکلے اور ان کے نشان قدم کے اندازے پر چلنے لگے۔ آخر اس جگہ پہنچ گئے جہاں بیٹھ کر ان صحابہ رضی اللہ عنہم نے کھجور کھائی تھی۔ انہوں نے کہا کہ یہ یثرب (مدینہ) کی کھجور (کی گٹھلیاں) ہیں۔ اب پھر وہ ان کے نشان قدم کے اندازے پر چلنے لگے۔ جب عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں نے ان کے آنے کو معلوم کر لیا تو ایک (محفوظ) جگہ پناہ لی۔ قبیلہ والوں نے انہیں اپنے گھیرے میں لے لیا اور کہا کہ نیچے اتر آؤ اور ہماری پناہ خود قبول کر لو تو تم سے ہم وعدہ کرتے ہیں کہ تمہارے کسی آدمی کو بھی ہم قتل نہیں کریں گے۔ عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کہا۔ مسلمانو! میں کسی کافر کی پناہ میں نہیں اتر سکتا۔ پھر انہوں نے دعا کی، اے اللہ! ہمارے حالات کی خبر اپنے نبی ﷺ کو کر دے آخر قبیلہ والوں نے مسلمانوں پر تیر اندازی کی اور عاصم رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا۔ بعد میں ان کے وعدہ پر تین صحابہ اتر آئے۔ یہ حضرات خبیب، زید بن دثنہ اور ایک تیسرے صحابی تھے۔ قبیلہ والوں نے جب ان تینوں صحابیوں پر قابو پا لیا تو ان کی کمان سے تانت نکال کر

[1] اخرجه بخاري في الصحيح، كتاب المغازي، رقم: 3989 ومسلم في الصحيح، كتاب التوبة، باب حديث توبة كعب بن مالك وصاحبيه، رقم: 2769 واحمد في المسند، مسند المكيين، بقية حديث كعب بن مالك الأنصاري، رقم: 15789

اسی سے انہیں باندھ دیا۔ تیسرے صحابی نے کہا، یہ تمہاری پہلی دغا بازی ہے میں تمہارے ساتھ کبھی نہیں جاسکتا۔ میرے لیے تو انہیں کی زندگی نمونہ ہے۔ آپ کا اشارہ ان صحابہ رضی اللہ عنہم کی طرف تھا جو ابھی شہید کئے جا چکے تھے۔ کفار نے انہیں گھسیٹنا شروع کیا اور زبردستی کی لیکن وہ کسی طرح ان کے ساتھ جانے پر تیار نہ ہوئے۔ (تو انہوں نے ان کو بھی شہید کر دیا) اور خبیب رضی اللہ عنہ اور زید بن دثنہ رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے گئے اور (مکہ میں لے جا کر) انہیں بیچ دیا۔ یہ بدر کی لڑائی کے بعد کا واقعہ ہے۔ حارث بن عامر بن نوفل کے لڑکوں نے خبیب رضی اللہ کو خرید لیا۔ انہوں ہی نے بدر کی لڑائی میں حارث بن عامر کو قتل کیا تھا۔ کچھ دنوں تک تو وہ ان کے یہاں قید رہے آخر انہوں نے ان کے قتل کا ارادہ کیا۔ انہیں دنوں حارث کی کسی لڑکی سے انہوں نے زیر ناف بال صاف کرنے کے لیے استرہ مانگا۔ اس نے دے دیا۔ اس وقت اس کا ایک چھوٹا سا بچہ ان کے پاس (کھیلتا ہوا) اس عورت کی بے خبری میں چلا گیا۔ پھر جب وہ ان کی طرف آئی تو دیکھا کہ بچہ ان کی ران پر بیٹھا ہوا ہے۔ اور استرہ ان کے ہاتھ میں ہے انہوں نے بیان کیا کہ یہ دیکھتے ہی وہ اس درجہ گھبرا گئی کہ خبیب رضی اللہ عنہ نے اس کی گھبراہٹ کو دیکھ لیا اور بولے، کیا تمہیں اس کا خوف ہے کہ میں اس بچے کو قتل کر دوں گا؟ یقین رکھو کہ ایسا ہرگز نہیں کر سکتا۔ ان خاتون نے بیان کیا کہ اللہ کی قسم! میں نے کبھی کوئی قیدی خبیب رضی اللہ عنہ سے بہتر نہیں دیکھا۔ اللہ کی قسم! میں نے ایک دن انگور کے ایک خوشہ سے انہیں انگور کھاتے دیکھا جو ان کے ہاتھ میں تھا حالانکہ وہ لوہے کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے اور مکہ میں اس وقت کوئی پھل بھی نہیں تھا۔ وہ بیان کرتی تھیں کہ وہ تو اللہ کی طرف سے بھیجی ہوئی روزی تھی جو اس نے خبیب رضی اللہ عنہ کے لیے بھیجی تھی۔ پھر بنو حارثہ انہیں قتل کرنے کے لیے حرم سے باہر لے جانے لگے تو خبیب رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا کہ مجھے دو رکعت نماز پڑھنے کی اجازت دے دو۔ انہوں نے اس کی اجازت دی تو انہوں نے دو رکعت نماز پڑھی اور فرمایا: اللہ کی قسم! اگر تمہیں یہ

خیال نہ ہونے لگتا کہ مجھے گھبراہٹ ہے (موت سے) تو اور زیادہ دیر تک پڑھتا۔ پھر انہوں نے دعا کی کہ اے اللہ! ان میں سے ہر ایک کو الگ الگ ہلاک کر اور ایک کو بھی باقی نہ چھوڑ اور یہ اشعار پڑھے جب میں اسلام پر قتل کیا جا رہا ہوں تو مجھے کوئی پرواہ نہیں کہ اللہ کی راہ میں مجھے کس پہلو پر پچھاڑا جائے گا اور یہ تو صرف اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لیے ہے۔ اگر وہ چاہے گا تو میرے جسم کے ایک ایک جوڑ پر ثواب عطا فرمائے گا۔ اس کے بعد ابو سروعہ عقبہ بن حارث ان کی طرف بڑھا اور اس نے انہیں شہید کر دیا۔ خبیب رضی اللہ عنہ نے اپنے عمل حسن سے ہر اس مسلمان کے لیے جسے قید کر کے قتل کیا جائے (قتل سے پہلے دو رکعت) نماز کی سنت قائم کی ہے۔ ادھر جس دن ان صحابہ رضی اللہ عنہم پر مصیبت آئی تھی آپ ﷺ نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو اسی دن اس کی خبر دے دی تھی۔ قریش کے کچھ لوگوں کو جب معلوم ہوا کہ عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ شہید کر دیئے گئے ہیں تو ان کے پاس اپنے آدمی بھیجے تاکہ ان کے جسم کا کوئی ایسا حصہ لائیں جس سے انہیں پہچانا جا سکے۔ کیونکہ انہوں نے بھی (بدر میں) ان کے ایک سردار (عقبہ بن ابی معیط) کو قتل کیا تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کی لاش پر بادل کی طرح بھڑوں کی ایک فوج بھیج دی اور انہوں نے آپ کی لاش کو کفار قریش کے ان آدمیوں سے بچا لیا اور وہ ان کے جسم کا کوئی حصہ بھی نہ کاٹ سکے اور کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میرے سامنے لوگوں نے مرارہ بن ربیع عمری رضی اللہ عنہ اور ہلال بن امیہ واقفی رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا۔ (جو غزوہ تبوک میں نہیں جا سکے تھے) کہ وہ صالح صحابیوں میں سے ہیں اور بدر کی لڑائی میں شریک ہوئے تھے۔

حضرت سیدنا سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ غزوہ احد میں شدید زخمی ہو گئے۔ بارہ نیزے ان کے جسم کے آر پار ہوئے۔ تلوار اور تیر کے زخم جو اس کے علاوہ تھے ستر (70) کے لگ بھگ تھے۔ حضور ﷺ نے اپنے جاں نثاروں سے فرمایا کہ سعد بن ربیع کی خبر کون لائے گا تو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ

حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کی تلاش میں نکلے اور ڈھونڈتے ڈھونڈتے انہیں شہیدوں کے درمیان شدید زخمی حالت میں پایا۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے اُنہیں بتایا کہ مجھے حضور ﷺ نے تمہارا حال دریافت کرنے کے لیے بھیجا ہے۔ اس پر اُنہوں نے اپنا حال بیان کرتے ہوئے فرمایا۔

فاذهب اليه فاقرئه منى السلام واخبره اثنتى عشرة طعنة وانى قد انفذت مقاتلى واخبر قومك انه لاعذر لهم عند الله ان قتل رسول الله ﷺ واحد منهم حى

ترجمہ: میرے آقا ﷺ کے حضور میر اسلام پیش کرنا اور کہنا کہ مجھے نیزے کے بارہ زخم لگے ہیں اور میں نے اپنے مقابل کے جسم پر نیزہ آر پار کر دیا ہے۔ اپنے لوگوں سے کہنا کہ اگر حضور ﷺ کو کچھ ہوا اور تم میں سے ایک فرد بھی زندہ بچا تو قیامت کے دن اللہ کی بارگاہ میں ان کا کوئی بھی عذر قابل قبول نہ ہوگا۔

یہ ان کا جذبہ جاں نثاری کہ بدن زخموں سے چور ہے اور زندہ بچ جانے کی کوئی اُمید نہیں مگر پھر بھی تصور محبوب ﷺ ہی میں کھوئے ہوئے ہیں اور اُن کے بارے میں نہ صرف فکر مند ہیں بلکہ اپنی قوم کو یہ پیغام بھی دے رہے ہیں کہ خبردار! اسی محبوب ﷺ کے دامن سے وابستہ رہنا۔

ان کے نزدیک محبوب خدا ﷺ، مرشد کی Priority سب سے زیادہ تھی۔

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ہر شے سے بڑھ کر مرشد حقیقی سے تعلق کو اہمیت دی۔ آپ رضی اللہ عنہ میں قربانی کا جذبہ بدرجہ اتم دکھا اور محبوب ﷺ کو ہر چیز پر priority دی تو پھر اللہ تعالی نے بھی سب مخلوق سے بڑھ کر اپنے قریب کر لیا۔ افضل البشر بعد الانبیاء کا مقام عطا ہوا۔ پوچھا گیا میں تو تجھ سے راضی ہوں۔ کیا تو بھی مجھ سے راضی ہے؟

انسان کی رغبت جن چیزوں کے ساتھ بنتی ہے ان میں سے ایک چیز مال و دولت بھی ہے اور مال ایسی چیز ہے کہ جس کی خاطر انسان اپنی جان کو بھی داؤ پر لگا دیتا ہے لیکن شمع رسالت کے پروانوں اور مرشد سے حقیقی محبت کرنے والے، اس میدان میں محبوب پر مال کو بھی نچھاور کرتے نظر آتے ہیں چنانچہ

۹ھ رجب میں، سرحد کے شمال کی جانب سے تشویش ناک خبریں موصول ہونے لگیں، کہ بازنطینی بادشاہ ہرقل، مسلمانوں پر حملہ آور ہونے والا ہے، ادھر شدید گرمی، بلکہ ہو کا عالم ہے۔ صحابہ بے سرو سامانی کے عالم میں ہیں۔ ابھی تو مختلف جنگوں سے فارغ ہوئے ہیں، جسم کا انگ انگ ٹوٹ رہا ہے، ابھی سب سے زیادہ ضرورت تجارت و معیشت کی بحالی کی تھی، لیکن اسی عالم میں ایک منادی مسجد نبوی سے اعلان کرتا ہے کہ: لوگو! دشمنوں کے خلاف جنگ لڑنے کے لیے تیار ہو جاؤ، اور جو بھی نقد اثاثہ ہو جہادی فنڈ میں جمع کروا دو، لوگوں نے تمام ضرورتوں کو بالائے طاق رکھ کر، اپنی اپنی بساط کے مطابق مال و اسباب جمع کرنے شروع کیے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے فوج کے ایک ثلث کا پورا خرچ اپنے ذمے لیا، نیز ایک ہزار اونٹ ستر گھوڑے، اور ایک ہزار طلائی دینار نقد پیش کیے، حضرت عمر بن الخطاب کے پاس بھی اس موقع پر غیر معمولی اسباب تھے، سب کا نصف لا کر حضور کی خدمت میں پیش کر دیا، اور اس طرح ایک گونہ اطمینان محسوس کیا کہ آج اپنے ساتھیوں سے سبقت لے جائیں گے لیکن اس کے بعد جناب صدیق اکبر تشریف لائے تو کس شان سے آئے حدیث پاک ہے

عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ سَمِعْتُ عُمَرَبْنَ الْخَطَّابِ رضی اللہ عنہ يَقُولُ أَمَرَنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ أَنْ نَتَصَدَّقَ فَوَافَقَ ذَلِكَ عِنْدِي مَالًا فَقُلْتُ الْيَوْمَ أَسْبِقُ أَبَا بَكْرٍ إِنْ سَبَقْتُهُ يَوْمًا قَالَ فَجِئْتُ بِنِصْفِ مَالِي فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا أَبْقَيْتَ لِأَهْلِكَ قُلْتُ

مِثْلَهُ وَأَتَى أَبُو بَكْرٍ بِكُلِّ مَا عِنْدَهُ فَقَالَ يَا أَبَا بَكْرٍ مَا أَبْقَيْتَ لِأَهْلِكَ قَالَ أَبْقَيْتُ لَهُمُ اللهَ وَرَسُولَهُ قُلْتُ وَاللهِ لَا أَسْبِقُهُ إِلَى شَيْءٍ أَبَدًا [1]

ترجمہ: سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے ہمیں صدقہ کرنے کا حکم دیا۔ اس موقع پر میرے پاس مال بھی تھا۔ چنانچہ میں نے (دل میں) کہا: اگر میں ابو بکر رضی اللہ عنہ سے سبقت لینا چاہوں تو آج لے سکتا ہوں۔ چنانچہ میں اپنا آدھا مال (آپ ﷺ کی خدمت میں) لے آیا۔ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا "تم نے اپنے گھر والوں کے لیے کیا باقی چھوڑا ہے؟" میں نے کہا: اسی قدر (چھوڑ آیا ہوں) اور پھر سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ اپنا کل مال (آپ ﷺ کے پاس) لے آئے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان سے پوچھا "تم نے اپنے گھر والوں کے لیے کیا باقی چھوڑا ہے؟" کہا: میں نے ان کے لیے اللہ اور اس کے رسول کو چھوڑا ہے۔ تب مجھے کہنا پڑا، میں کسی شے میں کبھی بھی ان سے نہیں بڑھ سکتا۔

علامہ اقبال رحمۃ اللہ عنہ نے اسی واقعہ کو اپنی موئثر نظم میں اس طرح پرویا ہے۔

اتنے میں وہ رفیق نبوت بھی آگیا　　جس سے بنائے عشق و محبت ہے استوار
لے آیا اپنے ساتھ وہ مردو سرفاشت　　ہر چیز جس سے چشم جہاں میں ہو اعتبار
ملک یمین ودرہم ودینار ورختِ وجنس　　اسپ قمر، سم و شتر و قاطر و حمار
بولے حضور چاہیے فکر عیال بھی　　کہنے لگا وہ عشق و محبت کا رازدار
اے تجھ سے دیدۂ ومہ وانجم فروغ گیر　　اے تیری ذات باعث تکوین روزگار
پروانے کو چراغ ہے بلبل کو پھول بس　　صدیق کے لیے ہے خدا کا رسول بس

[1] اخرجه الترمذی فی السنن، أبواب المناقب، رقم: 3675

عَنْ عُمَرَبْنِ الْخَطَّابِ رضی اللہ عنہ، قَالَ: نَظَرَالنَّبِيُّ ﷺ إِلَى مُصْعَبِ بْنِ عُمَيْرٍ مُقْبِلاً وَعَلَيْهِ إِهَابُ كَبْشٍ قَدْ تَنَطَّقَ بِهِ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: انْظُرُوْا إِلَى هَذَا الرَّجُلِ الَّذِي قَدْ نَوَّرَ اللهُ قَلْبَهُ، لَقَدْ رَأَيْتُهُ بَيْنَ أَبَوَيْنِ يَغْذُوَانِهِ بِأَطْيَبِ الطَّعَامِ وَالشَّرَابِ، فَدَعَاهُ حُبُّ اللهِ وَرَسُوْلِهِ إِلَى مَا تَرَوْنَ[1]

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو دنبہ کی کھال میں ملبوس دیکھ کر صحابہ سے فرمایا: اِس شخص دیکھو جس کے قلب کو اللہ نے روشن فرمادیا ہے۔ میں نے ان کی عیش و عشرت والی زندگی بھی دیکھی ہے۔ اِس کے والدین اس کو سب سے اچھا کھانا اور سب سے اچھا مشروب دیتے تھے۔ لیکن اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت کی وجہ سے ان میں کس قدر تبدیلی آئی جسے تم دیکھ رہے ہو۔

ہمارے لیے بھی یہ سبق ہے کہ اللہ کی رحمت اور فضل حاصل کرنے کا ذریعہ اس کے بندے، رسول اکرم ﷺ کے غلام یعنی کہ اپنے مرشد کریم کے ساتھ محبت اخلاص، و وفا والا تعلق ہے۔

اصحاب رضی اللہ عنہم کا حضور ﷺ کو اپنے رشتہ داروں پر مقدم رکھنا

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم محبوب خدا ﷺ سے والہانہ محبت کرتے تھے اور اسی محبت کا کرشمہ تھا کہ نہ انہیں اپنی جان کی پرواہ تھی، نہ مال و اولاد کی۔ وہ دنیا کی ہر چیز سے بڑھ کر اپنے آقا و مولی ﷺ کو عزیز جانتے تھے۔ انہوں نے جس والہانہ عشق و محبت کا مظاہرہ کیا انسانی تاریخ آج تک اس کی نظیر پیش نہ کر سکی اور نہ قیامت تک اس بے مثال محبت کے مظاہر دیکھنے ممکن ہوں گے۔

[1] أخرجه أبو نعيم في حلية الأولياء، ج 1، ص: 108، والبيهقي في شعب الإيمان، الرقم: 6189، وابن عساكر في تاريخ مدينة دمشق، ج 36 ص: 333، والمنذري في الترغيب والترهيب، الرقم: 3163، وابن الجوزي في صفة الصفوة، ج 1، ص: 391

امام ابن عساکر حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے عرض کیا: اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے اگر میرے باپ ابو قحافہ کی بجائے ابو طالب ایمان لے آتے تو اس سے میری آنکھوں کو زیادہ ٹھنڈک پہنچتی کیونکہ ابو طالب کا اسلام لانا آپ کی آنکھوں کی ٹھنڈک تھا۔

امام بیہقی اور امام بزار نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے کہا آپ کا اسلام لانا میرے نزدیک میرے باپ خطاب کے اسلام لانے سے زیادہ محبوب ہے کیونکہ آپ کا اسلام لانا رسول اللہ ﷺ کو زیادہ محبوب تھا۔

عَنْ عُمَرَ رضی الله عنه، أَنَّهُ فَرَضَ لِأُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ فِي ثَلَاثَةِ آلَافٍ وَخَمْسِ مِائَةٍ، وَفَرَضَ لِعَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ فِي ثَلَاثَةِ آلَافٍ. قَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ لِأَبِيهِ: لِمَ فَضَّلْتَ أُسَامَةَ عَلَيَّ فَوَاللهِ مَا سَبَقَنِي إِلَى مَشْهَدٍ. قَالَ: لِأَنَّ زَيْدًا كَانَ أَحَبَّ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ مِنْ أَبِيكَ، وَكَانَ أُسَامَةُ أَحَبَّ إِلَى رَسُولِ اللهِ مِنْكَ، فَآثَرْتُ حُبَّ رَسُولِ اللهِ ﷺ عَلَى حُبِّي هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ[1]

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسامہ کو بیت المال سے ساڑھے تین ہزار اور عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو تین ہزار دیئے تو انہوں نے اپنے والد سے کہا کہ آپ نے اسامہ کو مجھ پر فضیلت کیوں دی ہے۔ اللہ کی قسم انہوں نے کسی غزوہ میں مجھ سے سبقت حاصل نہیں کی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس لئے کہ اسامہ رضی اللہ عنہ کے والد زید رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کو تمہارے باپ سے زیادہ عزیز اور اسامہ تم سے زیادہ محبوب تھے۔ لہذا میں

[1] اخرجه ترمذي في السنن، أبواب المناقب، باب مناقب زيد بن حارثة رضي الله عنه، رقم: 3813

نے نبی اکرم ﷺ کے محبوب شخص کو اپنے محبوب پر مقدم کیا ہے۔ یہ حدیث حسن غریب ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ غزوہ اُحد کے دن اہل مدینہ سخت تنگی و پریشانی میں مبتلا ہو گئے کیوں کہ اُنہوں نے غلط فہمی اور منافقین کی افواہیں سن کر کہا کہ محمد مصطفیٰ ﷺ کو شہید کر دیا گیا ہے، یہاں تک کہ مدینہ منورہ میں چیخ و پکار کرنے والی عورتوں کی کثیر تعداد جمع ہو گئی۔ انصار کی ایک عورت (حضرت ام عمارہ رضی اللہ عنہا) کمر پر کپڑا باندھے ہوئے غم سے نڈھال باہر نکلی اور اپنے بیٹے، باپ، خاوند اور بھائی کی لاشوں کے پاس سے گزری۔ راوی کہتے ہیں: مجھے معلوم نہیں کہ اس نے سب سے پہلے کس کی لاش دیکھی۔ جب وہ اُن میں سے سب سے آخری لاش کے پاس سے گزری تو پوچھنے لگی: یہ کون ہے؟ لوگوں نے کہا: تمہارا باپ، بھائی، خاوند اور تمہارا بیٹا ہے جو کہ شہید ہو چکے ہیں۔ وہ کہنے لگی:

مَا فَعَلَ رَسُولُ اللهِ ﷺ؟

(مجھے صرف یہ بتاؤ کہ) رسول اللہ ﷺ کس حال میں ہیں؟

لوگ کہنے لگے: أَمَامَكِ

آپ ﷺ تمہارے سامنے موجود ہیں۔

یہاں تک کہ اُس عورت کو رسول اللہ ﷺ تک پہنچا دیا گیا۔ اس عورت نے (شدتِ جذبات سے) آپ ﷺ کے کرتہ مبارک کا پلو پکڑ لیا اور عرض کیا۔

بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي، يَا رَسُولَ اللهِ، لَا أُبَالِي إِذْ سَلِمْتَ مِنْ عَطَبٍ [1]

یارسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، جب آپ سلامت ہیں تو مجھے اور کوئی دکھ نہیں (یعنی یارسول اللہ! آپ پر میرا باپ، بھائی، خاوند اور بیٹا سب کچھ قربان ہیں)۔

منافقوں کے سردار نے جب آپ ﷺ کے لیے بے ادبی والے لفظ بولے جو قرآن نے بیان کیے

يَقُولُونَ لَئِن رَّجَعْنَا إِلَى الْمَدِينَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْأَعَزُّ مِنْهَا الْأَذَلَّ وَلِلَّهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُولِهِ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَلَٰكِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَا يَعْلَمُونَ [2]

ترجمہ: کہتے ہیں ہم مدینہ پھر کر گئے تو ضرور جو بڑی عزت والا ہے وہ اس میں سے نکال دے گا اسے جو نہایت ذلت والا ہے۔

عبداللہ بن ابی اس کا بیٹا عبداللہ مخلص مومن تھا اس نے جب اپنے باپ کے اس قول کے بارے میں سنا تو اپنے باپ پر اشراف مدینہ کے روبرو تلوار کھینچ لی اور کہا خدا کی قسم کہ میں تمہیں اس وقت تک نہ چھوڑوں گا جب تک کہ تو یہ نہ کہے محمد ﷺ انتہائی عزت والے ہیں اور میں سب سے زیادہ ذلیل ہوں پس اس نے باپ کو نہ چھوڑا جب تک اس نے یوں نہ کہا اور ایک روایت میں ہے کہ وہ مدینہ کے باہر ٹھہر گیا اور لوگ مدینہ میں داخل ہوتے رہے یہاں تک کہ اس کا باپ (عبداللہ بن ابی) آیا تو اس نے کہا: ''ٹھہر جا'' ابن ابی بولا تجھ پر افسوس ہے کہ تجھے کیا ہو گیا ہے۔ ابن عبداللہ بن ابی نے کہا: خدا کی قسم کہ تو کبھی بھی مدینہ میں داخل نہ ہو سکے گا مگر یہ کہ رسول اللہ ﷺ تیرے لیے اجازت فرمائیں اور

---

[1] اخرجه الطبراني في المعجم الأوسط، باب الميم، من اسمه: محمد، رقم:7499 وأبو نعيم في حلية الأولياء، ذكر النساء الصحابيات، الانصارية، ج2، ص:71 والقاضي عياض في الشفا، رقم:1215 والهيثمي في مجمع الزوائد، كتاب المغازي والسير، باب منه في وقعة أحد، رقم:10087

[2] المنفقون 63:8

آج تجھے ضرور پتا چل جائے گا کہ سب سے زیادہ عزت والا کون ہے اور سب سے زیادہ ذلت والا کون ہے، پھر وہ پلٹ کر گیا اور رسول اللہ ﷺ سے ملاقات کی اور جو کچھ اس کے بیٹے نے کیا تھا آپ ﷺ سے اس کی شکایت کی تو رسول اللہ ﷺ نے اس کی طرف پیغام بھجوایا کہ اس کو چھوڑ دو اور (جانے دو) تو انہوں نے باپ کو جانے دیا۔

عبد اللہ بن ابی کے بیٹے نے اپنے باپ سے کہا کہ اللہ کی قسم ہم اس وقت تک یہاں سے نہیں جائیں گے جب تک تم اس بات کا اقرار نہ کرو کہ تم ذلیل اور نبی اکرم ﷺ معزز ہیں۔ پھر اس نے اقرار کیا۔[1]

ہر موقع پر اصحاب رسول ﷺ کا طرز عمل ہمارے لیے مشعل راہ ہے۔

اصحاب رضی اللہ عنہم کا حضور ﷺ کی نسبتوں سے جذبہ محبت

محبت کا ایک اور تقاضا محبوب کے محبوبوں سے محبت، اس کی نسبتوں سے محبت، اس کے آل اولاد و ازواج اور اصحاب سے محبت رکھنا ہے۔ الحمد للہ اہل سنت و جماعت کا یہی عقیدہ ہے۔

سو جس کو رسول اللہ ﷺ سے محبت ہے وہ قرآن مجید سے محبت کرے گا کہ یہ کلام آپ پر نازل ہوا ہے۔ وہ مکہ مکرمہ سے محبت کرے گا کہ یہ آپ کا مولد ہے وہ مدینہ منورہ سے محبت کرے گا یہ آپ کا مسکن ہے، وہ کعبہ سے محبت کرے گا کہ آپ اس کا طواف کرتے تھے۔ وہ غار حرا سے محبت کرے گا کہ اس میں آپ پر پہلی وحی نازل ہوئی تھی، وہ غار ثور سے محبت کرے گا کہ ہجرت کے موقع پر تین دن آپ اس غار میں مستور رہے، وہ اُحد پہاڑ سے محبت کرے گا کہ آپ نے فرمایا اُحد پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔ وہ وادی بدر سے محبت کرے گا کہ یہاں رسول اللہ ﷺ نے اسلام

1 سیرت حلبیہ، باب ذکر مغازیہ صلی اللہ علیہ وسلم، غزوۃ بنی المصطلق، 2/393، مدارج النبوۃ، قسم سوم، باب پنجم، 6/157

کے دفاع میں کفار سے پہلا مقابلہ کیا تھا، وہ مکہ اور مدینہ کے سنگ ریزوں سے محبت کرے گا کہ ان کو رسول اللہ ﷺ کے کف پا سے نسبت ہے، آخر اللہ تعالی نے یونہی تو نہیں فرمایا تھا!

لَا أُقْسِمُ بِهَٰذَا الْبَلَدِ[1]

ترجمہ: مجھے اس شہر کی قسم۔

وَأَنتَ حِلٌّ بِهَٰذَا الْبَلَدِ[2]

ترجمہ: کہ اے محبوب! تم اس شہر میں تشریف فرما ہو

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نزدیک یہی ایمان تھا اور یہی دین کہ وہ کسی بھی شئے سے حضور نبی کریم ﷺ کی نسبت کے بغیر اپنا تعلق قائم نہیں کرتے تھے۔ ایک مرتبہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ حج پر آئے، طواف کیا اور حجر اسود کے سامنے آکر کھڑے ہو گئے اور اس سے فرمانے لگے۔

انی اعلم انک حجر لا تضر ولا تنفع، ولولا انی رایت النبی ﷺ یقبلک ما قبلتک

ترجمہ: میں جانتا ہوں کہ بیشک تو ایک پتھر ہے جو نہ نفع پہنچا سکتا ہے اور نہ نقصان۔ اگر میں نے نبی اکرم ﷺ کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو میں تجھے بوسہ نہ دیتا۔

یہ کلمات ادا کرنے کے بعد آپ رضی اللہ عنہ نے حجر اسود کو بوسہ دیا۔

صحابہ اکرام رضوان اللہ علیہم حضور کو نہ صرف اپنی ذات پر ترجیح دیتے تھے بلکہ حضور ﷺ کے محبوب لوگوں کو اپنے پسندیدہ لوگوں پر ترجیح دیتے تھے جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عمل سے واضح ہے

[1] البلد90:1

[2] البلد90:2

عَنْ عُمَرَ رضی اللہ عنہ اَنَّہ فَرَضَ لِاُسَامَۃَ بْنِ زَیْدٍ فِی ثَلَاثَۃِ آلَافٍ وَخَمْسِ مِائَۃٍ وَفَرَضَ لِعَبْدِ اللہِ بْنِ عُمَرَ فِی ثَلَاثَۃِ آلَافٍ. قَالَ عَبْدُ اللہِ بْنُ عُمَرَ لِاَبِیہِ : لِمَ فَضَّلْتَ اُسَامَۃَ عَلَیَّ، فَوَاللہِ، مَا سَبَقَنِی اِلٰی مَشْهَدٍ. قَالَ : لِاَنَّ زَیْدًا کَانَ اَحَبَّ اِلٰی رَسُولِ اللہِ ﷺ مِنْ اَبِیکَ وَکَانَ اُسَامَۃُ اَحَبَّ اِلٰی رَسُولِ اللہِ ﷺ مِنْکَ، فَآثَرْتُ حُبَّ رَسُولِ اللہِ ﷺ عَلٰی حُبِّی.[1]

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اُنہوں نے حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کا وظیفہ ساڑھے تین ہزار مقرر فرمایا اور (اپنے بیٹے) عبد اللہ بن عمر کے لیے تین ہزار۔ حضرت عبد اللہ بن عمر نے اپنے والد سے پوچھا: آپ نے حضرت اُسامہ بن زید کو مجھ پر کیوں فضیلت دی؟ وہ کسی جنگ میں مجھ پر سبقت نہیں لے گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضور نبی اکرم ﷺ کو حضرت زید، تمہارے باپ سے اور حضرت اسامہ تم سے زیادہ محبوب تھے لہٰذا میں نے حضور نبی اکرم ﷺ کے محبوب کو اپنے محبوب پر ترجیح دی ہے۔“

نبیِّ کریم ﷺ سے منسوب ہر شے کا جب ادب واحترام لازم ہے اور یہ محبت کا تقاضا بھی ہے چنانچہ حضرت سَیِّدُنا امام حسین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: میں ایک دن اَمِیْرُالْمُومنین حضرت سَیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے گھر گیا، مگر آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ، حضرت اَمیر مُعاوِیہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے ساتھ علیحدگی میں مصروفِ گفتگو تھے اور آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے بیٹے حضرت عبدُ اللہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ دروازے پر کھڑے اِنتظار کر رہے تھے۔ کچھ دیر انتظار کے بعد وہ واپس لوٹنے لگے تو ان کے ساتھ ہی میں بھی واپس لوٹ آیا۔ بعد میں اَمِیْرُالْمُومنین حضرت سَیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے میری مُلاقات ہوئی تو میں نے عرض کی: ”اے اَمِیْرُالْمُومنین! میں آپ کے پاس آیا تھا،

[1] أخرجه الترمذی فی السنن، کتاب المناقب، باب مناقب زید بن حارثۃ، الرقم: 3813.

مگر آپ حضرت امیرِ معاویہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے ساتھ مصروفِ گفتگو تھے۔آپ کے بیٹے عبد اللہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ بھی باہر کھڑے انتظار کر رہے تھے (میں نے سوچا جب بیٹے کو اندر جانے کی اجازت نہیں ہے، مجھے کیسے ہو سکتی ہے) لہٰذا میں ان کے ساتھ ہی واپس چلا گیا۔"تو فاروقِ اَعْظَم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: اے میرے بیٹے حسین! میری اَوْلاد سے زِیادہ، آپ اِس بات کے حق دار ہیں کہ آپ اَندر آجائیں اور ہمارے سروں پر یہ جو بال ہیں، اللہ عَزَّوَجَلَّ کے بعد کس نے اگائے ہیں، تم نے ہی تو اگائے ہیں (یعنی آپ کے ناناجان کی وجہ سے ہی اعزاز ملے ہیں)۔ [1]

ایک موقع پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضراتِ صحابہ کرام کے بیٹوں کو کپڑے عطا فرمائے مگر ان میں کوئی ایسا لباس نہیں تھا جو حضرت امام حسن اور امام حُسین رضی اللہ عنہما کی شان کے لائق ہو تو آپ نے ان کے لئے یمن سے خُصوصی لباس منگوا کر پہنائے، پھر فرمایا: اب میرا دل خوش ہوا ہے۔ [2]

حضرت سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں جب بھی حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کو دیکھتا ہوں تو فرطِ محبّت میں میری آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں۔ [3]

ابو مہزم رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: ہم ایک جنازے میں تھے تو کیا دیکھا کہ حضرت سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اپنے کپڑوں سے حضرت امام حُسین رضی اللہ عنہ کے پاؤں سے مٹی صاف کر رہے تھے۔ [4]

---

[1] تاریخ ابن عساکر، ج14، ص175

[2] ریاض النضرۃ، ج1، ص341

[3] مسند امام احمد، ج3، ص632

[4] سیر اعلام النبلاء، ج4، ص407

حضراتِ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کس کس انداز سے اہلِ بیتِ اَطہار سے اپنی محبت کا اظہار کرتے، انہیں اپنی آل سے زیادہ محبوب رکھتے، ان کی ضروریات کا خیال رکھتے، ان کی بارگاہوں میں عمدہ واعلیٰ لباس پیش کرتے، بیش بہا نذرانے اُن کی خدمت میں حاضر کرتے، اُن کو دیکھ کر یا اُن کا ذِکرِ پاک سُن کر بے اختیار رو پڑتے، ان کی تعریف و توصیف کرتے اور جاننے والوں سے اُن کی شان و عظمت کا بیان سنتے۔

حضور ﷺ کے دشمنوں سے عداوت

محبت رسول ﷺ کے تقاضوں میں سے ایک اور تقاضا رسول اکرم ﷺ کے دشمنوں، دین کے دشمنوں سے عداوت رکھنا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی محبت کا تقاضا یہ ہے کہ آپ کے اعداء سے عداوت رکھی جائے اور جو آپ ﷺ کے دین کے مخالف ہوں ان کی مخالفت کی جائے اور ان سے محبت نہ رکھی جائے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

> لَا تَجِدُ قَوْمًا یُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ یُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْۤا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِیْرَتَهُمْ[1]
>
> ترجمہ: جو لوگ اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں آپ ان کو ایسا نہیں پائیں گے کہ وہ ان سے محبت کریں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت کرتے ہیں خواہ وہ ان کے باپ ہوں یا ان کے بیٹے ہوں یا ان کے بھائی ہوں یا ان کے قریبی رشتہ دار ہوں۔

اصحاب رسول ﷺ کی زندگیوں میں ہمیں یہ تقاضا بھی بدرجہ اتم نظر آتا ہے۔

[1] التوبة 24:9

محبت اور وفا کے راستے میں صرف محبوب پر جان قربان کرنا ہی محبت کرنے والوں کا شیوہ نہیں ہوتا، بلکہ جو اس کے محبوب سے عداوت رکھیں اور محبوب کو تکلیف پہنچانے کا باعث بنیں، اُن سے لاتعلقی بھی لازم ہے، خواہ وہ رشتے میں کتنے ہی قریب کیوں نہ ہوں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگیاں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت میں رشتہ داریوں کو قربان کرنے کی مثالوں سے بھری پڑی ہیں، جو بھی رسول اللہ ﷺ کے مقابلے میں آیا، ان مردانِ وفا شعار نے ان سے ہر رشتہ ناتا توڑ لیا، جنگ کے میدان میں رسول اللہ ﷺ کے مقابلے میں نکلنے والے اپنے قریبی رشتوں کو اپنے ہاتھوں سے کاٹ کے رکھ دیا، چشمِ فلک نے شاید ایسے مناظر کہیں اور نہ دیکھے ہوں، یہ وہ لوگ تھے جن کی محبت کا محور صرف رسول اللہ ﷺ کی ذات تھی، علامہ علی القاری لکھتے ہیں: "جنگ بدر میں حضرت ابو عبیدہ نے اپنے باپ کو قتل کیا، حضرت مصعب بن عمیر نے اپنے بھائی کو قتل کیا، حضرت عمر نے اپنے ماموں کو قتل کیا، حضرت علی نے اپنے کئی رشتہ داروں کو قتل کیا اور حضرت ابو بکر نے اپنے بیٹے کو مقابلے کے لیے للکارا (رضی اللہ عنہم)"[1]۔

عَنْ عَائِشَةَ رضی الله عنها أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: اهْجُوا قُرَيْشًا فَإِنَّهُ أَشَدُّ عَلَيْهَا مِنْ رَشْقٍ بِالنَّبْلِ، فَأَرْسَلَ إِلَى ابْنِ رَوَاحَةَ فَقَالَ: اهْجُهُمْ فَهَجَاهُمْ، فَلَمْ يُرْضِ، فَأَرْسَلَ إِلَى كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ، ثُمَّ أَرْسَلَ إِلَى حَسَّانَ بْنِ ثَابِتٍ رضی الله عنه، فَلَمَّا دَخَلَ عَلَيْهِ، قَالَ حَسَّانُ رضی الله عنه: قَدْ آنَ لَكُمْ أَنْ تُرْسِلُوا إِلَى هَذَا الْأَسَدِ الضَّارِبِ بِذَنَبِهِ، ثُمَّ أَدْلَعَ لِسَانَهُ، فَجَعَلَ يُحَرِّكُهُ، فَقَالَ: وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لَأَفْرِيَنَّهُمْ بِلِسَانِي فَرْيَ الْأَدِيمِ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: لَا تَعْجَلْ، فَإِنَّ أَبَا بَكْرٍ أَعْلَمُ قُرَيْشٍ بِأَنْسَابِهَا، وَإِنَّ لِي فِيهِمْ نَسَبًا حَتَّى يُلَخِّصَ لَكَ

[1] شرح الشفاء، ج:3، ص:368

نَسَبِي، فَأَتَاهُ حَسَّانُ ثُمَّ رَجَعَ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، قَدْ لَخَّصَ لِي نَسَبَكَ. وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ، لَأَسُلَّنَّكَ مِنْهُمْ كَمَا تُسَلُّ الشَّعَرَةُ مِنَ الْعَجِينِ[1]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: قریش کی ہجو کرو، کیونکہ ان (گستاخوں) پر ہجو تیروں کی بوچھاڑ سے زیادہ شاق گزرتی ہے پھر آپ ﷺ نے حضرت ابن رواحہ کی طرف پیغام بھیجا کہ کفار قریش کی ہجو کرو، انہوں نے کفار قریش کی ہجو کی، وہ آپ کو پسند نہیں آئی، پھر آپ نے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی طرف پیغام بھیجا، پھر حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کی طرف پیغام بھیجا جب حضرت حسان آپ ﷺ کی خدمت میں آئے تو انہوں نے عرض کیا: اب وقت آگیا ہے آپ نے اس شیر کی طرف پیغام بھیجا ہے جو اپنی دم سے مارتا ہے، پھر اپنی زبان نکال کر اس کو ہلانے لگے۔ پھر عرض کیا: اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے! میں اپنی زبان سے انہیں اس طرح چیر پھاڑ کر رکھ دوں گا جس طرح چمڑے کو پھاڑتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جلدی نہ کرو، یقیناً ابو بکر قریش کے نسب کو سب سے زیادہ جاننے والے ہیں اور ان میں میرا نسب بھی ہے (تم ان کے پاس جاؤ) تاکہ ابو بکر میرا نسب ان سے الگ کر دیں۔ حضرت حسان رضی اللہ عنہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے پھر واپس لوٹے اور عرض کیا: یارسول اللہ! ابو بکر نے میرے لئے آپ کا نسب الگ کر دیا ہے اس ذات کی قسم! جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے میں (ان کی ہجو کرتے ہوئے) آپ کو ان میں سے اس طرح نکال لوں گا جس طرح گندھے ہوئے آٹے سے بال نکال لیا جاتا ہے۔

[1] أخرجه مسلم في الصحيح، كتاب: فضائل الصحابة، باب: فضائل حسان بن ثابت رضی الله عنه، الرقم: 2490، والطبراني في المعجم الكبير، الرقم: 3582، والبيهقي في السنن الكبرى، الرقم: 20895، والطبري في تهذيب الآثار، الرقم: 929، والمقدسي في أحاديث الشعر، الرقم: 21

زیارت مصطفیٰ سے حلاوت وسیرابی

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی حضور نبی اکرم ﷺ سے محبت کا عالم یہ تھا کہ مسلسل فاقوں سے جب طبیعت از حد نڈھال ہو جاتی تو آپ ﷺ کی زیارت کا شوق لئے آپ ﷺ کے در اقدس پر جمع ہو جاتے۔ رسول مکرم ﷺ کا رشک مہتاب چہرہ مبارک دیکھ کر انہیں سرمدی حلاوت اور سکون نصیب ہوتا تھا۔

ایک روز سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ گھر میں فاقے سے تھے، جب انہیں بھوک نے بہت زیادہ ستایا تو وہ اپنے گھر سے نکل پڑے، دوسری طرف حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی بھی یہی کیفیت تھی۔ ادھر حضور ﷺ بھی اپنے درِ دولت سے باہر تشریف لائے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ نے جب اپنے صدیق اور عمر کو وہاں پایا تو پوچھنے لگے اے میرے صحابیو! تم یہاں کیا کر رہے ہو؟ دونوں حضرات نے ارشاد فرمایا: یارسول اللہ ﷺ بھوک ہمیں تنگ کر رہی تھی لہذا ہم بھوک کی کیفیت سے نجات پانے کے لیے آپ ﷺ کی زیارت کے لئے حاضر ہوگئے،[1] کیونکہ انہیں بخوبی علم تھا کہ ان کی بھوک کا کیا علاج ہے وہ جب چہرہ مصطفیٰ ﷺ کا نظارہ کر لیتے تو پھر اس کے بعد کسی چیز کی قطعا کوئی ضرورت نہ محسوس ہوتی تھی۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جلوۂ جانان کی تابانیاں ہر شے سے بے نیاز کر دیا کرتی تھیں۔ پھر نہ تو انہیں پیاس کی طلب ہوتی تھی اور نہ ہی بھوک کی، انہیں نہ تو گرمی کی حدت تنگ کیا کرتی تھی اور نہ ہی سردی انہیں ٹھٹھراتی تھی، نہ انہیں کسی شے کا غم ہوتا اور نہ ہی کسی قسم کی کوئی پریشانی انہیں لاحق ہوتی تھی۔

[1] ترمذی، السنن، کتاب الزھد، باب ما جاء فی معیشۃ أصحاب النبی ﷺ، رقم: ۲۳۶۹

پیکر حسن و جمال ﷺ کی تابانیاں ان پر ایسی بے خودی کی کیفیات طاری کرتی تھیں کہ انہیں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے علاوہ کچھ اور سجھائی ہی نہیں دیتا تھا۔

اصحاب رضی اللہ عنہم کا امت رسول ﷺ سے خیر خواہی رکھنا

رسول اکرم ﷺ کو اپنی امت بہت پیاری ہے۔ امت سے خیر خواہی رکھنا بھی محبت رسول ﷺ کے تقاضوں میں سے اہم تقاضا ہے۔

عَنْ أَنَسٍ رضی اللہ عنہ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، لَا يُؤْمِنُ عَبْدٌ حَتَّى يُحِبَّ لِجَارِهِ أَوْ قَالَ: لِأَخِيهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ[1]

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا قسم ہے اس کی جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے کوئی بندہ مومن نہیں ہوگا جب تک اپنے ہمسایہ یا اپنے بھائی کے لئے وہی بات دل سے نہ چاہے جو اپنے لئے چاہتا ہے۔

قال القاضی عیاض رَحِمَهُ الله: من علامة حبِّ الرجلِ للنبی ﷺ شفقته علی أمته، ونصحه لهم، وسعیه فی مصالحهم، ورفع المضار عنهم۔ 2

ترجمہ: قاضی عیاض رَحِمَہُ اللہ فرماتے ہیں کہ کسی کی آپ ﷺ کے ساتھ محبت کی علامت یہ ہے کہ آپ ﷺ کی امت کے ساتھ شفقت و مہربانی سے پیش آئے، ان کو اچھی بات بتائے اور ان کی خیر خواہی کی کوشش کرے۔

خیر خواہی ایک اللہ تعالیٰ کی رحمت کے حصول کا بہت بڑا ذریعہ ہے کہ انسان کسی کو سیدھے راستے کی طرف لا کر اس کی عمر بھر کی نیکیوں کے اجر کا مستحق قرار پاتا ہے اس کی مختلف صورتیں ہیں وہ اپنے کسی

[1] صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب الدلیل علی ان من خصال الایمان ان یحب لاخیہ المسلم، رقم: 94

[2]: القاضی عیاض فی الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ: 504

مسلمان بھائی کو دین کی طرف رغبت دلا کر، کسی کو گناہ سے بچانے کی کوشش کر کے اس کی خیر خواہی کی جاسکتی ہے اسی جذبہ سے سرشار جناب فن سیر نے لکھا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ مسلمان ہونے کے بعد اپنے پرانے رفیقوں اور دوستوں میں سے جس سے بھی ملتے اسے ہدایت کا راستہ اختیار کرنے کی ترغیب دیتے۔ واضح نشانات اور مضبوط دلائل کے ساتھ پیغمبر کی نبوت کی صداقت کو ان کے سامنے پیش کرتے، اکابر قریش اور عرب کے سرداروں کی ایک جماعت آپ کی مبارک ہمت کی برکت سے گمراہی کی وادی سے چشمہ ہدایت پر پہنچی۔ صدیق اکبر کی بیٹی اسماء بنت ابی بکر ذات النطاقین فرماتی ہیں کہ ہمارے ابا جان جس روز ایمان لائے گھر آئے اور ہم سب کو اسلام کی دعوت دی جب تک ہم سب دائرہ اسلام میں داخل نہیں ہو گئے اور رسول اللہ کی تصدیق اور دین توحید کو قبول نہیں کر لیا مجلس سے نہیں اٹھے۔

عشرہ مبشرہ میں سے پانچ آدمی عثمان بن عفان، زبیر بن عوام، طلحہ بن عبید اللہ، سعد بن ابی وقاص اور عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہم اجمعین آپ کی راہنمائی اور ترغیب سے دولت اسلام سے سرفراز ہوئے۔[1]

اس میں ہمارے لیے سبق یہ ہے کہ اگر کوئی سالک کسی حجاب یا غفلت کی وجہ سے دور ہو جائے تو اس کو دوبارہ شیخ سے جوڑ کر اس کے دل میں مرشد کے لیے محبت ڈال کر اس کو واپس اس کی منزل پر لانے کی کوشش سے اس لانے والے کو مفت میں اللہ تعالیٰ کی رحمت رسول اکرم ﷺ کی شفقت مرشد کی خوشی کی صورت میں نصیب ہوتی ہے۔

[1] معارج النبوۃ فی مدارج الفتوۃ مصنف ملا معین واعظ الھروی مترجمین علامہ اقبال احمد فاروقی، حکیم اصغر احمد فاروقی ج2، ص:234 تا237

مرشد کریم اکثر فرمایا کرتے ہیں کہ دوسرے کا بھلا کرو۔ رب تمہارا بھلا کرے گا۔

اللہ کی کامل بندگی و اطاعت کا حصول محبت مصطفیٰ ﷺ کے بغیر ممکن ہی نہیں اور محبت شیخ ذریعہ ہے عشق مصطفیٰ ﷺ حاصل کرنے کا۔

عنوان اس بات پر سمٹا جاتا ہے کہ ذات مصطفیٰ ﷺ سے محبت و تعلق دراصل دین اسلام کی روح ہے۔ جس طرح زندگی کا جوہر روح ہے۔ اگر بدن سے روح نکل جائے تو بدن میں چاہے ٹنوں خون نکال دیا جائے، زندگی کا تحرک پیدا نہیں ہو گا۔ اسی طرح آقائے مجسم ﷺ کی محبت کا بیج دل سے نکال دیا جائے تو ایمان کا جوہر پیدا ہو ہی نہیں سکتا۔

محمد کی محبت دین حق کی شرط اول ہے
اگر ہو اس میں خامی تو ایمان نامکمل ہے
نگاہ مرشد کامل سے عشق مصطفیٰ ﷺ حاصل
خدا کا قرب دیتی ہے محبت پیر خانے کی

سب حسینوں سے حسین کا تذکرہِ نور-رسول اللہ ﷺ کے کمالات و شمائل

سلطانِ عرب و عجم ﷺ کی ذاتِ ستودہ صفات محاسنِ ظاہری و باطنی کی جامع ہے۔ کائناتِ ارض و سماوات آپ ﷺ کے حسن کے پَرتو سے ہی فیض یاب ہے اور آپ ﷺ کی نسبت کے فیضان سے ہی کائناتِ رنگ و بو میں حسن کی خیرات تقسیم ہوتی ہے۔ اِسی حقیقت کو علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ یوں بیان کرتے ہیں:

ہر کجا بینی جہانِ رنگ و بو　　آں کہ از خاکش بروید آرزو

یا زِ نورِ مصطفٰی اُو را بہاست　　یا ہنوز اندر تلاشِ مصطفٰی ﷺ است

(دُنیائے رنگ و بو میں جہاں بھی نظر دوڑائیں اس کی مٹی سے جو بھی آرزو پیدا ہوتی ہے، وہ یا تو نورِ مصطفٰی ﷺ سے چمک دمک رکھتی ہے یا ابھی تک مصطفٰی ﷺ کی تلاش میں ہے۔)

حضور نبی اکرم ﷺ کے حسنِ لامحدود کا اِحاطہ ممکن نہیں۔ آپ ﷺ کے حسن کی مثال تو بحرِ بیکراں کی سی ہے جس میں کوئی ایک آدھ موج اچھل کر اپنے آپ کو ظاہر کرتی ہے اور دور دور تک پھیلے سمندر کی گہرائیوں میں اترنا کسی کے لئے ممکن ہی نہیں۔ بعینہٖ حقیقت حسن محمدی ﷺ تک رسائی کسی فرد بشر کی بات نہیں کہ محدود نظر اس کا کماحقہ ادراک کر ہی نہیں سکتی۔ **یہاں یہ بات ذہن میں رہے کہ شمائل اور حلیہ مبارک کے بیان کا مقصد یہ ہے کہ ہر امتی کے دل میں آپ ﷺ کی ذات سے عشق و محبت کا تعلق پختہ سے پختہ تر ہوتا چلا جائے اور اس کے شوقِ زیارت کو جِلا ملتی رہے۔**

امام شرف الدین بوصیری اپنے معروف ''قصیدہ بردہ'' میں فرماتے ہیں:

مُنَزَّهٌ عَنْ شَرِيْكٍ فِي مَحَاسِنِهِ

فَجَوْهَرُ الْحُسْنِ فِيْهِ غَيْرُ مُنْقَسِمِ

یعنی محبوب خدا ﷺ اپنی خوبیوں میں ایسے یکتا ہیں کہ اس معاملہ میں ان کا کوئی شریک ہی نہیں ہے۔ کیونکہ ان میں جو حسن کا جوہر ہے وہ قابلِ تقسیم ہی نہیں۔ بہر حال اس پر تمام امت کا ایمان ہے کہ تناسبِ اعضاء اور حسن و جمال میں حضور نبی آخر الزماں ﷺ بے مثل و بے مثال ہیں۔

حلیۂ مبارک کا حسین تذکرہ

تھکی ہے فکرِ رسا اور مدح باقی ہے　　قلم ہے آبلہ پا اور مدح باقی ہے
تمام عمر لکھا اور مدح باقی ہے　　ورق تمام ہوا اور مدح باقی ہے

اس باب میں حضور نبی اکرم ﷺ کے لاثانی حسن و جمال، آپ ﷺ کی رنگت، آپ ﷺ کے ماہتاب سے بھی روشن تر چہرۂ مبارک کا بیان جب آپ پڑھیں گے تو آپ کو یہ باور کرنے میں کوئی مشکل نہ ہوگی کہ صبحِ الست سے شام ابد تک کسی بھی ہستی کو وہ خوب رُوئی، رَعنائی، زیبائی، دل کشی، دلبری، دلربائی اور کشش عطا نہیں کی گئی جو خالقِ کائنات نے اپنے حبیب مکرم ﷺ کو بہ تمام و کمال اور بہ افراط عطا فرمائی۔ نگاہِ عشق سے دیکھنے والے جب آپ ﷺ کے روئے مبارک کی زیارت سے مشرف ہوتے تو بے ساختہ کہہ اٹھتے کہ آپ ﷺ چاند سے کئی گنا بڑھ کر صاحبِ جمال اور جاذبِ نظر ہیں۔ آپ ﷺ کا حسن قامت بھی اپنی مثال آپ تھا۔ اس لحاظ سے بھی آپ ﷺ تمام انسانوں سے زیادہ حسین و جمیل اور شکیل و رعنا تھے۔

اس باب میں آپ احادیث کی روشنی میں حضور نبی اکرم ﷺ کے روئے انور کو بھی اپنی چشم تصور سے دیکھنے کی خوش بختی سے ہم کنار ہوں گے۔ آپ ﷺ کی رنگت، آپ ﷺ کے جسم اطہر کی لطافت و نظافت اور اس حسین پیکر کے بدنِ اَطہر سے پھوٹنے والی عنبریں خوشبو سے بھی اپنے مشامِ جاں کو معطر ہوتا ہوا محسوس کریں گے۔ آپ ﷺ کے موئے مبارک گہرے سیاہ، حسین و جمیل، خم دار اور گیسو

مبارک کانوں کی لو سے بڑھے ہوتے۔ اس باب کے مطالعہ سے آپ یہ بھی جان سکیں گے کہ حضور نبی اکرم ﷺ کے سرِ انور اور ریش مبارک میں کتنے بال سفید تھے۔ جب آپ اپنے بالوں کو جھٹکتے تو آپ ﷺ کا روئے مبارک روشن تر اور تابناک تر ہو جاتا۔ جب آپ ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی محفل میں صبح صادق یا شام کے وقت تشریف لاتے تو آپ ﷺ کی جبینِ مبارک یوں ضوفشاں ہوتی جیسے روشن چراغ چمک رہا ہو۔ آپ ﷺ کے چشمانِ مقدسہ سیاہ، پلکیں دراز اور پتلیاں گہری سیاہ تھیں جن میں کبھی کبھی سرخ رنگ کے ڈورے بھی دکھائی دیتے۔ آنکھیں اس حد تک سرمگیں تھیں کہ جب بھی کوئی عاشق آپ ﷺ کے چہرے کی طرف دیکھتا تو اسے محسوس ہوتا کہ چشمانِ مقدسہ میں سرمہ لگا ہوا ہے۔ آپ ﷺ کی بصارت اس حد تک تیز تھی کہ رات کے گھنے اندھیرے میں بھی آپ ﷺ اسی طرح دیکھتے جس طرح دن کے اجالے میں دیکھتے ہیں۔ آنے والی سطور میں آپ حضور ﷺ کی دلنشیں آواز، آپ ﷺ کی دیدہ زیب ریش مبارک، آپ ﷺ کے موتیوں سے بھی روشن تر مقدس دانت، آپ ﷺ کے مشک بار رخسار، سینہ مبارک، بطن اقدس، نازک گردن، خوبصورت شانے اور بغلیں، آپ ﷺ کی کلائیاں، ہاتھ، ہتھیلیاں، انگلیاں اور قدمین مبارک کی زیارت سے بھی آپ کی چشمِ تصور بہرہ یاب ہو گی۔ حضور نبی اکرم ﷺ کے جسمِ اَطہر کے کس کس عضوِ مبارک اور وصفِ منور کا بیان کیا جائے! گویا آپ ﷺ حسن و جمال کا ایک جہانِ بے پایاں تھے۔

لا یمکن الثناء کما کان حقہ　　　　بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

ذیل میں حلیہ مبارک کا ذکرِ جمیل ہم اس امید پر کر رہے ہیں کہ یہ ہمارے لئے توشۂ آخرت بن جائے اور ہماری یہ ادنی سی کاوش بارگاہِ ایزدی میں شرف قبولیت پا کر ہمارے لئے حضور نبی اکرم ﷺ کی شفاعت کا موجب بنے۔

کتبِ احادیث و سیر میں حضور نبی اکرم ﷺ کے حلیہ مبارک کے حوالے سے بیان کردہ روایات کے مطالعہ سے جو کچھ ہم جان سکے وہ یہ ہے کہ آپ ﷺ کا جسمِ اقدس نہ تو مائل بہ فربہی تھا اور نہ ہی نحیف و ناتواں، بلکہ آپ ﷺ کے جسمِ اقدس کی ساخت سر تا پا حسنِ اعتدال کا مرقع تھی۔ آپ ﷺ کے جملہ اعضائے مبارکہ میں ایسا حسین تناسب پایا جاتا تھا کہ دیکھنے والا یہ گمان بھی نہ کر سکتا تھا کہ فلاں عضو دُوسرے کے مقابلے میں فربہ یا نحیف ہے۔ آپ ﷺ کے جسمِ اطہر کی ساخت اِتنی متناسب اور کمالِ موزونیت کی مظہر تھی کہ اُس پر فربہی یا کمزوری کا حکم نہیں لگایا جا سکتا تھا۔ فربہی اور دُبلا پن کی دونوں کیفیتیں شخصی وجاہت اور جسمانی حسن و وقار کے منافی سمجھی جاتی ہیں، چنانچہ اللہ ربّ العزت کو یہ بات کیونکر گوارا ہو سکتی تھی کہ کوئی اُس کے کارخانۂ قدرت کے شاہکارِ عظیم کی طرف کسی خلافِ حسن و وقار اَمر کا گمان بھی کر سکے۔

خدائے عزوجل نے بالیقین اپنے محبوب ﷺ کو بے مثل اور تمام عیوب و نقائص سے مبرّا تخلیق کیا تھا۔ آپ ﷺ کا سراپا، کمال درجہ حسین و متناسب اور دِلکشی و رعنائی کا حامل اور حسن و خوبی کا خزینہ تھا۔ آپ ﷺ کے اَعضائے مبارکہ کی ساخت اِس قدر مثالی اور حسنِ مناسبت کی آئینہ دار تھی کہ اُسے دیکھ کر ایک حسنِ مجسم پیکرِ اِنسانی میں ڈھلتا دکھائی دیتا تھا۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم آپ ﷺ کے حسین سراپا کی مدح میں ہر وقت رطبُ اللّساں رہتے تھے۔ اُن کی بیان کردہ روایات سے مترشح ہوتا ہے کہ حسنِ ساخت کے اِعتبار سے آپ ﷺ کے جسدِ اطہر کی خوبصورتی اور رعنائی و زیبائی اپنی مثال آپ تھی۔ آپ ﷺ کا سینۂ اقدس اور شکم مبارک دونوں ہموار تھے، تاہم سینہ نہایت حسنِ اعتدال کے ساتھ بطنِ مبارک کی نسبت ذرا آگے کی طرف اُبھرا ہوا تھا۔ طب و صحت کے مسلمہ اُصولوں کے اِعتبار سے آپ ﷺ کامل و اَکمل طور پر متناسبُ الاعضاء اور وجیہُ الصورت تھے۔

آپ ﷺ کی ذاتِ ستودہ صفات میں حسنِ تام اپنی تمام تر دلآویزیوں اور رعنائیوں کے ساتھ یوں متشکل نظر آتا تھا کہ بقولِ شاعر:

زِ فرق تا بہ قدم ہر کجا کہ می نگرم　　　کرشمہ دامنِ دل می کشد کہ جا اینجاست

آپ ﷺ سرتاقدم حسنِ مجسم تھے اور یہ فیصلہ کرنا محال تھا کہ صوری حسن جسدِ اطہر کے کس کس مقام پر کمالِ حسن کی کن کن بلندیوں کو چھو رہا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنھم آپ ﷺ کے سراپائے حسن کو دیکھ کر بیخود اور مبہوت ہو کر رہ جاتے اور آپ ﷺ کے حسن سراپا کے بیان میں اپنے عجز اور کم مائیگی کا اِعتراف کرتے۔ حق تو یہ ہے کہ ذاتِ مصطفوی ﷺ کا حسنِ سرمدی اظہار و بیان سے ماوراء تھا اور اہلِ عرب زبان و بیان کی فصاحت و بلاغت کے اپنے تمام تر دعوؤں کے باوُجود بھی اُسے کماحقہ بیان کرنے سے عاجز تھے:

دامانِ نگہ تنگ و گلِ حسنِ تو بسیار!　　　گلچینِ بہارِ تو زداماں گلہ دارد!

(نگاہ کا دامن تنگ ہے اور تیرے حسن کے پھول کثیر ہیں، تیری بہار سے پھول چننے والوں کو اپنے دامن کی تنگی کی شکایت ہے۔)

صحابۂ کرام رضی اللہ عنھم حضور نبی اکرم ﷺ کے سراپائے جمیل اور صورتِ زیبا کے دیدار سے اپنی آنکھوں کی پیاس بجھاتے تھے۔ اپنے من کی تشنگی کا مداوا کرتے کشتِ دیدہ و دل میں آپ ﷺ کی محبت کے گلاب بوتے، آپ ﷺ کے دیدار سے اُنہیں سکون و طمانیت اور فرحت و راحت کی دولت نصیب ہوتی، اِیمان کو حلاوت اور قلب و جاں کو تقویت ملتی۔

آپ ﷺ کے نواسے سیدنا امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ اپنے ماموں حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں

كان رسول الله ﷺ فخما مفخما، يتلألأ وجهه تلآلؤ القمر ليلة البدر، أطوَل من المربوع و أقصر من المشذب، عظيم الهامة، رجل الشعر، إن انفرقت عقيقته فرقها، و إلا فلا يجاوز شعره شحمة أذنيه، إذا هو وفره، أزهر اللون، واسع الجبين، أزج الحواجب سوابغ في غير قرن، بينهما عرق يدره الغضب، أقنى العرنين، له نور يعلوه يحسبه من لم يتأمله أشم، كث اللحية، سهل الخدين، ضليع الفم، مفلج الأسنان، دقيق المسربة، كأن عنقه جيد دمية في صفاء الفضة، معتدل الخلق، بادن متماسك، سواء البطن و الصدر، عريض الصدر، بعيد ما بين المنكبين، ضخم الكراديس، أنور المتجرد، موصول ما بين اللبة و السرة بشعر يجرى كالخط، عارى الثديين والبطن مما سوى ذالك، أشعر الذراعين والمنكبين و أعالى الصدر، طويل الزندين، رحب الراحة، شثن الكفين و القدمين، سائل الأطراف... أو قال: شائل الأطراف... خمصان الأخمصين، مسيح القدمين، ينبو عنهما الماء، إذا زال زال قلعا، يخطو تكفيا، و يمشى هونا، ذريع المشية إذا مشى كأنما ينحط من صبب، وإذا التفت التفت جميعا، خافض الطرف، نظره إلى الأرض أكثر من نظره إلى السماء، جل نظره الملاحظة، يسوق آصحابه و يبدأ من لقى بالسلام[1]

[1] ترمذی، الشمائل المحمدیه، 1: 35 – 38، بیہقی، شعب الایمان، 2: 154، طبرانی، المعجم الکبیر، 22: 155، ہیثمی، مجمع الزوائد، 8: 273، سیوطی، الجامع الصغیر، 1: 35، رقم: 24، ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، 1: 422، ابن کثیر، شمائل الرسول: 50، 51، بیہقی، دلائل النبوۃ، 1: 286، 287، ابن عساکر، السیرۃ النبویه، 3: 191، سیوطی، الخصائص الکبریٰ، 1: 130، مقریزی، إمتاع الأسماع، 2: 177، ابن

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عظیم المرتبت اور بارعب تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرۂ اقدس چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتا تھا، قد مبارک متوسط قد والے سے کسی قدر طویل تھا لیکن لمبے قد والے سے نسبتاً پست تھا۔ سرِ اقدس اعتدال کے ساتھ بڑا تھا، بال مبارک قدرے بل کھائے ہوئے تھے، سر کے بالوں میں سہولت سے مانگ نکل آتی تو رہنے دیتے ورنہ مانگ نکالنے کا اہتمام نہ فرماتے، جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بال مبارک زیادہ ہوتے تو کانوں کی لو سے متجاوز ہو جاتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رنگ مبارک چمکدار، پیشانی کشادہ، ابرو خمدار، باریک اور گنجان تھے، ابرو مبارک جدا جدا تھے، ایک دُوسرے سے ملے ہوئے نہیں تھے۔ دونوں کے درمیان ایک مبارک رگ تھی جو حالتِ غصہ میں ابھر آتی۔ بینی مبارک مائل بہ بلندی تھی اور اُس پر ایک چمک اور نور تھا، جو شخص غور سے نہ دیکھتا وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بلند بینی والا خیال کرتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ریش مبارک گھنی تھی، رخسار مبارک ہموار (اور ہلکے) تھے، دہن مبارک اِعتدال کے ساتھ فراخ تھا، سامنے کے دانتوں میں قدرے کشادگی تھی۔ سینے سے ناف تک بالوں کی ایک باریک لکیر تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گردن مبارک اتنی خوبصورت اور باریک تھی (جیسے کسی گوہرِ آبدار کو تراشا گیا ہو اور) وہ رنگ و صفائی میں چاندی کی طرح سفید اور چمکدار تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اعضاء مبارک پُر گوشت اور معتدل تھے اور ایک دُوسرے کو مضبوطی سے پکڑے ہوئے تھے۔ پیٹ اور سینہ مبارک ہموار تھے (لیکن) سینۂ اقدس فراخ (اور قدرے اُبھرا ہوا) تھا، دونوں شانوں کے درمیان مناسب فاصلہ تھا۔ جوڑوں کی ہڈیاں قوی تھیں، بدن مبارک کا جو حصہ کپڑوں سے باہر ہوتا روشن نظر آتا۔ ناف اور سینہ کے درمیان

جوزی، صفوة الصفوه، 1: 155، ابن حبان، الثقات، 2: 145، ابن حبان، اخلاق النبیا، 4: 282، ذهبی، میزان الاعتدال فی نقد الرجال، 7: 258،

ایک لکیر کی طرح بالوں کی باریک دھاری تھی (اور اس لکیر کے علاوہ) سینۂ اقدس اور بطن مبارک بالوں سے خالی تھے، البتہ بازوؤں، کندھوں اور سینہ مبارک کے بالائی حصہ پر کچھ بال تھے، کلائیاں دراز تھیں اور ہتھیلیاں فراخ، نیز ہتھیلیاں اور دونوں قدم پُر گوشت تھے، ہاتھ پاؤں کی انگلیاں تناسب کے ساتھ لمبی تھیں۔آپ ﷺ کے تلوے قدرے گہرے اور قدم ہموار اور ایسے صاف تھے کہ پانی ان سے فوراً ڈھلک جاتا۔جب آپ ﷺ چلتے تو قوت سے قدم اٹھاتے مگر تواضع کے ساتھ چلتے، زمین پر قدم آہستہ پڑتا نہ کہ زور سے، آپ ﷺ سبک رفتار تھے اور قدم ذرا کشادہ رکھتے، (چھوٹے چھوٹے قدم نہیں اٹھاتے تھے)۔ جب آپ ﷺ چلتے تو یوں محسوس ہوتا گویا بلند جگہ سے نیچے اتر رہے ہیں۔جب کسی طرف توجہ فرماتے تو مکمل متوجہ ہوتے۔آپ ﷺ کی نظر پاک اکثر جھکی رہتی اور آسمان کی نسبت زمین کی طرف زیادہ رہتی، گوشۂ چشم سے دیکھنا آپ ﷺ کی عادتِ شریفہ تھی (یعنی غایتِ حیا کی وجہ سے آنکھ بھر کر نہیں دیکھتے تھے)، چلتے وقت آپ ﷺ اپنے صحابہ رضی اللہ عنھم کو آگے کر دیتے اور جس سے ملتے سلام کہنے میں خود ابتدا فرماتے۔

تاجدارِ کائنات ﷺ کے پیکرِ دلنشیں کو اللہ رب العزت نے ایسا حسین بنایا کہ ہر دیکھنے والا آپ ﷺ کے حسن و جمال کی حلاوتوں میں گم ہو کر رہ جاتا۔ حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ سے منسوب روایات میں آپ ﷺ کے حسنِ بے مثال کا تذکرہ حسن بلاغت کا شاہکار ہے۔انہوں نے کمال جامعیت کے ساتھ حضور نبی اکرم ﷺ کے جسم اطہر کی رعنائیوں کا ذکر کیا ہے۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے بھی حسن مصطفی ﷺ کے تذکرے سے بھرپور ایک روایت ملتی ہے جس میں انہوں نے حضور نبی اکرم ﷺ کے حلیہ مبارک، جسمانی تناسب، اعضائے مبارکہ کے حسنِ اِعتدال اور اوصافِ حمیدہ کے بارے میں بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے

لیس بالطویل الممغّط و لا بالقصیر المتردد، و کان ربعة من القوم، و لم یکن بالجعد القطط، و لا بالسبط، کان جعداً رجلاً، و لم یکن بالمطهم و لا بالمکلثم، و کان فی الوجه تدویرٌ، أبیض مشرب، أدعج العینین، أهدب الأشفار، جلیل المشاش و الکتد، أجرد ذومسربة، شثن الکفین و القدمین، إذا مشی تقلع، کأنما یمشی فی صبب، و إذا التفت التفت معاً، بین کتفیه خاتم النبوة و هو خاتم النبیین، أجود الناس صدراً، و أصدق الناس لهجة، و ألینهم عریکة، و أکرمهم عشرة، مَن رآه بدیهة هابه، و من خالطه معرفة أحبه، یقول ناعته: لم أر قبله ولا بعده مثله ﷺ[1]

ترجمہ: آپ ﷺ قد مبارک میں نہ زیادہ لمبے تھے اور نہ پست قد بلکہ میانہ قد کے تھے، آپ ﷺ کے بال مبارک نہ بالکل پیچدار تھے نہ بالکل سیدھے بلکہ کچھ گھنگریالے تھے۔ جسمِ اطہر میں فربہ پن نہ تھا۔ چہرہ مبارک (بالکل گول نہ تھا بلکہ اُس) میں تھوڑی سی گولائی تھی، رنگ سفید سرخی مائل تھا۔ مبارک آنکھیں نہایت سیاہ تھیں۔ آپ ﷺ کی پلکیں دراز، جوڑوں کی ہڈیاں موٹی تھیں۔ کندھوں کے سرے اور درمیان کی جگہ پُر گوشت تھی۔ آپ ﷺ کے بدنِ اقدس پر زیادہ بال نہ تھے۔ آپ ﷺ کی ہتھیلیاں اور پاؤں مبارک پُر گوشت تھے۔ آپ ﷺ جب چلتے تو قدموں کو قوت سے اُٹھاتے گویا نیچے اُتر رہے ہوں۔ جب آپ ﷺ کسی کی طرف متوجہ ہوتے پورے بدن کو پھیر کر توجہ فرماتے۔ دونوں شانوں کے درمیان مہرِ نبوت تھی۔ آپ ﷺ خاتم الانبیاء ہیں، سب سے زیادہ سخی دل والے اور سب سے زیادہ سچی زبان والے، سب سے زیادہ نرم طبیعت والے اور خاندان کے لحاظ سے

---

[1] ترمذی، الجامع الصحیح، 5: 599، ترمذی، الشمائل المحمدیہ، 1: 32، ، بیہقی، شعب الایمان، 2: 416، ابن ابی شیبہ، المصنف، 6: 328، ، ابن عبدالبر، التمہید، 3: 29، ابن ھشام، السیرۃ النبویہ، 2: 247، ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، 1: 411، بیہقی، دلائل النبوۃ، 1: 269، سیوطی، الخصائص الکبریٰ، 1: 124، ابن جوزی، صفوۃ الصفوۃ، 1: 153، مبارکپوری، تحفۃ الأحوذی، 10: 82

سب سے زیادہ افضل تھے۔ جو آپ ﷺ کو اچانک دیکھتا پہلی نظر میں مرعوب ہو جاتا، جوں جوں قریب آتا آپ ﷺ سے مانوس ہو جاتا اور آپ ﷺ سے محبت کرنے لگتا۔ (الغرض آپ ﷺ کا) حلیہ بیان کرنے والا یہی کہہ سکتا ہے کہ میں نے آپ ﷺ جیسا پہلے دیکھا نہ بعد میں۔

حسنِ مصطفیٰ ﷺ کا دلنشیں تذکرہ ایک اور مقام پر حضرت ام معبد رضی اللہ عنہا سے بھی مروی ہے۔ تاجدارِ کائنات ﷺ نے مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرماتے ہوئے ایک ایسے مقام پر پڑاؤ کیا جہاں ایک پختہ عمر عورت کا خیمہ تھا۔ وہ اکثر مسافروں کی میزبانی کے فرائض بھی سرانجام دیا کرتی تھی۔ جس روز حضور ﷺ کا گزر وہاں سے ہوا، اس کا شوہر ریوڑ چرانے کے لئے باہر گیا ہوا تھا، گھر میں صرف ایک لاغر بکری تھی جو ریوڑ کے ساتھ جانے سے قاصر تھی۔ تاجدارِ کائنات ﷺ نے معجزتاً اس بکری کا دودھ دوہنا شروع کیا۔ آپ ﷺ کے ہاتھوں کے لمس سے اُس بکری کے خشک تھنوں میں اِتنا دودھ بھر آیا کہ وہاں موجود تمام لوگ سیر ہو گئے مگر دودھ تھا کہ ختم ہونے کا نام ہی نہ لیتا تھا۔ اُمِ معبد کا شوہر بکریاں چرانے کے بعد واپس آیا تو گھر میں دودھ سے لبالب برتن دیکھ کر دنگ رہ گیا۔ اس موقع پر اُم معبد نے تاجدارِ کائنات ﷺ کے اوصاف بیان کرتے ہوئے کہا

رأیتُ رجلاً ظاھر الوضاء ة، متبلج الوجه، حسن الخلق، لم تعبه ثجلة و لم تزر به صعلة، وسیم قسیم، فی عینیه دعجٌ، وفی آشفار ہ وطفٌ، وفی صوته صحلٌ، آحور، آکحل، آزج، آقرن، شدید سواد الشعر، فی عُنقه سطعٌ، و فی لحیته کثافة، إذا صمت فعلیه الوقار، و إذا تکلم سما و علاہ البھاء، کان منطقه خرزات نظم یتحدرن، حلو المنطق، فصل، لا نزر و لا ھذر، آجھر الناس و آجمله من بعید، و آحلاہ و آحسنه من قریب، ربعة، لا تشنؤہ من طول و لا تقتحمه عین من قصر، غصن بین غصنین فھو آنضر

الثلاثة منظراً، و أحسنهم قدراً، له رفقاء يحفون به، إذا قال استمعوا لقوله، و إذا أمر تبادروا إلى آمره، محفود محشود، لا عابث ولا مفند[1]

ترجمہ: میں نے ایک ایسا شخص دیکھا جس کا حسن نمایاں اور چہرہ نہایت ہشاش بشاش (اور خوبصورت) تھا اور اَخلاق اچھے تھے۔ نہ رنگ کی زیادہ سفیدی اُنہیں معیوب بنا رہی تھی اور نہ گردن اور سر کا پتلا ہونا اُن میں نقص پیدا کر رہا تھا۔ بہت خوبرو اور حسین تھے۔ آنکھیں سیاہ اور بڑی بڑی تھیں اور پلکیں لمبی تھیں۔ اُن کی آواز گونج دار تھی۔ سیاہ چشم و سرمگین، دونوں ابرو باریک اور ملے ہوئے تھے۔ بالوں کی سیاہی خوب تیز تھی۔ گردن چمکدار اور ریش مبارک گھنی تھی۔ جب وہ خاموش ہوتے تو پُر وقار ہوتے اور جب گفتگو فرماتے تو چہرہ اقدس پُرنور اور بارونق ہوتا۔ گفتگو گویا موتیوں کی لڑی، جس سے موتی جھڑ رہے ہوتے۔ گفتگو واضح ہوتی، نہ بے فائدہ ہوتی نہ بیہودہ۔ دُور سے دیکھنے پر سب سے زیادہ بارعب اور جمیل نظر آتے۔ اور قریب سے دیکھیں تو سب سے زیادہ خوبرو، (شیریں گفتار اور) حسین دکھائی دیتے۔ قد درمیانہ تھا، نہ اِتنا طویل کہ آنکھوں کو برا لگے اور نہ اتنا پست کہ آنکھیں معیوب جانیں۔ آپ ﷺ دو شاخوں کے درمیان ایک شاخ تھے جو خوب سرسبز و شاداب اور قد آور ہو۔ ان کے ساتھی ان کے گرد حلقہ بنائے ہوئے تھے، جب آپ ﷺ کچھ فرماتے تو وہ ہمہ تن گوش ہو کر غور سے سنتے اور اگر آپ ﷺ حکم دیتے تو وہ فوراً اسے بجا لاتے۔ سب آپ ﷺ کے خادم تھے اور آپ ﷺ نہ ترش رو تھے اور نہ ہی آپ ﷺ کے فرمان کی مخالفت کی جاتی۔

[1] ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، 1: 230، 231، حاکم، المستدرک، 3: 10، طبرانی، المعجم الکبیر، 4: 49، 7: 105، ہیثمی، مجمع الزوائد، 8: 279، حسان بن ثابت، دیوان: 57 58، سیوطی، الخصائص الکبریٰ، 1: 310، شیبانی، الآحاد و المثانی، 6: 253، ابن حبان، الثقات، 1: 125، ابن عبد البر، الاستیعاب، 4: 1959، ابن جوزی، صفوۃ الصفوہ، 1: 139، صالحی، سبل الہدی و الرشاد، 3: 348

حسنِ مصطفیٰ ﷺ کے بیان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہمہ وقت حضور نبی اکرم ﷺ کے ساتھ رہنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنھم ہی نہیں بلکہ ہر وہ فرد بھی آپ ﷺ کے حسن سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکتا جو آپ ﷺ سے پہلی بار ملاقات کا شرف حاصل کرتا۔ اُمِ معبد بے ساختہ اپنی زبان میں تاجدارِ کائنات ﷺ کی نعت گوئی کر چکی تو اس کے شوہر نے مسحور کن انداز میں انتہائی عقیدت اور وارفتگی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا کہ یقیناً یہی وہ شخص ہے قریش جس کی زندگی کے درپے ہیں۔ اگر میں انہیں پا لیتا تو ضرور ان کی ہمرکابی کا شرف حاصل کرتا، اگر ممکن ہوا تو میں اب بھی انہیں ضرور پاؤں گا۔

حضور نبی اکرم ﷺ کو پہلی نظر دیکھنے والا آپ ﷺ کے سراپائے اقدس کی وجاہت اور بے پناہ حسن وجمال سے مبہوت ہو کر رہ جاتا لیکن جوں جوں وہ آپ ﷺ سے قریب ہوتا آپ ﷺ کی پرکشش اور جاذبِ نظر شخصیت سے مسحور ہو کر آپ ﷺ کا غلام ہو جاتا۔ جسے ایک بار آپ ﷺ کے قرب کی نعمت میسر آتی وہ ہمیشہ کے لئے آپ ﷺ کا گرویدہ ہو جاتا اور اس پر آپ ﷺ سے جدائی انتہائی شاق گزرتی۔

ان روایات سے یہ حقیقت آشکار ہوتی ہے کہ حضور سرورِ کائنات ﷺ کی سیرتِ پاک اور سراپائے مبارک کو خالقِ کائنات نے ہر قسم کے عیب اور نقص و سقم سے یکسر مبرّا و منزّہ تخلیق کیا تھا۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ کی پوری حیاتِ طیبہ کے دوران کسی حاسد کو بھی آپ ﷺ پر انگشت نمائی کا حوصلہ نہ ہوا۔

آپ ﷺ کے سراپائے حسن وجمال کو بیان کرنے کے لئے اہلِ قلب و نظر نے فصاحت وبلاغت کے دریا بہا دیئے۔ شاعروں نے خامہ فرسائی کی حد کر دی لیکن کوئی بھی اس مہبطِ حسنِ الٰہی کی رعنائیوں کا اِحاطہ نہ کر سکا اور بالآخر سب کو اپنے عجز اور کم مائیگی کا اِعتراف کرنا پڑا۔ کسی نے یوں کہا:

مصحفے راورق ورق دیدم	ہیچ سورت نہ مثل صورت اوست

اور کسی کو یوں کہنا پڑا۔

حسنِ یوسف، دمِ عیسٰی، یدِ بیضاداری	آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہاداری

غالب جیسے قادر الکلام شاعر نے اپنی عجز بیانی کا اظہار یوں کیا۔

غالب ثنائے خواجہ بہ یزداں گزاشتیم کاں ذاتِ پاک مرتبہ دانِ محمد (ﷺ) است

آپ ﷺ کا سراپائے اقدس تناسبِ اعضاء کا بہترین شاہکار تھا۔ آپ ﷺ کا حسی و ظاہری پہلو حد درجہ دلکش اور جاذبِ نظر تھا۔ حضور نبی اکرم ﷺ ہر مجلس میں مرکزِ نگاہ ہوتے تھے اور دیکھنے والی ہر آنکھ آپ ﷺ کے سراپائے انور کے حسن و جمال کی رعنائیوں میں کھوئی رہتی اور بیان کرنے والا جہاں بھی ہوتا اُسی حسن کے چرچے کرتا۔ آئندہ صفحات میں ہم صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کے مبارک عمل کی اِتباع میں تاجدارِ انبیاء ﷺ کے حسین اور متناسب اعضائے مبارکہ کا ذکر کریں گے۔

چہرۂ اقدس...ماہِ تاباں

حضور نبی اکرم ﷺ کی ذاتِ اقدس قُدرتِ خُداوندی کا شاہکارِ عظیم ہے۔ آپ ﷺ کی تخلیق ربِ کائنات کی جملہ تخلیقی رعنائیوں کا مرقعِ زیبائی ہے۔ مخلوقات کے تمام محامد و محاسن کا نقطۂ کمال آپ ﷺ ہیں۔ حضور ﷺ کا روئے مقدس جمالِ خُداوندی کا آئینہ دار ہے، آپ ﷺ مرکزِ نگاہِ خاص و عام ہیں۔ ''اِنَّكَ بِاَعْيُنِنَا (آپ ہر وقت ہماری نگاہوں میں رہتے ہیں)'' کا خطابِ خداوندی آپ ﷺ کا اعزازِ لازوال ہے۔

اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں اپنے محبوب نبی ﷺ کے چہرۂ انور کا ذکر بڑی محبت اور اپنائیت کے انداز میں فرمایا۔ اسلام کے ابتدائی دور میں تقریباً سترہ ماہ مسلمان بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز

ادا کرتے رہے۔ اس پر یہود طعنہ زن ہوئے کہ مسلمان اور ان کا نبی یوں تو ہمارے دین کے مخالف ہیں مگر نماز کے وقت ہمارے ہی قبلہ کی طرف رخ کرتے ہیں۔ یہ بات حضور نبی اکرم ﷺ کی طبیعتِ مبارکہ پر گراں گزری اور آپ ﷺ کے قلبِ اطہر میں قبلہ کی تبدیلی کی خواہش پیدا ہوئی جو کہ اتنی شدت اختیار کر گئی کہ اس کو پورا ہوتا دیکھنے کے لئے دورانِ نماز چہرۂ اقدس اٹھا کر بار بار آسمان کی طرف دیکھتے۔ اللہ رب العزت کو اپنے محبوب بندے کی یہ ادا اتنی پسند آئی کہ عین نماز کی حالت میں قبلہ کی تبدیلی کا حکم وارد ہوا، جس میں باری تعالیٰ نے آپ ﷺ کے چہرۂ اقدس کا خصوصی ذکر فرمایا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ[1]

ترجمہ: اے حبیب! ہم بار بار آپ کے رُخِ انور کا آسمان کی طرف پلٹنا دیکھ رہے ہیں، سو ہم ضرور بالضرور آپ کو اسی قبلہ کی طرف پھیر دیں گے جس پر آپ راضی ہیں، پس آپ اپنا رخ ابھی مسجد حرام کی طرف پھیر لیجیئے۔

ایک اور مقام پر اپنے محبوب ﷺ کے روئے زیبا کا تذکرہ استعاراتی اور علامتی زبان میں انتہائی دلنشین انداز سے کرتے ہوئے باری تعالیٰ نے یوں ارشاد فرمایا

وَالضُّحٰى وَالَّيْلِ اِذَا سَجٰى مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى[2]

---

[1] البقرۃ، 2: 144

[2] الضحیٰ، 93: 1-3

ترجمہ: قسم ہے چاشت (کی طرح چمکتے ہوئے چہرۂ زیبا) کی اور سیاہ رات (کی طرح شانوں کو چھوتی ہوئی زلفوں) کی آپ کے رب نے (جب سے آپ کو منتخب فرمایا ہے) آپ کو نہیں چھوڑا اور نہ (جب سے آپ کو محبوب بنایا ہے) ناراض ہی ہوا ہے

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ ان آیات مبارکہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں

والانسب بهذا المقام في تحقيق المرام أن يقال أن في الضحى إيماء إلى وجهه ﷺ كما أن في الليل أشعارا إلى شعره عليه الصلوة والسلام[1]

ترجمہ: اس سورت کا نزول جس مقصد کے لئے ہوا ہے اس کا تقاضا یہ ہے کہ یہ کہا جائے کہ ضُحیٰ میں آپ ﷺ کے چہرۂ انور اور لیل میں آپ ﷺ کی مبارک زلفوں کی طرف اشارہ ہے۔

امام زرقانی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں

الضُّحٰى: بوجهها، والليل: شعره[2]

ترجمہ: ضحی سے مراد آپ ﷺ کا روئے منور اور لَیل سے مراد آپ ﷺ کی مبارک زلفیں ہیں۔

تفسیر نیشا پوری (3: 107)'، 'تفسیر روح المعانی (30: 178)'، 'تفسیر روح البیان (10: 453)' اور 'تفسیر عزیزی (پارہ عم، ص: 310)' میں بھی ضحیٰ سے چہرۂ مصطفی ﷺ اور لیل سے آپ ﷺ کے گیسوئے عنبریں مراد لئے گئے ہیں۔

[1] ملا علی قاری، شرح الشفا، ج1، ص: 82

[2] زرقانی، شرح المواهب اللدنیه، ج8، ص: 444

اصحابِ رسول، اوراقِ قرآن اور چہرۂ انور

حضور ﷺ کو چلتا پھرتا قرآن کہا گیا ہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم چہرۂ انور کو کھلے ہوئے اوراقِ قرآن سے تشبیہ دیا کرتے تھے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایامِ وصال میں یارِ باوفا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی امامت میں نماز ادا کر رہے تھے، اچانک آقائے کائنات ﷺ نے اپنے حجرۂ مبارک کا پردہ اُٹھایا اور اپنے غلاموں کی طرف دیکھا تو ہمیں یوں محسوس ہوا

كَاَنَّ وجهه ورقةُ مصحفٍ[1]

ترجمہ: گویا حضور ﷺ کا چہرۂ انور قرآن کا ورق ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اسی شعورِ جمال کو محدثِ کبیر امام عبد الرؤف المناوی رحمۃ اللہ علیہ ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں

و وجه التشبيه حسن الوجه وصفا البشرة وسطوع الجمال لما افيض عليه من مشاهدة جمال الذات[2]

ترجمہ: چہرۂ انور کے حسن و جمال، ظاہری نظافت و پاکیزگی اور چمک دمک کا (قرآنِ مجید کے ورق سے) تشبیہ دینا اس وجہ سے ہے کہ یہی وہ روئے مقدس ہے جو جمالِ خداوندی کے مشاہدہ سے فیض یاب ہوا۔

---

[1] بخاری، الصحیح، 1: 240، کتاب الاذان، مسلم، الصحیح، 1: 315، کتاب الصلوۃ، ابن ماجہ، السنن، 1: 519، کتاب الجنائز، نسائی، السنن الکبریٰ، 4: 261، احمد بن حنبل، المسند، 3: 110، 163، ابن حبان، الصحیح، 15: 296، عبدالرزاق، المصنف، 5: 433، ابویعلی، المسند، 6: 250، حمیدی، المسند، 2: 501، ابوعوانہ، المسند، 1: 445، بیہقی، السنن الکبریٰ، 3: 75، ابونعیم، المسند المستخرج، 2: 43، ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، 2: 216

[2] مناوی، حاشیہ برجمع الوسائل، ج2، ص: 255

آقائے دوجہاں ﷺ کا چہرۂ انور اپنی صورت پذیری میں قرآنِ حکیم کے اوراق جیسی چمک دمک کا مظہرِ اتم تھا کیونکہ یہی وہ روئے منور ہے جس نے اللہ رب العزت کے حسن وجمال کے مشاہدے سے فیض پایا۔

آقائے دوجہاں ﷺ کے روئے تاباں کو قرآن مجید کے ورق سے تشبیہ دینے کے حوالے سے امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے

عبارة عن الجمال البارع وحسن البشرة وصفاء الوجه واستنارته[1]

ترجمہ: (جس طرح ورقِ مصحف کلامِ الٰہی ہونے کی وجہ سے حسی اور معنوی نور پر مشتمل ہو کر دیگر تمام کلاموں پر فوقیت رکھتا ہے، اسی طرح) حضور ﷺ (بھی اپنے) حسن و جمال، چہرہ انور کی نظافت و پاکیزگی اور تابانی میں یکتا و تنہا ہیں۔

آقائے دوجہاں ﷺ میں جمال الٰہیہ کے عکس کا پرتو اور آپ ﷺ کا چہرۂ اقدس سراپا مظہریتِ حق کی شان کا حامل تھا اس لیے اس چہرۂ انور کے دیدار کو عین دیدارِ حق قرار دیا گیا، جیسا کہ خود حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا

من رآنی فقد رأى الحق، فإن الشيطن لا يتكونني[2]

ترجمہ: جس نے مجھے دیکھا، اُس نے حق کو دیکھا، کیونکہ شیطان میری صورت اختیار نہیں کر سکتا۔

[1] نووی، شرح صحیح مسلم، 1: 179

[2] بخاری، الصحیح، 6: 2568، کتاب التعبیر، احمد بن حنبل، المسند، 3: 55، بیہقی، دلائل النبوۃ، 7: 45

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا

> إن الشيطان لا يستطيع أن يتشبه بي، فمن رآني في النوم فقد رآني[1]
>
> ترجمہ: بیشک شیطان میری صورت اختیار کرنے کی طاقت نہیں رکھتا تو جس نے خواب میں مجھے دیکھا اس نے مجھے ہی دیکھا۔

امام نبہانی، امام احمد بن ادریس رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے حدیث مذکورہ کی تشریح درج ذیل الفاظ میں کرتے ہیں

> من رآني فقد رأى الحق تعالىٰ[2]
>
> ترجمہ: جس نے مجھے دیکھا یقیناً اس نے حق تعالیٰ کو دیکھا۔

حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ بھی اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں، حضور تاجدارِ کائنات ﷺ کے اس فرمان کے دو معنی ہو سکتے ہیں، ایک یہ کہ جس نے مجھے دیکھا اُس نے یقیناً مجھے ہی دیکھا، اس لئے کہ ابلیس لعین میری صورت اختیار نہیں کر سکتا اور دوسرے یہ کہ جس نے مجھے دیکھا اس نے اللہ رب العزت کو دیکھا۔[3]

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ حضور ﷺ کے چہرۂ انور کو جمالِ خُداوندی کا آئینہ قرار دیتے ہوئے رقمطراز ہیں

اما وجہِ شریف وی مراٰتِ جمالِ الٰہی است، و مظہرِ انوارِ نامتناہی وے بود

---

[1] اخرجه احمد في المسند، ومن مسند بني هاشم، مسند عبد الله بن العباس بن عبد المطلب، عن النبي ﷺ، رقم: 3408

[2] نبهاني، جواهر البحار، ج3، ص: 63

[3] حاجی امداد الله، شمائم امدادیه، 49: 50

ترجمہ: حضور ﷺ کا روئے منور ربِ ذُوالجلال کے جمال کا آئینہ ہے اور اللہ تعالیٰ کے انوار و تجلیات کا اس قدر مظہر ہے کہ اس کی کوئی حد نہیں۔[1]

روئے منور کی ضوء فشانیاں

حضور نبی اکرم ﷺ کے چہرہ تاباں کی ضوء فشانی اللہ رب العزت کے انوار و تجلیات سے مستعار و مستنیر ہے جو آفتاب جہاں تاب کے مانند ہر سو جلوہ فگن ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ ﷺ کے دیدار سے فیض یاب ہوتے تو ان کی آنکھوں میں نور اور سینوں میں ٹھنڈک بھر جاتی، ان کے دل اس حسن جہاں آراء کے جلوؤں سے کبھی بھی سیر نہ ہوتے اور وہ یہ چاہتے تھے کہ یہ پیکرِ حسن ہمیشہ ان کی آنکھوں کے سامنے جلوہ آرا رہے اور وہ اس حسنِ سرمدی کے حیات آفریں چشمے سے زندگی کی خیرات حاصل کرتے رہیں۔ آپ ﷺ کے چہرۂ انور کی درخشانی و تابانی ہنگامی اور عارضی نہ تھی بلکہ ہر آن آپ ﷺ کے چہرۂ اقدس سے انوار کی رِم جھم جاری رہتی تھی۔ اللہ رب العزت نے آپ ﷺ کے چہرۂ اقدس میں اس قدر دل آویزی اور کشش و جاذبیت رکھی تھی کہ ہر طالبِ دیدار ہمہ وقت تمنائی رہتا کہ روئے مقدس کو دیکھتا ہی چلا جائے اور وہ جلوہ گاہِ حسن کبھی اس کی نگاہوں سے اوجھل نہ ہو۔

---

[1] محدث دہلوی، مدارج النبوۃ، ج1، ص: 5

حضرت براء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

> كان رسول الله ﷺ أحسن الناس وجهاً و أحسنهم خلقاً[1]
>
> ترجمہ: حضور پُر نور ﷺ چہرۂ انور اور اپنے اخلاقِ حسنہ کے لحاظ سے لوگوں میں سب سے زیادہ حسین و جمیل ہیں۔

سفرِ ہجرت جاری تھا، کاروانِ ہجرت اُمِ معبد کے پڑاؤ پر رُکا تو اُمِ معبد حضور ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوئی اور تصویرِ حیرت بن گئی۔ وہ بے ساختہ پکار اُٹھی

> رأيت رجلا ظاهر الوضاءة، متبلج الوجه[2]
>
> ترجمہ: میں نے ایک ایسے شخص کو دیکھا جن کی صفائی و پاکیزگی بہت صاف اور کھلی ہوئی ہے، چہرہ نہایت ہشاش بشاش ہے۔

حضور ﷺ کا ظاہری حُسن و جمال جو باوجود اس کے کہ کئی پردوں میں مستور تھا، دیکھ کر انسانی آنکھ حیرت کے سمندر میں ڈوب جاتی اور کائنات کی جملہ رعنائیاں قدومِ مصطفیٰ ﷺ پر نثار ہو جاتیں۔

---

[1] بخاری، الصحیح، 3: 1330، کتاب المناقب، مسلم، الصحیح، 4: 1819، کتاب الفضائل، ابن عساکر، السیرۃ النبویہ، 3: 160

[2] اخرجه محمد بن هارون فی صفة النبی ﷺ، حدیث أم معبد فی صفة النبی ﷺ، ص: 20 حاکم فی المستدرك، كِتَابُ الْهِجْرَةِ، رقم: 4274 ومحمد بن عبدالواحد فی صفة النبی واجزاء اخری جمیع الضیاء، فی ذکر صفة النبی ﷺ وصفة أخلاقه وسیرته وأدبه وخفض جناحه، رقم: 54

جلیل القدر صحابی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ حسن و جمالِ مصطفیٰ ﷺ کی مدح سرائی کرتے ہوئے فرماتے ہیں

مَا رَآیتُ شَیاً أحسن من رسول الله ﷺ کأنّ الشمس تجری فی وجهه[1]

ترجمہ: میں نے حضور ﷺ سے بڑھ کر حسین و جمیل کسی اور کو نہیں پایا (یعنی آقا علیہ الصلوۃ والسلام کے روئے منور کی زیارت کر کے یوں محسوس ہوتا) گویا حضور ﷺ کے روئے منور میں آفتابِ روشن محوِ خرام ہے۔

حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے ربیع بنت معوذ سے حضور ﷺ کے شمائل پوچھے تو انہوں نے کہا

یا بنی! لو رأیته رأیت الشمس طالعة[2]

ترجمہ: اے میرے بیٹے! اگر تو ان کی زیارت کرتا تو (گویا حسن و جمال میں) طلوع ہوتے سورج کی زیارت کرتا۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے ایک شخص نے دریافت کیا

أکان وجه النبی ﷺ مثل السیف؟

ترجمہ: کیا حضور ﷺ کا روئے منور تلوار کی مانند تھا؟

---

[1] اخرجه الترمذی فی السنن ،أبواب المناقب، رقم:3648 ابن مبارك فی الزهد والرقائق ، كتاب الزهد برواية المروزی، باب التواضع، رقم:838 ،احمد بن حنبل فی المسند، مسند المكثرين من الصحابة، مسند أبی هريرة رضی الله عنه، رقم: 8942 ابن حبان فی الصحيح، النوع الخمسون، ذكر وصف مشی المصطفى ﷺ إذا مشى مع أصحابه، رقم:7429

[2] اخرجه الدارمی فی المسند ، باب فی حسن النبی ﷺ ، رقم:61 ،وابن ابی عاصم فی الآحاد و المثانی، النساء ، الربيع بنت معوذ بن عفراء، رقم:3335 ،والطبرانی فی المعجم الكبير، باب الراء ، أبوعبيدة بن محمد بن عمار بن ياسر، عن الربيع، رقم:696 ،والبيهقی فی شعب الايمان، فصل فی خلق رسول ﷺ وخلقه، رقم:1354

اُنہوں نے جواباً کہا

لا، بل مثل القمر[1]

ترجمہ: نہیں (حضور ﷺ کا چہرۂ اقدس تلوار کے مانند نہیں) بلکہ چاند کی طرح (چمکدار اور روشن) تھا۔

یہی سوال حضرت جابر بن سُمرہ رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا تو انہوں نے فرمایا

لا، بل کان مثل الشمس و القمر و کان مستدیرا[2]

ترجمہ: نہیں، بلکہ حضور ﷺ کا چہرۂ انور سورج اور چاند کی طرح (روشن) تھا اور گولائی لئے ہوئے تھا۔

اس سلسلے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے

کان فی وجه رسول الله ﷺ تدویر[3]

ترجمہ: حضور ﷺ کا چہرۂ انور گول تھا (جیسے چودھویں کا چاند ہوتا ہے)

یہاں یہ وضاحت ضروری ہے کہ جن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے چہرۂ انور کو گول کہا تو ان کا مقصود چہرۂ انور کو محض چاند سے تشبیہ دینا تھا۔ ورنہ حقیقت یہ ہے کہ روئے منور بالکل گول نہ تھا اور نہ لمبا بلکہ اعتدال و توازن کا ایک شاہکار تھا۔

---

[1] اخرجه البخاری فی الصحیح، کتاب المناقب، باب صفة النبی ﷺ، رقم: 3552، والترمذی فی مختصر الشمائل، ابواب المناقب، باب ما جاء فی خلق رسول الله ﷺ، رقم: 9 والحمیدی فی الجمع بین الصحیحین، أفراد البخاری، رقم: 871 ابن جعد، المسند، ج1، ص: 375، بخاری، التاریخ الکبیر، ج1، ص10

[2] اخرجه مسلم فی الصحیح، کتاب الفضائل، باب شیبه ﷺ، رقم: 2344 احمد بن حنبل فی المسند، مسند البصریین، حدیث جابر بن سمرة السوائی، رقم: 20996، والبیهقی فی شعب الایمان، حب النبی ﷺ، فصل فی خلق الرسول ﷺ وخلقه، رقم: 1418

3 سبل الهدیٰ والرشاد، ج2، ص39، ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، 1: 411، بیهقی، دلائل النبوة، ج1، ص: 213

شیخ ابراہیم بیجوری رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں

مثل القمر المستدیر هو أنور من السیف لکنه لم یکن مستدیراً جداً، بل کان بین الإستدارة والإستطالة[1]

ترجمہ: حضور ﷺ کا روئے منور گولائی میں چاند کی طرح اور چمک دمک میں تلوار سے بڑھ کر تھا۔ لیکن چہرۂ اقدس نہ بالکل گول تھا اور نہ لمبا ہی تھا، بلکہ ان کے درمیان تھا (یعنی چہرۂ انور توازن واعتدال کا عمدہ ترین نمونہ تھا)۔

چہرۂ مصطفی ﷺ کی چاند سے تشبیہ

حضور نبی اکرم ﷺ کے چہرۂ انور کی تابانی و ضوء فشانی دیکھ کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بے ساختہ اسے چاند سے تشبیہ دینے لگتے۔ جب وہ تاروں بھرے آسمان میں پورے چاند کو دیکھتے تو اس کے حسنِ شب تاب سے ان کی خوش نصیب نگاہیں بے اختیار چہرۂ مصطفی ﷺ کی طرف اٹھ جاتیں، جس کے حسنِ عالم تاب نے تمام جہاں کو اپنا اسیر بنا رکھا ہے۔

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

وَکَانَ رسول اللہ ﷺ إذا سُرَّ استنار وجهه، حتی کأنه قطعة قمر، وکنا نعرف ذلك منه[2]

ترجمہ: جب حضور ﷺ مسرور ہوتے تو آپ ﷺ کے روئے منور سے نُور کی شعاعیں پھوٹتی دکھائی دیتی تھیں، یوں لگتا جیسے چہرۂ اقدس چاند کا ٹکڑا ہو اور اس سے ہم جان لیتے (کہ آقا ﷺ خوشی کے عالم میں ہیں)۔

---

[1] المواهب اللدنیه علی الشمائل المحمدیه: 25

[2] بخاری، الصحیح، 3: 1305، کتاب المناقب، بخاری، الصحیح، 4: 1718، کتاب التفسیر، مسلم، الصحیح، 4: 2127، کتاب التوبه، نسائی، السنن الکبریٰ، 6: 360، احمد بن حنبل، المسند، 6: 458، ابن ابی شیبه، المصنف، 7: 424، حاکم، المستدرك، 2: 661، طبرانی، المعجم الکبیر، 19: 55، 69، ابن هشام، السیرة النبویه، 5: 220، بیهقی، دلائل النبوة، 1: 197، سیوطی، الجامع الصغیر، 1: 163

یارِ غار حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو سفر اور حضر میں آپ ﷺ کی رفاقت کی سعادت نصیب ہوئی۔ ہجرت کے موقع پر غارِ ثور میں حضور ﷺ نے آپ کے زانوؤں پر سر رکھ کر استراحت فرمائی اور آپ ﷺ نے چہرہ انور کی قریب سے زیارت کا اعزاز حاصل کیا۔ آپ فرماتے ہیں

كان وجه رسول الله ﷺ كدارة القمر[1]

ترجمہ: حضور ﷺ کا روئے منور (چودھویں کے) چاند کے (حلقہ اور) دائرہ کی مانند (دکھائی دیتا) تھا۔

حضرت جابر بن سُمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ تاجدارِ کائنات ﷺ سُرخ چادر اوڑھے آرام فرما رہے تھے، میں کبھی چاند کو دیکھتا اور کبھی حضور ﷺ کے چہرۂ انور کی زیارت کرتا بالآخر دل بے اختیار ہو کر پُکار اُٹھا

فهو عندي أحسن من القمر[2]

ترجمہ: آپ ﷺ میرے نزدیک چاند سے بھی زیادہ خوبصورت ہیں۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

فنور وجهه ﷺ ذاتي، لا ينفك عنه ساعة في الليالي و الأيام، و نور القمر مكتسب مستعار ينقص تارة ويخسف أخرى[3]

---

[1] اخرجه علاؤ الدين في كنز العمال، كتاب الشمائل باب في حليته ﷺ، رقم: 18526 والسيوطي في الخصائص الكبرى، ذكر المعجزات والخصائص في خلقه الشريف ﷺ، ج1، ص: 123

[2] ترمذي، أبواب الأدب، باب ما جاء في الرخصة في لبس الحمرة للرجال، رقم: 2811 وابن الاثير في جامع الاصول، حرف اللام، الأحمر، رقم: 8308 ابن عبد البر في الاستيعاب، ج1، ص: 224، والبيهقي في دلائل النبوة، ج1، ص 196

[3] ملا علی قاری، جمع الوسائل على الشمائل المحمديه، ج1، ص: 56

ترجمہ: حضور ﷺ کے چہرۂ انور کا نُور دن رات میں کبھی جدا نہیں ہوتا کیونکہ چاند کے برعکس یہ حضور ﷺ کا ذاتی وصف ہے، چاند کا نور تو سُورج سے مستعار ہے، اس لئے اس میں کمی بھی آجاتی ہے حتیٰ کہ کبھی تو بالکل بے نُور ہو جاتا ہے۔

حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ روئے منور کے حوالے سے فرماتے ہیں

یتلألؤ وجهه تلألؤ القمر ليلة البدر[1]

ترجمہ: حضور ﷺ کا چہرۂ انور چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتا تھا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں

و كان رسول الله ﷺ أحسن الناس وجها و أنورهم لونا، لم يصفه واصف قط الا شبه وجهه بالقمر ليلة البدر، وكان عرقه فی وجهه مثل اللؤلو[2]

ترجمہ: حضور ﷺ سب سے بڑھ کر حسین و جمیل اور خوش منظر تھے۔ جس شخص نے بھی حضور ﷺ کی توصیف و ثناء کی اُس نے چہرۂ انور کو چودھویں رات کے چاند سے تشبیہ دی، اور آپ ﷺ کے روئے منور پر پسینے کے قطرے موتیوں کی طرح (چمکتے) تھے۔

حضور ﷺ کے روئے منور کو چاند سے تشبیہ دینے کے حوالے سے ابن دحیہ کہتے ہیں

لأن القمر يؤنس كل من شاهده و يجمع النور من غير أذى حرّ، و يتمكن من النظر إليه بخلاف الشمس التى تُعشى البصر فتمنع من الرؤية[3]

[1] ترمذی، مختصر الشمائل المحمدیه، باب ما جاء فی خلق رسول الله ﷺ، رقم: 6

[2] قسطلانی، المواهب اللدنیه، 2: 312، بیهقی، دلائل النبوة، 1: 300

[3] سبل الهدیٰ والرشاد، 2: 41

ترجمہ: چونکہ چاند اپنے دیکھنے والے کو مانوس کرتا ہے، چاند سے روشنی کا حصول گرمی کے بغیر ہوتا ہے اور اُس پر نظر جمانا بھی ممکن ہوتا ہے، بخلاف سورج کے کہ اس کی طرف دیکھنے سے آنکھیں چندھیا جاتی ہیں اور (کسی چیز کو) دیکھنے سے عاجز آجاتی ہیں۔

شیخ ابراہیم بیجوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

إنما آثر القمر بالذكر دون الشمس لأنه ﷺ محا ظلمات الكفر كما أن القمر محا ظلمات الليل[1]

ترجمہ: (چہرۂ انور کو) سورج سے تشبیہ نہ دے کر چاند سے تشبیہ دینے کی وجہ یہ ہے کہ آپ ﷺ نے کفر کی تاریکیوں کو اسی طرح دور کر دیا جس طرح چاند اندھیری رات کی تاریکیوں کو دور کر دیتا ہے۔

اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں

ان رسول الله ﷺ دخل عليها مسرورا، تبرق أسارير وجهه[2]

ترجمہ: آپ ﷺ میرے پاس اس حال میں تشریف لائے کہ آپ ﷺ شاداں و فرحاں تھے، چہرۂ اقدس کے تمام خدوخال نُور کی طرح چمک رہے تھے۔

[1] ابراهيم بيجوری، المواهب اللدنيه على الشمائل المحمديه: 19

[2] بخاری، الصحيح، كتاب المناقب، باب صفة الانبياء، رقم: 3555 مسلم، الصحيح، كتاب الرضاع، باب العمل بإلحاق القائف الولد، رقم: 1459 ترمذی، السنن، كتاب الولاء والهبة، باب ما جاء فی القافة، رقم: 2129 احمد بن حنبل، المسند، مسند النساء، مسند الصديقة عائشة بنت الصديق رضی الله عنها، رقم: 24526، وعبدالرزاق، المصنف، كتاب الطلاق، باب القافة، رقم: 13833، بيهقی، السنن الكبریٰ، باب: الدليل على أن لغلبة الأشباه تأثيرا فی الأنساب، وأن لها حكما إذا لم يكن ما هو أقوى منها من فراش، أو غيره، رقم: 21272

امام ابن اثیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں

فی صفته علیه الصلوة والسلام: إذا سُر فکأنّ وجهه المرآة، وکأن الجدر تلاحك وجهه، أی یری شخص الجدر فی وجهه ﷺ[1]

ترجمہ: یہ بھی آپ ﷺ کی صفات میں سے تھا کہ جب آپ ﷺ مسرور ہوتے تو روئے منور آئینے کی طرح (شفاف اور مجلا) ہو جاتا گویا کہ دیواروں کا عکس آپ ﷺ کے چہرۂ اقدس میں صاف نظر آتا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں حفصہ بنت رواحہ سے سوئی عاریتاً لے کر رسول اللہ ﷺ کے کپڑے سی رہی تھی کہ اچانک وہ میرے ہاتھ سے گر گئی اور تلاش بسیار کے بعد بھی نہ ملی۔ اتنے میں رسول اللہ ﷺ تشریف لائے

فتبینت الابرة من شعاع نور وجهه ﷺ[2]

ترجمہ: حضور ﷺ کے چہرۂ اقدس سے نکلنے والے نُور کی وجہ سے مجھے اپنی گم شدہ سوئی مل گئی۔

چہرۂ مبارک... صداقت کا آئینہ

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ جو اسلام لانے سے قبل یہود کے بہت بڑے عالم تھے، فرماتے ہیں کہ اسلام کے دامنِ رحمت میں آنے سے پہلے جب میں نے نبی آخر الزماں ﷺ کی مدینہ منورہ میں تشریف آوری کے بارے میں سنا تو نبوت کی دعویدار اس ہستی کو دیکھنے کے لئے آیا، اس وقت آپ ﷺ مسجدِ نبوی میں تشریف فرما تھے۔

[1] اخرجه الهروی فی الغریبین فی القرآن والحدیث، باب اللام مع الحاء، ج5، ص: 1679

[2] ابن عساکر، تاریخ دمشق الکبیر، 1: 325، سیوطی، الخصائص الکبری، 1: 107

فلما استبنت وجه رسول الله ﷺ عرفت أنّ وجهه ليس بوجه كذاب[1]

ترجمہ: پس جب میں نے حضور ﷺ کا چہرۂ اقدس دیکھا تو میرا دل پکار اُٹھا کہ یہ (نورانی) چہرہ کسی جھوٹے شخص کا نہیں ہو سکتا۔

حضرت حارث بن عمرو سہمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

أتيت رسول الله ﷺ وهو بمنى أو بعرفات، وقد أطاف به الناس، قال: فتجيء الأعراب فإذا رأوا وجهه، قالوا: هذا وجهٌ مبارك[2]

ترجمہ: میں منٰی یا عرفات کے مقام پر حضور ﷺ کی بارگاہِ (بیکس پناہ) میں حاضر ہوا اور (دیکھا کہ) حضور ﷺ کی زیارت کے لئے لوگ جوق در جوق آرہے ہیں پس میں نے مشاہدہ کیا کہ دیہاتی آتے اور جب وہ آپ ﷺ کے چہرۂ اقدس کی زیارت کرتے تو بے ساختہ پکار اُٹھتے کہ یہ بڑا ہی مبارک چہرہ ہے۔

سالارِ قافلہ کی بیوی کی شہادت

طارق بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ہمارے قافلے نے مضافاتِ مدینہ میں پڑاؤ ڈالا، ہمارے قافلے میں نبی آخر الزماں ﷺ تشریف لائے۔ اُس وقت تک ہم حضور ﷺ کی ذاتِ اقدس سے آشنا نہیں تھے، آقائے محتشم ﷺ کو ہمارا سُرخ اُونٹ پسند آگیا، اُونٹ کے مالک سے سودا طے ہوا، لیکن اس وقت حضور ﷺ کے پاس رقم نہ تھی، آپ ﷺ نے طے شدہ رقم بھجوانے کا وعدہ کیا

[1] ترمذی، الجامع الصحیح، أبواب صفة القيامة والرقائق والورع، رقم:2485، ابن ماجه، السنن، كتاب إقامة الصلاة والسنة فيها، باب ما جاء في قيام الليل، رقم:1334 حاكم، المستدرك، كتاب البر والصلة، وأما حديث عبد الله بن عمرو، رقم:7277 احمد بن حنبل، المسند، ج5، ص: 451، دارمی، السنن، ج1، ص: 405، بيهقى، السنن الكبرىٰ، ج2، ص: 502، بيهقى، شعب الايمان، ج3، ص: 216

[2] ابوداؤد، السنن، كتاب المناسك، باب في المواقيت، رقم:1742، بخاری، الادب المفرد، باب الرجل يكون في القوم فيبزق، رقم:1148، طبرانی، المعجم الكبير، ج3، ص:261، بيهقى، السنن الكبرىٰ، كتاب الحج، باب ميقات أهل العراق، رقم:8919

اور سُرخ اُونٹ لے کر مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ آپ ﷺ کے تشریف لے جانے کے بعد اہلِ قافلہ اپنے خدشات کا اظہار کرنے لگے کہ ہم نے تو سُرخ اُونٹ کے خریدار کا نام تک دریافت نہیں کیا اور محض وعدے پر اُونٹ ایک اجنبی کے حوالے کر دیا ہے، اگر اُونٹ کے خریدار نے اپنا وعدہ پورا نہ کیا تو کیا ہو گا؟ لوگوں کی قیاس آرائیاں سننے کے بعد سالارِ قافلہ کی بیوی قافلے والوں کو مخاطب کر کے یوں گویا ہوئی

لا تلاوموا، فإني رأيت وجه رجل لم يكن ليحقركم، ما رأيت شيئا أشبه بالقمر ليلة البدر من وجهه[1]

ترجمہ: تم ایک دوسرے کو ملامت نہ کرو، بیشک میں نے اس شخص کا چہرہ دیکھا ہے (اور میں یقین سے کہہ سکتی ہوں کہ) وہ ہرگز تمہیں رسوا نہیں کرے گا۔ میں نے اس شخص کے چہرے سے بڑھ کر کسی چیز کو چودھویں کے چاند سے مشابہہ نہیں دیکھا۔

جب شام ہوئی تو ایک شخص آیا اور کہنے لگا: ”میں رسول اللہ ﷺ کا قاصد ہوں، یہ کھجوریں لو پیٹ بھر کر کھا بھی لو اور اپنی قیمت بھی پوری کر لو۔“ تو ہم نے خوب سیر ہو کر کھجوریں کھائیں اور (اونٹ کی) قیمت بھی پوری کر لی۔

[1] ابن حبان، الصحیح، النوع الخامس والأربعون، ذكر مقاساة المصطفى صلى الله عليه وسلم ما كان يقاسي من قومه في إظهار الإسلام، رقم: 7231 14 : 518، حاکم، المستدرك، كتاب تواريخ المتقدمين من الأنبياء والمرسلين، وذكر مناقبهم وأخبارهم مع الأمم على لسان سيدنا المصطفى ﷺ، ذِكْرُ أَخْبَارِ سَيِّدِ الْمُرْسَلِينَ وَخَاتَمِ النَّبِيِّينَ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ الْمُصْطَفَى صَلَوَاتُ اللهِ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ الطَّاهِرِينَ مِنْ وَقْتِ وِلَادَتِهِ إِلَى وَقْتِ وَفَاتِهِ، رقم: 4219، البیهقی، سنن کبری، كتاب البيوع، باب جواز السلم الحال، رقم: 11206، دلائل النبوة، المجلد الخامس، باب قدوم طارق بن عبد الله وأصحابه على النبي ﷺ وقول المرأة التي كانت معهم في رسول الله ﷺ، رقم: 381

سرِ انور

سردارِ دو جہاں حضور نبی اکرم ﷺ کا سرِ انور مناسب حد تک بڑا اور حسنِ اعتدال کے ساتھ وقار و تمکنت کا مظہرِ اتم دکھائی دیتا تھا۔ اس سے دیکھنے والے کے دل و دماغ میں آپ ﷺ کے سردارِ قوم ہونے اور آپ ﷺ کی شخصی وجاہت و عظمت کا دائمی تاثر قائم ہوتا۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

> **كان رسول الله ﷺ ضخم الرأس**[1]
>
> ترجمہ: رسولِ اکرم ﷺ کا سرِ اقدس موزونیت کے ساتھ بڑا تھا۔

حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے

> **كان رسول الله ﷺ عظيم الهامة**[2]
>
> ترجمہ: رسولِ اکرم ﷺ کا سرِ انور اعتدال کے ساتھ بڑا تھا۔

سر کا غیر معمولی طور پر بڑا یا چھوٹا ہونا انسانی شخصیت کے ظاہری حسن کو عیب دار بنا دیتا ہے۔ جبکہ اعتدال و موزونیت کے ساتھ سر کا بڑا ہونا وقار و رعنائی، عقل و دانش اور فہم و بصیرت کی دلیل ہے۔

---

[1] ترمذی، الجامع الصحیح، کتاب المناقب، رقم:3637 احمد بن حنبل، المسند، مسند العشرة المبشرين بالجنة، ومن مسند علی بن أبی طالب رضی الله عنه، رقم:684، بیہقی، شعب الایمان، حب النبی ﷺ، فصل فی خلق رسول ﷺ وخلقه، رقم:1349، بزار، المسند، مسند علی بن أبی طالب، جبیر بن مطعم، عن علی، رقم:474

[2] 1ترمذی، الشمائل المحمدیه، باب ما جاء فی خلق رسول الله ﷺ، رقم:6 طبرانی، المعجم الکبیر، باب الهاء، من اسمه هند هند بن أبی هالة التمیمی وهو هند بن أبی هالة واسم أبی هالة هند بن النباش بن زرارة بن وقدان بن حبیب بن سلامة بن عدی بن جروة بن أسید بن عمرو بن تمیم حلیف بنی عبد الدار، وهو ابن خدیجة زوج النبی ﷺ كانت قبل رسول الله ﷺ، رقم:414، بیہقی، شعب الایمان، حب النبی ﷺ، فصل لا فضول ولا تقصیر أی بین ظاهر یفصل بین الحق والباطل، وعلى قدر الحاجة، رقم:1362 الهیثمی، مجمع الزوائد، کتاب علامات النبوة، باب صفته ﷺ، رقم:14026

اسی بات کی وضاحت کرتے ہوئے شیخ ابراہیم بیجوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

عظم الرأس دلیلٌ علی کمال القویٰ الدماغیة، وهو آیة النجابة[1]

ترجمہ: سرِ (اقدس) کا بڑا ہونا دماغی قویٰ کے کامل ہونے کے ساتھ ساتھ سردارِ قوم ہونے کی بھی دلیل ہے۔

اعتدال کے ساتھ سر کا بڑا ہونا قابل ستائش ہے جیسا کہ عبد الرؤف مناوِی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

وعظم الرأس ممدوح لأنه أعون علی الإدراکات والکمالات[2]

ترجمہ: سر کا بڑا ہونا قابل ستائش ہوتا ہے، کیونکہ یہ اَمر (حقائق کی) معرفت اور کمالات کے لئے معین ومددگار ہوتا ہے۔

موئے مبارک

حضور نبی اکرم ﷺ کے سرِانور پر مبارک بال نہایت حسین اور جاذب نظر تھے، جیسے ریشم کے سیاہ گچھے، نہ بالکل سیدھے اور نہ پوری طرح گھنگریالے بلکہ نیم خمدار جیسے ہلالِ عید، اور ان میں بھی اِعتدال، توازُن اور تناسب کا حسین امتزاج پایا جاتا تھا۔

اللہ رب العزت نے اپنے محبوب ﷺ کی سیاہ زلفوں کی قسم کھاتے ہوئے اِرشاد فرمایا

وَ الَّیْلِ اِذَا سَجٰی[3]

ترجمہ: (اے حبیبِ مکرم!) قسم ہے سیاہ رات کی (طرح آپ کی زلفِ عنبریں کی) جب وہ (آپ کے رُخِ زیبا یا شانوں پر) چھا جائے

[1] بیجوری، المواهب اللدنیه علی الشمائل المحمدیه: 13

[2] مناوی، حاشیه بر جمع الوسائل، ج1، ص: 42

[3] الضحیٰ، 93: 2

یہاں تشبیہ کے پیرائے میں آپ ﷺ کے گیسوئے عنبریں کا ذکر قسم کھا کر کیا گیا جو دراصل محبوب ﷺ کے حسن و جمال کی قسم ہے۔ روایات میں مذکور ہے کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو حضور علیہ السلام سے اس قدر والہانہ محبت تھی کہ ان کی نگاہیں ہمہ وقت آپ ﷺ کے چہرۂ انور کا طواف کرتی رہتیں۔ وہ آپ ﷺ کی خمدار زلفوں کے اسیر تھے اور اکثر اپنی محفلوں میں آپ ﷺ کی زلفِ عنبریں کا تذکرہ والہانہ انداز سے کیا کرتے تھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے

> کان شعر النبی ﷺ رجلا، لا جعْدَ ولا سبط[1]
>
> ترجمہ: رسولِ اکرم ﷺ کی زلفیں نہ تو مکمل طور پر خمدار تھیں اور نہ بالکل سیدھی اکڑی ہوئی بلکہ درمیانی نوعیت کی تھیں۔

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے حضور نبی اکرم ﷺ کے گیسوئے عنبریں کی مختلف کیفیتوں کو اُن کی لمبائی کی پیمائش کو مدِ نظر رکھتے ہوئے بڑے اچھوتے اور دل نشیں انداز سے بیان کیا ہے۔ اگر زلفانِ مقدس چھوٹی ہوتیں اور آپ ﷺ کے کانوں کی لوؤں کو چھونے لگتیں تو وہ پیار سے آپ ﷺ کو ''ذی لمۃ (چھوٹی زلفوں والا)'' کہہ کر پکارتے، جیسا کہ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

> ما رأیت من ذی لمۃ أحسن فی حلۃ حمراء من رسول اللہ ﷺ، شعرہ یضرب منکبہ[2]

---

[1] بخاری، الصحیح، 5 : 2212، کتاب اللباس، مسلم، الصحیح، 4 : 1819، کتاب الفضائل، ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، 1 : 412، بیہقی، دلائل النبوۃ، 1 : 220

[2] مسلم، الصحیح، کتاب الفضائل، باب فی صفۃ النبی ﷺ، رقم: 2337 البغوی، مصابیح السنۃ، کتاب الفضائل والشمائل، باب أسماء النبی ﷺ وصفاتہ، رقم: 4506، عبد الحق، الجمع بین الصحیحین، کتاب المناقب، ذکر النبی ﷺ، رقم: 4089 بیہقی، دلائل النبوۃ، ج 1، ص: 223

ترجمہ: میں نے کانوں کی لو سے نیچے لٹکتی زلفوں والا سرخ جبہ پہنے رسول اللہ ﷺ سے بڑھ کر کوئی حسین نہیں دیکھا۔

کتبِ حدیث میں درج ہے کہ ایک دفعہ ابو رمثہ تمیمی رضی اللہ عنہ اپنے والدِ گرامی کے ہمراہ حضور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے، بعد میں اُنہوں نے اپنے ہم نشینوں سے ان حسین لمحات کے حوالے سے گفتگو کرتے ہوئے آپ ﷺ کی زلفِ عنبرین کا تذکرہ یوں کیا

ولہ لمۃ بہما ردع من حناء[1]

ترجمہ: آپ ﷺ کی مبارک زلفیں آپ ﷺ کے کانوں کی لو سے نیچے تھیں جن کو مہندی سے رنگا گیا تھا۔

صحیح بخاری کی روایت میں حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ تاجدارِ کائنات ﷺ کی زلفِ سیاہ کے حسن وجمال کا تذکرہ ان الفاظ میں کرتے ہیں

لہ شعر یبلغ شحمۃ الیسری، رأیتہ فی حلۃ حمراء لم أر شیئًا قط أحسن منہ[2]

ترجمہ: آپ ﷺ کی زلفیں کانوں کی لو تک نیچے لٹکتی رہتیں، میں نے سرخ جبہ میں حضور ﷺ سے بڑھ کر کوئی حسین نہیں دیکھا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے

وکان لہ شعر فوق الجُمّۃ و دون الوفرۃ[3]

ترجمہ: آپ ﷺ کی زلفیں کانوں اور شانوں کے درمیان ہوا کرتی تھیں۔

---

[1] بیہقی، السنن الکبریٰ، ج 5، ص: 412، طبرانی، المعجم الکبیر، ج 22، ص: 279، ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ج 1، ص: 438

[2] بخاری، الصحیح، 3: 1303، کتاب المناقب، باب صفۃ النبی ﷺ، رقم: 3551

[3] ترمذی، الجامع الصحیح، 4: 233، ابواب اللباس، ابوداؤد، السنن، 4: 82، کتاب الترجل

ابو داؤد کی عبارت میں فوق الوفرۃ ودون الجمۃ کے الفاظ ہیں۔

کبھی ایسا بھی ہوتا کہ آپ ﷺ کی معنبر زلفیں قدرے بڑھ جاتیں اور کانوں کی لوؤں سے تجاوز کرنے لگتیں تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ ﷺ کو "ذی وفرۃ (لٹکتی ہوئی زلفوں والا)" کہنے لگتے۔ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کے حلیہ مبارک کا حسین تذکرہ کرتے ہوئے آپ کی زلفِ مشکبار کا تذکرہ یوں کیا

> کان نبی اللہ ﷺ ذو وفرۃ[1]
>
> ترجمہ: حضور نبی اکرم ﷺ لٹکتی ہوئی زلفوں والے تھے۔

اگر شبانہ روز مصروفیات کے باعث بال مبارک نہ ترشوانے کی وجہ سے آپ ﷺ کی زلفیں بڑھ کر مبارک شانوں کو چھونے لگتیں تو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم فرطِ محبت سے آپ ﷺ کو "ذی جمۃ (کاندھوں سے چھوتی ہوئی زلفوں والا)" کہہ کر پکارتے۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں

> کان رسول اللہ ﷺ مربوعاً بعید ما بین المنکبین، وکانت جمتہ تضرب شحمۃ أذنیہ[2]
>
> ترجمہ: حضور ﷺ میانہ قد تھے۔ آپ ﷺ کے دونوں مبارک شانوں کے درمیان فاصلہ تھا۔ آپ ﷺ کی زلفیں آپ ﷺ کے مبارک کانوں کی لو کو چھوتی تھیں۔

[1] ابن عساکر، السیرۃ النبویہ، 3: 149

[2] ترمذی، الشمائل المحمدیہ، باب ما جاء فی شعر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، رقم: 26 الملا الھروی، باب ما جاء فی شعر رسول اللہ، 1/3، ص: 77

حضرت براء رضی اللہ عنہ ہی سے مروی ہے

> ان رسول الله ﷺ كان يضرب شعره منكبيه[1]
>
> ترجمہ: حضور ﷺ کی زلفیں کاندھوں کو چوم رہی ہوتی تھیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنھم رسول اللہ ﷺ کے سراپائے مبارک کا ذکر محبت بھرے انداز میں کمالِ وارفتگی کے ساتھ کرتے رہتے تھے۔ آپ ﷺ کی عنبر بار زلفوں کا ذکر کرتے ہوئے مولائے کائنات سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں

> كان رسول الله ﷺ حسن الشعر[2]
>
> ترجمہ: رسولِ اکرم ﷺ کے موئے مبارک نہایت حسین و جمیل تھے۔

حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں

> رجل الشعر إن انفرقت عقيقته فرقها وإلا فلا يجاوز شعرة شحمة أذنيه إذا هو وفره[3]

---

[1] مسلم، الصحيح، كتاب الفضائل، باب صفة شعر النبى ﷺ، رقم: 2338 احمد بن حنبل، مسند، مسند المكثرين من الصحابة، مسند أنس بن مالك رضى الله تعالى عنه، رقم: 13841 ابو داؤد، السنن، أول كتاب الترجل، باب ما جاء فى الشعر، رقم: 4184

[2] ابن عساكر، تهذيب تاريخ دمشق الكبير، السيرة النبوية، باب صفة خلقه ومعرفة خلقه، رقم: 629، احمد بن حنبل، مسند، مسند العشرة المبشرين بالجنة، ومن مسند على بن أبى طالب رضى الله عنه، رقم: 944

[3] ترمذى، الشمائل المحمديه، باب ما جاء فى خلق رسول الله ﷺ، رقم: 6 البيهقى، دلائل النبوة، جماع ذكر الأبواب والتراجم التى اشتمل عليها كتاب دلائل النبوة ومعرفة أحوال صاحب الشريعة محمد بن عبد الله خير البرية ورسول رب العزة ﷺ، حديث هند بن أبى هالة فى صفة رسول الله ﷺ، ج1، ص: 286 قاضى عياض، الشفا بتعريف حقوق المصطفى، القسم الأول: فى تعظيم العلى الأعلى لقدر النبى المصطفى ﷺ قولا وفعلا، الباب الثانى فى تكميل الله تعالى له المحاسن خلقا وخلقا وقرانه جميع الفضائل الدينية والدنيوية فيه نسقا، رقم: ج1، ص: 155

ترجمہ: آپ ﷺ کے بال مبارک خمیدہ تھے، اگر سر اقدس کے بالوں کی مانگ بسہولت نکل آتی تو نکال لیتے تھے ورنہ نہیں۔ آپ ﷺ کے سرِ اقدس کے بال مبارک جب لمبے ہوتے تھے تو کانوں کی لو سے ذرا نیچے ہوتے تھے۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں

کان رسول اللہ ﷺ شدید سواد الرأس واللحیة[1]

ترجمہ: حضور ﷺ کی ریش مبارک اور سرِ انور کے بال گہرے سیاہ رنگ کے تھے۔

آپ ﷺ کے آرائشِ گیسو کے مبارک معمول کے بارے میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

کان رسول اللہ ﷺ یسدل ناصیته سدل أهل الکتاب، ثم فرق بعد ذلك فرق العرب[2]

ترجمہ: حضور نبی اکرم ﷺ پیشانی اقدس کے اوپر سامنے والے بال بغیر مانگ نکالے پیچھے ہٹا دیتے تھے جیسا کہ اہلِ کتاب کرتے ہیں، لیکن بعد میں آپ ﷺ اس طرح مانگ نکالتے جیسے اہلِ عرب نکالا کرتے۔

جبینِ پُرنور

تاجدارِ کائنات حضور نبی اکرم ﷺ کی مبارک پیشانی فراخ، کشادہ، روشن اور چمکدار تھی جس پر ہر وقت خوشی واطمینان اور سرور ومسرت کی کیفیت آشکار رہتی۔ جو کوئی آقائے دوعالم ﷺ کی مبارک پیشانی پر نظر ڈالتا تو اس پر موجود خاص چمک دمک اور تابانی دیکھ کر مسرور ہو جاتا، اُس کا دل یک گونہ سکون اور اطمینان کی دولت سے مالامال ہو جاتا۔

1 سبل الهدیٰ والرشاد، 2: 17، ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، 1: 418

2 ابن حبان بستی، الثقات، 7: 34، خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، 8: 437

آپ ﷺ کی کشادہ اور پر نور پیشانی مبارک ہر قسم کی ظاہری و باطنی آلائشوں اور کثافتوں سے پاک تھی۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنھم میں سے کسی نے آپ ﷺ کی پیشانی انور پر کبھی بھی اکتاہٹ اور بیزاری کی کیفیت نہیں دیکھی۔ آپ ﷺ کی مبارک پیشانی پھولوں کی طرح تر و تازہ اور ماہِ تاباں کی طرح روشن و آبدار تھی، جس پر کبھی شکن نظر نہ آئی۔ آپ ﷺ ملاقات کے لئے آنے والوں سے اِس قدر خندہ پیشانی سے پیش آتے کہ آپ ﷺ کی شخصیت کے نقوش مخاطبین کے دلوں پر نقش ہو جاتے اور وہ آپ ﷺ کی مجلس سے موانست، چاہت اور اپنائیت کا اِحساس لے کر لوٹتے۔

حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

> کان رسول اللہ ﷺ واسع الجبین[1]
>
> ترجمہ: رسول اللہ ﷺ کشادہ پیشانی والے تھے۔

حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اوصافِ مصطفی ﷺ بیان کرتے تو کہتے

> کان مفاض الجبین[2]
>
> ترجمہ: حضور ﷺ کی جبینِ اقدس کشادہ تھی۔

---

[1] ترمذی، الشمائل المحمدیہ، باب ما جاء فی خلق رسول اللہ ﷺ، رقم:8، طبرانی، المعجم الکبیر، باب الهاء، من اسمه هند هند بن أبی هالة التمیمی وهو هند بن أبی هالة، رقم: 414، هیثمی، مجمع الزوائد، ۳۶۔ کتاب علامات النبوة، باب صفته ﷺ، رقم:14026، بیهقی، شعب الایمان، احب النبی ﷺ، فصل لا فضول ولا تقصیر أی بین ظاهر یفصل بین الحق والباطل، وعلی قدر الحاجة لا أقل ولا أکثر، رقم:1362

2 بیهقی، دلائل النبوة، جماع أبواب صفة رسول اللہ ﷺ، باب صفة جبین رسول اللہ ﷺ وحاجبیه وأنفه وفمه وأسنانه، ج1، ص: 214، الذهبی، سیر اعلام النبلاء، سنة إحدی عشرة، ذکر صفة النبی ﷺ، ج2، ص:359 ابن کثیر، البدایه والنهایه، کتاب الشمائل، صفة وجه رسول اللہ ﷺ وذکر محاسنه، ج6، ص:520

کتب سیر وتاریخ میں ہے کہ اللہ رب العزت نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو وحی کے ذریعہ نبی آخر الزماں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی بعثتِ مبارکہ کی خبر دی اور آقائے دوجہاں ﷺ کا حُلیہ مبارک بیان فرماتے ہوئے خصوصاً سرکارِ دوعالم ﷺ کی جبینِ اقدس کا ذکر ان الفاظ میں فرمایا

> الصلت الجبين[1]
>
> ترجمہ: (وہ نبی) کشادہ پیشانی والے ہیں۔

حافظ ابن ابی خیثمہ بیان کرتے ہیں

> كان رسول الله ﷺ أجلى الجبين، إذا طلع جبينه من بين الشعر أو طلع من فلق الشعر أو عند الليل أو طلع بوجهه على الناس، تراءى جبينه كأنه السراج المتوقد يتلألأ، كانوا يقولون هو ﷺ[2]
>
> ترجمہ: حضور نبی اکرم ﷺ کی مبارک پیشانی روشن تھی۔ جب موئے مبارک سے پیشانی ظاہر ہوتی، یا دن کے وقت ظاہر ہوتی، یا رات کے وقت دکھائی دیتی یا آپ ﷺ لوگوں کے سامنے تشریف لاتے تو اُس وقت جبینِ انور یوں نظر آتی جیسے روشن چراغ ہو جو چمک رہا ہو۔ یہ حسین اور دلکش منظر دیکھ کر لوگ بے ساختہ پکار اُٹھتے کہ یہ رسول اللہ ﷺ ہیں۔

---

1 ابن عساکر، تهذيب تاريخ دمشق الكبير، 1: 345، بیهقی، دلائل النبوة، جماع أبواب صفة رسول الله ﷺ، باب صفة ﷺ، في التوراة والإنجيل والزبور وسائر الكتب، وصفة أمته 1: 378، ابن كثير، البداية والنهاية (السيرة)، 2: 78، ابن كثير، البداية والنهاية (السيرة)، 6: 62

2 سبل الهدىٰ والرشاد، 2: 21، ابن عساكر، السيرة النبويه، 3: 202

اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ایک دن چرخہ کات رہی تھیں اور آقائے دوجہاں ﷺ اپنے پاپوش مبارک کو پیوند لگا رہے تھے۔اس حسین منظر کے حوالے سے آپ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں

فجعل جبینه یعرق، و جعل عرقه یتولد نوراً، فبهت، فنظر إلیّ رسول الله ﷺ، فقال: مالك یا عائشة بهت قلت: جعل جبین یعرق، وجعل عرقك یتولد نوراً، و لو رآك أبو کبیر الهذلی لعلم أنك أحق بشعر[1]

ترجمہ: پس آپ ﷺ کی مبارک پیشانی پر پسینہ آیا،اُس پسینہ کے قطروں سے نور کی شعاعیں پھوٹ رہی تھی، میں اُس حسین منظر کو دیکھ کر مبہوت ہوگئی۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے مجھے دیکھا تو فرمایا: عائشہ! تجھے کیا ہوگیا؟ میں نے عرض کیا کہ آپ کی پیشانی پر پسینہ کے قطرے ہیں جن سے نور پھوٹ رہا ہے۔اگر ابو کبیر ھذلی آپ ﷺ کی اِس کیفیت کا مشاہدہ کرلیتا تو وہ جان لیتا کہ اس کے شعر کا مصداق آپ ہی ہیں۔

حضور نبی اکرم ﷺ نے جب سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی گفتگو سنی تو از راہِ استفسار فرمایا کہ ابو کبیر ھذلی نے کونسا شعر کہا ہے؟اس پر سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے یہ شعر پڑھا

فإذا نظرتُ إلی أسرة وجهه　　　　برقت کبرق العارض المتھلل

ترجمہ: جب میں نے اُس کے رخِ روشن کو دیکھا تو اُس کے رخساروں کی روشنی یوں چمکی جیسے برستے بادل میں بجلی کوند جائے۔

[1] ابن عساکر، السیرة النبویه، 3: 174

شاعرِ رسول حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کی روشن پیشانی کا لفظی مرقع اپنے ایک شعر میں یوں پیش کیا ہے

متی یبد فی الداجی البھیم جبینہ　　　یلح مثل مصباح الدجی المتوقد[1]

ترجمہ: (رات کی تاریکی میں حضور ﷺ کی جبینِ اقدس اس طرح چمکتی دکھائی دیتی ہے جیسے سیاہ اندھیرے میں روشن چراغ)

آبرو مبارک

حضور تاجدارِ کائنات ﷺ کے آبرو مبارک گہرے سیاہ، گنجان اور کمان کی طرح خمیدہ و باریک تھے۔ دونوں ابروؤں کے درمیان ایک رگ چھپی رہتی لیکن جب کبھی آپ ﷺ غیظ اور جلال کی کیفیت میں ہوتے تو وہ رگ اُبھر کر نمایاں ہو جاتی جسے دیکھ کر صحابۂ کرام رضی اللہ عنھم جان لیتے کہ آقائے دو جہاں ﷺ کوئی ناخوشگوار واقعہ پیش آنے کی وجہ سے کبیدہ خاطر ہیں۔

حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

> کان رسول اللہ ﷺ أزج الحواجب سوابغ فی غیر قرن، بینھما عرق یدرہ الغضب[2]
>
> ترجمہ: رسولِ اکرم ﷺ کے آبرو مبارک (کمان کی طرح) خمدار، باریک اور گنجان تھے۔ ابرو مبارک جدا جدا تھے اور دونوں ابروؤں کے درمیان ایک رگ تھی جو حالتِ غصہ میں ابھر آتی۔

---

[1] حسان بن ثابت، دیوان: 67 بیہقی، السنن الکبریٰ، 7: 422، مقریزی، امتاع الاسماع، 2: 149 صالحی، سبل الھدیٰ والرشاد، 2: 21

[2] ترمذی، الشمائل المحمدیہ، 2، ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، 1: 422، بیہقی، دلائل النبوۃ، 1: 214، 215، سیوطی، الجامع الصغیر، 1: 35: 24، ابن جوزی، الوفا: 392

باریک مبارک ابروؤں کے بارے میں ایک اور روایت یوں ہے

> کان رسول اللہ ﷺ دقیق الحاجبین[1]
>
> ترجمہ: رسولِ اکرم ﷺ کے آبرو مبارک نہایت باریک تھے۔

حضور ﷺ کے دونوں ابروؤں کے درمیان فاصلہ بہت کم تھا، اس کا اندازہ روئے منور کو بغور دیکھنے سے ہی ہوتا تھا ورنہ عام حالت میں یوں لگتا تھا کہ اُن کے درمیان سرے سے کوئی فاصلہ ہی نہیں۔

جیسا کہ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

> کان رسول اللہ ﷺ مقرون الحاجبین[2]
>
> ترجمہ: رسولِ اکرم ﷺ کے ابرو مقدس آپس میں متصل تھے۔

بادی النظر میں مذکورہ بالا دونوں روایتوں میں تعارض محسوس ہوتا ہے۔ پہلی روایت ہے کہ ابرو مبارک ملے ہوئے نہ تھے جبکہ دوسری روایت میں یہ مذکور ہے کہ ابرو مبارک ملے ہوئے تھے۔ آئمہ نے ان دونوں روایات کے درمیان تطبیق یوں کی ہے

> الفرجة التی کانت بین حاجبیه یسیرة، لا تبین إلا لمن دقق النظر[3]
>
> ترجمہ: دونوں ابروؤں کے درمیان اتنا کم فاصلہ تھا جو صرف بغور دیکھنے سے محسوس ہوتا تھا۔

---

[1] ہیثمی، مجمع الزوائد، 4 : 74، صالحی، سبل الهدیٰ والرشاد، 2 : 21

[2] ابن عساکر، السیرة النبویه، 1 : 245، ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، 1 : 412، حاکم، المستدرک، 3 : 391، رقم : 5484، صالحی، سبل الهدیٰ والرشاد، 2 : 22

[3] حلبی، السیرة الحلبیه، 3 : 323

چشمانِ مقدسہ

اللہ تعالٰی نے اپنے محبوب ﷺ کو انتہائی وجیہ، خوبصورت اور روشن چہرۂ اقدس عطا فرمایا تھا۔ اس چہرۂ انور کی رعنائی و زیبائی کو آپ ﷺ کی خوبصورت اور فراخ آنکھیں چار چاند لگا رہی تھیں۔ آپ ﷺ کی مبارک آنکھیں پُرکشش جاذبِ نظر اور حسن و زیبائی کا بے مثال مرقع تھیں۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم بیان کرتے ہیں کہ آقائے دوجہاں ﷺ کی مبارک آنکھیں خوب سیاہ، کشادہ، خوب صورت اور پُرکشش تھیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے

> کان أدعج العینین[1]
>
> ترجمہ: رسولِ اکرم ﷺ کی آنکھیں کشادہ اور سیاہ تھیں۔

حضور نبی اکرم ﷺ کی چشمانِ مقدسہ کی پلکیں گہری سیاہ، دراز اور گھنی تھیں۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے

> کان أهدب أشفار العینین[2]
>
> ترجمہ: آپ ﷺ کی چشمانِ مقدسہ کی پلکیں نہایت دراز تھیں۔

قافلۂ ہجرت اُم معبد رضی اللہ عنہا کے پڑاؤ پر پہنچا تو وہ حسنِ مصطفٰی ﷺ کو دیکھ کر تصویرِ حیرت بن گئیں، حسنِ مصطفٰی کی منظر کشی کرتے ہوئے وہ فرماتی ہیں

> فی أشفارہ وطف[1]

---

[1] بیہقی، دلائل النبوۃ، 1: 213، ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، 1: 410، ہیثمی، مجمع الزوائد، 8: 272

[2] ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، 1: 414، مناوی، فیض القدیر، 5: 74

ترجمہ: حضور ﷺ کی پلکیں دراز ہیں۔

آپ ﷺ کی آنکھوں کے اندر پتلی مبارک نہایت سیاہ تھی، اُن میں کسی اور رنگ کی جھلک نہ تھی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں

وكان أسود الحدقة[2]

ترجمہ: رسول اکرم ﷺ کی چشمانِ مقدسہ کی پتلی نہایت ہی سیاہ تھی۔

پتلی مبارک کے علاوہ آنکھوں کا بقیہ حصہ سفید تھا مگر اُس میں سرخی ہم آمیز یعنی گھلی ہوئی نظر آتی تھی، یوں لگتا تھا کہ اس میں ہلکا سا سرخ رنگ کسی نے گھول کر ملا دیا ہے اور دیکھنے والے کو وہ سرخ ڈورے دکھائی دیتے تھے۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں

كان رسول الله ﷺ أشكل العينين[3]

ترجمہ: حضور ﷺ کی چشمانِ مقدسہ کے سفید حصے میں سرخ رنگ کے ڈورے دکھائی دیتے تھے۔

---

[1] حسان بن ثابت، دیوان : 58،حاکم، المستدرک، 3 : 10، رقم : 4274،ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، 1 : 231، بیہقی، دلائل النبوۃ، 1 : 279،ابن عساکر، السیرۃ النبویہ، 3 : 179،ہیثمی، مجمع الزوائد، 8 : 279،صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، 2 : 23

[2] ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، 1 : 412، ابن کثیر، البدایہ والنہایہ (السیرۃ)، 6 : 16، سیوطی، الجامع الصغیر 1 : 32،سیوطی، الخصائص الکبریٰ، 1 : 125

[3] ترمذی، الجامع الصحیح، 5 : 603، ابواب المناقب، مسلم، الصحیح، 2 : 258، کتاب الفضائل،ابن حبان، الصحیح، 14 : 199

آقائے دوجہاں ﷺ کی آنکھیں قدرتی طور پر سرمگیں تھیں اور جو ان چشمانِ مقدسہ کو دیکھتا وہ یہ سمجھتا کہ آپ ﷺ ابھی ابھی سرمے کی سلائی ڈال کر آئے ہیں۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے

> كنتُ إذا نظرتُ إليه، قلتُ: أكحل العينين وليس بأكحل[1]
>
> ترجمہ: میں جب بھی آقا ﷺ کی چشمانِ مقدسہ کا نظارہ کرتا تو اُن میں سرمہ لگا ہونے کا گمان ہوتا حالانکہ حضور ﷺ نے اس وقت سرمہ نہ لگایا ہوتا۔

حضور ﷺ بچپن میں بھی جب نیند سے بیدار ہوتے تو سر کے بال اُلجھے ہوئے ہوتے نہ آنکھیں بوجھل ہوتیں بلکہ آپ ﷺ خندہ بہ لب اور شگفتہ گلاب کی طرح تروتازہ ہوتے اور قدرتی طور پر آنکھیں سرمگیں ہوتیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت ابو طالب نے فرمایا:

> كان الصبيان يصبحون رُمصاً شعثا، ويصبح رسول الله ﷺ، دهيناً كحيلاً[2]
>
> ترجمہ: عام طور پر بچے جب نیند سے بیدار ہوتے ہیں تو ان کی آنکھیں بوجھل اور سر کے بال الجھے ہوئے ہوتے ہیں، لیکن جب حضور ﷺ بیدار ہوتے تو آپ ﷺ کے سرِ انور میں تیل اور آنکھوں میں سرمہ لگا ہوتا۔

---

[1] ترمذی، الجامع الصحیح، 5: 603، ابواب المناقب، ترمذی، الشمائل المحمدیہ، 1: 186، احمد بن حنبل، المسند، 5: 97، ابن جوزی، الوفا: 393

[2] ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، 1: 120، ابن کثیر، البدایہ والنہایہ (السیرۃ)، 2: 283، سیوطی، الخصائص الکبریٰ، 1: 141، حلبی، السیرۃ الحلبیہ، 1: 189، ملا علی قاری، جمع الوسائل، 1: 31

حضور نبی اکرم ﷺ کی خوبصورت آنکھیں بڑی حیادار تھیں۔ صحابہ رضی اللہ عنھم فرماتے ہیں کہ ہم نے کبھی بھی حضور ﷺ کو کسی کی طرف آنکھ بھر کر تکتے ہوئے نہ دیکھا بلکہ آپ ﷺ کی مبارک آنکھیں غایت درجہ شرم وحیاء کی وجہ سے زمین کی طرف جھکی رہتی تھیں۔ حضور ﷺ کو اکثر گوشۂ چشم سے دیکھنے کی عادت تھی، جب کبھی کسی طرف دیکھتے تو تھوڑی اوپر آنکھ اٹھاتے اور اسی سے دیکھ لیتے۔آپ ﷺ کی اس ادائے محبوبانہ کا ذکر روایات میں یوں مذکور ہے

> خافض الطرف، نظرہ إلی الأرض أکثر من نظرہ إلی السماء[1]
>
> ترجمہ: آپ ﷺ کی نظر پاک اکثر جھکی رہتی اور آسمان کی نسبت زمین کی طرف زیادہ رہتی۔

گوشۂ چشم سے دیکھنا کمال شفقت والفت کا انداز لئے ہوئے تھا جبکہ جھکی ہوئی نظریں بغایت درجہ شرم وحیاءپر دلالت کرتی ہیں۔ آپ ﷺ سے بڑھ کر کون عفت مآب اور حیادار ہو سکتا تھا مگر جب کبھی اللہ رب العزت کا پیغام آتا اور نزولِ وحی کا وقت ہوتا تو آپ ﷺ کی مبارک نظریں آسمان کی طرف اُٹھتیں اور آپ ﷺ پلٹ پلٹ کر آسمان کی طرف نگاہ کرتے جیسے قبلہ کی تبدیلی کا حکم نازل ہوا تو اس وقت بھی آپ ﷺ چہرۂ انور کو بار بار اٹھا کر آسمان کی طرف دیکھ رہے تھے۔اس کیفیت کو قرآن حکیم میں یوں بیان کیا گیا

> قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ[2]
>
> ترجمہ: (اے حبیب!) ہم بار بار آپ کے رُخِ انور کا آسمان کی طرف پلٹنا دیکھ رہے ہیں۔

---

[1] ترمذی، الشمائل المحمدیہ، 1 : 38،ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، 1 : 422، ابن کثیر، البدایہ والنہایہ (السیرۃ)، 6 : 32،سیوطی، الخصائص الکبریٰ، 1 : 130

[2] البقرۃ، 2 : 144

بصارتِ مصطفیٰ ﷺ کا غیر معمولی کمال

اللہ رب العزت نے انسان کو کائناتِ خارجی کے مشاہدے کے لئے بصارت اور کائناتِ داخلی کے مشاہدے کے لئے بصیرت عطا فرمائی۔ مؤخر الذکر کو حضور نبی اکرم ﷺ نے مومن کی بصیرت کہہ کر نورِ خدا قرار دیا، آپ ﷺ کا فرمان ہے

> إتقوا فراسة المؤمن فإنه ينظر بنور الله[1]
>
> ترجمہ: مردِ مومن کی فراست (اور بصیرت) سے ڈرا کرو کیونکہ وہ خدا کے نور سے دیکھتا ہے۔

جب ایک مردِ مومن کی بصیرت کا یہ عالم ہے تو آقائے دوجہاں ﷺ جو اللہ رب العزت کے محبوب و مقرب بندے اور رسول ہیں ان کی بصیرت کی ہمہ گیر وسعتوں اور رفعتوں کا عالم کیا ہو گا اس کا اندازہ کرنا کسی بھی فردِ بشر کے بس کی بات نہیں۔ حضور نبی اکرم ﷺ کو باطنی بصیرت اور ظاہری بصارت دونوں خوبیاں بڑی فیاضی اور فراخدلی سے عطا کی گئیں۔ عام انسانوں کے برعکس حضور ﷺ اپنے پیچھے بھی دیکھنے پر قدرت رکھتے تھے اور رات کی تاریکی میں دیکھنا بھی آپ کے لئے ممکن تھا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

> هل ترون قبلتي هاهنا فو الله! ما يخفى عليّ خشوعكم ولا ركوعكم، إني لأراكم من وراء ظهري[2]

[1] ترمذی، الجامع الصحیح، 5 : 298، ابواب التفسیر، بخاری، التاریخ الکبیر، 7 : 354، قضاعی، مسند الشھاب، 1 : 387، طبرانی، المعجم الأوسط، 3 : 312، ھیثمی، مجمع الزوائد، 10 : 268، طبری، جامع البیان فی تفسیر القرآن، 14 : 46، قرطبی، الجامع الاحکام القرآن، 10 : 43، ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، 1 : 326، ابونعیم، حلیة الأولیاء، 6 : 11، صیداوی، معجم الشیوخ، 1 : 233

[2] بخاری، الصحیح، 1 : 161، کتاب المساجد، مسلم، الصحیح، 1 : 319، کتاب الصلوۃ، بیھقی، دلائل النبوۃ، 6 : 73، حلبی، السیرۃ الحلبیہ، 3 : 386، سیوطی، الخصائص الکبریٰ، 1 : 104، ابن جوزی، الوفاء : 349

ترجمہ: تم میرا چہرہ قبلہ کی طرف دیکھتے ہو؟ خدا کی قسم! تمہارے خشوع (و خضوع) اور رکوع مجھ سے پوشیدہ نہیں، میں تم کو اپنے پیٹھ پیچھے سے بھی دیکھتا ہوں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا

أیها الناس! إنی إمامکم فلا تسبقونی بالرکوع و لا بالسجود، ولا بالقیام ولا بالانصراف فإنی أراکم أمامی و من خلفی[1]

ترجمہ: اے لوگو! میں تمہارا امام ہوں، تم رکوع، سجود، قیام اور نماز ختم کرنے میں مجھ سے سبقت نہ کیا کرو، میں تمہیں اپنے سامنے اور پچھلی طرف (یکساں) دیکھتا ہوں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں

کان رسول اللہ ﷺ یری باللیل فی الظلمة کما یری بالنهار من الضوء[2]

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ رات کی تاریکی میں بھی اسی طرح دیکھتے تھے جیسے دن کی روشنی میں۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تاجدارِ کائنات ﷺ نے فرمایا

أنی أرَی ما لا ترون[3]

ترجمہ: میں وہ سب کچھ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھ سکتے۔

---

[1] مسلم، الصحیح، 1: 180، کتاب الصلوۃ، احمد بن حنبل، المسند، 3: 125، ابن خزیمہ، الصحیح، 3: 107

[2] بیہقی، دلائل النبوۃ، 6: 75، خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، 4: 272، سیوطی، الخصائص الکبریٰ، 1: 104، حلبی، انسان العیون، 3: 386، ابن جوزی، الوفا: 349

[3] ترمذی، الجامع الصحیح، 4: 556، ابواب الزھد، حاکم، المستدرک، 2: 510، احمد بن حنبل، المسند، 5: 173، بزار، المسند، 9: 358، طبرانی، المعجم الاوسط، 9: 58، بیہقی، السنن الکبریٰ، 7: 52، رشعب الایمان، 1: 484، ابن کثیر، البدایہ والنہایہ 9، 1: 42، الخصائص الکبریٰ، 1: 113

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا

إن اللہ زوی لِیَ الأرض، فرأیتُ مشارقھا و مغاربھا[1]

ترجمہ: بیشک اللہ تعالٰی نے میرے لئے زمین کو سمیٹ دیا تو میں نے اس کے شرق و غرب کو دیکھا

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا

إن اللہ قد رفع لی الدنیا، فأنا أنظر إلیھا وإلی ما ھو کائن فیھا إلی یوم القیامة، کأنما أنظر إلی کفی ھذہ[2]

ترجمہ: بیشک اللہ نے میرے لئے دنیا اٹھا کر میرے سامنے کر دی۔ پس میں دنیا میں جو واقع ہو رہا ہے اور جو کچھ قیامت تک ہونے والا ہے اُسے یوں دیکھ رہا ہوں جیسے میں اپنی اس ہتھیلی کو دیکھ رہا ہوں۔

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا

إن موعدکم الحوض، وإنی لأنظر إلیہ من مقامی ھذا[3]

ترجمہ: بیشک (میرے ساتھ) تمہاری ملاقات کی جگہ حوضِ کوثر ہے اور میں اُسے یہاں اِس مقام سے دیکھ رہا ہوں۔

---

[1] مسلم، الصحیح، 4 : ، کتاب الفتن و اشراط الساعة، ترمذی، الجامع الصحیح، 4 : 472، ابواب الفتن، ابوداؤد، السنن، 4 : 97، کتاب الفتن والملاحم، احمد بن حنبل، المسند، 5 : 278، ابن حبان، الصحیح، 16 : 221، ابن ابی شیبه، المصنف، 11 : 458

[2] هیثمی، مجمع الزوائد، 8 : 287، نعیم بن حماد، السنن، 1 : 27، سیوطی، الخصائص الکبریٰ، 2 : 185، زرقانی، شرح المواهب اللدنیه، 7 : 204

[3] بخاری، الصحیح، 4 : 1486، کتاب المغازی، احمد بن حنبل، المسند، 4 : 154، طبرانی، المعجم الکبیر، 18 : 679

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا

مامن شئی کنت لم آرہ إلا قد رأیتہ فی مقامی ھذا، حتی الجنۃ والنار[1]

ترجمہ: کوئی ایسی شے نہیں جو میں نے نہیں دیکھی مگر اس مقام پر دیکھ لی یہاں تک کہ جنت و دوزخ (کو بھی)۔

حضور نبی اکرم ﷺ کی چشمانِ مقدسہ کی بصارت کی گہرائی اور گیرائی کا یہ عالم تھا کہ اگر آپ ﷺ چاہتے تو عرشِ معلٰی سے تحت الثریٰ تک ساری کائنات بے حجاب ہو کر نظر کے سامنے آجاتی۔ قرآن اس بات پر شاہد عادل ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دیدارِ الٰہی کے لئے عرض کی کہ ''رَبِّ آرِنِی (اے رب! مجھے (اپنا جلوہ) دِکھا)'' تو باری تعالٰی نے اپنی صفاتی تجلی کوہِ طور پر پھینکی جس کے نتیجے میں کوہِ طور جل کر خاکستر ہو گیا اور آپ علیہ السلام غش کھا کر گر گئے۔ یہ بے ہوشی کا عالم سیدنا موسیٰ علیہ السلام پر 40 دن تک طاری رہا اور جب چالیس دن کی بیہوشی سے افاقہ ہوا تو اُس صفاتی تجلی کے انعکاس کی وجہ سے اُن کی بصارت کی دور بینی کا عالم یہ تھا کہ آپ تیس تیس میل کے فاصلے پر سے کالے رنگ کے پتھر میں سیاہ رات کے اندر چیونٹی کو آنکھوں سے چلتا ہوا دیکھ لیتے تھے۔[2]

جب حضرت موسیٰ کلیم اللہ کو اللہ تعالی کی صفاتی تجلی کے اِنعکاس سے اتنی بصارت مل سکتی ہے تو وہ ہستی جس نے تجلیاتِ الٰہیہ کا براہِ راست مشاہدہ کیا اُن کی چشمانِ مقدس کی بصارت کا کیا عالم ہو گا! شبِ

[1] بخاری، الصحیح، 1: 79، کتاب الوضوء، مسلم، الصحیح، 2: 624، کتاب الکسوف، ابن حبان، الصحیح، 7: 383، ابوعوانہ، المسند، 1: 151، بیہقی، السنن الکبریٰ، 3: 338

[2] قاضی عیاض، الشفاء، 1: 43

معراج چشمانِ مصطفوی اللہ کی تجلیات کو نہ صرف دیکھتی رہیں بلکہ انہیں اپنے اندر جذب بھی کرتی رہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

> مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَ مَا طَغٰی[1]
>
> ترجمہ: نہ نگاہ جھپکی نہ حد سے بڑھی

حضور علیہ السلام نے خود فرمایا

> رأیتُ ربی فی أحسن صورۃ فوضع یدہ بین کتفی فوجدتُ بردھا بین یدی فتجلّی لی کل شیءٍ و عرفتُ[2]
>
> ترجمہ: میں نے اللہ رب العزت کو (اس کی شان کے مطابق) خوبصورت شکل میں دیکھا، اللہ تعالیٰ نے اپنا دستِ قدرت میرے دونوں کندھوں کے درمیان رکھا تو میں نے (اللہ کے دستِ قدرت کا فیض) ٹھنڈک (کی صورت میں) اپنے سینے کے اندر محسوس کیا جس کے بعد ہر شے میرے سامنے عیاں ہو گئی۔

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ایک اور روایت میں یہ الفاظ ہیں

> فعلمت مَا فی السمٰوٰت و الارضِ[3]
>
> ترجمہ: پس میں نے آسمانوں اور زمین کی ہر شے کو جان لیا۔

---

[1] النجم، 53: 17

[2] ترمذی، الجامع الصحیح، 5: 367، ابواب التفسیر

[3] جامع الترمذی، 5: 366، دارمی، السنن، 2: 51، ابویعلی، المسند، 4: 475، ابن عبدالبر، التمہید، 24: 323، خطیب بغدادی، مشکوۃ المصابیح، 69-70

ناک مبارک

تاجدارِ کائنات حضور رحمتِ عالم ﷺ کی ناک مبارک کمال درجہ قوتِ شامہ کی حامل اور نکہتوں کی امین تھی۔ آقا علیہ الصلوۃ والسلام کی بینی مبارک زیادہ بلند نہ تھی لیکن دیکھنے والوں کو اعتدال اور تناسب کے ساتھ قدرے اُونچی دکھائی دیتی تھی۔ اس لئے کہا جاتا ہے کہ مائل بہ بلندی تھی۔ وہ درمیان میں قدرے بلند اور باریک تھی، موٹی اور بھدی نہ تھی، طوالت میں اِعتدال پسندی کی مثال تھی، موزونیت اور تناسب کے سانچے میں ڈھلی ہوئی صناعِ ازل کا شاہکار دکھائی دیتی تھی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے

> کان رسول اللہ ﷺ دقیق العرنین[1]
>
> ترجمہ: رسول اللہ ﷺ کی بینی مبارک حسن اور تناسب کے ساتھ باریک تھی۔

حضور نبی اکرم ﷺ کی ناک مبارک کو اللہ تعالی نے ایسی چمک دمک اور آب و تاب سے نوازا تھا کہ اُس سے ہر وقت نور پھوٹتا تھا۔ اُسی چمک کا نتیجہ تھا کہ ناک مبارک بلند دکھائی دیتی تھی لیکن جو شخص غور سے دیکھتا تو وہ کہتا کہ مائل بہ بلندی ہے۔ حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

> کان رسول اللہ ﷺ أقنی العرنین، لہ نورٌ یعلوہ، یحسبہ من لم یتأملہ أشم[2]
>
> ترجمہ: حضور ﷺ کی ناک مبارک اونچی تھی جس سے نور کی شعاعیں پھوٹتی رہتی تھیں، جو شخص بینی مبارک کو غور سے نہ دیکھتا وہ حضور ﷺ کو بلند بینی والا خیال کرتا (حالانکہ ایسا نہیں تھا)۔

---

[1] سیوطی، الخصائص الکبریٰ، 1: 128، صالحی، سبل الھدیٰ والرشاد، 2: 29

[2] ترمذی، الشمائل المحمدیہ، 1: 36، ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، 1: 422، بیہقی، دلائل النبوۃ، 1: 214، 215، ابن کثیر، البدایہ والنہایہ (السیرۃ)، 6: 17، 31، سیوطی، الخصائص الکبریٰ، 1: 130

رخسارِ روشن

حضور نبی اکرم ﷺ کے مبارک رخسار نہ زیادہ اُبھرے ہوئے تھے اور نہ اندر کی طرف دھنسے ہوئے، بلکہ اعتدال و توازن کا دلکش نمونہ تھے۔ سرخی مائل سفید کہ گلاب کے پھولوں کو بھی دیکھ کر پسینہ آ جائے، چمک ایسی کہ چاند بھی شرما جائے، گداز ایسا کہ شبنم بھی پانی بھرتی دکھائی دے، نرماہٹ ایسی کہ کلیوں کو بھی حجاب آئے۔ رخسار مبارک دیکھنے والے کو ہموار نظر آتے تھے مگر غیر موزوں ارتفاع کا کہیں نشان تک نہ تھا۔

حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

> کان رسول اللہ ﷺ سہل الخدین[1]
>
> ترجمہ: حضور ﷺ کے رخسار مبارک ہموار تھے۔

یہاں اس امر کی وضاحت ضروری ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں 'الخد الأسیل'[2] کے الفاظ آئے ہیں، 'سہل' اور 'أسیل' کے فرق کے حوالے سے شیخ محمد بن یوسف صالحہ رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں

> لیس فی خدیہ نتوء و إرتفاع، و قیل: أراد أن خدیہ ﷺ أسیلان قلیل اللحم رقیق الجلد[3]

[1] ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، بیہقی دلائل النبوۃ

[2] ابن کثیر، البدایہ والنہایہ (السیرۃ)، 6: 19، سیوطی، الخصائص الکبریٰ، 1: 127

[3] صالحی، سبل الھدیٰ والرشاد 1: 127، ابن کثیر شمائل الرسول: 42

ترجمہ: آپ ﷺ کے رخسار مبارک میں غیر موزوں ارتفاع نہ تھا، اور کہا جاتا ہیکہ آپ ﷺ کے رُخسار مبارک 'اسیلان' تھے یعنی اُن پر گوشت کم اور اُن کی جلد نرم تھی۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں

كان رسول الله أبيض الخد[1]

ترجمہ: حضور ﷺ کے رخسار مبارک نہایت ہی چمکدار تھے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

كان رسول الله ﷺ أبيض الخدين[2]

ترجمہ: حضور ﷺ کے رخسار مبارک سفید رنگ کے تھے۔

لب اقدس

حضور نبی اکرم ﷺ کے لب مبارک سرخی مائل تھے، لطافت و نزاکت اور رعنائی و دلکشی میں اپنی مثال آپ تھے۔

آپ ﷺ کے مقدس لب کی لطافت و شگفتگی کے حوالے سے روایت ہے

كان رسول الله ﷺ أحسن عباد الله شفتين وألطفهم ختم فم[3]

ترجمہ: آپ ﷺ کے مقدس لب اللہ کے تمام بندوں سے بڑھ کر خوبصورت تھے اور بوقتِ سکوت نہایت ہی شگفتہ و لطیف محسوس ہوتے۔

[1] صالحی، سبل الهدیٰ والرشاد، 2: 29

[2] صالحی، سبل الهدیٰ والرشاد، 2: 29

[3] نبهانی، الانوار المحمدیه: 200، وبیهقی، دلائل النبوة، 1: 303، وابن عساکر، السیرة النبویه، 3: 203

لب مبارک وا ہوتے تو دہن پھول برساتا، حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

> كان في كلام رسول الله ﷺ ترتيل أو ترسيل[1]
>
> ترجمہ: آقا علیہ الصلوۃ والسلام کی گفتگو میں ایک نظم اور ٹھہراؤ ہوتا۔

آقائے محتشم ﷺ ٹھہر ٹھہر کر گفتگو فرماتے، کلام بڑا واضح ہوتا جس میں کوئی ابہام اور اُلجھاؤ نہ ہوتا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے

> ان النبي ﷺ كان يحدث حديثا، لو عدّه العاد لأحصاه[2]
>
> ترجمہ: رسولِ اکرم ﷺ اِس قدر ٹھہر ٹھہر کر بات کرتے کہ اگر کوئی شمار کرنا چاہتا تو کر سکتا تھا۔

حضرت اُم معبد رضی اللہ عنہا سے روایت ہے

> (كلامه) فصلٌ لا نزر ولا هذر[3]
>
> ترجمہ: گفتگو نہایت فصیح و بلیغ ہوتی، اس میں کمی بیشی نہ ہوتی۔

---

[1] ابوداؤ، السنن، 4 : 281، کتاب الادب، وابن ابی شیبہ، المصنف، 5 : 300، وبیہقی، السنن الکبریٰ، 3 : 207، وابن سعد، الطبقات الکبریٰ، 1 : 375، وسیوطی، الخصائص الکبریٰ، 1 : 375

[2] بخاری، الصحیح، کتاب المناقب، مسلم، الصحیح، 4 : 2298، حمیدی، المسند، 1 : 120، ابن جوزی، الوفا، 2 : 454

[3] ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، 1 : 231، طبرانی، المعجم الکبیر، 6 : 49، حاکم، المستدرک، 3 : 10، ابن کثیر، شمائل الرسول : 46، صیبۃ اللہ، اعتقاد اہل السنۃ، 4 : 779

دہن مبارک

حضور ﷺ کا دہن مبارک فراخ، موزوں اور اعتدال کے ساتھ بڑا تھا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

> کان رسول الله ﷺ ضلیع الفم[1]
>
> ترجمہ: رسول اللہ ﷺ کا دہن مبارک فراخ تھا۔

دہنِ اقدس چہرۂ انور کے حسن و جمال کو دوبالا کرتا۔ ایسا کیوں نہ ہوتا آپ ﷺ کے دہنِ مبارک سے جو کلمہ ادا ہوتا حق ہوتا، حق کے سوا کچھ نہ ہوتا۔ یہ علم و حکمت کا چشمۂ آبِ رواں تھا جس کے بارے میں ارشاد فرمایا گیا

> وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُّوحٰى[2]
>
> ترجمہ: اور وہ اپنی (یعنی نفس کی) خواہش سے بات ہی نہیں کرتے وہ تو وہی فرماتے ہیں جو (اللہ کی طرف سے) اُن پر وحی ہوتی ہے

---

[1] ترمذی، الجامع الصحیح، 6: 33، ابواب المناقب، ترمذی، الجامع الصحیح، 6: 33، ابواب لمناقب، احمد بن حنبل، المسند، 5: 97، ابن حبان، الصحیح، 14: 199، طیالسی، المسند، 1: 104، طبرانی، المعجم الکبیر، 2: 220، ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، 1: 416، ابن کثیر، البدایہ والنہایہ (السیرۃ)، 6: 22، سیوطی، الجامع الصغیر، 1: 35

[2] القرآن، النجم، 53: 3، 4

غصہ کی حالت میں بھی دہنِ اقدس سے کلمۂ حق ہی ادا ہوتا۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما آقا ﷺ کی ہر بات کو حیطۂ تحریر میں لے آیا کرتے تھے کیونکہ حضور رحمتِ عالم ﷺ نے خود اُن سے فرمایا تھا

> أکتب فوالذی نفسی بیدہ ما یخرج منہ إلا حق[1]
>
> ترجمہ: لکھو (جو بات میرے منہ سے نکلتی ہے)، اُس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! اس منہ سے صرف حق بات ہی نکلتی ہے۔

حضور ﷺ کا فرمان، اللہ کا فرمان، حضور ﷺ کا نطق، نطقِ الٰہی ہے۔ آقائے دوجہاں ﷺ اپنے صحابۂ کرام رضی اللہ عنھم سے کبھی کبھی دل لگی بھی فرمالیا کرتے تھے۔ خوش کلامی، مزاح اور خوش مزاجی کے جواہر سے بھی آپ ﷺ کی گفتگو مزین ہوتی لیکن اُس خوش طبعی، خوش مزاجی یا خوش کلامی میں بھی شائستگی کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹتا، مزاح اور دل لگی میں بھی جو فرماتے حق فرماتے۔

دندانِ اقدس

تاجدارِ کائنات حضور رحمتِ عالم ﷺ کے دندان مبارک باریک اور چمکدار تھے، سامنے کے دندان مبارک کے درمیان تھوڑا سا فاصلہ تھا۔ تبسم فرماتے تو یوں لگتا کہ دندان مبارک سے نور کی شعاعیں نکل رہی ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنھم فرماتے ہیں کہ جب آپ ﷺ مسکراتے تو دانتوں کی باریک ریخوں سے اس طرح نور کی شعاعیں نکلتیں کہ در و دیوار چمک اُٹھتے۔

---

[1] ابوداؤد، السنن، 3 : 315، کتاب العلم، ابن ابی شیبہ، المصنف، 5 : 313، بیہقی، المدخل الی السنن الکبریٰ، 1 : 415، عسقلانی، فتح الباری، 1 : 207، حسن رامهرمزی، المحدث الفاصل، 1 : 366

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے

کان رسول اللہ ﷺ أفلج الثنیتین، إذا تکلم رئی کالنور یخرج من بین ثنایاہ[1]

ترجمہ: حضور نبی اکرم ﷺ کے سامنے کے دانتوں کے درمیان موزوں فاصلہ تھا جب گفتگو فرماتے تو ان ریخوں سے نور کی شعاعیں پھوٹتی دکھائی دیتیں۔

مسکراتے تو جیسے موتیوں کی لڑیاں فضا میں بکھر جاتیں، چہرۂ انور گلاب کے پھول کی طرح کھل اُٹھتا

إذا افترّ ضاحکاً إفترّعن مثلَ سَنَا البرق و عن مثل حبّ الغمام إذا تکلّم رئی کالنور یخرج من ثنایاہ[2]

ترجمہ: جب حضور ﷺ تبسم فرماتے تو دندان مبارک بجلی اور بارش کے اولوں کی طرح چمکتے، جب گفتگو فرماتے تو ایسے دکھائی دیتا جیسے دندان مبارک سے نور نکل رہا ہے۔

حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ نے دندان مبارک کی خوبصورتی اور چمک کا نقشہ ان الفاظ میں کھینچا ہے

کان رسول اللہ ﷺ یفتَرّعن مثل حب الغمام[3]

حضور ﷺ کے دانت تبسم کی حالت میں اولوں کے دانوں کی طرح محسوس ہوتے تھے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

مبلّج الثنایا و فی روایۃ عنہ برّاق الثنایا[4]

---

[1] دارمی، السنن، 1: 44، باب فی حسن النبی ﷺ، وطبرانی، المعجم الاوسط، 1: 235

[2] قاضی عیاض، الشفا، 1: 39، سیوطی، الخصائص الکبری، 1: 131، ترمذی، الشمائل المحمدیہ، 1: 185

[3] ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، 1: 423، ابن جوزی، الوفا: 395، ابن کثیر، الہدایہ والنہایہ، (السیرۃ)، 6: 32

[4] نبہانی، الانوار المحمدیہ: 199، ابن کثیر، الہدایہ والنہایہ، 6: 18، سیوطی، الخصائص الکبریٰ، 1: 129

ترجمہ: حضور نبی اکرم ﷺ کے دانت مبارک بہت چمکدار تھے۔

حضور نبی اکرم ﷺ کے دندان مبارک کا مسوڑھوں میں جڑاؤ اور جماؤ نہایت حسین تھا، جیسے انگوٹھی میں کوئی ہیرا ایک خاص تناسب کے ساتھ جڑ دیا گیا ہو۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے

کان رسول اللہ ﷺ حسن الثغر[1]

ترجمہ: رسولِ اکرم ﷺ کے تمام دانت مبارک نہایت خوبصورت تھے۔

امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ نے دندان مبارک کو چمکدار موتی سے تشبیہ دی ہے

کأنّما اللؤلؤ المکنون فی صدفٍ　　　من معدنی منطق منه و مبتسم[2]

ترجمہ: حضور ﷺ کے دانت مبارک اس خوبصورت چمکدار موتی کی طرح ہیں جو ابھی سیپ سے باہر نہیں نکلا۔

زبان مبارک

حضور نبی اکرم ﷺ کی مبارک زبان حق و صداقت کی آئینہ دار تھی۔ آپ ﷺ کی زبان حق ترجمان کا اللہ رب العزت نے قرآنِ مجید میں ذکر فرمایا۔ جب نزولِ وحی ہوتا تو حضور ﷺ اُسے جلدی جلدی محفوظ کرنے کے آرزومند ہوتے۔ اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا

لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ[3]

[1] بخاری، الادب المفرد، 1: 395، سیوطی، الخصائص الکبریٰ، 1: 125، حلبی، انسان العیون، 3: 436، صالحی، سبل الهدیٰ والرشاد، 2: 30

[2] قصیدۃ بردۃ

[3] القرآن، القیامه، 75: 16

ترجمہ: (اے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم!) آپ ﷺ اسے جلدی جلدی یاد کرنے کے لئے (نزولِ وحی کے ساتھ) اپنی زبان کو حرکت نہ دیں۔

حضور نبی اکرم ﷺ کی مبارک زبان فضول اور لایعنی باتوں سے پاک تھی، اس لئے کہ زبانِ اقدس سے نکلا ہوا ہر لفظ وحیِ الٰہی تھا جس میں سرے سے غلطی اور خطا کا کوئی اِمکان ہی نہیں تھا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى [1]

ترجمہ: اور وہ اپنی (یعنی نفس کی) خواہش سے بات ہی نہیں کرتے وہ تو وہی فرماتے ہیں جو (اللہ کی طرف سے) اُن پر وحی ہوتی ہے

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے

كان رسول الله ﷺ يخزن لسانه إلا فيما يعنيه [2]

ترجمہ: نبی اکرم ﷺ زبانِ اقدس کو لایعنی باتوں سے محفوظ رکھتے تھے۔

آواز مبارک

حضور رحمتِ عالم ﷺ کی مبارک آواز دلآویزی اور حلاوت کی چاشنی لئے ہوئے حسنِ صوت کا کامل نمونہ تھی۔ لہجہ انتہائی دلکش، باوقار اور بارعب تھا۔ آپ ﷺ ٹھہر ٹھہر کر یوں گفتگو فرماتے کہ بات دل میں اتر جاتی اور مخاطب دوبارہ سننے کی خواہش کرتا۔

[1] القرآن، النجم، 53: 3، 4

[2] ترمذی، الشمائل المحمدیہ، 1: 277، باب ما جاء فی تواضع رسول الله ﷺ، ابن جوزی، صفوۃ الصفوۃ، 1: 158، ابن قیم، زاد المعاد، 1: 182

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

ما بعث الله نبياً قط إلا بعثه حسن الوجه، حسن الصوت، حتى بعث نبيكم ﷺ، فبعثه حسن الوجه حسن الصوت[1]

ترجمہ: اللہ تبارک و تعالیٰ نے جس بھی نبی کو مبعوث فرمایا خوبصورت چہرہ اور خوبصورت آواز دے کر مبعوث فرمایا حتیٰ کہ تمہارے نبی مکرم ﷺ کو مبعوث فرمایا تو انہیں بھی خوبصورت چہرے اور خوبصورت آواز کے ساتھ مبعوث فرمایا۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ نمازِ عشا میں حضور نبی اکرم ﷺ کی تلاوت کے حوالے سے بیان فرماتے ہیں

سمعتُ النبی ﷺ يقرأ ﴿وَالتِّيْنِ وَ الزَّيْتُوْنِ﴾ فی العشاء، و ما سمعتُ أحداً أحسن صوتاً منه أو قراءة[2]

ترجمہ: میں نے حضور ﷺ کو نمازِ عشاء میں سورۃ التین کی تلاوت فرماتے ہوئے سنا، اور میں نے کسی کو آپ ﷺ سے زیادہ خوش الحان اور اچھی قرآۃ والا نہیں پایا۔

---

[1] ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، 1 : 376، ترمذی، الشمائل المحمدیہ، 1 : 261، ابن کثیر، البدیہ والنہایہ، 6 : 286، سیوطی، الخصائص الکبریٰ، 1 : 124، حلبی، السیرۃ الحلبیہ، 3 : 434

[2] بخاری، الصحیح، 1 : 266، کتاب الاذان، مسلم، الصحیح، 1 : 339، کتاب الصلوٰۃ، ابن ماجہ، السنن، 1 : 273، کتاب إقامة الصلوٰۃ والسنۃ فیہا، احمد بن حنبل، مسند، 4 : 302، ابوعوانہ، مسند، 1 : 477، بیہقی، السنن الکبریٰ، 2 : 194

سفرِ ہجرت میں حضور ﷺ نے اُمِ معبد رضی اللہ عنہا کے ہاں قیام فرمایا۔ آپ ﷺ کی آواز کے بارے میں اُمِ معبد رضی اللہ عنہا کا کہنا ہے

> فی صوته ﷺ صَحَلٌ[1]
>
> ترجمہ: آپ ﷺ کی آواز میں دبدبہ تھا۔

حضور ﷺ کی آواز نغمگی اور حسنِ صوت سے کمال درجہ مزین تھی۔ حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں

> كان رسول الله ﷺ حسن النغمة[2]
>
> ترجمہ: حضور ﷺ کا لب و لہجہ نہایت حسین تھا۔

مبداء فیض نے حضور سید المرسلین ﷺ کو اس منفرد وصفِ جمیل سے نوازرکھا تھا کہ آپ ﷺ کی آواز دور دور تک پہنچ جاتی۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

> خطبنا رسول الله ﷺ حتى أسمع العواتق في خدورهن[3]
>
> ترجمہ: حضور رحمتِ عالم ﷺ نے ہمیں خطبہ ارشاد فرمایا تو پردہ نشین خواتین کو بھی آپ ﷺ نے پردوں کے اندر (یہ خطبہ) سنایا۔

---

[1] طبرانی، المعجم الکبیر، 4 : 50، حاکم، المستدرک، 3 : 10، ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، 1 : 231، طبری، الریاض النضرۃ، 1 : 471، زرقانی، شرح المواھب اللدنیہ، 5 : 446

[2] صالحی، سبل الھدیٰ والرشاد، 2 : 91، زرقانی، شرح المواھب، 5 : 446

[3] سیوطی، الخصائص الکبریٰ، 1 : 113، طبرانی، المعجم الاوسط، 4 : 125، طبرانی، المعجم الکبیر، 11 : 186، ھیثمی، مجمع الزوائد، 8 : 94، نبہانی، الانوار المحمدیہ : 207

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور ﷺ جمعہ کے دن منبر پر تشریف فرما ہوئے اور لوگوں سے بیٹھنے کو کہا

> فسمعه عبد الله بن رواحة وهو في بني غنم فجلس في مكانه[1]
>
> ترجمہ: اس وقت حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ محلہ بنی غنم میں تھے، انہوں نے آپ ﷺ کی آواز مبارک سنی اور وہیں بیٹھ گئے۔

خطبۂ حجۃ الوداع کے موقع پر صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کی تعداد سوا لاکھ کے قریب تھی، اس اجتماعِ عظیم سے آپ ﷺ نے خطاب فرمایا تو اجتماع میں شریک ہر شخص نے خطبہ سنا

حضرت عبدالرحمن بن معاذ تیمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

> كنا نسمع ما يقول ونحن في منازلنا، فطفق يعلمهم مناسكهم[2]
>
> ترجمہ: ہم اپنی اپنی جگہ پر حضور ﷺ کا خطبہ سن رہے تھے جس میں حضور ﷺ لوگوں کو مناسکِ حج کی تعلیم دے رہے تھے۔

ریشِ اقدس

حضور رحمتِ عالم ﷺ کی ریش مبارک گھنی اور گنجان ہوتے ہوئے بھی باریک اور خوبصورت تھی، ایسی بھری ہوئی نہ تھی کہ پورے چہرے کو ڈھانپ لے اور نیچے گردن تک چلی جائے۔ بالوں کا رنگ سیاہ تھا، سرخ و سفید چہرے کی خوبصورتی میں ریش مبارک مزید اضافہ کرتی۔ عمر مبارک کے آخری

---

[1] نبھانی، الانوار المحمدیہ، 207، سیوطی، الخصائص الکبریٰ، 1: 113، مقریزی، امتاع الاسماع، 2: 160

[2] ابوداؤد، السنن، 2: 198، کتاب الحج، نسائی، السنن، 5: 249، کتاب مناسک الحج، بیہقی، سنن الکبریٰ، 5: 138، مقریزی، امتاع الاسماع، 2: 160

حصہ میں کل سترہ یا بیس سفید بال ریش مبارک میں آگئے تھے لیکن یہ سفید بال عموماً سیاہ بالوں کے ہالے میں چھپے رہتے تھے۔ آپ ﷺ ریش مبارک کے بالوں کو طول و عرض سے برابر کٹوا دیا کرتے تھے تاکہ بالوں کی بے ترتیبی سے شخصی وقار اور مردانہ وجاہت پر حرف نہ آئے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے

> كان رسول الله ﷺ ضخم الرأس و اللحية[1]
>
> ترجمہ: حضور ﷺ اعتدال کے ساتھ بڑے سر اور بڑی داڑھی والے تھے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے

> كان رسول الله ﷺ أسود اللحية[2]
>
> ترجمہ: حضور ﷺ کی ریش مبارک سیاہ رنگ کی تھی۔

حضرت اُمِ معبد رضی اللہ عنھا جنہیں سفرِ ہجرت میں والی کونین ﷺ کی میزبانی کا شرفِ لازوال حاصل ہوا، اپنے تاثرات اِن الفاظ میں بیان کرتی ہیں

> كان رسول الله ﷺ كثيف اللحية[3]
>
> ترجمہ: رسولِ اکرم ﷺ کی ریشِ اقدس گھنی تھی۔

---

[1] حاکم، المستدرک، 2: 626، احمد بن حنبل، المسند، 1: 96، بیہقی، دلائل النبوۃ، 1: 216، ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، 1: 411، طبری، تاریخ الامم والملوک، 2: 221، ابن کثیر، البدایہ و النہایہ (السیرۃ)، 6: 17

[2] بیہقی، دلائل النبوۃ، 1: 217۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، 1: 433، سیوطی، الخصائص الکبریٰ، 1: 125

[3] ابن جوزی، الوفا: 397، حاکم، المستدرک، 3: 10، ابن عساکر، السیرۃ النبویہ، 3: 184، سیوطی، الجامع الصغیر 1: 38، مناوی، فیض القدیر، 5: 77

حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی صفت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں

> كان رسول الله ﷺ كث اللحية[1]
>
> ترجمہ: حضور ﷺ کی داڑھی مبارک گھنی تھی۔

حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کی تعریف میں یوں گویا ہوئے

> كان أسود اللحية حسن الشعر مفاض اللحيين[2]
>
> ترجمہ: (حضور نبی اکرم ﷺ کی) ریش مبارک سیاہ، بال مبارک خوبصورت، (اور ریش مبارک) دونوں طرف سے برابر تھی۔

عمر مبارک میں اضافے کے ساتھ ریش مبارک کے بالوں میں کچھ سفیدی آگئی تھی۔ حضرت وہب بن ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں

> رأيتُ النبي ﷺ، و رأيتُ بياضاً من تحت شفته السفلى العنفقة[3]
>
> ترجمہ: میں نے حضور ﷺ کی زیارت کی اور میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ کے لبِ اقدس کے نیچے کچھ بال سفید تھے۔

---

[1] نسائی، السنن، 8: 183، کتاب الزینہ، ترمذی، الشمائل المحمدیہ1: 36، احمد بن حنبل، المسند، 1: 101. بزار، المسند، 2: 253، 660، ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، 1: 422

[2] ابن عساکر، تهذیب تاریخ دمشق الکبیر، 1: 320، هیثمی، مجمع الزوائد، 8: 280

[3] بخاری، الصحیح، 3: 1302، کتاب المناقب، احمد بن حنبل، المسند، 3: 216، ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، 1: 434

صحابہ کرام رضی اللہ عنھم اپنے آقا ﷺ کی ہر ادا پر قربان ہو جاتے تھے، حیاتِ مقدسہ کی جزئیات تک کا ریکارڈ رکھا جا رہا تھا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

ولیس فی رأسه ولحیته عشرون شعرة بیضاء[1]

ترجمہ: حضور ﷺ کی ریش مبارک اور سر مبارک میں سفید بالوں کی تعداد بیس سے زائد نہ تھی۔

حضور نبی اکرم ﷺ کی ریش مبارک میں لب اقدس کے نیچے اور گوش مبارک کے ساتھ گنتی کے چند بال سفید تھے جنہیں خضاب لگانے کی کبھی ضرورت ہی محسوس نہیں ہوئی یہی وجہ ہے کہ آقائے دوجہاں ﷺ نے خضاب وغیرہ استعمال نہیں کیا اس حوالے سے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

ولم یختضب رسول اللہ ﷺ، إنما کان البیاض فی عنفقته وفی الصدغین وفی الرأس نبذ[2]

ترجمہ: حضور ﷺ نے کبھی خضاب نہیں لگایا، کیونکہ آپ ﷺ کے نچلے ہونٹ کے نیچے، کنپٹیوں اور سر مبارک میں چند بال سفید تھے۔

[1] بخاری، الصحیح، 3 : 1302، کتاب المناقب، مسلم، الصحیح، 4 : 1824، کتاب الفضائل، ترمذی، الجامع الصحیح، 5 : 592، کتاب المناقب، امام مالک، الموطا، 2 : 919، احمد بن حنبل، المسند، 3 : 130، عبد الرزاق، المصنف، 3 : 599، ابن حبان، الصحیح، 14 : 298، ابویعلی، المعجم، 1 : 25، طبرانی، المعجم الصغیر، 1 : 205

[2] مسلم، الصحیح، 4 : 1821، کتاب الفضائل، بیہقی، السنن الکبریٰ، 7 : 310، بیہقی، دلائل النبوۃ، 1 : 232

ریشِ اقدس طویل تھی نہ چھوٹی، بلکہ اعتدال، توازن اور تناسب کا انتہائی دلکش نمونہ اور موزونیت لئے ہوئے تھی۔

> کان النبی ﷺ کان یأخذ من لحیته من عرضها و طولها[1]
>
> ترجمہ: حضور ﷺ ریش مبارک کے طول و عرض کو برابر طور پر تراشا کرتے تھے۔

گوشِ اقدس

حضور نبی اکرم ﷺ کے گوشِ اقدس خوبصورتی اور دلکشی میں بے مثال اور اعتدال و توازن کا حسین امتزاج تھے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں

> تخرج الأذنان ببیاضهما من تحت تلك الغدائر، كأنما توقد الكواكب الدرية بين ذالك السواد[2]
>
> ترجمہ: آپ ﷺ کی سیاہ زلفوں کے درمیان دو سفید کان یوں لگتے جیسے تاریکی میں دو چمکدار ستارے چمک رہے ہوں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب مجھے قاضی بنا کر یمن بھیجا گیا تو ایک یہودی عالم نے مجھے نبی آخر الزماں ﷺ کا حلیہ مبارک بیان کرنے کے لئے کہا۔ جب میں سرکارِ دوعالم ﷺ کا سراپا مبارک بیان کر چکا تو اُس یہودی عالم نے کچھ مزید بیان کرنے کی استدعا کی۔ میں نے کہا کہ اس وقت

---

[1] ترمذی، الجامع الصحیح، 2 : 100، ابواب الادب، عسقلانی، فتح الباری، 10 : 350، زرقانی، شرح المؤطا، 4 : 426، سیوطی، الجامع الصغیر، 1 : 263، محمد بن عبدالرحمن مبارکفوری، تحفة الاحوذی، 8 : 38، قرطبی، تفسیر الجامع الأحکام القرآن، 2 : 105، ابن جوزی، الوفا : 609، مقریزی، امتاع الاسماع، 2 : 161 ۔ نبہانی، الانوار المحمدیه : 214، شوکانی، نیل الاوطار، 1 : 142

[2] ابن عساکر، تہذیب تاریخ دمشق الکبیر، 1 : 335

مجھے یہی کچھ یاد ہے۔ اُس یہودی عالم نے کہا: اگر مجھے اجازت ہو تو مزید حلیہ مبارک میں بیان کروں۔

اُس کے بعد وہ یوں گویا ہوا:

> فی عینیه حمرة، حسن اللحیة، حسن الفم، تام الأذنین[1]
>
> ترجمہ: حضور ﷺ کی چشمانِ اقدس میں سرخ ڈورے ہیں، ریش مبارک نہایت خوبصورت، دہنِ اقدس حسین و جمیل اور دونوں کان مبارک (حسن میں) مکمل ہیں۔

مختصر یہ کہ حضور نبی اکرم ﷺ کے ہر ہر عضو کو اللہ تعالی نے عمومی افعال کی انجام دہی کے علاوہ ایک معجزہ بھی بنایا تھا۔ عام انسانوں کے کان مخصوص فاصلے تک سننے کی استطاعت رکھتے ہیں، مگر جدید آلات کی مدد سے دُور کی باتیں بھی سنتے ہیں لیکن آقائے کائنات ﷺ کے گوش مبارک کو اللہ تعالی نے ایسی قوت سماعت عطا فرمائی تھی کہ آپ ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے جھرمٹ میں بیٹھے ہوتے، اوپر کسی آسمان کا دروازہ کھلتا تو خبر دیتے کہ فلاں آسمان کا دروازہ کھلا ہے۔

حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے گوشِ اقدس کی بے مثل سماعت پر حدیثِ مبارکہ میں آیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا

> إنی أریٰ ما لا ترون، وأسمع ما لا تسمعون[2]
>
> ترجمہ: میں وہ کچھ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھ سکتے اور میں وہ کچھ سنتا ہوں جو تم نہیں سن سکتے۔

---

[1] ابن کثیر، شمائل الرسول: 16، ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، 1: 415

[2] ترمذی، الجامع الصحیح، 4: 556، ابواب الزھد، حاکم، المستدرک، 2: 554، احمد بن حنبل، المسند، 5: 173 بزار، مسند، 9: 358، بیہقی، شعب الایمان، 1: 484

حضور نبی اکرم ﷺ کا یہ خطاب صرف صحابہ، تابعین اور تبع تابعین کے ادوار تک ہی مخصوص و محدود نہ تھا بلکہ سائنس و ٹیکنالوجی کے موجودہ ترقی یافتہ دور کے لئے بھی ایک چیلنج ہے۔

آج ساری کائنات میں سائنس و ٹیکنالوجی پر عبور رکھنے والے ماہرین اپنی تمام تر ترقی اور اپنی بے پناہ ایجادات کے باوجود کائنات کی ان پوشیدہ حقیقتوں اور رازوں کو جان سکتے ہیں نہ دیکھ سکتے ہیں جنہیں چشمانِ مصطفیٰ ﷺ نے بے پردہ دیکھ لیا اور اُن کی حقیقت کو جان لیا تھا۔ حضور علیہ السلام کے دائرہ سماعت سے کوئی آواز باہر نہ تھی۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا:

دور و نزدیک کے سننے والے وہ کان   کانِ لعلِ کرامت پہ لاکھوں سلام

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا بارگاہِ نبوت میں حاضر تھیں۔ اسی دوران حضور رحمتِ عالم ﷺ نے ہاتھ کے اشارے سے کسی کے سلام کا جواب دیا پھر حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے فرمایا

هذا جعفر بن أبي طالب مع جبريل و ميكائيل و إسرافيل، سلموا علينا فردی علیهم السلام[1]

ترجمہ: یہ جعفر بن ابی طالب ہیں، جو حضرت جبریل، حضرت میکائیل اور حضرت اسرافیل علیہم السلام کے ساتھ گزر رہے تھے۔ پس انہوں نے ہمیں سلام کیا، تم بھی ان کے سلام کا جواب دو۔

---

[1] حاکم، المستدرک، 3: 232، طبرانی، المعجم الاوسط، 7: 88، ہیثمی، مجمع الزوائد، 9: 272 ابن حجر عسقلانی، الاصابہ، 1: 487 ذہبی، سیر أعلام النبلاء، 1: 211

حضرت انس رضی اللہ عنہ اور بعض دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ ایک دفعہ سرکارِ دوعالم ﷺ بنو نجّار کے قبرستان سے گزر رہے تھے

فسمع أصوات قوم يعذبون في قبورهم[1]

ترجمہ: حضور ﷺ نے (قبور میں) ان مردوں کی آوازوں کو سماعت فرمایا جن پر عذابِ قبر ہو رہا تھا۔

گردنِ اقدس

حضور ﷺ کی گردنِ اقدس دستِ قدرت کا تراشا ہوا حسین شاہکار تھی، چاندی کی طرح صاف و شفاف، پتلی اور قدرے لمبی تھی۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کی مبارک گردن اِس طرح تھی جیسے کوئی صورت یا مورتی چاندی سے تراشی گئی ہو اور اُس میں اُجلاپن، خوش نمائی، صفائی اور چمک دمک اپنے نقطۂ کمال تک بھر دی گئی ہو۔ حضور ﷺ کی گردنِ اقدس کی خوبصورتی اس ندرت سے کہیں زیادہ تھی۔

حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

كأن عنقه جيدُ دمية في صفاء الفضة[2]

ترجمہ: حضور ﷺ کی گردن مبارک کسی مورتی کی طرح تراشی ہوئی اور چاندی کی طرح صاف تھی۔

---

[1] احمد بن حنبل، المسند، 3 : 175، طبرانی، المعجم الکبیر، 4 : 120، طبرانی، المعجم الکبیر، 25 : 103، عبداللہ بن احمد، السنہ، 2 : 608، ازدی، مسند الربیع، 1 : 197

[2] ترمذی، الشمائل المحمدیہ، 1 : 36، باب فی خلق رسول اللہ ﷺ، طبرانی، المعجم الکبیر، 22 : 155، بیہقی، شعب الایمان، 2 : 155، ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، 1 : 422، ابن جوزی، صفوۃ الصفوۃ، 1 : 156

حضرت اُمِ معبد رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں

وفی عنقه سطع[1]
ترجمہ: رسول اکرم ﷺ کی گردنِ اقدس قدرے لمبی تھی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے

وکان أحسن عباد الله عنقاً، لا ینسب إلی الطول ولا إلی القصر[2]
ترجمہ: اور اللہ کے بندوں میں سے آپ ﷺ کی گردن سب سے بڑھ کر حسین و جمیل تھی، نہ زیادہ طویل اور نہ زیادہ چھوٹی۔

رسول اللہ ﷺ کی گردن مبارک سونے اور چاندی کے رنگوں کا حسین اِمتزاج معلوم ہوتی تھی۔ گردنِ اقدس کو چاندی کی صراحی سے بھی تشبیہ دی گئی۔ حضرت حافظ ابو بکر بن ابی خیثمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

کان رسول الله ﷺ أحسن الناس عنقاً، ما ظهر من عنقه للشمس و الریاح فکأنّه إبریق فضة مشرب ذهباً یتلألأ فی بیاض الفضة وحمرة الذهب، و ما غیبت الثیاب من عنقه فما تحتها فکأنّه القمر لیلة البدر[3]
ترجمہ: حضور ﷺ کی گردنِ مبارک تمام لوگوں سے بڑھ کر خوبصورت تھی۔ دھوپ یا ہوا میں گردن کا نظر آنے والا حصہ چاندی کی صراحی کے مانند تھا، جس میں سونے کا رنگ اس

[1] حاکم، المستدرک، 3 : 10، طبرانی، المعجم الکبیر، 4 : 49 ابن عبدالبر، الاستیعاب، ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، 1 : 231، طبری، الریاض النضرة، 1 : 471، ابن کثیر، البدایہ والنہایہ (السیرة) 3 : 192، سیوطی، الخصائص الکبریٰ، 1 : 310، حلبی، انسان العیون، 2 : 227

[2] ابنِ عساکر، تہذیب تاریخ دمشق الکبیر، 1 : 336، بیہقی، دلائل النبوة، 1 : 304

[3] صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، 2 : 43

طرح بھرا گیا ہو کہ چاندی کی سفیدی اور سونے کی سُرخی کی جھلک نظر آتی ہو اور گردن کا جو حصہ کپڑوں میں چھپ جاتا وہ چودھویں کے چاند کی طرح روشن اور منور ہوتا۔

دوش مبارک

حضور نبی اکرم ﷺ کے مبارک کندھے مضبوط اور قدرے فربہی لئے ہوئے تھے، بالکل پتلے شانے نہ تھے بلکہ خاص گولائی میں تھے۔ دونوں شانوں کی ہڈیوں کے درمیان مناسب فاصلہ تھا، جس نے سینۂ اقدس کو فراخ اور دراز کر دیا تھا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے مضبوط کندھوں کے بارے میں فرماتے ہیں

كان رسول الله ﷺ ... عظيم مشاش المنكبين[1]

ترجمہ: حضور ﷺ کے کندھوں کے جوڑ توانا اور بڑے تھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بعض اوقات کوئی دیہاتی آکر حضور ﷺ کی قمیص مبارک کھینچ لیتا تو

فكأنما أنظر حين بدا منكبه إلى شقة القمر من بياضه ﷺ[2]

ترجمہ: دوشِ اقدس سفیدی اور چمک کے باعث یوں نظر آتے جیسے ہم چاند کا ٹکڑا ملاحظہ کر رہے ہوں۔

---

[1] ابنِ عساکر، تهذيب تاريخ دمشق الكبير، 1: 320، بیہقی، دلائل النبوة، 1: 241، ابن سعد، الطبقات الكبرىٰ، 1: 415، ابن كثير، البداية والنهاية (السيرة)، 6: 19، سیوطی، الخصائص الكبرىٰ، 1: 126

[2] صالحی، سُبل الهدىٰ والرشاد، 2: 43

کتب سیر واحادیث میں جلیل القدر صحابہ کرام حضرت علی المرتضیٰ، حضرت ابوہریرہ، حضرت ہند بن ابی ہالہ اور حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنھم سے حضور ﷺ کے مبارک کندھوں کے فاصلے کے حوالے سے یہ روایت ملتی ہے

> كان النبي ﷺ مربوعاً بعيد ما بين المنكبين[1]
>
> ترجمہ: حضور نبی اکرم ﷺ میانہ قد کے تھے، دونوں کاندھوں کے درمیان فاصلہ تھا۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ حضور ﷺ کی اس صفتِ عالیہ کا ذکر ان الفاظ میں کرتے ہیں

> كان إذا جلس يكون كتفه أعلى من الجالس[2]
>
> ترجمہ: آپ ﷺ جب (کسی مجلس میں) تشریف فرما ہوتے تو آپ ﷺ کے کندھے تمام اہلِ مجلس سے بلند نظر آتے۔

بازوئے مقدس

حضور ﷺ کے بازوئے اقدس خوبصورتی میں اپنی مثال آپ تھے، طوالت کے اِعتبار سے اِعتدال کا خوبصورت اور دلکش نمونہ تھے، کلائیوں پر بال مبارک تھے، بازو اور کلائیاں سفید اور چمکدار تھیں اور حسن وجمالِ مصطفیٰ ﷺ کا آئینہ دار تھیں۔

اس حوالے سے امام بیہقی بیان کرتے ہیں

> وكان عبل العضدين والذراعين، طويل الزندين[3]

---

[1] بخاری، الصحیح، 3 : 1303، کتاب المناقب، مسلم، الصحیح، 4 : 1818، کتاب الفضائل، ترمذی، الجامع الصحیح، 5 : 598، ابواب المناقب، ابن کثیر، البدایہ والنہایہ (السیرۃ) 6 : 11، سیوطی، الخصائص الکبریٰ، 1 : 128

[2] ملا علی قاری، جمع الوسائل، 1 : 13

[3] بیہقی، دلائل النبوۃ، 1 : 305

ترجمہ: حضور ﷺ کی ہتھیلیاں سفید اور چمکدار اور کلائیاں لمبی تھیں۔

حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

كان رسول الله ﷺ ... أشعر الذراعين[1]

ترجمہ: حضور ﷺ کی مبارک کلائیوں پر بال موجود تھے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے

كان رسول الله ﷺ عظيم الساعدين[2]

ترجمہ: حضور ﷺ کے بازو (اعتدال کے ساتھ) بڑے تھے۔

حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں

كان رسول ﷺ سَبْطُ القصب[3]

ترجمہ: حضور ﷺ کے بازو مبارک اور پنڈلیاں موزوں ساخت کی تھیں۔

دستِ اقدس

آقا و جہاں ﷺ کے دستِ اقدس اِنتہائی نرم اور ملائم تھے، شبنم کے قطروں سے بھی نازک، پھولوں کا گداز بھی اس کے آگے پانی پانی ہو جائے، دستِ اقدس سے ہمہ وقت خوشبوئیں لپٹی رہتیں، مصافحہ کرنے والا ٹھنڈک محسوس کرتا، انگشت مبارک قدرے لمبی تھیں، چاند کی طرف اُٹھتیں تو وہ بھی دو لخت ہو جاتا۔

[1] ترمذی، الشمائل المحمدیہ: 2، باب فی خلق رسول اللہ ﷺ
ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، 1: 422، ابن جوزی، صفوۃ الصفوۃ، 1: 156، ابن کثیر، البدایہ والنہایہ (السیرۃ)، 6: 32

[2] ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، 1: 415، ابن کثیر، البدایہ والنہایہ (السیرۃ) 6: 19

[3] ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، 1: 422، بیہقی، شعب الایمان، 2: 155، طبرانی، المعجم الکبیر، 22: 156

6ھ میں حدیبیہ کے مقام پر حضور ﷺ اپنے جاں نثاروں کے ساتھ پڑاؤ ڈالے ہوئے ہیں، کفار و مشرکینِ مکہ آمادۂ فتنہ و شر ہیں۔ سفراء کا تبادلہ جاری ہے اور حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ سفیرِ مصطفیٰ ﷺ کی حیثیت سے مکہ میں داخل ہوتے ہیں۔ دوسری طرف بیعتِ رضوان کا موقع آتا تو اللہ رب العزت اپنے محبوب ﷺ کے ہاتھ کو اپنا ہاتھ قرار دیتا ہے:

إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللهَ يَدُ اللهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ فَمَن نَّكَثَ فَإِنَّمَا يَنكُثُ عَلَى نَفْسِهِ وَمَنْ أَوْفَى بِمَا عَاهَدَ عَلَيْهُ اللهَ فَسَيُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا[1]

ترجمہ: (اے رسول!) بلاشبہ جو لوگ آپ سے (آپ کے ہاتھ پر) بیعت کرتے ہیں فی الحقیقت وہ اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں، (گویا) اللہ کا ہاتھ اُن کے ہاتھوں پر ہے، پھر جو کوئی عہد کو توڑے تو عہد کے توڑنے کا نقصان اُسی کو ہو گا اور جو اللہ سے اپنا اقرار پورا کرے (اور مرتے دم تک قائم رہے) تو اللہ تعالیٰ عنقریب اُسے بڑا اجر دے گا (اپنے دیدار سے سرفراز فرمائے گا)۔

ایک دوسرے مقام پر ارشادِ خداوندی ہے:

وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَكِنَّ اللهَ رَمَى[2]

ترجمہ: اور (اے حبیبِ محتشم) جب آپ نے (اُن پر سنگریزے) مارے تھے (وہ) آپ نے نہیں مارے تھے بلکہ (وہ تو) اللہ تعالیٰ نے مارے تھے۔

[1] القرآن، الفتح، 48: 10

[2] القرآن، الانفال، 8: 17

نبی اکرم ﷺ کے دستِ اقدس نہایت نرم و گداز تھے۔ حضرت مستورد بن شداد رضی اللہ عنہ اپنے والدِ گرامی کے حوالے سے فرماتے ہیں

أتیتُ رسول الله ﷺ فأخذتُ بیده فإذا هی ألین من الحریر و أبرد من الثلج[1]

ترجمہ: میں رسولِ اکرم ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا، پس میں نے آپ ﷺ کا ہاتھ تھام لیا، آپ ﷺ کے دستِ اقدس ریشم سے زیادہ نرم و گداز اور برف سے زیادہ ٹھنڈے تھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

مَا مَسِسْتُ حریراً ولا دیباجاً ألین من کف النبی ﷺ[2]

ترجمہ: میں نے کسی ایسے ریشم یا دیباج کو نہیں چھوا جو نرمی میں رسولِ اکرم ﷺ کے ہاتھ مبارک سے بڑھ کر ہو۔

خوشبوئے دستِ اقدس

حضور نبی اکرم ﷺ کے مقدس ہاتھوں سے ہر وقت بھینی بھینی خوشبو پھوٹتی تھی۔ حضرت جابر بن سُمرہ رضی اللہ عنہ اپنے بچپن کا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن آقائے محتشم ﷺ مسجد سے باہر تشریف لائے۔ آپ ﷺ نے باری باری سب بچوں کے رُخساروں پر ہاتھ پھیرا۔ آپ ﷺ نے میرے رُخسار پر بھی ہاتھ پھیرا۔

---

[1] طبرانی، المعجم الکبیر، 7 : 272، طبرانی، المعجم الاوسط، 9 : 97، ہیثمی، مجمع الزوائد، 8 : 282، ابن حجر عسقلانی، الاصابہ، 3 : 323، صالحی، سبل الھدیٰ والرشاد، 2 : 74

[2] بخاری، الصحیح، 3 : 1306، کتاب المناقب، مسلم، الصحیح، 4 : 1815، کتاب الفضائل، ترمذی، الجامع الصحیح، 4 : 368، ابواب البر والصلۃ، ابن حبان، الصحیح، 14 : 211، ابن ابی شیبہ، المصنف، 6 : 315، احمد بن حنبل، المسند، 3 : 200، ابویعلی، المسند، 6 : 405، عبد بن حمید، المسند، 1 : 402، ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، 1 : 413، مقریزی، امتاع الاسماع، 2 : 170

فوجدتُ ليده برداً أو ريحاً كأنما أخرجها من جؤنة عطّار[1]

ترجمہ: پس میں نے آپ ﷺ کے دستِ اقدس کی ٹھنڈک اور خوشبو یوں محسوس کی جیسے آپ ﷺ نے اُسے ابھی عطار کی ڈبیہ سے نکالا ہو۔

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ حضور ﷺ کے دستِ اقدس ہمیشہ معطر رہتے، جو لوگ حضور ﷺ سے مصافحہ کرتے وہ کئی کئی دن دستِ اقدس کی خوشبو کی سرشاری کو مشامِ جان میں محسوس کرتے رہتے:

وكأن كفه كف عطار طيب مسها بطيب أو لا مسها، فإذا صافحه المصافح يظل يومه يجد ريحاً ويضعها على رأس الصبى فيعرف من بين الصبيان من ريحها على رأسه[2]

ترجمہ: اور آپ ﷺ کے مبارک ہاتھ عطار کے ہاتھوں کی طرح معطر رہتے، خواہ خوشبو لگائیں یا نہ لگائیں۔ آپ ﷺ سے مصافحہ کرنے والا شخص سارا دن اپنے ہاتھوں پر خوشبو پاتا اور جب کسی بچے کے سر پر دستِ شفقت پھیر دیتے تو وہ (بچہ) خوشبوئے دستِ اقدس کے باعث دوسرے بچوں سے ممتاز ٹھہرتا۔

دستِ مبارک کی ٹھنڈک

خوشبو کے علاوہ سردارِ دوجہاں ﷺ کے مبارک ہاتھوں کا لمس انتہائی خوشگوار ٹھنڈک کا کیف انگیز احساس بخشتا تھا۔ حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ ایک دفعہ کا واقعہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے نماز ادا فرمائی، اس کے بعد:

---

[1] مسلم، الصحیح، 4 : 1814، کتاب الفضائل، ابن ابی شیبہ، المصنف، 6 : 323، طبرانی، المعجم الکبیر، 2 : 228، ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، 6 : 573

[2] ابنِ عساکر، تهذیب تاریخ دمشق الکبیر، 1 : 337، بیہقی، دلائل النبوۃ، 1 : 305

و قام الناس، فجعلوا يأخذون يديه فيمسحون بهما وجوههم، قال : فأخذت بيده فوضعتها على وجهي، فإذا هي أبرد من الثلج، و أطيب رائحة من المسك[1]

ترجمہ: لوگ کھڑے ہوئے اور آپ ﷺ کا دستِ اقدس پکڑ کر اپنے چہروں پر ملنے لگے، میں نے بھی آپ ﷺ کا دستِ انور اپنے چہرے پر پھیرا تو وہ برف سے زیادہ ٹھنڈا اور کستوری سے زیادہ خوشبودار تھا۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آقا ﷺ میری عیادت کے لئے تشریف لائے، آپ ﷺ نے محبت سے میرے سر اور سینے پر اپنا دستِ اقدس پھیرا۔ اس سے یہ کیفیت پیدا ہوئی:

فما زلتُ أجد برده على كبدي فما يخال إلى حتى الساعة[2]

ترجمہ: میں ہمیشہ اپنے جگر میں آپ ﷺ کے دستِ اقدس کی ٹھنڈک اور خنکی پاتا رہا، مجھے خیال ہے کہ اس (موجودہ) گھڑی تک وہ ٹھنڈک پاتا ہوں۔

دستِ اقدس کی برکتیں

حضور نبی اکرم ﷺ کے مبارک ہاتھ ہزاروں باطنی اور روحانی فیوض و برکات کے حامل تھے۔ جس کسی کو آپ ﷺ نے اپنے مبارک ہاتھ سے مَس کیا اُس کی حالت ہی بدل گئی۔ وہ ہاتھ کسی بیمار کو لگا تو نہ صرف یہ کہ وہ تندرست و شفایاب ہو گیا بلکہ اس خیر و برکت کی تاثیر تادمِ آخر وہ اپنے قلب و روح

[1] بخاری، الصحیح، 3 : 1304، کتاب المناقب، احمد بن حنبل، المسند، 4 : 309، ابن خزیمہ، الصحیح، 3 : 67، دارمی، السنن، 1 : 366، طبرانی، المعجم الکبیر، 22 : 115

[2] بخاری، الصحیح، 5 : 2142، کتاب المرضیٰ، نسائی، السنن الکبریٰ، 4 : 67، احمد بن حنبل، المسند، 1 : 171، بخاری، الادب المفرد، 1 : 176، مقدسی، الأحادیث المختارۃ، 3 : 212

میں محسوس کرتا رہا۔ کسی کے سینے کو یہ ہاتھ لگا تو اُسے علم و حکمت کے خزانوں سے مالامال کر دیا۔ بکری کے خشک تھنوں میں اُس دستِ اقدس کی برکت اُتری تو وہ عمر بھر دودھ دیتی رہی۔ توشہ دان میں موجود گنتی کی چند کھجوروں کو اُن ہاتھوں نے مَس کیا تو اُس سے سالوں تک منوں کے حساب سے کھانے والوں نے کھجوریں کھائیں مگر پھر بھی اُس ذخیرہ میں کمی نہ آئی۔ بقول اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ:

ہاتھ جس سمت اُٹھایا غنی کر دیا

اُن ہاتھوں کی فیض رسانی سے تہی دست بے نوا گدا، دو جہاں کی نعمتوں سے مالامال ہو گئے۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنھم نے اپنی زندگیوں میں بارہا ان مبارک ہاتھوں کی خیر و برکت کا مشاہدہ کیا۔ وہ خود بھی اُن سے فیض حاصل کرتے رہے اور دوسروں کو بھی فیض یاب کرتے رہے، اس حوالے سے متعدد روایات مروی ہیں:

دستِ مصطفیٰ ﷺ کی برکت سے حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ دوسروں کو فیض یاب کرتے رہے

حضرت ذیال بن عبید رضی اللہ عنہ نے حضور نبی اکرم ﷺ کے ایک جلیل القدر صحابی حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ ایک دفعہ ان کے والد نے رسول اللہ ﷺ سے ان کے حق میں دعائے خیر کے لئے عرض کیا:

> فقال: ادن یا غلام، فدنا منه فوضع یده علی رأسه، وقال: بارك الله فيك!
>
> ترجمہ: آپ ﷺ نے فرمایا بیٹا! میرے پاس آؤ، حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے قریب آ گئے، آپ ﷺ نے اپنا دستِ مبارک اُن کے سر پر رکھا اور فرمایا، اللہ تعالیٰ تجھے برکت عطا فرمائے۔

حضرت ذیال رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

> فرأيتُ حنظلة يؤتى بالرجل الوارم وجهه وبالشاة الوارم ضرعها فيتفل في كفه، ثم يضعها على صُلعته، ثم يقول: بسم الله على أثر يد رسول الله ﷺ، ثم يمسح الورم فيذهب[1]
>
> ترجمہ: میں نے دیکھا کہ جب کسی شخص کے چہرے پر یا بکری کے تھنوں پر ورم ہو جاتا تو لوگ اسے حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کے پاس لے آتے اور وہ اپنے ہاتھ پر اپنا لعابِ دہن ڈال کر اپنے سر پر ملتے اور فرماتے بسم اللہ علی اثر ید رسول اللہ ﷺ اور پھر وہ ہاتھ ورم کی جگہ پر مل دیتے تو ورم فوراً اُتر جاتا۔

دستِ مصطفیٰ ﷺ کی برکت سے حضرت ابوزید انصاری رضی اللہ عنہ کے بال عمر بھر سیاہ رہے

حضور نبی اکرم ﷺ نے حضرت ابو زید انصاری رضی اللہ عنہ کے سر اور داڑھی پر اپنا دستِ اقدس پھیرا تو اُس کی برکت سے 100 سال سے زائد عمر پانے کے باوجود اُن کے سر اور داڑھی کا ایک بال بھی سفید نہ ہوا۔ اس آپ بیتی کے وہ خود راوی ہیں:

> قال لي رسول الله ﷺ: ادن مني، قال: فمسح بيده على رأسه ولحيته، قال، ثم قال: اللهم جمله و ادم جماله، قال: فلقد بلغ بضعا ومائة سنة، وما في رأسه ولحيته بياض الانبذ يسير، ولقد كان منبسط الوجه ولم ينقبض وجهه حتى مات[2]

[1] ابن سعد، الطبقات الكبرىٰ، 7 : 72 احمد بن حنبل، المسند، 5 : 68 طبرانی، المعجم الكبير، 4 : 6، طبرانی، المعجم الاوسط، 3 : 191، ہیثمی، مجمع الزوائد، 4 : 211 بخاری التاریخ الكبير 3 : 37، ابن حجر، الاصابہ، 2 : 133

[2] احمد بن حنبل، المسند، 5 : 77، عسقلانی، الاصابہ، 4 : 599، مزی، تہذیب الكمال، 21 : 542

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے مجھے فرمایا کہ میرے قریب ہو جاؤ۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے میرے سر اور داڑھی پر اپنا دستِ مبارک پھیرا اور دعا کی: الٰہی! اسے زینت بخش اور ان کے حسن و جمال کو گندم گوں کر دے۔ راوی کہتے ہیں کہ اُنہوں نے 100 سال سے زیادہ عمر پائی، لیکن ان کے سر اور داڑھی کے بال سفید نہیں ہوئے، سیاہ رہے، ان کا چہرہ صاف اور روشن رہا اور تادم آخر ایک ذرہ بھر شکن بھی چہرہ پر نمودار نہ ہوئی۔

دستِ مصطفی ﷺ کی برکت سے خشک تھنوں میں دودھ اتر آیا

سفرِ ہجرت کے دوران جب حضور نبی اکرم ﷺ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ہمراہ اُم معبد رضی اللہ عنہا کے ہاں پہنچے اور اُن سے کھانے کے لئے گوشت یا کچھ کھجوریں خریدنا چاہیں تو ان کے پاس یہ دونوں چیزیں نہ تھیں۔ حضور علیہ السلام کی نگاہ اُن کے خیمے میں کھڑی ایک کمزور دُبلی سوکھی ہوئی بکری پر پڑی آپ ﷺ نے دریافت فرمایا یہ بکری یہاں کیوں ہے؟ حضرت اُمِ معبد نے جواب دیا: لاغر اور کمزور ہونے کی وجہ سے یہ ریوڑ سے پیچھے رہ گئی ہے اور یہ چل پھر بھی نہیں سکتی۔ آپ ﷺ نے پوچھا: کیا یہ دودھ دیتی ہے؟ اُنہوں نے عرض کیا: نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر اجازت ہو تو دودھ دوہ لوں؟ عرض کیا: دودھ تو یہ دیتی نہیں، اگر آپ دوہ سکتے ہیں تو مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے؟ پس آپ ﷺ نے اسے دوھا، آگے روایت کے الفاظ اس طرح ہیں:

> فدعا بها رسول الله ﷺ فمسح بيده ضرعها و سمى الله تعالى ودعا لها في شاتها، فتفاجت عليه ودرّت فاجتبرت، فدعا بإناءٍ يربض الرهط فحلب فيه ثجاً حتى علاه

البهاء، ثم سقاها حتى رويت وسقى أصحابه حتى رووا و شرب آخرهم حتى أراضوا ثم حلب فيه الثانية على هدة حتى ملأ الإناء، ثم غادره عندها ثم بايعها و ارتحلوا عنها[1]

ترجمہ: آپ ﷺ نے اُسے منگوا کر بسم اللہ کہہ کر اُس کے تھنوں پر اپنا دستِ مبارک پھیرا اور اُم معبد کے لئے ان کی بکریوں میں برکت کی دعا دی۔ اس بکری نے آپ ﷺ کے لئے اپنی دونوں ٹانگیں پھیلا دیں، کثرت سے دودھ دیا اور تابع فرمان ہو گئی۔ آپ ﷺ نے ایسا برتن طلب فرمایا جو سب لوگوں کو سیراب کر دے اور اُس میں دودھ دوہ کر بھر دیا، یہاں تک کہ اُس میں جھاگ آگئی۔ پھر اُم معبد رضی اللہ عنہا کو پلایا، وہ سیر ہو گئیں تو اپنے ساتھیوں کو پلایا یہاں تک کہ سب سیر ہو گئے۔ سب کے بعد آپ ﷺ نے نوش فرمایا، پھر دوسری بار دودھ دوہا۔ یہاں تک کہ وہی برتن پھر بھر دیا اور اُسے بطورِ نشان اُم معبد رضی اللہ عنہا کے پاس چھوڑا اور اُسے اِسلام میں بیعت کیا، پھر سب وہاں سے چل دیئے۔

تھوڑی دیر بعد حضرت اُم معبد رضی اللہ عنہا کا خاوند آیا، اُس نے دودھ دیکھا تو حیران ہو کر کہنے لگا کہ یہ دودھ کہاں سے آیا ہے؟ حضرت اُم معبد رضی اللہ عنہا نے جواباً آقائے دوجہاں ﷺ کا حلیہ شریف اور سارا واقعہ بیان کیا، جس کا ذکر ہم متعلقہ مقام پر کر آئے ہیں۔ وہ بولا وہی تو قریش کے سردار ہیں جن کا چرچا ہو رہا ہے۔ میں نے بھی قصد کر لیا ہے کہ اُن کی صحبت میں رہوں چنانچہ وہ دونوں میاں بیوی مدینہ منورہ پہنچ کر مسلمان ہو گئے۔

[1] حاکم، المستدرک، 3 : 10، ہیثمی، مجمع الزوائد، 6 : 56، شیبانی، الآحاد و المثانی، 6 : 252، طبرانی، المعجم الکبیر، 4 : 49، ھبۃ اللہ، اعتقاد اھل السنۃ، 4 : 778، ابن عبدالبر، الاستیعاب، 4، عسقلانی، الاصابہ، 8 : 306، ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، 1 : ابو نعیم، دلائل النبوۃ، 1 : 60، طبری، الریاض النضرۃ، 1 : 471

حضرت اُمِ معبد رضی اللہ عنہا قسم کھا کر بیان کرتی ہیں کہ ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں حضور ﷺ نے حیاتِ مبارکہ کے دس برس گزارے، پھر اڑھائی سالہ خلافتِ ابو بکر رضی اللہ عنہ کا دور گزرا اور سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا دور خلافت آیا۔ ان کے دورِ خلافت کے اواخر میں شدید قحط پڑا، یہاں تک کہ جانوروں کے لئے گھاس پھوس کا ایک تنکا بھی میسر نہ آتا۔ وہ فرماتی ہیں کہ خدا کی قسم! آقائے دوجہاں ﷺ کے دستِ اقدس کے لمس کی برکت سے میری بکری اُس قحط سالی کے زمانے میں بھی صبح و شام اُسی طرح دودھ دیتی رہی۔

دستِ مصطفی ﷺ کے لمس سے لکڑی تلوار بن گئی

غزوۂ بدر میں جب حضرت عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ کی تلوار ٹوٹ گئی تو حضور نبی اکرم ﷺ نے اُنہیں ایک سوکھی لکڑی عطا کی جو اُن کے ہاتھوں میں آکر شمشیرِ آبدار بن گئی۔

> **فعاد سيفا في يده طويل القامة، شديد المتن أبيض الحديدة فقاتل به حتى فتح الله تعالى على المسلمين وكان ذلك السيف يُسمّى العون**[1]
>
> ترجمہ: جب وہ لکڑی اُن کے ہاتھ میں گئی تو وہ نہایت شاندار لمبی، چمکدار مضبوط تلوار بن گئی، تو اُنہوں نے اُسی کے ساتھ جہاد کیا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح عطا فرمائی اور وہ تلوار عون (یعنی مددگار) کے نام سے موسوم ہوئی۔

[1] ابن هشام، السيرة النبويه، 3 : 185؛ بيهقى، الاعتقاد، 1 : 295، عسقلانى، فتح البارى، 11 : 411، ذهبى، سير أعلام النبلاء، 1 : 308 ابن عبدالبر، الاستيعاب، ابن سعد، الطبقات الكبرىٰ، 1 : 188، نووى، تهذيب الاسماء، 1 : 310

جنگِ اُحد میں حضرت عبداللہ بن جحش کی تلوار ٹوٹ گئی تو آپ ﷺ نے اُنہیں کھجور کی ایک شاخ عطا فرمائی۔

> فرجع فی ید عبد الله سیفاً[1]
>
> ترجمہ: جب وہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں گئی تو وہ (نہایت عمدہ) تلوار بن گئی۔

دستِ اقدس کے لمس سے کھجور کی شاخ روشن ہو گئی

آقائے دوجہاں ﷺ کے دستِ اقدس کے لمس کی برکت سے کھجور کی شاخ میں روشنی آگئی جیسا کہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ ایک اندھیری رات میں طوفانِ بادو باراں کے دوران دیر تک حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں بیٹھے رہے۔ جاتے ہوئے آپ ﷺ نے اُنہیں کھجور کی ایک شاخ عطا فرمائی اور فرمایا:

> إنطلق به فإنه سیضئ لك مِن بین یدیك عشرا، و مِن خلفك عشراً، فإذا دخلت بیتك فستری سواداً فاضربه حتی یخرج، فإنه الشیطان[2]
>
> ترجمہ: اسے لے جاؤ! یہ تمہارے لئے دس ہاتھ تمہارے آگے اور دس ہاتھ تمہارے پیچھے روشنی کرے گی اور جب تم اپنے گھر میں داخل ہو گے تو تمہیں ایک سیاہ چیز نظر آئے گی پس تم اُسے اتنا مارنا کہ وہ نکل جائے کیونکہ وہ شیطان ہے۔

---

[1] سیوطی، الخصائص الکبریٰ، 1: 359، أزدی، الجامع، 11: 279، ابن حجر، الاصابہ، 4: 36

[2] قاضی عیاض، الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ، 1: 219، احمد بن حنبل، المسند، 3: 65، ابن خزیمہ، صحیح، 3: 81، طبرانی، المعجم الکبیر، 19: 13، ہیثمی، مجمع الزوائد، 2: 167، سیوطی، الجامع الصغیر، 1: 29، مناوی، فیض القدیر، 5: 73

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ وہاں سے چلے تو وہ شاخ ان کے لئے روشن ہو گئی یہاں تک کہ وہ اپنے گھر میں داخل ہو گئے اور اندر جاتے ہی اُنہوں نے اُس سیاہ چیز کو پالیا اور اتنا مارا کہ وہ نکل گئی۔

توشہ دان میں کھجوروں کا ذخیرہ

بیہقی، ابو نعیم، ابن سعد، ابن عساکر اور زرقانی نے یہ واقعہ ابو منصور سے بطریق حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کیا ہے کہ ایک جنگ میں سینکڑوں کی تعداد میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم موجود تھے جن کے کھانے کے لئے کچھ نہ تھا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اُس موقع پر میرے ہاتھ ایک توشہ دان (ڈبہ) لگا، جس میں کچھ کھجوریں تھیں۔ آقائے دوجہاں ﷺ کے استفسار پر میں نے عرض کیا کہ میرے پاس کچھ کھجوریں ہیں۔ فرمایا: لے آؤ۔ میں وہ توشہ دان لے کر حاضر خدمت ہو گیا اور کھجوریں گنیں تو وہ کل اکیس نکلیں۔ حضور ﷺ نے اپنا دستِ اقدس اُس توشہ دان پر رکھا اور پھر فرمایا:

أدع عشرة، فدعوت عشرة فأكلوا حتى شبعوا ثم كذالك حتى أكل الجيش كله و بقي من التمر معي في المزود. قال: يا أباهريرة! إذا أردت أن تأخذ منه شيئًا فادخل يدك فيه ولا تكفه. فأكلتُ منه حياة النبي ﷺ وأكلت منه حياة أبي بكر كلها و أكلت منه حياة عمر كلها و أكلت منه حياة عثمان كلها، فلما قُتل عثمان إنتهب ما في يدي وانتهب المزود. ألا أخبركم كم أكلتُ منه أكثر من مائتي وسق[1]

ترجمہ: دس آدمیوں کو بلاؤ! میں نے بلایا۔ وہ آئے اور خوب سیر ہو کر چلے گئے۔ اسی طرح دس دس آدمی آتے اور سیر ہو کر اٹھ جاتے یہاں تک کہ تمام لشکر نے کھجوریں کھائیں اور کچھ

[1] ابن كثير، البدايه والنهايه (السيرة) 6 : 117ترمذی، الجامع الصحيح، 5 : 685، ابواب المناقب، احمد بن حنبل، المسند، ابن حبان، الصحيح، 14: 467، اسحاق بن راهويه، المسند، 1: 75بيهقى، الخصاص الكبرىٰ، 2: 85 ذهبی، سير اعلام النبلاء، 2: 631

کھجوریں میرے پاس توشہ دان میں باقی رہ گئیں آپ ﷺ نے فرمایا: اے ابوہریرہ! جب تم اس توشہ دان سے کھجوریں نکالنا چاہو ہاتھ ڈال کر ان میں سے نکال لیا کرو، لیکن توشہ دان نہ انڈیلنا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور ﷺ کے زمانے میں اس سے کھجوریں کھاتا رہا اور پھر حضرت ابو بکر صدیق و عمر فاروق و عثمان غنی رضی اللہ عنھم کے پورے عہد خلافت تک اس میں سے کھجوریں کھاتا رہا اور خرچ کرتا رہا۔ اور جب عثمان غنی رضی اللہ عنہ شہید ہوگئے تو جو کچھ میرے پاس تھا وہ چوری ہوگیا اور وہ توشہ دان بھی میرے گھر سے چوری ہوگیا۔ کیا تمہیں بتاؤں کہ میں نے اس میں سے کتنی کھجوریں کھائیں ہوں گی؟ تخمیناً دو سو وسق سے زیادہ میں نے کھائیں۔"

یہ سب کچھ حضور ﷺ کے دستِ اقدس کی برکتوں کا نتیجہ تھا کہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے اُس توشہ دان سے منوں کے حساب سے کھجوریں نکالیں مگر پھر بھی تادمِ آخر وہ ختم نہ ہوئیں۔

دستِ شفا سے ٹوٹی ہوئی پنڈلی جڑ گئی

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عتیک دشمنِ رسول ابو رافع یہودی کو جہنم رسید کر کے واپس آرہے تھے کہ اُس کے مکان کے زینے سے گر گئے اور اُن کی پنڈلی ٹوٹ گئی۔ وہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا: اپنی ٹانگ کھولو۔ وہ بیان کرتے ہیں:

فبسطتُ رجلی، فمسحها، فکأنّما لم أشتکها قط[1]

[1] بخاری، الصحیح 4 : 1483، کتاب المغازی، بیہقی، السنن الکبریٰ، 9 : 80، طبری، تاریخ الامم والملوک، 2 : 56، ابن عبدالبر، الاستیعاب، 3 : 946، ابونعیم، دلائل النبوۃ، 1 : 125، ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، 139

ترجمہ: میں نے اپنا پاؤں پھیلا دیا۔ حضور ﷺ نے اس پر اپنا دستِ شفا پھیرا، آپ ﷺ کے دستِ کرم کے پھیرتے ہی میرے پنڈلی ایسی درست ہو گئی کہ گویا کبھی وہ ٹوٹی ہی نہ تھی

دستِ اقدس کی فیض رسانی

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو آقائے دوجہاں ﷺ نے یمن کا گورنر تعینات کیا تو انہوں نے عرض کیا کہ مقدمات کے فیصلے میں میری ناتجربہ کاری آڑے آئے گی۔ آقا علیہ الصلوۃ والسلام نے اپنا دستِ مبارک اُن کے سینے پر پھیرا جس کی برکت سے انہیں کبھی کوئی فیصلہ کرنے میں دشواری نہ ہوئی۔ حضور ﷺ کے دستِ اقدس کی فیض رسانی کا حال آپ رضی اللہ عنہ یوں بیان کرتے ہیں:

فضرب بیدہٖ فی صدری، وقال: اللھم اھد قلبه وثبت لسانه. قال فما شککتُ فی قضاء بین اثنین[1]

ترجمہ: حضور ﷺ نے اپنا دستِ کرم میرے سینے پر مارا اور دعا کی: اے اللہ! اس کے دل کو ہدایت پر قائم رکھ اور اس کی زبان کو حق پر ثابت رکھ۔ حضرت علی فرماتے ہیں کہ (خدا کی قسم) اُس کے بعد کبھی بھی دو آدمیوں کے درمیان فیصلے کرنے میں ذرہ بھر غلطی کا شائبہ بھی مجھے نہیں ہوا۔

[1] ابن ماجه، السنن، 2 : 774، کتاب الاحکام، عبد بن حمید، المسند، 1 : 61، ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، 2 : 337، احمد بن ابی بکر، مصباح الزجاجه، 3 : 42، سیوطی، الخصائص الکبریٰ، 2 : 122

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی قوت حافظہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں

قلتُ : يا رسول الله، إني أسمع منك حديثاً كثيراً فأنساه، قال : أبسط، رداءك، فبسطتُه، قال : فغرف بيديه فيه، ثم قال : ضمه فضممته، فما نسيتُ شيئاً بعده[1]

ترجمہ: میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں آپ صلی اللہ علیک وسلم سے بہت کچھ سنتا ہوں مگر بھول جاتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اپنی چادر پھیلا؟ میں نے پھیلا دی، تو آپ ﷺ نے لپ بھر بھر کر اس میں ڈال دیئے اور فرمایا: اسے سینے سے لگا لے۔ میں نے ایسا ہی کیا، پس اس کے بعد میں کبھی کچھ نہیں بھولا۔

حضور نبی اکرم ﷺ کے دستِ اقدس کی خیر و برکت کی تاثیر کے حوالے سے یہ چند واقعات ہم نے محض بطور نمونہ درج کئے ورنہ دستِ شفا کی معجز طرازیوں سے کتبِ احادیث و سیر بھری پڑی ہیں۔

انگشتانِ مبارک

حضور نبی اکرم ﷺ کے ہاتھ مبارک کی انگلیاں خوبصورت، سیدھی اور دراز تھیں۔

حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

كان رسول الله ﷺ... سائل الأطراف[2]

ترجمہ: حضور ﷺ کی انگشتانِ مبارک لمبی اور خوبصورت تھیں۔

[1] بخاری، الصحیح، 1 : 56، کتاب العلم، مسلم، الصحیح، 4 : 1940، کتاب فضائل الصحابہ، ترمذی، الجامع الصحیح، 5 : 684، ابواب المناقب، ابن حبان، الصحیح، 16 : 105، ابو یعلی، المسند، 11 : 88، ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، 2 : 329، ابن عبدالبر، الاستیعاب، 4 : 1771، عسقلانی، الاصابہ، 7 : 436، ذہبی، تذکرۃ الحفاظ، 2 : 496، ذہبی، سیر اعلام النبلاء، 12 : 174

[2] طبرانی، المعجم الکبیر، 22 : 156، بیہقی، شعب الایمان، 2 : 155، سیوطی، الجامع الصغیر، 1 : 35

ایک روایت میں آپ ﷺ کی خوبصورت انگلیوں کو چاندی کی ڈلیوں سے تشبیہ دی گئی ہے۔ روایت کے الفاظ یہ ہیں:

كأن أصابعه قضبان فضة[1]

ترجمہ: حضور ﷺ کی انگلیاں مبارک چاندی کی ڈلیوں کی طرح تھیں۔

انہی مقدس انگلیوں کے اشارے پر چاند وجد میں آجایا کرتا تھا، شق القمر کا معجزہ انہی مقدس انگلیوں کے اُٹھ جانے سے ظہور میں آیا، انہی مقدس انگلیوں سے پانی کے چشمے رواں ہو گئے۔

حضرت میمونہ بنت کردم رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

خرجت في حجة حجها رسول الله ﷺ، فرأيتُ رسول الله ﷺ وطول اصبعه التي تلي الابهام أطول على سائر أصابعه، وقال: في موضع آخر روي عن أصابع رسول الله ﷺ، أن المشيرة كانت أطول من الوسطى، ثم الوسطى أقصر منها، ثم البنصر من الوسطى[2]

ترجمہ: میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حجۃ الوداع کے موقع پر باہر نکلی تو میں نے حضور ﷺ کے انگوٹھے کے ساتھ شہادت والی انگلی کی لمبائی کو دیکھا کہ وہ باقی سب انگلیوں سے دراز ہے۔ اور حضور ﷺ کے انگلیوں کے بارے میں دوسری جگہ روایت ہے کہ اشارے کرنے والی انگلی (شہادت والی انگلی) درمیانی انگلی سے لمبی تھی، درمیانی انگلی شہادت والی سے چھوٹی اور انگوٹھی والی انگلی درمیانی انگلی سے چھوٹی تھی۔

---

[1] بیہقی، دلائل النبوۃ، 1: 305، سیوطی، الجامع الصغیر، 1: 40، مناوی، فیض القدیر، 5: 78

[2] مناوی، فیض القدیر، 5: 195، حکیم ترمذی، نوادر الاصول فی أحادیث الرسول، 1: 167، 168، سیوطی، الجامع الصغیر، 1: 268، قرطبی، الجامع الاحکام القرآن، 2: 15

ہتھیلیاں مبارک

حضور نبی اکرم ﷺ کی مقدس اور نورانی ہتھیلیاں کشادہ اور پر گوشت تھیں۔ اس بارے میں متعدد روایات ہیں:

حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

> کان رسول الله ﷺ ... رحب الراحة[1]
>
> ترجمہ: حضور ﷺ کی ہتھیلیاں فراخ تھیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے

> وکان بسط الکفین[2]
>
> ترجمہ: حضور ﷺ کی ہتھیلیاں کشادہ تھیں۔

آقائے دوجہاں ﷺ کی مبارک ہتھیلیوں میں نرماہٹ، خنکی اور ٹھنڈک کا احساس آپ ﷺ کا ایک منفرد وصف تھا۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم قسم کھا کر بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ کی مبارک ہتھیلیوں سے بڑھ کر کوئی شے نرم اور ملائم نہ تھی۔ رسول اکرم ﷺ جب کسی سے مصافحہ فرماتے یا سر پر دستِ شفقت پھیرتے تو اُس سے ٹھنڈک اور سکون کا یوں اِحساس ہوتا جیسے برف جسم کو مَس کر رہی ہو۔

[1] طبرانی، المعجم الکبیر، 22 : 156، بیہقی، شعب الایمان، 2 : 155، ہیثمی، مجمع الزوائد، 8 : 273ابن حبان، الثقات، 2 : 146، سیوطی، الجامع الصغیر، 1 : 35، مناوی، فیض القدیر، 5 : 78، ابن جوزی، صفوۃ الصفوہ، 1 : 156، ابن سعد، الطبقات الکبری، 1 : 422، نووی، تھذیب الاسماء، 1: 52

[2] بخاری، الصحیح، 5 : 2212، کتاب اللباس، عسقلانی، فتح الباری، 10: 359

حضرت عبداللہ بن ہلال انصاری رضی اللہ عنہ کو جب اُن کے والدِ گرامی دعا کے لئے حضور سرورِ کونین ﷺ کی خدمت میں لے کر گئے تو اُس موقع پر آپ ﷺ نے دعا فرمائی اور اُن کے سر پر دستِ شفقت پھیرا۔ وہ اپنے تاثرات یوں بیان کرتے ہیں:

فما أنسیٰ وضع رسول اللہ ﷺ یدہ علی رأسی حتی وجدتُ بردھا[1]

ترجمہ: حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے دستِ شفقت کی ٹھنڈک اور حلاوت کو میں کبھی نہیں بھولا، جب آپ ﷺ نے اپنا دستِ مبارک میرے سر پر رکھا۔

بغل مبارک

حضور نبی اکرم ﷺ کی مبارک بغلیں سفید، صاف و شفاف اور نہایت خوشبودار تھیں، جس کے بارے میں کتب احادیث و سیر میں صحابہ کرام رضی اللہ عنھم سے متعدد احادیث مروی ہیں:

ایک دفعہ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے حضور نبی اکرم ﷺ کے لئے وضو کا پانی پیش کیا، آپ ﷺ نے خوش ہو کر اُنہیں دُعا دی اور اپنے مبارک ہاتھوں کو بلند فرمایا۔ وہ اپنا مشاہدہ بیان کرتے ہیں کہ:

و رأیتُ بیاض إبطیه[2]

ترجمہ: میں نے حضور ﷺ کی بغلوں کی سفیدی دیکھی۔

[1] ہیثمی، مجمع الزوائد، 9 : 399

[2] بخاری، الصحیح، 5 : 2345، کتاب المناقب، مسلم، الصحیح، کتاب فضائل الصحابہ، نسائی، السنن الکبریٰ، 5 : 240، زرقانی، شرح المواھب اللدنیہ، 5 : 460

آپ ﷺ کی مبارک بغلیں خوشبودار ہونے کے حوالے سے بنی حریش کا ایک شخص اپنے بچپن کا واقعہ بیان کرتے ہوئے کہتا ہے کہ میں اپنے والدِ گرامی کے ساتھ بارگاہِ نبوی میں حاضر ہوا، اُس وقت حضرت ماعز بن مالک رضی اللہ عنہ کو اُن کے اقرارِ جرم پر سنگسار کیا جارہا تھا۔ مجھ پر خوف ساطاری ہو گیا، ممکن تھا کہ میں بے ہوش ہو کر گر پڑتا:

> فضمني إليه رسول الله ﷺ ، فسال عليّ مِن عرقِ إبطه مثل ريح المسكِ[1]
>
> ترجمہ: پس رسولِ اکرم ﷺ نے مجھے اپنے ساتھ لگالیا (گویا گرتے دیکھ کر مجھے تھام لیا) اس وقت آپ ﷺ کی مبارک بغلوں کا پسینہ مجھ پر گرا جو کستوری کی خوشبو کی مانند تھا۔

انسانی جسم کا وہ حصہ جس سے عموماً پسینہ کی وجہ سے ناپسندیدہ بو آتی ہے، حضور ختمی مرتب ﷺ کے جسمِ اطہر کے حسن و جمال میں اضافے کا موجب بنا اور وہ خوش نصیب صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم جنہیں حضور نبی اکرم صلي اللہ علیہ وآلہ وسلم کي مبارک و مقدس بغلوں کے پسینے کي خوشبو سے مشامِ جاں کو معطر کرنے کي سعادت حاصل ہوئي، وہ عمر بھر اُس سعادت پر نازاں رہے۔

سینۂ اقدس

آقائے دوجہاں ﷺ کا سینۂ اقدس فراخ، کشادہ اور ہموار تھا۔ جسمِ اطہر کے دوسرے حصوں کی طرح حسنِ تناسب اور اعتدال و توازن کا نادر نمونہ تھا۔ سینۂ انور سے ناف مبارک تک بالوں کی ایک خوشنما لکیر تھی، اس کے علاوہ آپ ﷺ کا سینۂ اقدس بالوں سے خالی تھا۔ حضور ﷺ کا سینۂ انور قدرے ابھرا ہوا تھا، یہی وہ سینۂ انور تھا جسے بعض حکمتوں کے پیشِ نظر آپ ﷺ کی حیاتِ مقدسہ کے مختلف مرحلوں

---

[1] دارمی، السنن، 1 : 34، سیوطی، الخصائص الکبریٰ، 1 : 116، زرقانی، شرح المواهب اللدنیه، 5 : 461، عسقلانی، الاصابه، 2 : 57، عسقلانی، لسان المیزان، 2 : 170، ذهبی، میزان الاعتدال، 2 : 193

میں کئی بار چاک کر کے انوار و تجلیات کا خزینہ بنایا گیا اور اسے پاکیزگی اور لطافت و طہارت کا گہوارہ بنادیا گیا۔

حضور نبی اکرم ﷺ کا سینہ فراخی، کشادگی، وسعت اور حسن تناسب میں اپنی مثال آپ تھا۔

حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ سینۂ اقدس کے فراخ اور کشادہ ہونے کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

> کان رسول الله ﷺ ... عریض الصدر[1]
>
> ترجمہ: رسول اللہ ﷺ کا سینۂ انور فراخی (کشادگی) کا حامل تھا۔

اس حوالے سے امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کی روایت ہے:

> و کان عریض الصدر ممسوحه کأنه المرایا فی شدتها و إستوائها، لا یعدو بعض لحمه بعضاً، علی بیاض القمر لیلة البدر[2]
>
> ترجمہ: حضور ﷺ کا سینۂ اقدس فراخ اور کشادہ، آئینہ کی طرح سخت اور ہموار تھا، کوئی ایک حصہ بھی دوسرے سے بڑھا ہوا نہ تھا اور سفیدی اور آب و تاب میں چودھویں کے چاند کی طرح تھا۔

ایک دوسری روایت میں آتا ہے:

> کان رسول الله ﷺ فسیح الصدر[3]
>
> ترجمہ: اللہ کے رسول ﷺ کے مقدس سینے میں وسعت پائی جاتی تھی۔

---

[1] ترمذی، الشمائل المحمدیه: 2، باب فی خلق رسول الله ﷺ، بیہقی، شعب الایمان، 2: 155، طبرانی، المعجم الکبیر، 22: 155، ہیثمی، مجمع الزوائد، 8: 273، سیوطی، الجامع الصغیر، 1: 35، ابن حبان، الثقات: 2: 146، ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، 1: 422، ابن جوزی، صفوۃ الصفوۃ، 1: 156

[2] بیہقی، دلائل النبوۃ، 1: 304

[3] ابن عساکر، السیرۃ النبویه، 1: 330

قلبِ اطہر

نبی آخر الزماں ﷺ کا قلبِ اطہر علوم و معارف کا گنجینہ اور انوار و تجلیاتِ الٰہیہ کا خزینہ تھا۔ چونکہ اس بے مثال قلبِ انور پر قرآنِ حکیم کا نزول ہونا تھا، اسے شرحِ صدر کے ساتھ منبع رشد وہدایت بنا دیا گیا تاکہ تمام کائناتِ جن وانس ابد الآباد تک اُس سے ایمان وایقان کی روشنی کشید کرتی رہے۔

خود قرآنِ مجید کی بعض آیات اور الفاظ آقائے دوجہاں حضور رحمتِ عالم ﷺ کے قلبِ اطہر سے منسوب ہیں اور مفسرین نے ایسے مقامات کی نشاندہی بھی کی ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَالنَّجْمِ إِذَا هَوٰى[1]

ترجمہ: قسم ہے ستارے (یعنی نور مبین) کی جب وہ (معراج سے) اُترا

قاضی عیاض حضرت جعفر بن محمد سے وَالنَّجْمِ کی تشریح میں لکھتے ہیں:

النجم: هو قلب محمد ﷺ[2]

نجم سے مراد حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا قلبِ انور ہے۔

دوسرے مقام پر قرآن مجید نے قلبِ مصطفیٰ ﷺ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى[3]

ترجمہ: جو (رسول ﷺ نے) دیکھا قلب نے اُسے جھوٹ نہ جانا (سمجھ لیا کہ یہ حق ہے)

---

[1] القرآن، النجم، 53: 1

[2] قاضی عیاض، الشفا، 1: 23

[3] القرآن، النجم، 53: 11

اللہ ربُّ العزت نے قرآن حکیم میں اپنے محبوب ﷺ کے قلبِ اطہر اور سینۂ اقدس کا ایک ہی مقام پر تمثیلی پیرائے اور استعاراتی انداز میں یوں ذکر فرمایا:

> اللهُ نُورُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ مَثَلُ نُورِهِ كَمِشْكَاةٍ فِيهَا مِصْبَاحٌ الْمِصْبَاحُ فِي زُجَاجَةٍ[1]
>
> ترجمہ: اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے، اُس کے نور کی مثال (جو نورِ محمدی ﷺ کی شکل میں دُنیا میں روشن ہوا) اُس طاق (نما سینۂ اقدس) جیسی ہے جس میں چراغِ (نبوت روشن) ہے، (وہ) چراغ فانوسِ (قلبِ محمدی) میں رکھا ہے۔

امام خازن رحمۃ اللہ علیہ اس آیتِ کریمہ کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے اس بارے میں سوال کیا:

> أخبرني عن قوله تعالى: مَثَلُ نُورِهِ كَمِشْكٰوةٍ.
>
> ترجمہ: مجھے باری تعالیٰ کے ارشاد... اس کے نور کی مثال (جو نورِ محمدی ﷺ کی شکل میں دنیا میں روشن ہوا) اس طاق (نما سینہ اقدس) جیسی ہے... کے بارے میں بتائیں کہ اس سے کیا مراد ہے۔

حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے جواب دیا:

> **هذا مثل ضربه الله لنبيها، فالمشكٰوة صدره، والزجاجة قلبه، والمصباح فيه النبوة توقد من شجر مباركة هي شجرة النبوة**[2]

---

[1] القرآن، النور، 24: 25

[2] خازن، لباب التأويل في معاني التنزيل، 5: 56

ترجمہ: (آیتِ مذکورہ میں) باری تعالیٰ نے اپنے محبوب نبی ﷺ کے متعلق ایک مثال بیان فرمائی ہے۔ مشکوٰۃ سے آپ ﷺ کا سینۂ اقدس مراد ہے، زجاجہ سے مراد آپ ﷺ کا قلبِ اطہر ہے، جبکہ مصباح سے مراد وہ صفتِ نبوت ہے جو شجرۂ نبوت سے روشن ہے۔

اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اللہ رب العزت نے حضور ﷺ کے مبارک سینے کو انوار و معارفِ الٰہیہ کا خزینہ بنایا۔

حضور ﷺ کا قلبِ منور سوز و گداز اور محبت و شفقت کا مخزن تھا۔ انسان تو انسان آپ ﷺ کسی جانور پر بھی تشدد برداشت نہ کر سکتے تھے۔ حضور رحمتِ عالم ﷺ انتہائی رقیق القلب تھے، دوسروں کے دکھ درد میں شریک ہوتے، اُن کا غم بانٹتے اور اُن کے زخموں پر شفا کا مرہم رکھتے، ہر وقت دوسروں کی مدد کے لئے تیار رہتے، بیماروں کی عیادت فرماتے، حرفِ تسلی سے اُن کا حوصلہ بڑھاتے اور اُنہیں اعتماد کی دولت سے نوازتے۔ قرآنِ مجید کا فرمان ہے کہ اگر حضور ﷺ نرم دل اور رقیق القلب نہ ہوتے تو پروانوں کا ہجوم شمعِ رسالت کے گرد اس طرح جمع نہ ہوتا۔

ارشادِ ربانی ہے:

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ[1]

ترجمہ: (اے حبیبِ والا صفات!) پس اللہ کی کیسی رحمت ہے کہ آپ ﷺ ان کے لئے نرم طبع ہیں اور اگر آپ تند خو (اور) سخت دل ہوتے تو لوگ آپ کے گرد سے چھٹ کر بھاگ جاتے۔

[1] القرآن، آل عمران، 3: 159

اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے حضور ﷺ کی خوئے دل نوازی اور بندہ پروری کا ذکر اس شعر میں کس حسن و خوبی سے کیا ہے:

ہجوم کیوں ہے زیادہ شراب خانے میں　　فقط یہ بات کہ پیرِ مغاں ہے مردِ خلیق

اللہ ربُّ العزت نے رسول اکرم ﷺ کو قلبِ بیدار عطا کیا تھا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

> إن عيني تنامان ولا ينام قلبي[1]
>
> ترجمہ: بیشک میری آنکھیں تو سوتی ہیں لیکن میرا دل نہیں سوتا۔

بطنِ اقدس

حضور رحمتِ عالم ﷺ کا شکمِ اطہر سینۂ انور کے برابر تھا، ریشم کی طرح نرم اور ملائم، چاندی کی طرح سفید، چودھویں کے چاند کی طرح حسین اور چمکدار، حضرت اُمِ معبد رضی اللہ عنہا جنہیں دورانِ ہجرت آپ ﷺ کی میزبانی کا شرفِ لازوال حاصل ہوا، فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ کا شکم مبارک نہ تو بہت بڑھا ہوا تھا اور نہ بالکل ہی پتلا۔ اُن سے مروی روایت کے الفاظ ہیں:

> لم تعبه ثُجلة[2]
>
> ترجمہ: حضور ﷺ پیٹ کے بڑا ہونے کے (جسمانی) عیب سے پاک تھے۔

1 اخرجه الترمذی فی السنن، أبوابُ الصَّلاةِ عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ، بَاب مَا جَاءَ فِي وَصْفِ صَلاةِ النَّبِيِّ ﷺ بِاللَّيْلِ، رقم: 439

2 حاکم، المستدرک، 3 : 10، طبرانی، المعجم الکبیر، 4 : 49، ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، 1 : 231، ابن عبدالبر، الاستیعاب، ابن جوزی، صفوة الصفوة، 1 : 139

حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

> کان رسول الله ﷺ ... سواء البطن و الصدر[1]
>
> ترجمہ: اللہ کے رسول ﷺ کا شکم مبارک اور سینۂ انور برابر تھے۔

حضرت اُمِ ہلال رضی اللہ عنہا تاجدارِ کائنات حضور رحمتِ عالم ﷺ کے شکمِ اطہر کا ذکر کرتے ہوئے فرماتی ہیں:

> ما رأیتُ بطن رسول الله ﷺ قط إلا ذکرت القراطیس المثنیة بعضها علی بعض[2]
>
> ترجمہ: میں نے حضور ﷺ کے بطنِ اقدس کو ہمیشہ اِسی حالت میں دیکھا کہ وہ یوں محسوس ہوتا جیسے کاغذ تہہ در تہہ رکھے ہوں۔

حضور ﷺ کے شکمِ اقدس پر بال نہ تھے، ہاں بالوں کی ایک لکیر سینۂ انور سے شروع ہو کر ناف پر ختم ہو جاتی تھی:

> لیس فی بطنه و لا صدره شعر غیره[3]
>
> ترجمہ: اُس لکیر کے علاوہ سینۂ انور اور بطنِ اقدس پر بال نہ تھے۔

---

[1] ترمذی، الشمائل المحمدیہ، 1 : 36، بیہقی، شعب الایمان، 2 : 155، طبرانی، المعجم الکبیر، 22 : 155، ہیثمی، مجمع الزوائد، 8 : 273، سیوطی، الجامع الصغیر، 1 : 35، ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، 1 : 422، ابن حبان، الثقات، 2 : 146، ابن جوزی، صفوۃ الصفوۃ، 1 : 156، نووی، تہذیب الاسماء، 1 : 52

[2] ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، 1 : 419، طبرانی، المعجم الکبیر، 24 : 413، طیالسی، المسند، 1 : 225، ہیثمی، مجمع الزوائد، 8 : 280، خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، 12 : 64، صیداوی، معجم الشیوخ، 3 : 739

[3] ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، 1 : 410، طبری، تاریخ، 2 : 221، ابن عساکر، تہذیب تاریخ دمشق الکبیر، 1 : 318

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

> كان رسول الله ﷺ أبيض الكشحين[1]
>
> ترجمہ: رسولِ اکرم ﷺ کے دونوں پہلو سفید تھے۔

ایک ایمان افروز واقعہ

حضرت اُسید بن حضیر رضی اللہ عنہ بہت زندہ دل تھے، محفل میں تہذیب و شائستگی کے دائرے میں رہتے ہوئے ایسی مزاحیہ گفتگو کرتے کہ اہلِ محفل کشتِ زعفران کی طرح کھل اُٹھتے اور اُن کے لبوں پر مسکراہٹیں بکھر جاتیں۔ ایک دن وہ حضور ﷺ کی بارگاہِ اقدس میں کسی بات پر خوش طبعی کا مظاہرہ کر رہے تھے کہ آپ ﷺ نے تفنن طبع کے طور پر اُن کے پہلو پر ہاتھ سے ہلکی سے چپت لگائی۔ حضرت اُسید بن حضیر رضی اللہ عنہ عرض پیرا ہوئے:

''یا رسول اللہ! آپ ﷺ کے مارنے سے مجھے تکلیف پہنچی ہے''۔ والی کونین ﷺ نے اپنے صحابی کی یہ بات سنی تو فرمایا:

''اگر ایسا ہے تو تم مجھ سے اس کا بدلہ لے لو''۔ وہ صحابی جو محبتِ رسول ﷺ میں بے خود اور وارفتہ ہو رہے تھے، عرض گزار ہوئے:

''یا رسول اللہ ﷺ! جب آپ نے مجھے ہاتھ مارا تھا اُس وقت میرا جسم ننگا تھا۔'' یہ سن کر حضور ﷺ نے اپنی پشت اقدس پر سے قمیص مبارک اُٹھادی اور فرمایا: لو اپنا بدلہ لے لو۔ اس پر وہ جان

[1] بخاری الادب المفرد، 1: 99، ابن عساکر، تہذیب تاریخ دمشق الکبیر، 1: 320، ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، 1: 414، 415

نثارِ رسول رضی اللہ عنہ وجد میں آکر جھوم اُٹھا:

> فاحتضنه، فجعل يقبل كشحه، فقال: بأبي أنت وأمي يا رسول الله! أردتُ هذا[1]
>
> ترجمہ: پس اُس صحابی نے آپ ﷺ کے ساتھ لپٹ کر آپ ﷺ کے پہلوئے اطہر کے بوسے لینا شروع کر دیئے، اور عرض کی: یارسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان! میرا مقصد صرف یہی تھا۔

شکمِ اطہر پر ایک کی بجائے دو پتھر والی کونین ﷺ کا فقر اختیاری تھا، آپ ﷺ نے فقر وفاقہ کی زندگی بسر کی۔ غزوہ احزاب میں خندق کی کُھدائی کے دوران صحابہ کرام رضی اللہ عنھم میں سے کسی نے فاقہ کی شکایت کی اور عرض کیا کہ میں نے بھوک کی وجہ سے پیٹ پر پتھر باندھ رکھا ہے تو آپ ﷺ نے اپنے بطنِ اقدس سے کپڑا ہٹایا جہاں دو پتھر بندھے تھے۔ حدیثِ مبارکہ میں اِس کا ذکر اس طرح ہوا ہے:

> فرفع رسول الله ﷺ عن بطنه عن حجرين[2]
>
> ترجمہ: آپ ﷺ نے شکمِ اطہر سے کپڑا اُٹھایا تو اُس پر دو پتھر بندھے تھے۔

---

[1] حاکم، المستدرک، 3 : 328،ابو داؤد، السنن، 4 : 356، کتاب الأدب، بیہقی، السنن الکبریٰ، 8 : 49،طبرانی، المعجم الکبیر، 1 : 206،مقدسی، الاحادیث المختارۃ، 4 : 276،زیلعی، نصب الرایۃ، 4 : 259 ذہبی، سیرأعلام النبلا، 1 : 342، عسقلانی، الدرایۃ فی تخریج أحادیث الهدایة، 2 : 232،عجلونی، کشف الخفاء، 2 : 53

[2] ترمذی، الجامع الصحیح، 4 : 585، ابواب الزهد، ترمذی، الشمائل المحمدیه : 27، باب ماجاء فی عیش النبیا،ابن کثیر، البدایه والنهایه(السیرۃ)، 6 : 53، قرطبی، الجامع لاحکام القرآن، 14 : 156، ابن ابی عاصم، کتاب الزهد، 1 : 175،منذری، الترغیب والترهیب، 4 : 96،مبارکپوری، تحفة الأحوذی، 7 : 33،مزی، تهذیب الکمال، 12 : 170

حضور نبی اکرم ﷺ نے فقر کو غنا پر ترجیح دی، ورنہ آپ ﷺ تو ارض و سماوات بلکہ کل جہاں کے تمام خزانوں کے مالک تھے اور آپ ﷺ کو رب کریم نے قاسم بنایا تھا۔ آپ ﷺ کی شانِ فقر کا یہ عالم تھا کہ آپ ﷺ کے اہل و عیال نے کبھی شکم سیر ہو کر کھانا نہ کھایا، اکثر جو کی روٹی آپ ﷺ کی غذا ہوتی۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

> **وکان أکثر خبزهم خبز الشعیر**[1]
>
> ترجمہ: آلِ محمد ﷺ کی غذا اکثر و بیشتر جو کی روٹی ہوتی تھی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

> **و ما أکل خبزاً مرققاً حتی مات**[2]
>
> ترجمہ: آپ ﷺ نے آخری دم تک پتلی روٹی نہیں کھائی۔

اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

> **ما شبع رسول اللہ ﷺ من خبز شعیر یومین متتابعین حتی قبض**[3]
>
> ترجمہ: حضور نبی اکرم ﷺ نے مسلسل دو دن جو کی روٹی سے پیٹ نہیں بھرا، یہاں تک کہ آپ ﷺ وصال فرما گئے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک دفعہ بعض لوگوں نے دعوت کی، اور اُنہیں کھانے کو بکری کا بُھنا ہوا

---

[1] ترمذی، الجامع الصحیح، 4 : 580، ابواب الزهد، منذری، الترغیب والترهیب، 4 : 91، سیوطی، الجامع الصغیر، 1 : 275، ابو نعیم، حلیة الاولیاء، 3 : 342، مناوی، فیض القدیر، 3 : 199

[2] بخاری، الصحیح، 5 : 2369، کتاب الرقاق، ترمذی، الجامع الصحیح، 4 : 581، ابواب الزهد، نسائی، السنن الکبریٰ، 4 : 150

[3] ترمذی، الجامع الصحیح، 4 : 579، طیالسی، المسند، 1 : 198

گوشت پیش کیا، اس پر حضور ﷺ کے اُس عاشقِ زار کو آپ ﷺ کی حیاتِ طیبہ کا زمانہ یاد آگیا اور وہ معذرت کرتے ہوئے فرمانے لگے:

> خرج رسول اللہ ﷺ من الدنیا ولم یشبع من خبز الشعیر[1]
>
> حضور نبی اکرم ﷺ اس حال میں وصال فرما گئے کہ آپ نے تادم وصال جو کی روٹی بھی کبھی پیٹ بھر کر نہیں کھائی۔

ناف مبارک

آپ ﷺ اس عالمِ رنگ و بو میں تشریف لائے تو آپ ﷺ پیدائش کے وقت ہی کئی حوالوں سے ممتاز اور منفرد اوصاف کے حامل تھے۔ عام انسانوں کے برعکس آپ ﷺ کی پیدائش اس حال میں ہوئی کہ آپ ﷺ ختنہ شدہ اور ناف بریدہ تھے۔

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے الشفاء میں ایک روایت نقل کی ہے:

> کان النبی ﷺ قد وُلِد مختوناً، مقطوع السرۃ[2]
>
> ترجمہ: بیشک حضور ﷺ ختنہ شدہ اور ناف بُریدہ پیدا ہوئے۔

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اپنے والدِ گرامی سے روایت فرماتے ہیں:

> وُلِد رسولُ اللہ مختوناً مسروراً یعنی مقطوع السرۃ، فأعجب بذلك جدہ عبد المطلب، وقال: لیکونن لبنی ھذا شأن عظیم[3]
>
> ترجمہ: رسول اللہ ﷺ ختنہ شدہ اور ناف بریدہ پیدا ہوئے تو آپ ﷺ کے جدامجد حضرت عبدالمطلب اس پر متعجب ہوئے اور فرمایا میرا یہ بیٹا یقیناً عظیم شان کا مالک ہو گا۔

---

[1] بخاری، الصحیح، 5: 2066، کتاب الأطعمۃ، ابویعلی، المسند، 8: 35، بیہقی، شعب الایمان، 5: 30، ازدی، مسند الربیع، 1: 352

[2] الشفاء 1: 42

[3] ابن عبد البر، الاستیعاب، 1: 51 ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، 1: 103

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

ان رسول ﷺ وُلد مختوناً مسرورا یعنی مقطوع السرة[1]

ترجمہ: نبی اکرم ﷺ ختنہ شدہ اور ناف بریدہ پیدا ہوئے تھے۔

پشتِ اقدس

حضور رحمتِ عالم ﷺ کی پشتِ اقدس کشادہ اور خوبصورتی و دلکشی میں اپنی مثال آپ تھی، دونوں مقدس کندھوں کے درمیان مہرِ نبوت تھی۔ حضور ﷺ کی پشتِ اقدس کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ الَّذِي أَنْقَضَ ظَهْرَكَ[2]

ترجمہ: اور ہم نے آپ کا (غمِ اُمت کا وہ) بار آپ سے اُتار دیا جو آپ کی پشتِ (مبارک) پر گراں ہو رہا تھا

حضرت محرش بن عبداللہ رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ انہوں نے آقائے نامدار علیہ السلام کو عمرہ کا اِحرام باندھتے ہوئے دیکھا:

فنظرتُ إلى ظهره كأنها سبيكة فضة[3]

ترجمہ: میں نے آپ ﷺ کی کمرِ مبارک کی جانب نظر اٹھائی تو اُسے چاندی کے ٹکڑے کی طرح پایا۔

---

[1] ابن حبان، الثقات، 1 : 42حاکم، المستدرک، 2 : 657، ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، 1 : 103،نووی، تهذيب الأسماء، 1 : 50،صیداوی، معجم الشیوخ، 1 : 336

[2] القرآن، الم نشرح، 94 : 2، 3

[3] احمد بن حنبل، المسند، 5 : 380،نسائی، السنن، 5 : 220، کتاب مناسك الحج، بیہقی، السنن الکبری، 2 : 474،ابن ابی شیبہ، المصنف، 3 : 231،حمیدی، المسند، 2 : 380، طبرانی، المعجم الکبیر، 20 : 327،عسقلانی، فتح الباری، 6 : 570،سیوطی، الجامع الصغیر، 1 : 22، مزی، تہذیب الکمال، 27 : 286،زرقانی، شرح المواهب اللدنیہ، 2 : 324، مناوی، فیض القدیر، 5 : 69،عبدالباقی، معجم الصحابہ، 3 :

90

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

> وکان واسع الظهر[1]
>
> ترجمہ: حضور ﷺ کی پشت مبارک کشادہ تھی۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ہی سے ایک دوسری روایت بھی مذکور ہے:

> وکان طویلَ مسْرُبة الظهر[2]
>
> ترجمہ: رسول اللہ ﷺ کی ریڑھ کی ہڈی لمبی تھی۔

مہرِ نبوت

خالقِ کائنات نے اپنے برگزیدہ نبیوں اور رسولوں کو امتیازاتِ نبوت عطا کر کے انہیں عام انسانوں سے ممتاز پیدا کیا جبکہ حضور نبی اکرم ﷺ کو اللہ ربّ العزت نے عظمت و رِفعت کا وہ بلند مقام عطا کیا کہ جس تک کسی فردِ بشر کی رسائی ممکن نہیں۔ آپ ﷺ کے دونوں شانوں کے درمیان مہرِ نبوت تھی جو اس حکمِ ایزدی کی تصدیق کرتی تھی کہ آپ ﷺ اللہ کے آخری رسول ﷺ ہیں، ان کے بعد نبوت کا دروازہ ہمیشہ کیلئے مقفل کر دیا گیا ہے۔ یہ مہرِ نبوت دونوں کندھوں کے درمیان ذرا بائیں جانب تھی۔

حضرت عبداللہ بن سرجیس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

> فنظرتُ إلی خاتِمِ النبوة بین کتفیه عند ناغض کتفه الیسریٰ[3]
>
> ترجمہ: میں نے مہرِ نبوت دونوں کندھوں کے درمیان بائیں کندھے کی ہڈی کے قریب دیکھی۔

---

[1] بیہقی، دلائل النبوة، 1: 304

[2] بیہقی، دلائل النبوة، 1: 304

[3] مسلم، الصحیح، 4: 1823، کتاب الفضائل

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے پوتے حضرت ابراہیم بن محمد کہتے ہیں:

کان علی إذا وصف رسول اللہ ﷺ ، فذکر الحدیث بطولہ، وقال: بین کتفیہ خاتم النبوۃ وھو خاتم النبیین ﷺ [1]

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ حضور نبی اکرم ﷺ کی صفات گنواتے تو طویل حدیث بیان فرماتے اور کہتے کہ دونوں شانوں کے درمیان مہرِ نبوت تھی اور آپ ﷺ خاتم النبیّین تھے۔

مہرِ نبوت خوشبوؤں کا مرکز تھی، حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

فالتقمتُ خاتم النبوۃ بفیّ، فکان ینمّ علیّ مسکاً [2]

ترجمہ: پس میں نے مہرِ نبوت اپنے منہ کے قریب کی تو اُس کی دلنواز مہک مجھ پر غالب آرہی تھی۔

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے حضور ﷺ کی مہرِ نبوت کی ہیئت اور شکل و صورت کا ذکر مختلف تشبیہات سے کیا ہے: کسی نے کبوتر کے انڈے سے، کسی نے گوشت کے ٹکڑے سے اور کسی نے بالوں کے گچھے سے مہرِ نبوت کو تشبیہ دی ہے۔ یہاں اس امر کی وضاحت ضروری ہے کہ تشبیہ ہر شخص کے اپنے ذوق کی آئینہ دار ہوتی ہے۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

کان خاتم رسول اللہ ﷺ یعنی الذی بین کتفیہ غدّۃ حمراء مثل بیضۃ الحمامۃ [3]

---

[1] ترمذی، الجامع الصحیح، 5 : 599، ابواب المناقب، ابن ابی شیبہ، المصنف، 6 : 328، ابن عبد البر، التمہید، 3 : 30، ابن ھشام، السیرۃ النبویہ، 2 : 248

[2] صالحی، سبل الھدیٰ والرشاد، 2 : 53

[3] ترمذی، الجامع الصحیح، 5 : 602، ابواب المناقب، احمد بن حنبل، المسند، 5 : 104، ابن حبان، الصحیح، 14 : 209، ابن ابی شیبہ، المصنف، 6 : 328، طبرانی، المعجم الکبیر، 2 : 220، ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، 1 : 425

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ کے دونوں مبارک شانوں کے درمیان مہرِ نبوت تھی، جو کبوتر کے انڈے کی مقدار سرخ ابھرا ہوا گوشت کا ٹکڑا تھا۔

حضرت ابو زید عمرو بن اخطب انصاری رضی اللہ عنہ نے اس مہرِ نبوت کو بالوں کے گچھے جیسا کہا۔ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ نے اُنہیں اپنے پشتِ مبارک پر مالش کرنے کی سعادت بخشی تو اُس موقع پر اُنہوں نے مہرِ اقدس کا مشاہدہ کیا۔ حضرت علباء (راوی) نے عمرو بن اخطب سے اُس مہرِ نبوت کی کیفیت دریافت کی تو انہوں نے کہا:

شعر مجتمع على كتفه[1]

ترجمہ: آپ ﷺ کے مبارک کندھوں کے درمیان چند بالوں کا مجموعہ تھا۔

حضرت ابو نضرۃ عوفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

سألتُ أبا سعيد الخدري عن خاتم رسول الله ﷺ يعني خاتم النبوة، فقال: كان في ظهره بضعة ناشزة[2]

ترجمہ: میں نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ ﷺ کی مہر یعنی مہرِ نبوت کے متعلق دریافت کیا تو اُنہوں نے جواب دیا: وہ (مہرِ نبوت) رسول اللہ ﷺ کی پشتِ اقدس میں ایک اُبھرا ہوا گوشت کا ٹکڑا تھا۔

[1] احمد بن حنبل، المسند، 5 : 341، حاكم، المستدرك، 2 : 663، ابويعلى، المسند، 12 : 240، هيثمى، موارد الظمآن، 1 : 514، ابن سعد، الطبقات الكبرىٰ، 1 : 426

[2] ترمذى، الشمائل المحمديه، 1 : 46، بخارى، التاريخ الكبير، 4 : 44، طبرى، تاريخ الامم والملوك، 2 : 222

مہرِ نبوت آخری نبی ﷺ کی علامت ہے

مہرِ نبوت حضور نبی اکرم ﷺ کے آخری نبی ہونے کی علامت ہے، سابقہ الہامی کتب میں مذکور تھا کہ نبی آخر الزماں ﷺ کی ایک علامت اُن کی پشتِ اقدس پر مہرِ نبوت کا موجود ہونا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اہلِ کتاب جنہوں نے اپنی کتابوں میں پڑھ رکھا تھا اس نشانی کو دیکھ کر آپ ﷺ پر ایمان لاتے تھے۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بھی آپ ﷺ کی پشتِ اقدس پر مہرِ نبوت کی تصدیق کر لینے کے بعد ہی ایمان لائے تھے۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے قبولِ اسلام کا واقعہ کتبِ تاریخ و سیر میں تفصیل سے درج ہے۔ آتش پرستی سے توبہ کرکے عیسائیت کے دامن سے وابستہ ہوئے۔ پادریوں اور راہبوں سے حصولِ علم کا سلسلہ بھی جاری رہا، لیکن کہیں بھی دل کو اطمینان حاصل نہ ہوا۔

اسی سلسلے میں اُنہوں نے کچھ عرصہ عموریا کے پادری کے ہاں بھی اس کی خدمت میں گزارا۔ عموریا کا پادری الہامی کتب کا ایک جید عالم تھا۔ اس کا آخری وقت آیا تو حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا کہ اب میں کس کے پاس جاؤں؟ الہامی کتب کے اُس عالم نے بتایا کہ نبی آخر الزماں ﷺ کا زمانہ قریب ہے۔ یہ نبی دینِ ابراہیمی کے داعی ہوں گے۔ اور پھر عموریا کے اُس پادری نے مدینہ منورہ کی تمام نشانیاں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو بتادیں کہ نبی آخر الزماں ﷺ مکہ سے ہجرت کر کے کھجوروں کے جھنڈ والے اس شہرِ دلنواز میں سکونت پذیر ہوں گے۔ عیسائی پادری نے اللہ کے اس نبی کے بارے میں بتایا کہ وہ صدقہ نہیں کھائیں گے البتہ ہدیہ قبول کرلیں گے اور یہ کہ ان کے دونوں کندھوں کے درمیان مہرِ نبوت ہوگی۔ پادری اس جہانِ فانی سے کوچ کر گیا، تلاشِ حق کے مسافر نے عموریا کو خدا حافظ کہا اور سلمان فارسی شہرِ نبی کی تلاش میں نکل پڑے۔ سفر کے دوران حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ چند تاجروں کے ہتھے چڑھ گئے لیکن تلاشِ حق کے مسافر کے دل میں نبی آخر الزماں ﷺ کے دیدار کی تڑپ ذرا بھی کم نہ ہوئی بلکہ آتشِ شوق اور بھی تیز ہوگئی، یہ تاجر اُنہیں مکہ

لے آئے، جس کی سرزمین نبی آخرالزماں ﷺ کا مولد پاک ہونے کا اِعزاز حاصل کر چکی تھی۔ تاجروں نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو اپنا غلام ظاہر کیا اور اُنہیں مدینہ جو اُس وقت یثرب تھا، کے بنی قریظہ کے ایک یہودی کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ اُنہوں نے یہودی کی غلامی قبول کر لی...

یہودی آقا کے ساتھ جب وہ یثرب (مدینہ منورہ) پہنچ گئے تو گویا اپنی منزل کو پالیا۔

عموریا کے پادری نے یثرب کے بارے میں انہیں جو نشانیاں بتائی تھیں وہ تمام نشانیاں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے دیکھ لیں، وہ ہر ایک سے نبی آخرالزماں ﷺ کے ظہور کے بارے میں پوچھتے رہتے لیکن ابھی تک قسمت کا ستارا... ثریا پر نہ چمک پایا تھا اور وہ بے خبر تھے کہ نبی آخرالزماں ﷺ مکہ سے ہجرت کر کے اس شہرِ خنک میں تشریف لانے والے ہیں۔ بعض روایات میں مذکور ہے کہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ ایک دن اپنے یہودی مالک کے کھجوروں کے باغ میں کام کر رہے تھے، کھجور کے ایک درخت پر چڑھے ہوئے تھے کہ اُنہوں نے سنا کہ اُن کا یہودی مالک کسی سے باتیں کر رہا تھا کہ مکہ سے ہجرت کر کے قبا میں آنے والی ہستی نبی آخرالزماں ﷺ ہونے کی داعی ہے۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا دل مچل اٹھا، اور تلاشِ حق کے مسافر کی صعوبتیں لمحۂ مسرت میں تبدیل ہو رہی تھیں۔ وہ ایک طشتری میں تازہ کھجوریں سجا کر والیء کونین ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور کہا کہ یہ صدقے کی کھجوریں ہیں۔ آقائے دوجہاں ﷺ نے وہ کھجوریں واپس کر دیں کہ ہم صدقہ نہیں کھایا کرتے۔ عموریا کے پادری کی بتائی ہوئی ایک نشانی سچ ثابت ہو چکی تھی۔ دوسرے دن پھر ایک خوان میں تازہ کھجوریں سجائیں اور کھجوروں کا خوان لے کر رسولِ ذی حشم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے۔ عرض کی یہ ہدیہ ہے، قبول فرمائیے۔ حضور ﷺ نے یہ تحفہ قبول فرمالیا اور کھجوریں اپنے صحابہ میں تقسیم فرمادیں۔

دو نشانیوں کی تصدیق ہو چکی تھی۔اب مہرِ نبوت کی زیارت باقی رہ گئی تھی۔تاجدارِ کائنات ﷺ جنت البقیع میں ایک جنازے میں شرکت کے لئے تشریف لائے اور ایک جگہ جلوہ افروز ہوئے، حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ آقائے دوجہاں کی پشت کی طرف بے تابانہ نگاہیں لگائے بیٹھے تھے۔آقائے کائنات ﷺ نے نورِ نبوت سے دیکھ لیا کہ سلمان کیوں بے قراری کا مظاہرہ کر رہا ہے، مخبرِ صادق ﷺ نے ازراہِ محبت اپنی پشت انور سے پردہ ہٹالیا تاکہ مہرِ نبوت کے دیدار کا طالب اپنے من کی مراد پالے۔پھر کیا تھا حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی کیفیت ہی بدل گئی، تصویرِ حیرت بن کے آگے بڑھے، فرطِ محبت سے مہرِ نبوت کو چوم لیا اور آپ ﷺ پر ایمان لا کر ہمیشہ کیلئے دامنِ مصطفیٰ ﷺ سے وابستہ ہو گئے۔[1]

مبارک رانیں

حضور سرورِ کونین ﷺ کی مبارک رانیں بھی جسم کے دوسرے حصوں کی طرح سفید، چمکدار اور متناسب تھیں۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ غزوہ خیبر کے لیے گئے تو ہم نے صبح کی نماز، خیبر کے نزدیک اندھیرے میں ادا کی۔پھر حضور ﷺ سوار ہوئے، حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے پیچھے بیٹھے اور میں اُن کے پیچھے بیٹھ گیا۔حضور ﷺ خیبر کی گلیوں میں جا رہے تھے اور میرا گھٹنا آپ ﷺ کی ران سے لگتا تھا۔

---

[1] حاکم، المستدرک، 3 : 698، بزار، المسند، 6 : 463 ـ 465، طبرانی، معجم الکبیر، 6 : 222 ـ 224، ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، 4 : 75 ـ 80، ابونعیم اصبہانی، دلائل النبوۃ، 1 : 40

ثم حسر الإزار عن فخذه حتی إنّی أنظر الی بیاض فخذ نبی اللہ ﷺ [1]

ترجمہ: پھر آپ ﷺ نے اپنی ران مبارک سے تہبند ہٹائی تو میں نے آپ ﷺ کی ران مبارک کی سفیدی دیکھی۔

محدّثین کرام نے بیان کیا ہے کہ جب تاجدارِ کائنات ﷺ محفل میں جلوہ افروز ہوتے تو بعض کے اقوال کے مطابق رانیں شکمِ اطہر کے ساتھ لگی ہوتیں لیکن بعض محدثین کا کہنا ہے کہ کبھی حضور ﷺ گھٹنوں پر زور دے کر بھی تشریف فرما ہوتے۔

حضرت ابوامامہ حارثی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

کان رسول اللہ ﷺ یجلس القرفصاء [2]

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ جب کسی مجلس میں تشریف فرما ہوتے تو رانیں شکمِ اطہر کے ساتھ لگی ہوتیں۔

ترمذي نے الشمائل المحمدیہ میں قبلہ بنت مخرمہ سے روایت لی ہے۔ [3]

بیہقی نے السنن الکبریٰ میں قبلہ بنت مخرمہ سے روایت لی ہے۔ [4]

ابن قیم نے زاد المعاد، میں قبلہ بنت مخرمہ سے روایت لی ہے۔ [5]

---

[1] بخاری، الصحیح، 1 : 145، ابواب الصلوۃ فی الثیاب، مسلم، الصحیح، کتاب النکاح، نسائی، السنن، 6 : 132، کتاب النکاح، بیہقی، السنن الکبریٰ، 2 :229، صالحی، سبل الهدیٰ والرشاد، 2 : 78

[2] طبرانی، المعجم الکبیر، 1 : 273

[3] الشمائل المحمدیہ1 : 115

[4] السنن الکبریٰ3 : 235

[5] زاد المعاد، 1 : 170

زانوئے مبارک

آقائے کائنات ﷺ کے جوڑوں کی ہڈیاں بھی موزونیت، اِعتدال اور وجاہت کی آئینہ دار تھیں۔ کتبِ احادیث و سیر میں جابجا اُن کی جلالت اور عظمت کا ذکر ملتا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

> کان رسول اللہ ﷺ ... ضخم الکرادیس [1]
>
> ترجمہ: حضور ﷺ کے گھٹنے پُر گوشت تھے۔

ایک روایت میں مذکور ہے:

> کان رسول اللہ ﷺ ... جلیل المشاش [2]
>
> ترجمہ: حضور ﷺ کے جوڑوں کی ہڈیاں موٹی تھیں۔

مبارک پنڈلیاں

حضور ﷺ کی مبارک پنڈلیاں نرم و گداز، چمکدار اور خوبصورت تھیں، باریک تھیں، موٹی نہ تھیں۔ صحابۂ کرام حصولِ برکت اور اظہارِ محبت کے لئے آقا ﷺ کی مبارک پنڈلیوں کو مس کرتے اور اُن کا بوسہ لینے کا اعزاز حاصل کرتے۔

---

[1] ترمذی، الشمائل المحمدیه، 1: 31، احمد بن حنبل، المسند، 1: 96، بیهقی، دلائل النبوة، 1: 244، ابن کثیر، البدایه والنهایه (السیرة)، 6: 16، حلبی، السیرة الحلبیه، 3: 437

[2] ترمذی، الشمائل المحمدیه، 1 : 33، ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، 1 : 411، ابن هشام، السیرة النبویه، 2 : 248، ابن کثیر، البدایه والنهایه (السیرة)، 6: 29، ابن جوزی، الوفا: 406، ابن ابی شیبه، المصنف، 6: 328 بیهقی، شعب الایمان، 2: 149

حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک روز آقائے محتشم ﷺ اپنے خیمے سے باہر تشریف لائے تو مجھے حضور ﷺ کی مبارک پنڈلیاں کو دیکھنے کا شرف حاصل ہوا۔ چشمِ تصور میں آج بھی اس منظر کی یاد اسی طرح تازہ ہے:

> كأنى أنظر إلى وبيص ساقيه[1]
>
> گویا میں آپ ﷺ کی پنڈلیوں کی سفیدی دیکھ رہا ہوں۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

> كان فى ساق رسول الله ﷺ حموشة[2]
>
> حضور ﷺ کی مبارک پنڈلیاں پتلی تھیں۔

سَو اونٹوں کے لالچ نے سراقہ کو کاروانِ ہجرت کے تعاقب پر اُکسایا۔ اس تعاقب کے دوران اُنہیں تاجدارِ کائنات ﷺ کی مبارک پنڈلیوں کی زیارت ہوئی۔ وہ اپنے احساسات یوں بیان کرتے ہیں:

> فلما دنوتُ منه وهو على ناقته، جعلتُ أنظر إلى ساقه كأنها جمارة[3]
>
> ترجمہ: پس جب میں حضور ﷺ کے قریب پہنچا، اُس وقت آپ ﷺ اونٹنی پر سوار تھے، تو مجھے آپ ﷺ کی پنڈلی کی زیارت ہوئی، یوں لگا جیسے کھجور کا خوشہ پردے سے باہر نکل آیا ہو۔

---

[1] بخاری، الصحیح، 3 : 1307، کتاب المناقب، مسلم، الصحیح، 1 : 360، کتاب الصلوٰۃ، ترمذی، الجامع الصحیح، 1 : 376، ابواب الصلوٰۃ، احمد بن حنبل، المسند، 4 : 308، ابن حبان، الصحیح، 6 : 153، ابن خزیمہ، الصحیح، 4 : 326، بیہقی، السنن الکبریٰ، 3 : 156، عبدالرزاق، المصنف، 1 : 467، ابوعوانہ، المسند، 2 : 50، طبرانی، المعجم الکبیر، 22 : 102، ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، 1 : 450، 451

[2] ترمذی، الجامع الصحیح، 5 : 603، ابواب المناقب، احمد بن حنبل، المسند، 5 : 97، حاکم، المستدرک، 2 : 662، ابویعلی، المسند، 13 : 453، طبرانی، المعجم الکبیر، 2 : 244

[3] ابن کثیر، شمائل الرسول : 12، طبرانی، المعجم الکبیر، 7 : 134، ابن ہشام، السیرۃ النبویہ، 3 : 17، ابن کثیر، البدایہ والنہایہ (السیرۃ)، 6 : 22

قدمین شریفین

حضور رحمتِ عالم ﷺ کے قدمین شریفین نرم و گداز، پُر گوشت، دلکش و خوبصورت اور مرقع جمال و زیبائی تھے۔

حضرت عبد اللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

> ان رسول اللہ ﷺ کان أحسن البشر قدماً[1]
>
> ترجمہ: حضور ﷺ کے قدمین شریفین تمام انسانوں سے بڑھ کر خوبصورت تھے۔

حضرت انس، حضرت ابوہریرہ، حضرت ہند بن ابی ہالہ اور دیگر متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم روایت کرتے ہیں:

> کان النبی ﷺ شثن القدمین و الکفین[2]
>
> ترجمہ: حضور ﷺ کی ہتھیلیاں اور دونوں پاؤں مبارک پُر گوشت تھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

> کان النبی ﷺ ضخم القدمین[3]
>
> ترجمہ: نبی اکرم ﷺ کے قدمین مقدسہ اعتدال کے ساتھ بڑے تھے۔

---

[1] ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، 1: 419، ابن اسحاق، السیرۃ، 2: 122، سیوطی، الجامع الصغیر، 1: 25، سیوطی، الخصائص الکبریٰ، 1: 128، صالحی، سبل الھدیٰ والرشاد، 2: 79

[2] بخاری، الصحیح 5، کتاب اللباس، ترمذی، الجامع الصحیح، 5: 598، ابواب المناقب، احمد بن حنبل، المسند، 1: 127، ابن حبان، الصحیح، 14: 217، ابن سعد، الطبقات الکبریٰ 1: 415

[3] احمد بن حنبل، المسند، 3: 125، رویانی، المسند، 2: 283، ابویعلی، المسند، 5: 256

ابن سعد نے ’الطبقات الکبریٰ (1 :414)‘ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ روایت بیان کی ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنھم نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ آپ ﷺ کے قدمین شریفین دیکھنے میں ہموار دکھائی دیتے تھے:

> کان رسول الله ﷺ ... مسیح القدمین[1]
>
> ترجمہ: حضور ﷺ کے قدمین شریفین ہموار اور نرم تھے۔

انگشتانِ پا مبارک

حضور نبی اکرم ﷺ کے مبارک پاؤں کی انگلیاں حسن اعتدال اور حسن تناسب کے ساتھ قدرے لمبی تھیں۔ حضرت میمونہ بنت کردم رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ مجھے اپنے والد گرامی کی معیت میں حضور رحمتِ عالم ﷺ کی زیارت کی سعادت حاصل ہوئی۔ آپ ﷺ اونٹنی پر سوار تھے اور دستِ اقدس میں چھڑی تھی۔ میرے والدِ گرامی نے آپ ﷺ کے مبارک پاؤں کو تھام لیا اور آپ ﷺ کی رسالت کی گواہی دی۔ اُس وقت مجھے حضور ﷺ کے قدمین شریفین کی انگلیوں کی زیارت نصیب ہوئی:

> فما نسيتُ فيما نسيتُ طول أصبع قدمه السبابة على سائر أصابعه[2]
>
> ترجمہ: پس میں آج تک حضور ﷺ کے پاؤں مبارک کی سبابہ (انگوٹھے کے ساتھ والی انگلی) کا دوسری انگلیوں کے مقابلہ میں حسنِ طوالت نہیں بھولی

[1] ترمذی، الشمائل المحمدیه، 1 : 37، طبرانی، المعجم الکبیر، 22 : 156، بیہقی، شعب الایمان، 2 : 155، ہیثمی، مجمع الزوائد، 8 : 273، سیوطی، الجامع الصغیر، 1 : 35، بیہقی، دلائل النبوة، 1 : 287

[2] احمد بن حنبل، المسند، 6 : 366، بیہقی، السنن الکبریٰ، 7 : 145، ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، 8 : 304، عسقلانی، الاصابه، 8 : 133

مبارک تلوے

آقائے دو جہاں ﷺ کے مبارک تلوے قدرے گہرے تھے، زمین پر نہ لگتے تھے۔ حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

> **كان رسول الله ﷺ ... شثن القدمين ... خمصان الأخمصين**[1]
>
> ترجمہ: رسول اللہ ﷺ کے قدمینِ مقدسہ پُر گوشت تھے اور تلوے قدرے گہرے تھے

ایک دوسری روایت میں تلووں کے برابر ہونے کا ذکر بھی ہے:

> **كان ... يطأ بقدمه جميعا ليس لها أخمص**[2]
>
> ترجمہ: حضور ﷺ چلتے وقت پورا پاؤں زمین پر لگاتے، کوئی حصہ ایسا نہ ہوتا جو زمین پر نہ لگتا۔

ان روایات کی محدثین نے جو تطبیق کی ہے اُس کا خلاصہ یہ ہے کہ چونکہ تلووں کی گہرائی معمولی سی تھی اس لئے حضور ﷺ خرام ناز سے آہستہ قدم اُٹھاتے تو پاؤں کے تلوے زمین پر نہ لگتے، لیکن جب زور سے قدم اُٹھاتے اور قدرے سختی سے پاؤں زمین پر رکھتے تو تلوے بھی نقوشِ پا میں شامل ہو جاتے۔

مبارک ایڑیاں

حضور ﷺ کے قدمین شریفین کی ایڑیاں بھی مرقعِ حسن و جمال تھیں، ایڑیوں پر گوشت کم تھا۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

> **كان رسول الله ﷺ ... منهوس العَقِبَيْنِ**[3]
>
> ترجمہ: رسولِ اکرم ﷺ کی مبارک ایڑیوں پر گوشت کم تھا۔

---

[1] ترمذی، الشمائل المحمدیہ، 1: 37، بیہقی، شعب الایمان، 2: 155، سیوطی، الجامع الصغیر، 1: 35، ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، 1: 422، ابن کثیر، البدایہ والنہایہ (السیرۃ)، 6: 32

[2] بخاری، الأدب المفرد، 1: 395، هیثمی، مجمع الزوائد، 8: 280، بیہقی، دلائل النبوۃ، 1: 245، ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، 6: 19، 22

[3] مسلم، الصحیح، کتاب الفضائل، ترمذی، الشمائل المحمدیہ، 1: 38، 39، احمد بن حنبل، المسند، 5: 86، طیالسی، المسند، 1: 104، طبرانی، المعجم الکبیر، 2: 220، ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، 1: 416، ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، 6: 17، 22، سیوطی، الخصائص الکبریٰ، 1: 124

قدمین شریفین کی برکات

جس پتھر پر سیدنا ابراہیم علیہ السلام اپنا قدمِ مبارک رکھ کر تعمیر کعبہ کرتے رہے وہ آج بھی صحنِ کعبہ میں مقامِ ابراہیم کے اندر محفوظ ہے۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے قدموں کے لگنے سے وہ پتھر گداز ہوا اور اُن قدموں کے نقوش اُس پر ثبت ہو گئے۔ اللہ ربّ العزت نے اپنے حبیب ﷺ کے مبارک قدموں کو بھی یہ معجزہ عطا فرمایا کہ اُن کی وجہ سے پتھر نرم ہو جاتے۔ آپ ﷺ کے قدومِ مبارک کے نشان بعض پتھروں پر آج تک محفوظ ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

> أنّ النبی ﷺ کان إذا مشی علی الصخر غاصت قدماہ فیه و أثرت[1]
>
> ترجمہ: جب حضور نبی اکرم ﷺ پتھروں پر چلتے تو آپ ﷺ کے پاؤں مبارک کے نیچے وہ نرم ہو جاتے اور قدم مبارک کے نشان اُن پر لگ جاتے۔

حضور ﷺ کے قدمین شریفین بڑے ہی بابرکت اور منبعِ فیوضات و برکات تھے۔ حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ آپ ﷺ اپنے چچا حضرت ابوطالب کے ساتھ عرفہ سے تین میل دور مقام ذی المجاز میں تھے کہ اُنہوں نے آپ ﷺ سے پانی طلب کرتے ہوئے کہا:

> عطشتُ و لیس عندی ماءٌ، فنزل النبی ﷺ و ضرب بقدمه الأرض، فخرج الماء، فقال: اشرب[2]

[1] زرقانی، شرح المواهب اللدنیه، 5: 482، سیوطی، الجامع الصغیر، 1: 27

[2] ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، 1: 152، 153ابن جوزی، صفوة الصفوه، 1: 76، زرقانی، شرح المواهب اللدنیه، 5: 170، خفاجی، نسیم الریاض، 3: 507

> ترجمہ: مجھے پیاس لگی ہے اور اس وقت میرے پاس پانی نہیں، پس حضور ﷺ اپنی سواری سے اُترے اور اپنا پاؤں مبارک زمین پر مارا تو زمین سے پانی نکلنے لگا، آپ ﷺ نے فرمایا: (اے چچا جان!) پی لیں۔

جب اُنہوں نے پانی پی لیا تو آپ ﷺ نے دوبارہ اپنا قدمِ مبارک اُسی جگہ رکھا تو وہ جگہ باہم مل گئی اور پانی کا اِخراج بند ہو گیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ وہ ایک دفعہ سخت بیمار ہو گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کی عیادت فرمائی اور اپنے مبارک پاؤں سے ٹھوکر ماری جس سے وہ مکمل صحت یاب ہو گئے۔ روایت کے الفاظ ہیں:

> فضربنی برجله، وقال:
>
> ''اللهم اشفه، اللهم عافه'' فما اشتكيت وجعي ذالك بعد[1]
>
> ترجمہ: پس حضور نبی اکرم ﷺ نے اپنا مبارک پاؤں مجھے مارا اور دعا فرمائی: اے اللہ! اسے شفا دے اور صحت عطا کر۔ (اس کی برکت سے مجھے اسی وقت شفا ہو گئی اور) اس کے بعد میں کبھی بھی اس بیماری میں مبتلا نہ ہوا۔

آپ ﷺ کے قدمِ مبارک اگر کسی سست رفتار کمزور جانور کو لگ جاتے تو وہ تیز رفتار ہو جاتا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے حضور ﷺ کی خدمت میں آکر اپنی اُونٹنی کی سست

[1] نسائی، السنن الکبریٰ، 6: 261، ترمذی، الجامع الصحیح، 5: 560، ابواب الدعوات، احمد بن حنبل، المسند، 1: 83، 107، طیالسی، المسند، 1: 21، ابویعلی، المسند، 1: 328، ابن کثیر، البدایہ والنہایہ (السیرۃ)، 7: 357

رفتاری کی شکایت کی تو آپ ﷺ نے اپنے پائے مبارک سے اُسے ٹھوکر لگائی۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

> والذی نفسی بیدہ لقد رأیتھا تسبق القائد[1]
>
> قسم اُس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! اس کے بعد وہ ایسی تیز ہوگئی کہ کسی کو آگے بڑھنے نہ دیتی۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے اُونٹ کو بھی آپ ﷺ نے غزوۂ ذات الرقاع کے موقع پر اپنے مبارک قدموں سے ٹھوکر لگائی تھی، جس کی برکت سے وہ تیز رفتار ہوگیا تھا۔ جیسا کہ حدیث پاک میں ہے:

> فضربه برجله و دعا له، فسار سیرا لم یسر مثله[2]
>
> ترجمہ: تو آپ ﷺ نے اپنے پائے مبارک سے اُسے ٹھوکر لگائی اور ساتھ ہی دُعا فرمائی، پس وہ اتنا تیز رفتار ہوا کہ پہلے کبھی نہ تھا۔

جب حضور ﷺ نے دوبارہ اُن سے دریافت کیا کہ اب تیرے اُونٹ کا کیا حال ہے تو اُنہوں نے عرض کیا:

> بخیر قد أصابته برکتك[3]
>
> ترجمہ: بالکل ٹھیک ہے، اُسے آپ صلی اللہ علیک وسلم کی برکت حاصل ہوگئی ہے۔

---

[1] ابوعوانه، المسند، 3: 45، بیهقی، السنن الکبریٰ، 7: 235، حاکم، المستدرک، 2: 193

[2] احمد بن حنبل، المسند، 3: 299 مسلم، الصحیح، کتاب المساقاة، نسائی، السنن، 7: 297، کتاب البیوع، ابن حبان، 14: 450، بیهقی، السنن الکبریٰ، 5: 337

[3] بخاری، الصحیح، کتاب الجهاد والسیر، مسلم، الصحیح، کتاب المساقاة، ابوعوانه، المسند، 3: 249

قدِ زیبائے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حضور ﷺ کا قد و قامت بھی حسنِ تناسب کا اعلیٰ ترین نمونہ تھا۔ عالمِ تنہائی میں ہوتے تو دیکھنے والے کو محسوس ہوتا کہ سرورِ کائنات حضور رحمتِ عالم ﷺ میانہ قد کے مالک ہیں اور اگر اپنے جاں نثاروں کے جھرمٹ میں ہوتے تو حضور ﷺ سب سے بلند اور نمایاں دکھائی دیتے۔ ظاہری حسن میں بھی کوئی آپ ﷺ کی مثل نہ تھا، قامت و دلکشی اور رعنائی و زیبائی میں بھی سب سے ممتاز نظر آتے تھے۔

حضرت اُمِ معبد رضی اللہ عنہا اپنے تاثرات یوں بیان کرتی ہیں:

کان رسول الله ﷺ ربعة لا تشنؤه عين من طول، ولا تقتحمه عين من قصر، غصن بين غصنين، فهو أنضر الثلاثة منظراً، وأحسنهم قداً[1]

ترجمہ: حضور ﷺ کا قدِ انور نہایت خوبصورت میانہ تھا، نہ ایسا طویل کہ دیکھنے والے کو پسند نہ آئے اور نہ ایسا پست کہ حقیر دکھائی دے۔ (قدِ انور) دو شاخوں کے درمیان تر و تازہ (شگفتہ) شاخ کے مانند تھا اور آپ ﷺ دیکھنے میں تینوں (حضور ﷺ، یارِ غار سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ) میں سب سے زیادہ بارونق اور قد کے اعتبار سے حسین دکھائی دے رہے تھے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

وما مشى مع أحد إلا طاله[2]

[1] ابن کثیر، شمائل الرسول: 46، حاکم، المستدرک، 3: 11، ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، 1: 231، ابن کثیر، البدایہ والنہایہ (السیرۃ)، 3: 192، ابن قیم، زاد المعاد، 3: 56

[2] ابنِ عساکر، السیرۃ النبویہ، 3: 154، سیوطی، الخصائص الکبریٰ، 1: 116، حلبی، السیرۃ الحلبیہ، 3: 434، انصاری، غایۃ السول فی خصائص الرسول، 1: 306

ترجمہ: آپ ﷺ ساتھ چلنے والے سے بلند قامت نظر آتے تھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے قدِ زیبا کے بارے میں فرماتے ہیں:

كان رسول الله ﷺ أحسن الناس قواماً، وأحسن الناس وجهاً[1]

ترجمہ: حضور ﷺ قامت زیبائی اور چہرۂ اقدس کے لحاظ سے تمام لوگوں سے زیادہ حسین تھے۔

احادیث میں مذکور ہے کہ حضور ﷺ ہجوم میں ہوتے تو سب سے نمایاں دکھائی دیتے، مجلس میں جلوہ فرماہوتے تو بھی اہلِ محفل میں سربلند نظر آتے۔

ملا علی قاری رحمہ اللہ علیہ رقمطراز ہیں:

كان إذا جلس يكون كتفه أعلى من الجالس[2]

ترجمہ: جب حضور ﷺ (کسی مجلس میں) بیٹھتے تو حضور ﷺ کے شانے مبارک دوسرے بیٹھنے والوں سے بلند ہوتے۔

[1] ابنِ عساکر، السیرۃ النبویہ، 3: 157

[2] ملا علی قاری، جمع الوسائل، 1: 13

رسول اللہ ﷺ سے محبت اور تعظیم کے مظاہر

انبیاء و مرسلین علیہم السلام کا آپ ﷺ سے تعلقِ محبت

انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنی اُمّتوں کے سامنے آپ ﷺ کے اوصافِ حمیدہ بیان کرتے اور ذکرِ مصطفیٰ ﷺ سے اپنی مجالس کو مُنوّر فرماتے تھے۔[1]

پیارے آقا، محبوبِ خدا ﷺ کی شان و عظمت کا بیان اور آپ کی تشریف آوری کی خوش خبری گزشتہ آسمانی کتابوں میں ذکر کی گئی، انبیائے کرام علیہم الصّلوٰۃ والسّلام اپنی اپنی امتوں کے سامنے اللہ پاک کے آخری نبی ﷺ کے اوصافِ جلیلہ بیان کرکے آپ پر ایمان لانے کی تاکید فرماتے رہے۔ اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے

> اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ یَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ[2]
>
> ترجمہ: وہ لوگ جنہیں ہم نے کتاب عطا فرمائی ہے (یعنی علمائے یہود و نصاریٰ)[3] وہ اس نبی کو ایسا پہچانتے ہیں جیسے وہ اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں۔

گزشتہ آسمانی کتابوں میں سیّد عالم ﷺ کے اوصاف ایسے واضح اور صاف انداز میں بیان کئے گئے تھے جس سے علمائے اہل کتاب کو حضور پر نور ﷺ کے اللہ پاک کا آخری نبی ہونے میں کچھ شک و شبہ باقی نہیں رہ سکتا تھا اور وہ حضور ﷺ کے اس بلند منصب کو کامل یقین کے ساتھ جانتے تھے۔ یہودی

[1] فتاوٰی رضویہ، ملخصا

[2] البقرۃ 2:146

[3] خزائن العرفان

عُلَماء میں سے حضرت سیّدنا عبدُاللہ بن سلام رضی اللہُ عنہ جب مسلمان ہوئے تو حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہُ عنہ نے ان سے پوچھا: اس آیت میں جس پہچان کا ذکر کیا گیا ہے اس سے کیا مراد ہے؟ انہوں نے جواب دیا: اے عمر! میں نے حضورِ اکرم ﷺ کو دیکھا تو فوراً پہچان لیا جیسے میں اپنے بیٹے کو پہچان لیتا ہوں بلکہ میرا آپ ﷺ کو پہچاننا اپنے بیٹے کو پہچاننے سے بھی زیادہ ہے کیونکہ اللہ پاک نے آپ کے اوصاف ہماری کتاب میں بیان فرمائے ہیں۔[1]

وَاِذْ قَالَ عِیْسَى ابْنُ مَرْیَمَ یٰبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَمُبَشِّرًۢا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِی اسْمُهٗۤ اَحْمَدُ[2]

ترجمہ: اور یاد کرو جب عیسیٰ بن مریم نے فرمایا: اے بنی اسرائیل! میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں، اپنے سے پہلی کتاب تورات کی تصدیق کرنے والا ہوں اور اس عظیم رسول کی بشارت دینے والا ہوں جو میرے بعد تشریف لائیں گے ان کا نام احمد ہے۔[3]

اسلام کے ابتدائی دور میں سرکارِ دوعالم ﷺ کے حکم پر کفّارِ مکہ کے ظلم و ستم سے بچنے کے لئے کئی مسلمان مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے نجاشی بادشاہ کے ملک حبشہ پہنچے اور وہاں بادشاہ کے دربار میں ان کی گفتگو ہوئی۔ گفتگو کے آخر میں بادشاہ نجاشی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد مصطفےٰ ﷺ اللہ پاک کے رسول ہیں۔ ہم ان کا ذکرِ خیر انجیل میں پاتے ہیں اور یہ وہی رسول ہیں جن کے آنے کی خبر حضرت سیّدنا عیسیٰ علیہ السّلام نے دی تھی۔ اگر مجھ پر حکومتی ذمہ داریاں نہ

[1] تفسیر خازن، البقرۃ، تحت الآیۃ: 146

[2] الصّف 61:6

[3] کنزالایمان

ہوتیں تو میں ان کی خدمت میں حاضر ہو کر ان کی نعلین مبارک اٹھانے کی سعادت حاصل کرتا اور انہیں وضو کرانے کی خدمت بجالاتا۔[1]

اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ الَّذِیْ یَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ وَ الْاِنْجِیْلِ[2]

ترجمہ: وہ جو اس رسول کی اتباع کریں جو غیب کی خبریں دینے والے ہیں، جو کسی سے پڑھے ہوئے نہیں ہیں، جسے یہ (اہل کتاب) اپنے پاس تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔

وَ اِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ لَمَاۤ اٰتَیْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّ حِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَ لَتَنْصُرُنَّهٗ[3]

ترجمہ: اور یاد کرو جب اللہ نے نبیوں سے وعدہ لیا کہ میں تمہیں کتاب اور حکمت عطا کروں گا پھر تمہارے پاس وہ عظمت والا رسول تشریف لائے گا جو تمہاری کتابوں کی تصدیق فرمانے والا ہو گا تو تم ضرور ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور ضرور اس کی مدد کرنا۔

اس آیت میں رحمتِ عالم ﷺ کی ایک صفت یہ بیان کی گئی کہ آپ گزشتہ آسمانی کتابوں کی تصدیق فرمانے والے ہیں۔ علاءُ الدّین حضرت علامہ علی بن محمد خازِن رحمۃ اللہ علیہ اس کے تحت فرماتے ہیں: اللہ پاک نے گزشتہ نبیوں کی کتابوں میں اپنے آخری نبی ﷺ کے اوصاف اور حالات بیان

[1] اخرجہ ابو داؤد فی السنن، كِتَابُ الْجَنَائِزِ، بَابٌ فِي الصَّلَاةِ عَلَى الْمُسْلِمِ يَمُوتُ فِي بِلَادِ الشِّرْكِ، رقم: 3205

[2] الاعراف 7: 157

[3] اٰلِ عمران 3: 81

فرمائے تھے، جب آپ ﷺ سے ان کتابوں میں بیان کردہ اوصاف اور حالات ظاہر ہوئے تو ان کتابوں کا سچا ہونا ثابت ہو گیا۔[1]

شیرِ خدا حضرت سیّدنا علیُّ المرتضیٰ کرّم اللہُ وجہہ الکریم فرماتے ہیں: اللہ پاک نے حضرت آدم علیہ السّلام سے لے کر آخر تک جتنے نبی بھیجے سب سے محمدٌ رّسولُ اللہ ﷺ کے بارے میں عہد لیا گیا کہ اگر آپ اس نبی کی زندگی میں مبعوث ہوں (یعنی اپنی نبوت کا اعلان فرمائیں) تو وہ آپ پر ایمان لائیں ، آپ کی مدد کریں اور اپنی اُمّت سے بھی ان باتوں کا عہد لیں۔[2]

امامِ اہلِ سنّت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ اس آیتِ مقدسہ کے تحت فرماتے ہیں: اس عَہدِ ربّانی کے مطابق ہمیشہ حضراتِ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والثناء نشرِ مناقب وذکرِ مَناصِبِ حضور سَیّدُ المُرسَلین صَلوٰۃُ اللہ وسلامہ علیہ وعلیہم اجمعین سے رَطبُ اللّسان رہتے (یعنی حضور ﷺ کے فضائل اور مقام و مرتبے کے بیان سے اپنی زبانوں کو تر رکھتے) اور اپنی پاک مبارک مجالس و محافل ملائک منزل (یعنی وہ محفلیں جن میں فرشتے نازل ہوتے ہیں ان) کو حضور کی یاد و مدح سے زینت دیتے ، اور اپنی امتوں سے حضور پرنور (ﷺ) پر ایمان لانے اور (آپ کی) مدد کرنے کا عہد لیتے۔[3]

---

[1] تفسیر خازن، 1: 268

[2] الشفا، 1: 44

[3] فتاویٰ رضویہ، 30: 135

مکہ مکرمہ میں انبیاء علیہم السلام کا قیام

انبیاء علیہم السلام کا ایک گروہ تو ایسا تھا جو یہ جان کر کہ تاجدارِ کائنات نبی آخر الزمان مکہ میں مبعوث ہوں گے سینکڑوں ہزاروں میل کا سفر کرتے کرتے دیدارِ مصطفیٰ ﷺ کے شوق میں مکہ مکرمہ آ گیا تھا۔ اُنہوں نے عمریں مکہ میں گزار دی تھیں کہ کبھی رب کے محبوب اور اس کے حسن کے طلوع کا وقت آئے گا ہمیں دیدار کا موقع نصیب ہو گا اور ہم ان کا زمانہ پائیں گے۔ [1]

بایں ہمہ تاجدار کائنات کے انتظار میں سینکڑوں انبیاء نے وادی مکہ میں عمریں گزار دیں۔ اور ان کے مزارات صحن کعبہ میں اور بعضوں کے حطیم کعبہ میں ہیں۔ تین سو یا سات سو انبیاء علیہم السلام ایسے ہیں کہ ان کی تو وفات بھی مکہ میں ہوئی اور ان کے مزارات کعبہ شریف کے مطاف میں صحن کعبہ کے اندر رہیں۔ [2]

اور کل مخلوق اور اُمت جب کعبے کا حج کرنے جاتی ہے۔ اُنہیں ان انبیاء کے مزارات کی زیارت ہوتی ہے۔ وہ اس خیال سے یہاں قیام پذیر ہو گئے تھے کہ ہماری عمر میں ہماری زندگیوں میں اگر تاجدار کائنات ﷺ آ گئے تو حضور کی غلامی کا شرف ہو جائے گا۔ اور اگر ہماری زندگی میں مبعوث نہ ہوئے تو دفن ہونے کا اعزاز تو نصیب ہو جائے گا۔ جب زائرین اس کعبے کا طواف کریں گے تو ہم ان کے قدموں کے نیچے ہوں گے۔ یوں ان کے تلوں کے بوسے ہوتے رہیں گے۔ ستر کے قریب یا اُس سے زائد انبیاء تو مِنیٰ میں مدفون ہیں۔ [3]

---

[1] ازرقی، اخبار مكة، 1: 67، 68

[2] فاکھی، اخبار مكة، 4: 191

[3] طبرانی، المعجم الكبير، 12: 413

مسجد الخیف میں سات سو انبیاء ہیں جہاں تین دن حاجی قیام کرتے ہیں ان کو خبر تھی کہ یہ حج کے راستے اور اس محبوبِ مکرم کے ٹھکانے ہونگے۔ عرفات، مزدلفہ، منیٰ وغیرہ جو آقا کے راستے تھے ان پر یہ ٹھکانے کرتے گئے۔ انبیاء علیہم السلام کا ایک گروہ تو ادھر ہی آ کے آباد ہو گیا۔ اور کثیر تعداد میں انبیاء علیہم السلام ادھر ہی مبعوث ہوئے اور وہیں ان کے مزارات بنے۔ تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے چاہا کہ محبوبِ مکرم کو چونکہ تمام انبیاء کا امام بنایا ہے لہٰذا اس کا ظہور بھی عملاً دنیا میں ہونا چاہیے اور آخرت میں بھی ہونا چاہیے، اس لیے آقا علیہ السلام کو مسجد حرام سے معراج کی رات مسجد اقصیٰ لے جایا گیا جہاں تمام انبیاء علیہم السلام کو صف در صف حضور نبی اکرم ﷺ کی اقتدا میں کھڑا کیا گیا اور آقا علیہ السلام نے جمیع انبیاء و رُسل علیہم السلام کی امامت کرائی تو شبِ معراج جب سب انبیاء علیہم السلام حاضر ہو گئے تو ان کی خواہشِ دیدار، اللہ تعالیٰ نے پوری کر دی۔ ہر نبی جو حضور ﷺ کے ڈنکے بجاتا، حضور ﷺ کی آمد کے تذکرے کرتا، حضور ﷺ کے اوصاف کے گُن گاتا تھا اور اپنی اُمت کو حضور تاجدارِ کائنات کی غلامی کی دعوتیں دیتا تھا، وہ منتظر تھا کہ جس کے تذکرے کرتے کرتے عمر بیت گئی کبھی ان کا دیدار بھی ہو گا۔[1]

ہر نبی کا اپنی امت میں آقا علیہ السلام کی تلاش کی پیاس پیدا کرنا

روزِ محشر شان و شوکتِ مصطفیٰ ﷺ کا عملی مظاہرہ ہو گا۔ جب اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حساب و کتاب شروع کرنے کے لیے آقا علیہ السلام لب کشائی فرمائیں گے۔ یہی ثابت کرنے کے لیے کہ آقا علیہ السلام جن کے اوپر سب کے ایمان کا مدار اہے اس کا مقام و مرتبہ یہ ہے کہ جب حساب و کتاب شروع

[1] دیلمی، الفردوس بمأثور الخطاب، 2: 28، فاکھی، أخبار مكة، 7: 102

ہو جائے گا، تو اللہ پاک فرمائے گا: محبوب حساب و کتاب اب شروع ہے، اب عدالت قائم ہو گی تخت لگ جائے گا۔ تو اللہ تبارک و تعالیٰ سرِ عرش اپنی کرسی پر جو اللہ رب العزت کے لیے خاص ہو گی۔[1] اپنی شان کے لائق جلوہ افروز ہو گا اور فرشتہ کو حکم دے گا: عرش پر میری کرسی کے دائیں جانب میرے مصطفیٰ ﷺ کی کرسی بچھادی جائے۔ تو قیامت کے دن عرش الٰہی پر دو کرسیاں رکھی جائیں گی۔ عرش پر ایک کرسی ہو گی رب کائنات کی وہ جو صدر بزم قیامت ہو گا، صدر یوم قیامت کے ساتھ دوسری کرسی اس دن کے مہمان خصوصی تاجدارِ کائنات کی ہو گی۔ عن یمین الرحمان یمین العرش۔[2] عرش کی کرسی پر دائیں جانب تشریف فرما ہوں گے۔ یہ پھر demonstration ہو گا کہ جہاں ابتداء میں ہر نبی کو حضور کی متابعت میں دیا گیا تھا وہاں انتہا بھی ساری کائنات، ساری مخلوقات سمیت سب انبیاء علیہم السلام حضور کی متابعت میں ہوں گے۔ اس لیے اب یہ جو ہر پیغمبر کو تلاش تھی اور ہر پیغمبر نے اپنی ہر امت کو بتادیا تھا کہ آنے والے جن کی خاطر بزم کائنات بنی ہے وہ آرہے ہیں تم ان پر ایمان لانا۔ **ہر نبی نے اپنی امت کے اندر آقا علیہ السلام کی تلاش کی پیاس پیدا کر دی تھی۔**

عَنْ عَمْرِو بْنِ قَيْسٍ رضی الله عنه أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قَالَ: نَحْنُ الْآخِرُوْنَ، وَنَحْنُ السَّابِقُوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَإِنِّي قَائِلٌ قَوْلًا غَيْرَ فَخْرٍ: إِبْرَاهِيْمُ خَلِيْلُ اللهِ، وَمُوْسَى صَفِيُّ اللهِ، وَأَنَا حَبِيْبُ اللهِ، وَمَعِي لِوَاءُ الْحَمْدِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَإِنَّ اللهَ عزوجل وَعَدَنِي فِي أُمَّتِي، وَأَجَارَهُمْ مِنْ ثَلَاثٍ: لَا يَعُمُّهُمْ بِسَنَةٍ، وَلَا يَسْتَأْصِلُهُمْ عَدُوٌّ، وَلَا يَجْمَعُهُمْ عَلَى ضَلَالَةٍ۔[3]

رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ

---

[1] حاکم، المستدرک، 2: 396

[2] حاکم، المستدرک، 2: 396

[3] أخرجه الدارمي في السنن باب: ما أعطيَ النَّبِيَّ ﷺ من الفضل، رقم: 55

ترجمہ: حضرت عمرو بن قیس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ہم آخر میں آنے والے اور قیامت کے دن سب سے سبقت لے جانے والے ہیں۔ میں بغیر کسی فخر کے یہ بات کہتا ہوں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام خلیل اللہ ہیں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام صفی اللہ ہیں اور میں حبیب اللہ ہوں۔ قیامت کے دن حمد کا جھنڈا میرے ہاتھ میں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے میری امت کے متعلق وعدہ کر رکھا ہے اور تین باتوں سے اسے (امت کو) بچایا ہے۔ ایسا قحط ان پر نہیں آئے گا جو پوری امت کا احاطہ کر لے اور کوئی دشمن اسے جڑ سے نہیں اکھاڑ سکے گا اور (اللہ تعالیٰ) انہیں گمراہی پر جمع نہیں فرمائے گا۔

اسے امام دارمی نے روایت کیا ہے۔

عَنِ الْعِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ رضی الله عنه قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: إِنِّي عِنْدَ اللهِ فِي أُمِّ الْكِتَابِ لَخَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ، وَإِنَّ آدَمَ لَمُنْجَدِلٌ فِي طِيْنَتِهِ، وَسَأُحَدِّثُكُمْ تَأْوِيْلَ ذٰلِكَ: دَعْوَةُ أَبِي إِبْرَاهِيْمَ، دَعَا: {وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُوْلًا مِنْهُمْ} [1]، وَبِشَارَةُ عِيْسَى بْنِ مَرْيَمَ قَوْلُهُ: {وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ يَأْتِي مِنْ بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ} [2] وَرُؤْيَا أُمِّي رَأَتْ فِي مَنَامِهَا أَنَّهَا وَضَعَتْ نُوْرًا أَضَاءَتْ مِنْهُ قُصُوْرُ الشَّامِ۔[3]

رَوَاهُ ابْنُ حِبَّانَ وَالطَّبَرَانِيُّ وَأَبُوْ نُعَيْمٍ وَالْحَاكِمُ وَابْنُ سَعْدٍ۔

ترجمہ: حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک میں اللہ تعالیٰ کے ہاں لوحِ محفوظ میں اس وقت بھی خاتم الانبیاء

[1] البقرۃ، 2: 129

[2] الصف، 61: 6

3 أخرجه احمد بن حنبل فی المسند، مسند الشامیین، حدیث العرباض بن ساریة عن النبی ﷺ، رقم: 17163 والحاکم فی المستدرک، کتاب تواریخ المتقدمین من الأنبیاء والمرسلین، ذِکْرُ أَخْبَارِ سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ وَخَاتَمِ النَّبِيِّيْنَ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ الْمُصْطَفٰى ﷺ، رقم: 4175

تھا جبکہ حضرت آدم علیہ السلام ابھی اپنی مٹی میں گندھے ہوئے تھے۔ میں تمہیں ان کی تاویل بتاتا ہوں کہ جب میرے جدامجد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی: {(اے ہمارے رب!) ان میں، انہی میں سے (آخری اور برگزیدہ) رسول (ﷺ) مبعوث فرما}، اور حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کی بشارت کے بارے میں بھی جبکہ انہوں نے کہا: {اور اُس رسولِ (معظم ﷺ) کی (آمد آمد کی) بشارت سنانے والا ہوں جو میرے بعد تشریف لا رہے ہیں جن کا نام (آسمانوں میں اس وقت) احمد (ﷺ) ہے}؛ اور میری والدہ محترمہ کے خواب کے بارے میں جبکہ انہوں نے میری ولادت کے وقت دیکھا کہ انہوں نے ایک ایسے نور کو جنم دیا جس سے شام کے محلات بھی روشن ہو گئے۔

اس حدیث کو امام ابن حبان، طبرانی، ابو نعیم، حاکم اور ابن سعد نے روایت کیا ہے۔

قال ابن الجوزی: أخذ الله له الميثاق على الأنبياء. فقال عزوجل: {وَ إِذْ أَخَذَ اللّٰهُ مِيثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ}[1]

فجعل الأنبياء كالأتباع له، وألهمهم الانقياد، فلو أدركوه وجب عليهم اتباعه. وقد قال عليه الصلاة والسلام: لو كان موسى حيًّا ما وسعه إلا اتباعي.[2]

ترجمہ: علامہ ابن جوزی بیان کرتے ہیں: (اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اَخذِ میثاق و عہد کی رُو سے بھی آپ ﷺ کو جملہ انبیاء علیہم السلام پر مقدم فرمایا اور) تمام پیغمبران کرام سے (آپ کی اِتباع و اطاعت کا) عہد لیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: {اور اے محبوب! وہ وقت یاد کریں) جب اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام سے پختہ عہد لیا کہ جب میں تمہیں کتاب اور حکمت عطا کر دوں پھر تمہارے

[1] آل عمران، 3: 81

2 اخرجه ابن الجوزی فی الوفا بأحوال المصطفى ﷺ: 361

پاس وہ (سب پر عظمت والا) رسول (ﷺ) تشریف لائے جو ان کتابوں کی تصدیق فرمانے والا ہو جو تمہارے ساتھ ہوں گی تو ضرور بالضرور ان پر ایمان لاؤ گے اور ضرور بالضرور ان کی مدد کرو گے}۔ اس آیت مقدسہ میں اللہ تعالیٰ نے جملہ انبیاء و مرسلین کو حضور نبی اکرم ﷺ کا تابع بنا دیا ہے اور انہیں آپ ﷺ کی اطاعت کا الہام فرمایا۔ اگر وہ آپ ﷺ کا شرف صحبت حاصل کرتے اور اس وقت تک موجود ہوتے تو لا محالہ آپ ﷺ کی اتباع کرتے۔ جس طرح کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کے متعلق ارشاد فرمایا: اگر موسیٰ زندہ ہوتے تو ان کے لئے اتباع واطاعت کے علاوہ اور کسی امر کی گنجائش اور وسعت نہ ہوتی۔

قال ابن الجوزی: قد اتخذه الله خليلًا كما اتَّخَذَ إبراهيم، فقال عليه السلام: ولكن صاحبكم خليل الله۔ عن ابن عباس قال: سمعت رسول الله ﷺ يقول: إن صاحبكم خليل الله يعني نفسه۔ ثم جعله الله حبيبًا وهذا ليست لغيره۔ عن أبي هريرة، أن رسول الله ﷺ قال له ربه: قد اتخذتك خليلا وهو في التوراة مكتوب محمد حبيب الرحمن۔ عن أبي هريرة قال: قال رسول الله ﷺ: اتخذ الله إبراهيم خليلا وموسى نجيًا واتخذني حبيبًا ثم قال: وعزتي لأوثرنَّ حبيبي على خليلي ونجيي۔[1]

ترجمہ: علامہ ابن جوزی بیان کرتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اپنا خلیل بنایا جیسا کہ ابراہیم علیہ السلام کو (یہ مقام) عطا کیا گیا تھا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: لیکن آپ کے صاحب خلیل اللہ ہیں۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، کہتے ہیں کہ میں نے حضور نبی اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: بے شک آپ کے نبی اور رسول اللہ تعالیٰ کے خلیل ہیں۔ مزید برآں آپ ﷺ کو منصب محبوبیت بھی عطا فرمایا جو اور کسی کو عطا نہیں فرمایا۔

[1] اخرجہ ابن الجوزی فی الوفا بأحوال المصطفیٰ ﷺ: 366

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضور نبی اکرم ﷺ سے فرمایا: بے شک میں نے تمہیں اپنا خلیل بنالیا ہے، تورات میں آپ ﷺ کے متعلق لکھا ہے کہ محمد حبیب الرحمن یعنی حضرت محمد ﷺ ربِ رحمن کے حبیب ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنایا اور حضرت موسیٰ کو اپنے ساتھ ہم کلام کرنے والا بنایا اور مجھے اپنا حبیب بنایا اور پھر فرمایا: مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم! میں اپنے حبیب کو اپنے خلیل و کلیم پر ترجیح اور فوقیت و فضیلت دوں گا۔

قال ابن الجوزی : فإن كان إبراهيم كسر الأصنام فقد رمى نبينا رسول الله ﷺ هُبَلَ من أعلى الكعبة ثم أشار يوم الفتح إلى ثلاثمائة وستين صنمًا فوقعت۔ وإن كان هود نصر على قومه بالدَّبور فقد نُصر نبينا رسول الله ﷺ بالصَّبَا۔ فمزّقت أعدائه يوم الخندق۔ وإن كان لصالح ناقة، فقد سجدت الإبل لنبينا رسول الله ﷺ ۔ وإن كان يوسف مليح الصورة، فقد كان نبينا كالقمر ليلة البدر۔ وإن كان الحجر انفجر لموسى، فقد نبع الماء من بين أصابع نبينا رسول الله ﷺ ، وهو أعجبُ لأن الماء ما يزال يخرج من الحجارة۔ وخوار النخل وحنينه إلى نبينا أعجب من حالات عصا موسى۔ وقد دعا نبينا رسول الله ﷺ الشجرة فشقت الأرض وجائت إليه۔ وإن كانت الجبال سبّحت مع داود، فقد سبّح الحصا في كفِ نبينا ﷺ ۔ وإن كان الحديد لیّن لداود فقد لان الصخر لنبينا ﷺ ۔[1]

1 اخرجه ابن الجوزی فی الوفا بأحوال المصطفی ﷺ :366، 367

ترجمہ: علامہ ابن جوزی بیان کرتے ہیں: اگر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اصنام واَوثان کو توڑ ڈالا تو ہمارے حبیب پاک ﷺ نے ہبل بت کو کعبہ کی بلندی سے نیچے اتار پھینکا۔ پھر فتح مکہ کے دن تین سو ساٹھ بتوں کو چھڑی کا اشارہ فرمایا تو وہ اوندھے منہ گر پڑے۔ اگر حضرت ہود علیہ السلام کی ان کی قوم پر باد دبور کے ذریعے نصرت وامداد کی گئی تو ہمارے نبی مکرم ﷺ کی مدد بادِ صبا کے ذریعے کی گئی جو غزوہ خندق کے موقع پر دشمنوں کے خلاف چلی۔ اگر حضرت صالح علیہ السلام کو اونٹنی کا معجزہ عطا فرمایا تو حضور نبی اکرم ﷺ کے لئے اونٹ سربسجود ہوئے۔ اگر حضرت یوسف علیہ السلام میں حسن صورت اور صباحتِ رخسار تھی تو حضور نبی اکرم ﷺ کا چہرہ انور چودھویں کے چاند کی طرح روشن تھا۔ اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے پتھر سے چشمے پھوٹے تو حبیب خدا ﷺ کی مقدس انگلیوں سے پانی کے چشمے ابلے۔ اور یہ امر (یعنی انگلیوں سے پانی کا نکلنا) زیادہ عجیب ہے کیونکہ ہمیشہ پانی پتھروں اور پہاڑوں سے ہی نکلتا ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ کے لئے کھجور کے خشک ستون کا آواز حزیں نکالنا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا میں زندگی آجانے سے زیادہ بڑا معجزہ ہے۔ نیز حضور نبی اکرم ﷺ نے درخت کو بلایا تو وہ زمین کو چیرتا ہوا آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو گیا۔ اگر پہاڑوں نے حضرت داؤد علیہ السلام کے ساتھ مل کر اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تنزیہ کے نغمے الاپے تو کنکریوں نے حضور نبی اکرم ﷺ کے دست اقدس میں تسبیح سنائی۔ حضرت داؤد علیہ السلام کے لیے اگر لوہا نرم ہو جاتا تھا تو ہمارے نبی اکرم ﷺ کے لیے سخت چٹان نرم ہو جاتی تھی۔

قال ابن الجوزی: وإن کان سلیمان أعطی ملكَ الدنیا، فقد جیء لنبینا ﷺ بمفاتیح خزائن الأرض فأباها زُهدًا۔ وإن کانت الریح سُخِّرت لسلیمان، غدُوُّها شهر ورَواحها شهر، فنبینا ﷺ سار إلی بیت المقدس مسیرة شهر فی بعض لیلة۔ وسارَ الرُّعبُ بین یدیه مسیرة شهر۔ وعرج به مسیرة خمسین ألف سنة إلی العرش۔ وإن کان سلیمان فهم کلامَ الطیر، فقد فهم نبینا ﷺ کلامَ البعیر والذئب والشجر والحجر۔ وإن کانت الجن

سُخِّرت لسليمان، فقد جاء ت إلى نبينا ﷺ طائفة من الجن مؤمنة به۔ وقد كان سليمان يصفِّد من عصاة منهم فلما تفَلَّت عفريت على نبينا ﷺ تمكن منه وأسَرَه۔ وقد كانت الجن أعوانًا لسليمان يخدمونه ونبينا ﷺ أعوانه الملائكة يقاتلون بين يديه ويدفعون أعداءه[1]

ترجمہ: علامہ ابن جوزی (حضور نبی اکرم ﷺ کی عظمت ورفعت بیان کرتے ہوئے) بیان کرتے ہیں: اگر حضرت سلیمان علیہ السلام کو روئے زمین کی حکومت وسلطنت دی گئی تھی تو حضور نبی اکرم ﷺ کو خزائنِ ارضی کی چابیاں عطا فرمائی گئیں۔ اگر حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے اس ہوا کو مسخر کردیا گیا تھا جس کی صبح کی سیر ایک مہینہ کی راہ تھی اور شام کی سیر بھی ایک مہینہ کا راستہ تھا تو ہمارے حبیب اکرم ﷺ نے بھی شب معراج بیت المقدس تک کا ایک ماہ کا راستہ، رات کے تھوڑے سے حصہ میں طے فرمالیا۔ آپ ﷺ کا رعب و دبدبہ ایک مہینہ کی مسافت پر پھیلا ہوا تھا اور عرش تک پچاس ہزار سال کی مسافت بھی رات کے تھوڑے سے حصہ میں طے فرمالی۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کو پرندوں کا کلام سمجھنے کی صلاحیت عطا کی گئی تو ہمارے حبیب مکرم ﷺ نے اونٹ، بھیڑیئے اور شجر و حجر کے کلام کو سمجھا۔ اگر سلیمان علیہ السلام کے لئے جنات کو مسخر کردیا گیا تھا تو ہمارے محبوب پاک ﷺ کے لئے جنات کا ایک گروہ حالت ایمان میں حاضر ہوا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام اگر سرکش جنات کو قید کرسکتے تھے تو ایک سرکش جن جب حضور نبی اکرم ﷺ کی نماز توڑنے کے لئے آیا تو آپ ﷺ نے اس کو پکڑ لیا اور قید فرمالیا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے معاون ومددگار جن تھے جو آپؑ کی خدمت بجالاتے تھے مگر حضور نبی اکرم ﷺ کے خدمت گزار اور

[1] اخرجه ابن الجوزی فی الوفا بأحوال المصطفى ﷺ: 367

لشکری ملائکہ تھے جو آپ ﷺ کے سامنے آپ کے اعداء سے قتال کرتے اور آپ ﷺ کے دشمنوں کو آپ ﷺ سے دور رکھتے۔

قال الإمام القسطلاني : ورواه البغوي في تفسيره بلفظ : وما أقسم الله بحياة أحد إلا بحياته، وما أقسم بحياة أحد غيره، وذلك يدل على أنه أكرم خلق الله على الله[1]

ترجمہ: امام قسطلانی بیان کرتے ہیں کہ امام بغوی رَحِمَہُ اللہ نے اپنی تفسیر میں (آپ ﷺ کی عظمت بیان کرتے ہوئے) ان الفاظ میں ذکر کیا کہ اللہ تعالیٰ نے کسی کی زندگی کی قسم نہیں کھائی سوائے آپ ﷺ کی حیات طیبہ کے اور آپ ﷺ کے علاوہ کسی ایک کی زندگی کی قسم نہیں کھائی اور یہ قسم اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے ہاں تمام مخلوق سے زیادہ معزز ہیں۔

قال الشيخ تقي الدين السبكي : فالنبي ﷺ نبي الأنبياء، ولهذا ظهر في الآخرة جميع الأنبياء تحت لوائه، وفي الدنيا كذلك ليلة الإسراء صلى بهم۔ ولو اتفق مجيئه في زمن آدم ونوح وإبراهيم وموسى وعيسى صلوات الله وسلامه عليهم وجب عليهم وعلى أممهم الإيمان به ونصرته۔ وبذلك أخذ الله الميثاق عليهم۔[2]

ترجمہ: حضرت شیخ تقی الدین سبکی رَحِمَہُ اللہ نے فرمایا: حضور نبی اکرم ﷺ تمام نبیوں کے نبی ہیں، یہی وجہ ہے کہ قیامت کے دن تمام انبیاء کرام علیہم السلام آپ کے جھنڈے کے نیچے ہوں گے، اسی طرح دنیا میں شب معراج آپ نے سب کی امامت فرمائی اور اگر ایسا ہو جاتا کہ آپ حضرت آدم، حضرت نوح، حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام

[1] أخرجه الإمام القسطلاني في المواهب اللدنية بالمنح المحمدية، 2: 448

[2] أخرجه القسطلاني في المواهب اللدنية بالمنح المحمدية، 1، 33

میں سے کسی کے دور میں تشریف لاتے تو ان پر اور ان کی امتوں پر لازم ہوتا کہ آپ پر ایمان لائیں اور آپ کی مدد کریں، اللہ تعالی نے ان سے اسی بات کا وعدہ لیا ہے۔

سابقہ انبیاء کرام کی امتوں کا حضور ﷺ سے جذبہ محبت

چونکہ اللہ تعالیٰ نے ہر نبی سے یہ وعدہ لیا اور ہر نبی نے اپنی اُمت کو یہ خبر دی۔ سو آقا علیہ السلام کی آمد، اس کی شہرت اتنی ہو چکی تھی کہ کوئی قوم ایسی نہ تھی جو حضور ﷺ کی آمد سے بے خبر ہو۔

آمدِ مصطفیٰ ﷺ کا اِنتظار اور شہر مدینہ کا قیام

امام ابو سعد الخرکوشی النیشاپوری، جو کہ حدیث کے بہت بڑے امام ہو گزرے ہیں اور اکثر ائمہ حدیث خواہ وہ امام عسقلانی ہوں، امام قسطلانی ہوں، امام عینی ہوں، قاضی عیاض ہوں، امام نووی ہوں، امام سیوطی ہوں یا امام قرطبی، وہ سب امام ابو سعد نیشاپوری کا حوالہ بطور حجت دیتے ہیں۔

وہ اپنی کتاب میں روایت کرتے ہیں کہ آقا علیہ السلام کی بعثت سے ایک ہزار سال قبل یمن کی سر زمین کا بادشاہ تُبّع الاوّل تھا۔ تاہم اِس کے بارے میں مختلف اقوال ہیں کہ یہ واقعہ (جو ہم بیان کرنے جا رہے ہیں وہ) تُبّع الاوّل کا ہے۔ امام ابو سعد النیشاپوری نے تُبّع الاوّل ذکر کیا ہے جب کہ بعضوں نے کہا ہے کہ تُبّع الاوسط تھا۔ جب کہ بعض کہتے ہیں کہ یہ سب سے بعد میں آنے والے تُبّع الاصغر کا واقعہ ہے۔ دراصل تُبّع ایک اصطلاح ہے جو دنیا کے ان پانچ بادشاہوں میں سے ایک ہے جنہوں نے پوری دنیا میں فتوحات کیں۔ جیسے روم کے بادشاہ کے لیے ''قیصر'' کی اصطلاح ہوتی تھی، ایران کے بادشاہ کے لیے ''کسریٰ'' کا لقب استعمال کیا جاتا تھا۔ اسی طرح تُبّع ایک اصطلاح ہے۔ یہ ان پانچ بادشاہوں میں سے ایک ہے جنہوں نے پوری دنیا میں فتوحات کیں۔ آقا علیہ السلام کے زمانے سے ایک ہزار سال قبل یہ روانہ ہوا۔ اس کے بارے میں کہتے ہیں کہ جس ملک اور جس شہر کو فتح کرتا وہاں سے دس

اَفراد نہایت اعلیٰ، صاحبانِ حکمت، صاحبانِ علم یعنی چوٹی کے دس بڑے زعماء کو چن لیتا اور اپنے لشکر میں بطور مشیر شامل کر لیتا۔ اس کا لشکر جب عالمی فتوحات کرنے کے لیے نکلا تو ایک لاکھ تینتیس ہزار گھوڑے اُس میں شامل تھے، ایک لاکھ تیرہ ہزار پیادہ سپاہی تھے، اور دس دس حکماء، زعما، دانش مند، اہل علم جو وہ شہر شہر اور ملک ملک سے جمع کرتا گیا اُس کے لشکر میں ان کی تعداد چار ہزار ہو گئی تھی۔ چونکہ پوری دنیا کی فتوحات کر رہا تھا، اس لیے چلتے چلتے وہ عرب پر حملہ کرنے کے لیے سر زمین مکہ کی سرحدوں پر پہنچا۔ وہ جس جگہ بھی جاتا تھا اُس کی طاقت اور قوت دیکھ کر اُس علاقے کے لوگ اُس کی بڑی تعظیم و تکریم کرتے اور خود سر نگوں ہو جاتے۔ لیکن جب وہ مکہ پہنچا تو اہل مکہ نے اس کی تعظیم و تکریم کی نہ اُس کے رعب و دبدبے سے مرعوب ہوئے۔

اُس نے عماریسا نامی اپنے وزیر خاص کو بلایا اور اہل مکہ کی بے التفاتی کی وجہ دریافت کی۔ وزیر نے کہا: آپ زیادہ غصے میں نہ آئیں۔ یہ عرب لوگ جاہل، ان پڑھ بدو ہیں۔ یہ اپنے حال میں مست رہنے والے بتوں کے پجاری ہیں۔ ان کے شہر میں ایک گھر ہے جسے کعبہ کہتے ہیں۔ یہ اس پر بڑا فخر کرتے ہیں اور یہ اُس کعبے کے مجاور ہیں، اور اس کا انہیں بڑا گھمنڈ ہے۔ اس وجہ سے کسی کی پروا نہیں کرتے۔ بادشاہ نے سوچا کہ اگر یہ بات ہے تو میں پھر اس گھر کو ہی (معاذ اللہ) مسمار کر دیتا ہوں۔ بس اس نے یہ ارادہ کیا ہی تھا کہ اس کے سر میں ناقابل برداشت قسم کا شدید درد شروع ہو گیا، اور ساتھ ہی اس کی آنکھوں، دونوں کانوں، ناک اور منہ سے بودار پانی پیپ کی مانند بہنے لگ گیا۔ جو اتنا بدبودار تھا کہ کوئی شخص اُس کے پاس مجلس میں بیٹھنے کے لیے تیار نہ تھا۔ وہ سخت پریشان ہوا۔ جتنے حکماء و اطباء تھے ان کو بلایا۔ انہوں نے سر توڑ کوشش کی لیکن کسی سے اس کا علاج نہیں ہو سکا۔ وہ کہنے لگے کہ ہماری سمجھ میں یہ آتا ہے کہ یہ کوئی اَمر سماوی ہے، اَمرِ اَرضی نہیں۔ زمینی مرض ہوتا تو ہم میں سے کسی نہ کسی کی سمجھ میں اس کا علاج آجاتا۔ یہ کہہ کر سب لوگ چلے گئے اور اس پر رات کا اندھیرا چھا گیا۔

اس کے چار ہزار بڑے چوٹی کے علماء بڑے متقی اور بڑے پرہیز گار عالم تھے۔ ان میں سے ایک نے عمار یسا سے کہا: میں ایک راز کی بات بادشاہ تبّع سے کرنا چاہتا ہوں مگر وہ خلوت میں مجھے ملے اس وقت جب کوئی اور شخص موجود نہ ہو تا کہ راز افشانہ ہو۔ اس نے کہا کہ دوسری بات یہ کہ: میں اس کے مرض کا علاج کر سکتا ہوں۔ مگر شرط یہ ہے کہ جو کہوں وہ اس پر عمل کرے۔ وزیر نے بادشاہ سے آکر یہ باتیں کیں۔ وہ اتنی سخت تکلیف میں تھا کہ دونوں باتیں مان گیا۔ چنانچہ رئیس العلماء رات کی تنہائی میں خلوت میں بادشاہ تبّع کے پاس آیا۔ اُس نے خلوت میں پوچھا: یہ بتایئے آپ نے ذہن میں کعبہ کو مسمار کرنے کا ارادہ کیا تھا؟ بادشاہ نے کہا: ہاں! یہ ارادہ میں نے کیا تھا، اور صرف اس کعبہ کو تباہ کرنے کا ارادہ ہی نہیں بلکہ یہاں کے باسیوں کو قتل کرنے اور پورے شہر کو تباہ و برباد کرنے کا ارادہ کیا تھا۔ اُس نے کہا: بس یہی سبب ہے اور یہ مصیبت ٹل نہیں سکتی، جب تک تم ارادہ نہ بدل لو اور توبہ کر لو۔ بادشاہ نے اُسی لمحے توبہ کر لی اور کہا کہ تم گواہ ہو جاؤ کہ اِس کعبہ اور اہل مکہ کی نسبت میرے تمام مکروہ ارادے میرے دل و دماغ سے نکل گئے۔ اُس کے توبہ کرنے کی دیر تھی کہ اُس عالم کے بادشاہ سے روانہ ہونے سے قبل ہی بادشاہ کی پیپ بھی بند ہو گئی اور درد سر بھی ٹھیک ہو گیا۔ وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آیا اور اپنی قیام گاہ سے دین ابراہیمی کا پیروکار بن کر نکلا۔ اُس نے کعبے پر سات غلاف چڑھائے اور اپنے لشکر کو بلا کر اس گھر کی حفاظت کے احکامات جاری کیے۔ تو تبّع وہ پہلا شخص ہے جس نے کعبۃ اللہ پر غلاف چڑھایا۔[1]

اِس کے بعد بادشاہ تبّع لشکر لے کر آگے چل پڑا۔ سفر کرتے کرتے وہ ایک جگہ پہنچے جہاں کوئی آبادی نہیں تھی۔ صرف پانی کا ایک چشمہ تھا، وہاں سارا لشکر رُک گیا کہ چلو پانی پی لیں اور تھوڑی دیر آرام کریں۔ بادشاہ نے جگہ کا نام پوچھا تو گرد و نواح میں سے اِکا دُکا لوگوں نے بتایا کہ اس سرزمین کو یثرب

[1] شرف المصطفیٰ ﷺ 1: 93

کہتے ہیں۔ وہاں اُس نے قیام کیا اور اعلان کیا کہ کل یہاں سے روانہ ہوں گے۔ اِس دوران میں لشکر میں موجود چار ہزار صاحبانِ علم کا اجلاس ہوا اور انہوں نے باہمی صلاح مشورہ کیا۔ وہ علماء سماوی کتب کا علم رکھنے والے اور صاحبانِ بصیرت تھے۔ وہ حضور ﷺ کی آمد، بعثت، ولادت اور ہجرت کے تذکروں کی پوری پہچان رکھتے تھے۔ جن کے پاس یہ سارا علم تھا وہ جانتے تھے کہ وہ نبی آخر الزماں ﷺ ہجرت کر کے اِس یثرب نامی وادی میں تشریف لائیں گے اور اسے یثرب سے مدینہ بنا دیں گے۔[1]

اب انہوں نے طے کر لیا کہ قسمت ہمیں یہاں لائی ہے، اگر ہم یہ سرزمین چھوڑ کر چلے گئے تو ہم سے بڑا بد قسمت کون ہوگا۔ اور ممکن ہے وہ ہمارے زمانے میں آجائیں، ممکن ہے ہماری اولادوں کے زمانے میں آجائیں۔ لہٰذا ان میں سے چار سو علماء نے یہ فیصلہ کیا کہ چاہے بادشاہ قتل بھی کر دے یا زندہ جلا دے، ہم یہاں سے نہیں جائیں گے۔ صبح بادشاہ نے روانگی کا اعلان کیا تو ان علماء نے اعلان کر دیا کہ ہم نہیں جا رہے۔ بادشاہ پریشان ہو گیا کہ یہ اہل علم و دانش اور اہل حکمت میرے مشیر ہیں، یہ کیوں نہیں جا رہے۔ پھر وزیر نے اُن علماء سے آکر بات کی تو انہوں نے کہا کہ وہ جو بادشاہ نے کعبے کو مسمار کرنے کا ارادہ کیا تھا اور اُسی وقت آسمانی مصیبت نے اِس کی گرفت کر لی تھی اور پھر جب اس نے ارادہ ترک کر دیا تو بچ گیا۔ وہ دراصل جو اُس کعبے کی حرمت تھی وہ صاحبِ کعبہ محمد مصطفیٰ ﷺ کے صدقے سے تھی۔ اس کعبہ کے شہر میں اُس نبی آخر الزمان ﷺ نے پیدا ہونا ہے کہ یہ اُن کی ولادت کا شہر ہے اور اس کعبہ کو انہوں نے آباد کرنا ہے۔ لہٰذا آپ بادشاہ کو بتا دیں کہ ہم نے تمام آسمانی کتابوں میں یہ متفقہ طور پر پڑھ رکھا ہے کہ وہ رات اُس شہر مکہ میں ہوگی جب تاجدارِ کائنات ﷺ ہجرت کر کے اِس مقام یثرب پر آئیں گے۔ اور اُن کا مزار اقدس بھی یہاں بنے گا۔ اب ہم اس یثرب کی سرزمین کو چھوڑ کر

[1] ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، 1: 159

نہیں جانا چاہتے۔ یہ مبارک ہو گی اُن لوگوں کے لیے کہ جو اپنی زندگی میں اُن کا زمانہ پالیں گے اور اُن پر ایمان لائیں گے، اور اگر وہ نہ پاسکے تو اُن کی اولادیں اُن کو پالیں گی اور اُن پر ایمان لائیں گی۔

جب یہ بات وزیر نے بادشاہ کو بتائی تو بادشاہ نے کہا: اگر یہ بات حقیقت ہے تو اعلان کر دو کہ ایک سال تک میں خود اُن کی آمد کے انتظار میں یہیں رُکوں گا۔ اب اُس نے ایک سال وہاں قیام کیا اور چونکہ چار سو علماء نے فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ تو یہاں سے نہیں جائیں گے۔ پس بادشاہ نے چار سو کے چار سو علماء کے لئے ایک ایک گھر بنا دیا۔[1]

اور جو باندیاں و لونڈیاں فتوحات کے نتیجے میں حاصل ہوئی تھیں اُس نے اُن میں سے چار سو کو آزاد کر کے اپنی موجودگی میں ایک ایک عالم کے ساتھ شادی کرائی اور ان کو ایک ایک گھر میں ٹھہرایا۔[2]

اس طرح چار سو جوڑے بنے اور چار سو گھر آباد ہوئے اور اس طرح تُبّع کے ہاتھوں شہر مدینہ کی ابتداء ہوئی۔ یہ ہزار سال پہلے کا واقعہ ہے۔

بعض ائمہ حدیث و تاریخ نے سات سو سال پہلے کا ذکر کیا ہے۔

جب ایک سال بعد بادشاہ یثرب سے روانہ ہونے لگا تو اُس نے رئیس العلماء کو بلایا؛ وہ رئیس العلماء جس نے اس کی ساری رہنمائی کی تھی اور جو اسے یثرب تک لایا تھا۔ اس کو بلا کر کہا: تم گواہ ہو جاؤ، ہمیں معلوم نہیں کتنا زمانہ پڑا ہے محمد مصطفی (ﷺ) کی آمد اور بعثت کا، مگر تم گواہ ہو جاؤ کہ میں ان پر ایمان لے آیا اور ان کی آمد سے پہلے، میں ان کا پہلا اُمتی بنتا ہوں۔ میں ایک خط لکھ کے تمہیں دیتا ہوں، اگر تمہاری زندگی میں آقا (علیہ السلام) آ جائیں تو ان کو میرا خط دے دینا اور اگر تمہاری زندگی میں نہ آئیں تو

[1] ابن عساکر، تاریخ دمشق الکبیر: 11: 75

[2] ازرقی، اخبار مکۃ، 1: 134

پھر نسل بعد نسل اپنی اولاد کو دیتے جانا، اور وصیت کرتے جانا کہ جس نسل میں جس زمانے میں آقا (علیہ السلام) تشریف لائیں، میرا خط انہیں دے دیا جائے۔ اُس نے خط میں لکھا:

اَمَّا بَعد یَا مُحَمَّد - صَلَّی اللہ عَلَیکَ - إِنِّی آمَنتُ بِكَ وَبِكِتَابِكَ الَّذِی أَنزَلَ اللہ عَلَیْكَ، وَأَنَا عَلَی دِینِكَ وَسُنَّتِكَ، وَآمَنتُ بِرَبِّكَ وَرَبِّ كُلِّ شَیئٍ

ترجمہ: اما بعد! اے محمد (صلی اللہ علیک وسلم)! میں آپ پر ایمان لایا اور آپ کی اُس کتاب پر ایمان لایا جو اللہ تعالیٰ آپ پر نازل فرمائے گا۔ اور میں اعلان کرتا ہوں کہ آپ کے دین میں آگیا ہوں اور آپ کی سنت پر جو آپ کا طریقہ ہوگا اس پر قائم ہوں۔ اور آپ کے رب اور ہر شے کے رب پر ایمان لے آیا ہوں

اس کے بعد وہ خط میں مزید بیان کرتا ہے:

وَإِنْ لَمْ أُدْرِكْكَ فَاشفع لِی یَومَ القِیَامَة، ولا تنسنی، فإنی من أمتك الأولین، وَبَایَعتُكَ قَبلَ مَجِیئِكَ، وقبل إرسال الله إیاك، وأنا علی ملتك وملة إبراهیم أبیك خلیل الله.

ترجمہ: اور اگر میں (اپنی زندگی میں) آپ کو نہ پا سکوں تو میری التجا ہے کہ قیامت کے دن میری شفاعت فرما دیجیے گا اور مجھے فراموش مت کیجیے گا۔ کیوں کہ میں آپ کے پہلے امتیوں میں سے ہوں اور میں نے آپ کی آمد سے بھی پہلے آپ کی بیعت کی اور آپ کے ہماری طرف مبعوث کیے جانے سے بھی قبل آپ پر ایمان لے آیا۔ اور میں آپ کی ملت پر ہوں اور آپ کے والد حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ملت پر ہوں۔

یہ خط لکھ کر اس نے آخر میں اپنی مہر لگادی اور لکھا

إِلَی مُحَمَّدِ بنِ عَبدِ اللہ خَاتَمِ النَّبِیِّنَ، وَرَسُولِ رَبِّ العٰلَمِین صلوات الله علیه. مِن تُبَّعِ الأَوَّلِ الحِمْیَرِی.

ترجمہ: تُبع الاول حِمیری کی طرف سے خاتم النبیین اور رب العالمین کے پیغمبر محمد بن عبداللہ ﷺ کی خدمت میں۔

بادشاہ یہ خط بطور امانت اُس رئیس العلماء کو دے کر روانہ ہو گیا۔ اب اس بات کو سات سو یا ایک ہزار برس گزر گئے۔ ان کی اولادیں بڑھتی رہیں اور قبیلے بنتے رہے اور مدینہ (یثرب) آباد ہوتا چلا گیا۔ دور دراز آبادیوں میں انہی چار سو علماء کی اولادیں آباد ہو گئیں۔ ان میں یہود بھی تھے اور کچھ نصاریٰ تھے۔ اس زمانے میں لوگ دین ابراہیم پر تھے جن کو قرآن نے اہل کتاب قرار دیا ہے۔ ان میں بیشتر کا تعلق بنی اسرائیل سے تھا۔ پھر جب آقا علیہ السلام کا زمانہ آگیا اور 53 برس کی عمر مبارک میں آقا علیہ السلام نے ہجرت کا فیصلہ فرمالیا۔ جب یہ خبر مدینہ پہنچی تو جو لوگ منیٰ میں بیعت کر آئے تھے، تو انہوں نے آقا علیہ السلام کو خط دینے کے لئے بندہ تلاش کیا۔ انہوں نے مشورہ کیا کہ حضور ﷺ کی آمد سے قبل آپ ﷺ کی خدمت میں خط پیش کر دیا جائے۔ عبدالرحمن بن عوف نے انہیں مشورہ دیا کہ اپنے میں سے ثقہ آدمی کو اپنا نمائندہ منتخب کر لو اور اس کو خط دے کر بھیج دو کہ وہ راستے میں آپ ﷺ کو خط پہنچا دے۔ انہوں نے انصار میں سے ابو لیلی نامی ایک معتمد اور معتبر شخص کو منتخب کیا اور تبع الاول کا خط دے کر روانہ کیا۔ مکہ معظمہ سے آقا علیہ السلام نکلے ہی تھے کہ وہ خط لے کر وہ پہنچ گئے اور آقا علیہ السلام کو دیا۔ (ایک روایت میں ہے کہ آقا علیہ السلام نے لے کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیا کہ علی! پڑھو کہ یہ کیا لکھا ہے۔)

اس روایت سے پتا چلتا ہے کہ آقا علیہ السلام کے مکہ معظمہ سے روانہ ہونے سے قبل خط پہنچ چکا تھا، اور بعض ائمہ نے جو اپنے طرق سے روایات لی ہیں ان میں لکھا ہے کہ آقا علیہ السلام نے صدیق اکبر کو خط دیا ہے۔ فرمایا: پڑھو، ابو بکر کیا لکھا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ سفر ہجرت پر روانہ ہو چکے تھے۔ تاہم اُسی دن کا ایک واقعہ ہے کہ ابو لیلی وہ خط لے کر روانہ ہوا تو آقا علیہ السلام راستے میں پڑاؤ

کئے ہوئے تھے۔ اس کی نظر آقا علیہ السلام پر پڑی، اسے معلوم نہیں تھا کہ حضور ﷺ کون ہیں۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ کون ہے۔ وہ تو اس خیال سے آرہا تھا کہ مکہ پہنچ کر دریافت کروں گا اور پھر آپ کو خط دوں گا۔ مگر جب آقا علیہ السلام کے چہرے پر نگاہ پڑی تو وہ تکتا ہی رہ گیا۔ اتنے میں آقا علیہ السلام فرماتے ہیں:

> أَنتَ أَبُو لَيلَى
>
> ترجمہ: اے شخص! تمہارا نام ابو لیلیٰ ہے

اُس نے عرض کیا: جی میرا نام ابو لیلی ہے۔ آقا علیہ السلام نے فرمایا:

> وَمَعَكَ كِتَابُ تُبَّعِ الأَوَّلِ
>
> ترجمہ: اور تُبّع الاوّل کا خط تمہارے پاس ہے۔

وہ شخص متفکر اور متحیر ہو گیا کہ آپ ﷺ کے چہرے سے تو جادوگر ہونے کے آثار نظر نہیں آتے۔ پھر آپ ﷺ کو کیسے پتا چل گیا کہ میں ابو لیلیٰ ہوں اور میرے پاس تبع کا خط ہے؟ کیوں کہ ان کے ذہن میں تو یہ نہیں تھا کہ سوائے جادوگر کے اور کوئی بھی غیبی بات جان سکتا ہے۔ آقا علیہ السلام نے فرمایا:

> أنا محمد رسول الله، هات الكتاب.
>
> ترجمہ: میں محمد رسول اللہ ہوں اور وہ خط (جو تُبّع نے میرے لئے لکھا تھا) مجھے دے دو۔

بہر حال روایات میں اختلاف ہے کہ وہ خط سفر ہجرت پر روانہ ہونے سے قبل ملا یا سفر ہجرت کے دوران میں۔ تاہم خط آقا علیہ السلام نے رکھ لیا اور پھر سفر ہجرت مکمل کر کے یثرب پہنچے۔ سب نے

استقبال کیا اور ہر شخص خواہش مند تھا کہ حضور ﷺ میرے گھر رکیں اور میرے گھر مہمان ہوں۔ آقا علیہ السلام نے ان کو فرمادیا کہ نہیں! نہ تم فیصلہ کرو گے نہ میں فیصلہ کروں گا، یہ اونٹنی مامور ہے۔[1]

اب کل انصار مدینہ جلوس کی شکل میں دف بجاتے اور آقا علیہ السلام کے استقبال کے نغمے گاتے اور حبشہ سے آئے ہوئے حبشی رقص کرتے، حضور ﷺ کا استقبال کر رہے ہیں اور چھوٹی بچیاں دف بجا کے طَلَعَ البَدرُ عَلَینَا کے نغمے گا رہی ہیں۔[2]

اک سماں تھا اور سارا شہر اہل مدینہ کے پیچھے پیچھے تھا، آقا علیہ السلام اونٹنی پر سوار تھے اور دنیا کی نگاہیں اونٹنی پر جمی ہوئی تھیں کہ کس کے گھر جا کر بیٹھتی ہے۔ آقا علیہ السلام کو لے کر چلتے چلتے جب حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا گھر آیا تو اُونٹنی اس کے آگے بیٹھ گئی۔ آقا علیہ السلام نے اُس کا شجرہ نسب پوچھا تو واضح ہوا کہ ابوایوب انصاری اس رئیس العلماء کی اولاد میں سے تھے جو تُبّعِ اوّل کے ساتھ ایمان لایا تھا اور جس نے دعوت دی تھی۔

امام ابو سعد النیشاپوری کہتے ہیں کہ تُبّعِ الاوّل نے جو چار سو گھر بنا کر دیے تھے ان کے بارے میں رئیس العلماء کو بتادیا تھا۔ لیکن ایک گھر اُس نے نبی آخر الزماں ﷺ کے لیے تعمیر کروایا تھا۔ تو حقیقت میں جس گھر کے سامنے اونٹنی رکی وہ گھر ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا بھی نہیں تھا، صرف ان کے کنٹرول اور تحویل میں تھا۔ اونٹنی وہیں بیٹھی جو ہزار سال پہلے تُبّع کے حکم سے دارِ مصطفی ﷺ کے طور پر تعمیر ہوا تھا۔[3]

---

[1] طبرانی، المعجم الاوسط، 4: 35

[2] بیہقی، دلائل النبوۃ، 2: 509

[3] ابن عساکر، تاریخ دمشق الکبیر، 11: 77

یہ علم تو حضور ﷺ کی اونٹنی کا ہے کہ ہر ایک نے کہا: میرے گھر ٹھہریں۔ گویا آقا علیہ السلام کی اونٹنی نے کہا: ارے تم کون ہو کہ مصطفیٰ ﷺ تمہارے گھر ٹھہریں، مصطفیٰ ﷺ کسی کے مہمان نہیں بلکہ مصطفیٰ ﷺ خود میزبانِ کائنات ہیں۔ یہ اپنے گھر ٹھہریں گے جو ہزار سال پہلے ان کے لیے تعمیر کیا گیا تھا۔

امام ابو سعد اپنی کتاب ''شرف المصطفیٰ ﷺ کے اندر یہ روایت بڑی جید سند کے ساتھ لائے ہیں جس کو محمد بن سہل بن ہلال البستی روایت کرتے ہیں، اُن کو ابو الحسن محمد بن نافع الخزاعی مکہ میں روایت کرتے ہیں، انہوں نے یہ روایت ابو محمد اسحاق بن احمد سے لی، اُنہوں نے صاحبِ تاریخ مکہ امام ابو الولید الازرقی سے روایت لی، انہوں نے آگے سعید بن سالم سے، انہوں نے عثمان بن ساج سے اور اُنہوں نے محمد بن اسحاق سے روایت لی۔

یہ تمام رُواۃ اَسماء الرجال کی کتب اور طبقات المحدثین کی کتب میں اس حدیث کی سند کو ثقہ مانتے ہیں۔ اِن کی روایت مقبول ہے۔ کثرت کے ساتھ ائمہ حدیث، ائمہ جرح و تعدیل نے ان کی تائید کی ہے۔ اس کو امام ابن اسحاق نے اپنی ''السیرۃ النبویۃ (ص: 103-107)'' میں روایت کیا جو سیرتِ طیبہ پر سب سے پہلی اور مستند ہے۔ امام ابن سعد نے اپنی ''الطبقات الکبری (1: 158، 159)'' میں روایت کیا۔ امام ابو الولید الازرقی نے ''اخبار مکۃ (1: 132-134)'' میں اسے روایت کیا۔ امام سعید بن منصور نے ''السنن (2: 400، رقم: 2978)'' میں روایت کیا۔ امام بیہقی نے ''دلائل النبوۃ (2: 509) میں روایت کیا۔ حدیث کے جلیل القدر امام طبرانی نے ''المعجم الاوسط (4: 35، رقم: 3544)'' میں روایت کیا۔ امام ماوردی نے ''اعلام النبوۃ (ص: 199)'' میں روایت کیا۔ امام طبری نے ''تاریخ الامم والملوک (2: 94-99)'' میں اپنے طرُق اور اپنی اسانید کے ساتھ اس کو روایت کیا ہے۔ ابن عساکر نے ''تاریخ دمشق الکبیر (11: 68-77)'' میں بہت سارے طُرق

کے ساتھ روایت کیا۔ امام سیوطی نے ''الدر المنثور (7: 417)'' میں روایت کیا۔ امام ابو نعیم جو حدیث کے بڑے ثقہ امام ہیں انہوں نے دلائل النبوۃ میں اس کو روایت کیا۔ امام واقدی نے اس کو روایت کیا۔ امام ابن قُتیبہ نے اس کو روایت کیا۔

اتنے آئمہ نے اپنے اپنے طُرق اور اسانید صحیحہ معتمدہ کے ساتھ اسے الگ الگ روایت کیا ہے۔

حضور نبی اکرم ﷺ کے ساتھ ملائکہ کی محبت

عَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ رضی الله عنه قَالَ: رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ يَوْمَ أُحُدٍ، وَمَعَهُ رَجُلَانِ يُقَاتِلَانِ عَنْهُ، عَلَيْهِمَا ثِيَابٌ بِيْضٌ، كَأَشَدِّ الْقِتَالِ، مَا رَأَيْتُهُمَا قَبْلُ وَلَا بَعْدُ يَعْنِي جِبْرِيْلَ وَمِيْكَائِيْلَ علیهما السلام[1]

ترجمہ: حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جنگ اُحد کے روز میں نے حضور نبی اکرم ﷺ کے پاس دو ایسے حضرات کو دیکھا جو آپ ﷺ کی جانب سے لڑ رہے تھے۔ انہوں نے سفید کپڑے پہنے ہوئے تھے اور بڑی بہادری سے برسرپیکار تھے۔ میں نے انہیں اس سے پہلے دیکھا تھا نہ بعد میں، یعنی وہ جبرائیل و میکائیل علیہما السلام تھے۔

عَنْ رِفَاعَةَ بْنِ أَبِي رَافِعٍ رضی الله عنه وَكَانَ مِنْ أَهْلِ بَدْرٍ قَالَ: جَاءَ جِبْرِيْلُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ وَقَالَ: مَا تَعُدُّوْنَ أَهْلَ بَدْرٍ فِيْكُمْ قَالَ: مِنْ أَفْضَلِ الْمُسْلِمِيْنَ۔ أَوْ كَلِمَةً نَحْوَهَا قَالَ: وَكَذَلِكَ مَنْ شَهِدَ بَدْرًا مِنَ الْمَلَائِكَةِ[1]

[1] أخرجه البخاري في الصحيح، كتاب: المغازي، باب: إِذْ هَمَّتْ طَائِفَتَانِ مِنْكُمْ أَنْ تَفْشَلَا وَاللهُ وَلِيُّهُمَا وَعَلَى اللهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ، وفي كتاب آل عمران، 3: 122: اللماس، باب: الثياب البيض، ومسلم في الصحيح، كتاب: الفضائل، باب: في قتال جبريل وميكائيل عن النبي ﷺ يوم أحد، وأحمد بن حنبل في المسند والشاشي في المسند والأصبهاني في دلائل النبوة

ترجمہ: حضرت رفاعہ بن ابی رافع رضی اللہ عنہ جو کہ اہلِ بدر صحابہ میں سے ہیں، فرماتے ہیں کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حضور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر دریافت کیا کہ (یا رسول اللہ!) آپ غزوۂ بدر میں شرکت کرنے والے (صحابہ) کو کیسا سمجھتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: میں انہیں مسلمانوں میں سب سے افضل شمار کرتا ہوں یا ایسا ہی کوئی دوسرا کلمہ استعمال فرمایا۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا: غزوۂ بدر میں شمولیت کرنے والے فرشتے بھی دوسرے فرشتوں میں اسی طرح ہیں۔

عَنْ عَائِشَةَ رضی الله عنها عَنْ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ عَنْ جِبْرِيْلَ علیه السلام قَالَ: قَلَّبْتُ مَشَارِقَ الْأَرْضِ وَمَغَارِبَهَا فَلَمْ أَجِدْ رَجُلًا أَفْضَلَ مِنْ مُحَمَّدٍ ﷺ، وَلَمْ أَرَ بَيْتًا أَفْضَلَ مِنْ بَيْتِ بَنِي هَاشِمٍ[2]

ترجمہ: اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا: میں نے تمام زمین کے اطراف و اکناف اور گوشہ گوشہ کو چھان مارا، مگر نہ تو میں نے محمد مصطفی ﷺ سے بہتر کسی کو پایا اور نہ ہی میں نے بنو ہاشم کے گھر سے بڑھ کر بہتر کوئی گھر دیکھا۔

عَنْ رَبِيْعَةَ رضی الله عنه عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: مَا مِنْ مُسْلِمٍ يُصَلِّي عَلَيَّ إِلَّا صَلَّتْ عَلَيْهِ الْمَلَائِكَةُ مَا صَلَّى عَلَيَّ فَلْيُقِلَّ الْعَبْدُ مِنْ ذٰلِكَ أَوْ لِيُكْثِرْ[3]

---

[1] أخرجه البخاري في الصحيح، كتاب: المغازي، باب: شهود الملائكة بدرا وابن ماجه في السنن، المقدمة، باب: فضل أهل بدر وأحمد بن حنبل في المسند وابن أبي شيبة في المصنف والخطيب التبريزي في مشكاة المصابيح وابن كثير في تفسير القرآن العظيم والكناني في مصباح الزجاجة

[2] أخرجه الطبراني في المعجم الأوسط، باب الميم، من اسمه: محمد، رقم: 6285

[3] أخرجه ابن ماجه في السنن، كتاب: اقامة الصلاة والسنة فيها، باب: الاعتدال في السجود، رقم: 907

ترجمہ: حضرت ربیعہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے حضور نبی اکرم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: جو بندہ بھی مجھ پر درود بھیجتا ہے تو فرشتے اس پر اسی طرح درود (بصورتِ دعا) بھیجتے ہیں جس طرح اس نے مجھ پر درود بھیجا۔ پس اب بندہ کو اختیار ہے کہ وہ مجھ پر اس سے کم درود بھیجے یا زیادہ۔

عَنْ أَبِي طَلْحَةَ رضی الله عنه أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ جاء ذَاتَ يَوْمٍ وَالْبِشْرُ يُرٰى فِي وَجْهِهِ، فَقَالَ: إِنَّهُ جَاءَنِي جِبْرِيْلُ عليه السلام فَقَالَ: أَمَا يُرْضِيْكَ يَا مُحَمَّدُ، أَنْ لَا يُصَلِّيَ عَلَيْكَ أَحَدٌ مِنْ أُمَّتِكَ إِلَّا صَلَّيْتُ عَلَيْهِ عَشْرًا، وَلَا يُسَلِّمُ عَلَيْكَ أَحَدٌ مِنْ أُمَّتِكَ إِلَّا سَلَّمْتُ عَلَيْهِ عَشْرًا[1]

قَالَ ابنُ الْمُبَارَكِ فِي الزُّهدِ: عَنْ كَعْبٍ قَالَ: مَا مِنْ فَجْرٍ يَطْلُعُ إِلَّا هَبَطَ سَبْعُوْنَ أَلْفَ مَلَكٍ يَضْرِبُوْنَ الْقَبْرَ بِأَجْنِحَتِهِمْ وَيَحُفُّوْنَ بِهِ فَيَسْتَغْفِرُوْنَ لَهُ، وَأَحْسِبُهُ قَالَ: وَيُصَلُّوْنَ عَلَيْهِ حَتّٰى يُمْسُوْا فَإِذَا أَمْسَوْا عَرَجُوْا وَهَبَطَ سَبْعُوْنَ أَلْفَ مَلَكٍ، يَضْرِبُوْنَ الْقَبْرَ بِأَجْنِحَتِهِمْ وَيَحُفُّوْنَ بِهِ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لَهُ، وَأَحْسِبُهُ قَالَ: وَيُصَلُّوْنَ عَلَيْهِ حَتّٰى يُصْبِحُوْا، وَكَذٰلِكَ حَتّٰى تَكُوْنَ السَّاعَةُ، فَإِذَا كَانَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ خَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ فِي سَبْعِيْنَ أَلْفَ مَلَكٍ[2]

أَخْرَجَهُ الْقُرْطُبِيُّ فِي التَّذْكِرَةِ عَنْ كَعْبٍ قَالَ: مَا مِنْ فَجْرٍ يَطْلُعُ إِلَّا نَزَلَ سَبْعُوْنَ أَلْفًا مِنَ الْمَلَائِكَةِ حَتّٰى يَحُفُّوْا بِالْقَبْرِ، يَضْرِبُوْنَ بِأَجْنِحَتِهِمْ وَيُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ حَتّٰى إِذَا أَمْسَوْا عَرَجُوْا، وَهَبَطَ سَبْعُوْنَ أَلْفَ مَلَكٍ يَحُفُّوْنَ بِالْقَبْرِ وَيَضْرِبُوْنَ بِأَجْنِحَتِهِمْ وَيُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ سَبْعُوْنَ أَلْفًا بِاللَّيْلِ وَسَبْعُوْنَ أَلْفًا بِالنَّهَارِ وَحَتّٰى إِذَا انْشَقَّتْ عَنْهُ الْأَرْضُ خَرَجَ فِي سَبْعِيْنَ أَلْفًا مِنَ الْمَلَائِكَةِ يُوَقِّرُوْنَهُ ﷺ[3]

---

[1] أخرجه النسائي في السنن الكبرى، الفضل في الصلاة على النبي ﷺ، رقم: 1219

[2] أخرجه ابن المبارك في الزهد والسيوطي في الخصائص الكبرى، باب فضل ذكر الله عزوجل، رقم: 1600

[3] أخرجه ابن نجار في الدرة الثمنية، الباب السادس عشر في ذكر فضل زيارة النبي ﷺ، ص: 157

قَالَ الْإِمَامُ السَّيُوطِيُّ فِي الْخَصَائِص: إِنَّ مَهْدَهُ كَانَ يَتَحَرَّكُ بِتَحْرِيكِ الْمَلَائِكَةِ[1]

ترجمہ: حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ ایک دن تشریف لائے اور آپ ﷺ کے چہرہ انور پر خوشی کے آثار نمایاں تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میرے پاس جبرائیل آئے اور کہا: اے محمد! کیا آپ اس بات پر خوش نہیں ہوں گے کہ آپ کی امت میں سے جو کوئی بھی آپ پر ایک مرتبہ درود بھیجتا ہے میں اس پر دس مرتبہ درود (بصورت دعا) بھیجتا ہوں اور جو آپ پر ایک مرتبہ سلام بھیجتا ہے میں اس پر دس مرتبہ سلام بھیجتا ہوں؟

"امام عبد اللہ ابن مبارک "کتاب الزہد" میں حضرت کعب سے روایت کرتے ہیں کہ ہر روز صبح سویرے ستر ہزار ملائکہ (آسمان سے زمین پر) اُترتے ہیں، وہ اپنے پَر (تبرکاً آپ ﷺ کی) قبرِ انور سے مس کرتے اور اُسے ڈھانپ لیتے ہیں، پھر آپ ﷺ (کی اُمت) کے لئے مغفرت طلب کرتے ہیں، اور میرا خیال ہے کہ راوی نے یہ کہا کہ وہ آپ ﷺ پر درود بھیجتے ہیں یہاں تک کہ اُنہیں (اسی حالت میں) شام ہو جاتی ہے اور جب شام ہوتی ہے تو وہ (آسمان کی طرف) لوٹ جاتے ہیں اور پھر (اسی طرح دوسرے) ستر ہزار ملائکہ اُتر آتے ہیں، جو اپنے پَر (تبرکاً آپ ﷺ کی) قبرِ انور سے مس کرتے اور اُسے ڈھانپ لیتے ہیں، اور آپ ﷺ کے لئے بلندیٔ درجات کی دُعا کرتے ہیں، اور میرا خیال ہے کہ راوی نے یہ کہا کہ وہ آپ ﷺ پر درود بھیجتے ہیں، یہاں تک کہ (اسی حالت میں) صبح کرتے ہیں اور اِسی طرح قیامت تک (ملائکہ کی جماعتوں کا یہ سلسلہ) جاری رہے گا، پھر جب قیامت کا دن آئے گا تو حضور ﷺ ستر ہزار ملائکہ کے جلو میں (قبرِ انور سے) باہر تشریف لائیں گے۔"

[1] السیوطی فی الخصائص الکبری، الجزء ۱، 1:91 و کذا فی المواھب والزرقانی، المقصد الأول، 1:93

''امام قرطبی ''تذکرۃ'' میں حضرت کعب سے روایت کرتے ہیں کہ ہر روز صبح سویرے ستر ہزار فرشتے (آسمان سے زمین پر) اُترتے ہیں، یہاں تک کہ قبرِ انور کو (اپنے پروں سے) ڈھانپ لیتے ہیں، وہ اپنے پَر (تبرکاً اُس سے) مَس کرتے اور حضور نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجتے ہیں، یہاں تک کہ جب شام ہوتی ہے تو وہ (آسمان کی طرف) لوٹ جاتے ہیں اور پھر (اسی طرح دوسرے) ستر ہزار فرشتے قبرِ انور کو (اپنے پروں سے) ڈھانپ لیتے ہیں اور اپنے پَر (تبرکاً) اُس سے مس کرتے ہیں، اور ستر ہزار فرشتے رات کو اور ستر ہزار فرشتے دن کو حضور نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجتے ہیں، اور یہاں تک کہ جب (روزِ محشر) آپ ﷺ (کی قبرِ انور) کی زمین شق ہو جائے گی تو آپ ﷺ (ایسے) ستر ہزار فرشتوں کے جُھرمٹ میں (وہاں سے) جلوہ افروز ہوں گے جو آپ ﷺ کی (عظمت و) توقیر کے ڈنکے بجا رہے ہوں گے۔

امام سیوطی نے ''الخصائص الکبری'' میں روایت کیا ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ کا جھولا ملائکہ کے ہلانے سے ہمیشہ ہلتا رہتا تھا۔

حضور نبی اکرم ﷺ کے ساتھ براق کی محبت

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی الله عنه أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قَالَ: أُتِيْتُ بِالْبُرَاقِ وَهُوَ دَابَّةٌ أَبْيَضُ طَوِيْلٌ فَوْقَ الْحِمَارِ وَدُوْنَ الْبَغْلِ يَضَعُ حَافِرَهُ عِنْدَ مُنْتَهَى طَرْفِهِ قَالَ: فَرَكِبْتُهُ حَتَّى أَتَيْتُ بَيْتَ الْمَقْدِسِ قَالَ: فَرَبَطْتُهُ بِالْحَلْقَةِ الَّتِي يَرْبِطُ بِهِ الْأَنْبِيَاء قَالَ: ثُمَّ دَخَلْتُ الْمَسْجِدَ فَصَلَّيْتُ فِيْهِ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ خَرَجْتُ فَجَائَنِي جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِإِنَاءٍ مِنْ خَمْرٍ وَإِنَاءٍ مِنْ لَبَنٍ فَاخْتَرْتُ اللَّبَنَ فَقَالَ جِبْرِيْلُ: اخْتَرْتَ الْفِطْرَةَ ثُمَّ عَرَجَ بِنَا إِلَى السَّمَاءِ فَاسْتَفْتَحَ جِبْرِيْلُ فَقِيْلَ

: مَنْ أَنْتَ؟ قَالَ : جِبْرِيلُ قِيلَ : وَمَنْ مَعَكَ قَالَ : مُحَمَّدٌ قِيلَ : وَقَدْ بُعِثَ إِلَيْهِ قَالَ : قَدْ بُعِثَ إِلَيْهِ فَفُتِحَ لَنَا[1]

ترجمہ : حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے پاس براق لایا گیا، وہ ایک لمبے قد اور سفید رنگ کا چوپایہ تھا۔ گدھے سے بڑا اور خچر سے کم تھا۔ اس کا قدم نظر کی انتہاء پر پڑتا تھا۔ میں اس پر سوار ہو کر بیت المقدس تک پہنچا اور جس جگہ انبیاء علیہم السلام اپنی سواریوں کو باندھتے تھے وہاں میں نے اس کو باندھ دیا۔ پھر میں مسجد میں داخل ہوا اور اس میں دو رکعات پڑھ کر باہر آیا۔ جبرئیل میرے پاس ایک برتن میں شراب اور دوسرے میں دودھ لے کر آئے، میں نے دودھ لے لیا، جبرئیل نے کہا کہ آپ نے فطرت کو اختیار کیا، پھر مجھے آسمان پر لے جایا گیا اور جبرائیل نے آسمان کا دروازہ کھٹکھٹایا، پوچھا تم کون ہو؟ کہا جبرئیل، پوچھا تمہارے ساتھ کون ہے؟ کہا محمد ﷺ۔ پوچھا کیا انہیں بلایا گیا ہے؟ کہا ہاں انہیں بلایا گیا ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: پھر ہمارے لیے آسمان کا دروازہ کھول دیا گیا۔

عَنْ أَنَسٍ رضی اللہ عنہ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أُتِيَ بِالْبُرَاقِ لَيْلَةَ أُسْرِيَ بِهِ مُلْجَمًا مُسْرَجًا، فَاسْتَصْعَبَ عَلَيْهِ، فَقَالَ لَهُ جِبْرِيلُ : أَبِمُحَمَّدٍ تَفْعَلُ هٰذَا؟ قَالَ : فَمَا رَكِبَكَ أَحَدٌ أَكْرَمُ عَلَى اللهِ مِنْهُ۔ قَالَ : فَارْفَضَّ عَرَقًا[2]

ترجمہ : حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں شب معراج براق لایا گیا جس پر زین کسی ہوئی تھی اور لگام ڈالی ہوئی تھی۔ (حضور نبی

[1] أخرجه مسلم فی الصحیح، کتاب : الإيمان، باب : الإسراء برسول الله ﷺ إلى السماوات وفرض الصلوات، رقم:162 وابن أبی شيبة فی المصنف، کتاب المغازی حدیث المعراج حين أسری بالنبی عليه السلام، رقم:36570

[2] أخرجه الترمذی فی السنن، کتاب : تفسير القرآن، باب : ومن سورة بنی إسرائيل، رقم:313

اکرم ﷺ کی سواری بننے کی خوشی میں) اس براق کے رقص کی وجہ سے آپ ﷺ کا اس پر سوار ہونا مشکل ہو گیا تو حضرت جبرائیل علیہ اسلام نے اسے کہا: کیا تو حضور نبی اکرم ﷺ کے ساتھ اس طرح کر رہا ہے؟ حالانکہ آج تک تجھ پر کوئی ایسا شخص سوار نہیں ہوا جو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں آپ ﷺ جیسا معزز و محترم ہو۔ یہ سن کر وہ براق شرم سے پسینہ پسینہ ہو گیا۔

نباتات کی حضور ﷺ سے محبت

آپ ﷺ کی ذات مبارکہ محبوب خدا ہونے کے ناطے کائنات کی ہر چیز کے لیے محبت کا مرکز تھی حتیٰ کہ جو چیزیں بے جان اور بے حس سمجھی جاتی ہیں وہ بھی آپ ﷺ کی پہچان رکھتی تھیں نہ صرف پہچان بلکہ اپنی محبتوں کا مرکز و محور آپکی ہی ذات تھی جیسا کہ حدیث مبارکہ ہے:

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رضی الله عنهما أَنَّ امْرَأَةً مِنَ الْأَنْصَارِ، قَالَتْ لِرَسُوْلِ اللهِ ﷺ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، أَلَا أَجْعَلُ لَكَ شَيْئًا تَقْعُدُ عَلَيْهِ، فَإِنَّ لِي غُلَامًا نَجَّارًا قَالَ: إِنْ شِئْتِ، قَالَ: فَعَمِلَتْ لَهُ الْمِنْبَرَ، فَلَمَّا كَانَ يَوْمُ الْجُمُعَةِ، قَعَدَ النَّبِيُّ ﷺ عَلَى الْمِنْبَرِ الَّذِي صُنِعَ فَصَاحَتِ النَّخْلَةُ الَّتِي كَانَ يَخْطُبُ عِنْدَهَا، حَتَّى كَادَتْ أَنْ تَنْشَقَّ، فَنَزَلَ النَّبِيُّ ﷺ حَتَّى أَخَذَهَا فَضَمَّهَا إِلَيْهِ، فَجَعَلَتْ تَئِنُّ أَنِيْنَ الصَّبِيِّ الَّذِي يُسَكَّتُ، حَتَّى اسْتَقَرَّتْ۔[1]

ترجمہ: حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک انصاریہ (صحابیہ) عورت نے حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں عرض کیا: یارسول اللہ! کیا میں آپ کے تشریف فرما ہونے کے لئے کوئی چیز نہ بنوا دوں؟ کیونکہ میرا غلام بڑھئی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر تم چاہو (تو بنوا دو)۔ اس عورت نے آپ ﷺ کے لئے ایک منبر بنوا دیا۔ جمعہ کا دن

[1] أخرجه البخاري في الصحيح، كتاب: البيوع، باب: النجار،، رقم: 2095 والطبراني في القسم الثاني من المعجم الاوسط، ثانيا:۔ دراسة الإسناد، رقم: 591

آیا تو حضور نبی اکرم ﷺ اسی منبر پر تشریف فرما ہوئے جو تیار کیا گیا تھا لیکن (حضور نبی اکرم ﷺ کے منبر پر تشریف رکھنے کی وجہ سے) کھجور کا وہ تنا جس سے ٹیک لگا کر آپ ﷺ خطبہ ارشاد فرماتے تھے (ہجر و فراق رسول ﷺ میں) چلاّ (کر رو) پڑا یہاں تک کہ پھٹنے کے قریب ہو گیا۔ یہ دیکھ کر حضور نبی اکرم ﷺ منبر سے اُتر آئے اور کھجور کے ستون کو گلے سے لگا لیا۔ ستون اس بچہ کی طرح رونے لگا، جسے تھپکی دے کر چپ کرایا جاتا ہے، یہاں تک کہ اسے سکون آگیا۔

حضور سرورِ کون و مکاں ﷺ کی شانِ محبوبیت کا کیا عالم ہے کہ جو چیز احساس اور جذبات نہیں رکھتی آپ ﷺ کی محبت کا جذبہ اس میں بھی کتنا زیادہ ہے اسی بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما کَانَ النَّبِيُّ ﷺ یَخْطُبُ إِلَی جِذْعٍ فَلَمَّا اتَّخَذَ الْمِنْبَرَ تَحَوَّلَ إِلَيْهِ فَحَنَّ الْجِذْعُ فَأَتَاهُ فَمَسَحَ يَدَهُ عَلَيْهِ [1]

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ ایک درختِ کے تنے کے ساتھ ٹیک لگا کر خطاب فرمایا کرتے تھے۔ جب منبر بنا اور آپ ﷺ اس پر جلوہ افروز ہوئے تو لکڑی کا وہ ستون (آپ ﷺ کے ہجر و فراق میں) گریہ وزاری کرنے لگا۔ آپ ﷺ اس کے پاس تشریف لائے اور اس پر اپنا دستِ شفقت پھیرا (تو وہ پر سکون ہو گیا)۔

[1] أخرجه البخاري في الصحيح، كتاب: المناقب، باب: علامات النبوة في الإسلام، رقم: 3583

اسی شان محبوبیت کی جھلک کو حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ خَطَبَ إِلَى لِزْقِ جِذْعٍ وَاتَّخَذُوْا لَهُ مِنْبَرًا۔ فَخَطَبَ عَلَيْهِ فَحَنَّ الْجِذْعُ حَنِيْنَ النَّاقَةِ فَنَزَلَ النَّبِيُّ ﷺ فَمَسَّهُ فَسَكَنَ۔ [1]

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ کھجور کے ایک تنے کے ساتھ کھڑے ہو کر خطبہ ارشاد فرمایا کرتے تھے پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ ﷺ کے لئے منبر بنوا دیا۔ آپ ﷺ جب اس پر تشریف فرما ہو کر خطبہ دینے لگے تو وہ تنا اس طرح رونے لگا جس طرح اُونٹنی اپنے بچے کی خاطر روتی ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ منبر سے نیچے تشریف لائے اور اس پر ہاتھ پھیرا تو وہ خاموش ہو گیا۔

چونکہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین حضور ﷺ سے اپنی ہر چیز سے بڑھ کر محبت کرتے تھے اس لیے محبوب کی اداؤں میں مست رہتے تھے اور ہر اداء مصطفٰی ﷺ کو اپنی اپنی محبت کی روشنی میں بیان کرتے تھے چنانچہ اسی کھجور کے تنے کے فراق مصطفٰی میں مضطرب ہونے کے واقعے کو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

عَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ يُصَلِّيْ إِلَى جِذْعٍ إِذْ كَانَ الْمَسْجِدُ عَرِيْشًا وَكَانَ يَخْطُبُ إِلَى ذَلِكَ الْجِذْعِ فَقَالَ رَجُلٌ مِنْ أَصْحَابِهِ: هَلْ لَكَ أَنْ نَجْعَلَ لَكَ شَيْئًا تَقُوْمُ عَلَيْهِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ حَتَّى يَرَاكَ النَّاسُ وَتُسْمِعَهُمْ خُطْبَتَكَ، قَالَ: نَعَمْ فَصَنَعَ لَهُ ثَلَاثَ دَرَجَاتٍ فَهِيَ الَّتِي أَعْلَى الْمِنْبَرِ فَلَمَّا وُضِعَ الْمِنْبَرُ وَضَعُوْهُ فِي مَوْضِعِهِ الَّذِي هُوَ فِيْهِ فَلَمَّا أَرَادَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ أَنْ يَقُوْمَ إِلَى الْمِنْبَرِ مَرَّ إِلَى الْجِذْعِ الَّذِي كَانَ يَخْطُبُ إِلَيْهِ فَلَمَّا جَاوَزَ الْجِذْعَ خَارَ حَتَّى تَصَدَّعَ وَانْشَقَّ فَنَزَلَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ لَمَّا سَمِعَ صَوْتَ الْجِذْعِ فَمَسَحَهُ بِيَدِهِ حَتَّى

[1] أخرجه الترمذي في السنن، كتاب: المناقب، باب: في آيات إثبات نبوة النبي ﷺ وما قد خصه الله عزوجل به، رقم: 3627

سَكَنَ ثُمَّ رَجَعَ إِلَى الْمِنْبَرِ فَكَانَ إِذَا صَلَّى صَلَّى إِلَيْهِ فَلَمَّا هُدِمَ الْمَسْجِدُ وَغُيِّرَ أَخَذَ ذَلِكَ الْجِذْعَ أُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ رضی الله عنه وَكَانَ عِنْدَهُ فِي بَيْتِهِ[1]

ترجمہ: حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ کھجور کے ایک تنے سے ٹیک لگا کر خطبہ دیا کرتے تھے اور اس وقت مسجد نبوی چھپر کی تھی۔ ایک شخص نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیوں نہ ہم آپ کے لئے ایسی چیز تیار کر دیں جس پر آپ جمعہ کے دن قیام فرما ہوں تاکہ لوگ آپ ﷺ کی زیارت بھی کر سکیں اور خطبہ بھی سن سکیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ٹھیک ہے۔ منبر تیار کیا گیا جس کی تین سیڑھیاں تھیں۔ صحابہ کرام نے اس منبر کو اس مقام پر رکھ دیا جہاں منبر کی جگہ تھی۔ جب حضور نبی اکرم ﷺ نے منبر پر کھڑے ہونے کا ارادہ فرمایا اور اس ستون کے قریب سے گزرے جس پر ٹیک لگا کر آپ ﷺ خطبہ دیا کرتے تھے تو اس ستون میں سے (ہجر و فراقِ رسول ﷺ میں) رونے کی آواز آئی اور وہ ستون درمیان سے شق ہو گیا۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے اس کے رونے کی یہ حالت دیکھی تو آپ ﷺ نے اس پر اپنا دستِ شفقت پھیرا جس سے اس ستون کی حالت گریہ ختم ہو گئی پھر آپ ﷺ منبر پر تشریف لے گئے۔ جب آپ ﷺ نماز پڑھتے تو اس کے پاس نماز پڑھتے جب مسجد منہدم کی گئی تو اس ستون کو حضرت ابی کعب رضی اللہ عنہ نے لے لیا اور انہی کے گھر میں رہا۔

[1] أخرجه ابن ماجه فى السنن، كتاب: إقامة الصلاة والسنة فيها، باب: ما جاء فى بدء شأن المنبر، رقم: 1414

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر آپ ﷺ تنے کو تسلی نہ دیتے تو وہ ہمیشہ آپ کے فراق میں روتا رہتا جیسا کہ حدیث پاک ہے:

عَنْ أَنَسٍ رضی اللہ عنہ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَخْطُبُ إِلَى جِذْعٍ۔ فَلَمَّا اتَّخَذَ الْمِنْبَرَ ذَهَبَ إِلَى الْمِنْبَرِ۔ فَحَنَّ الْجِذْعُ، فَأَتَاهُ، فَاحْتَضَنَهُ، فَسَكَنَ فَقَالَ: لَوْلَمْ أَحْتَضِنْهُ لَحَنَّ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ[1]

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ ایک ستون سے ٹیک لگا کر خطبہ دیتے تھے۔ پھر جب آپ ﷺ کے لئے منبر تیار ہو گیا تو آپ ﷺ منبر کی طرف تشریف لے گئے تو وہ ستون رونے لگا۔ آپ ﷺ اس کے پاس تشریف لائے اور اسے سینہ سے لگایا تو وہ پر سکون ہو گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر میں اسے سینہ سے نہ لگاتا تو یہ قیامت تک روتا رہتا۔

محبوب خدا سے محبت کا یہ صلہ ملا کہ وہ جنت جو اشرف المخلوقات کے اعمال صالحہ کے اجر کے طور پر عطاء کی جائے گی اس تنے کو آپ ﷺ کی محبت کی وجہ سے نصیب ہو گئی اس بات کی واضح دلیل حضرت ابن بریدہ سے مروی حدیث مبارکہ ہے

عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ رضی اللہ عنہما عَنْ أَبِيهِ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا خَطَبَ قَامَ فَأَطَالَ الْقِيَامَ فَكَانَ يَشُقُّ عَلَيْهِ قِيَامُهُ فَأُتِيَ بِجِذْعِ نَخْلَةٍ فَحُفِرَ لَهُ وَأُقِيمَ إِلَى جَنْبِهِ قَائِمًا لِلنَّبِيِّ ﷺ فَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا خَطَبَ فَطَالَ الْقِيَامُ عَلَيْهِ وَغَلَبَهُ اسْتَنَدَ إِلَيْهِ فَاتَّكَأَ عَلَيْهِ فَبَصُرَ بِهِ رَجُلٌ كَانَ وَرَدَ الْمَدِينَةَ فَرَآهُ قَائِمًا إِلَى جَنْبِ ذَلِكَ الْجِذْعِ فَقَالَ لِمَنْ يَلِيهِ مِنَ النَّاسِ: لَوْ أَعْلَمُ أَنَّ مُحَمَّدًا يَحْمَدُنِي فِي شَيْءٍ يَرْفُقُ بِهِ لَصَنَعْتُ لَهُ مَجْلِسًا يَقُومُ عَلَيْهِ فَإِنْ شَاءَ جَلَسَ مَا شَاءَ وَإِنْ شَاءَ قَامَ۔ فَبَلَغَ ذَلِكَ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ: ائْتُونِي بِهِ۔ فَأَتَوْهُ بِهِ فَأَمَرَ أَنْ يَصْنَعَ لَهُ هَذِهِ

[1] أخرجه ابن ماجه في السنن، كتاب: إقامة الصلاة والسنة فيها، باب: ما جاء في بدء شأن المنبر، رقم: 1415 واحمد بن حنبل، مسند عبد الله بن العباس بن عبد المطلب، عن النبي ﷺ، رقم: 2400

الْمَرَاقِيْ الثَّلَاثَ أَوِ الْأَرْبَعَ، هِيَ الْآنَ فِي مِنْبَرِ الْمَدِيْنَةِ، فَوَجَدَ النَّبِيُّ ﷺ فِي ذَلِكَ رَاحَةً فَلَمَّا فَارَقَ النَّبِيُّ ﷺ الْجِذْعَ وَعَمَدَ إِلَى هَذِهِ الَّتِي صُنِعَتْ لَهُ جَزِعَ الْجِذْعُ فَحَنَّ كَمَا تَحِنُّ النَّاقَةُ حِيْنَ فَارَقَهُ النَّبِيُّ ﷺ فَزَعَمَ ابْنُ بُرَيْدَةَ رضی الله عنه عَنْ أَبِيْهِ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ حِيْنَ سَمِعَ حَنِيْنَ الْجِذْعِ رَجَعَ إِلَيْهِ فَوَضَعَ يَدَهُ عَلَيْهِ وَقَالَ: اِخْتَرْ أَنْ أَغْرِسَكَ فِي الْمَكَانِ الَّذِي كُنْتَ فِيْهِ فَتَكُوْنَ كَمَا كُنْتَ وَإِنْ شِئْتَ أَنْ أَغْرِسَكَ فِي الْجَنَّةِ فَتَشْرَبَ مِنْ أَنْهَارِهَا وَعُيُوْنِهَا فَيَحْسُنَ نَبْتُكَ وَتُثْمِرَ فَيَأْكُلَ أَوْلِيَاءُ اللهِ مِنْ ثَمَرَتِكَ وَنَخْلِكَ فَعَلْتُ۔ فَزَعَمَ أَنَّهُ سَمِعَ مِنَ النَّبِيِّ ﷺ وَهُوَ يَقُوْلُ لَهُ: نَعَمْ، قَدْ فَعَلْتُ مَرَّتَيْنِ۔ فَسُئِلَ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ: اِخْتَارَ أَنْ أَغْرِسَهُ فِي الْجَنَّةِ[1]

ترجمہ: حضرت ابن بریدہ رضی اللہ عنہما اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ جب خطاب فرماتے تو کھڑے ہو کر فرماتے اور دوران خطاب کبھی قیام طویل ہو جاتا تو یہ طوالت آپ ﷺ کی طبیعت مقدسہ پر گراں گزرتی، تب ایک کھجور کا خشک تنا ایک گڑھا کھود کر گاڑھ دیا گیا، پس حضور نبی اکرم ﷺ جب خطاب فرماتے اور آپ ﷺ کا قیام طویل اور تھکا دینے والا ہو جاتا تو آپ ﷺ اس کھجور کے خشک تنے کا سہارا لے لیتے اور اس کے ساتھ ٹیک لگا لیتے، پس ایک شخص نے جو کہ یہیں سے مدینہ منورہ آیا ہوا تھا آپ ﷺ کو اس حالت میں دیکھا کہ آپ ﷺ اس کھجور کے تنے کے پہلو میں کھڑے ہیں، تو اس شخص نے اپنے آس پاس بیٹھے ہوئے لوگوں سے کہا: اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ محمد مصطفی ﷺ میری اس چیز کو پسند فرمائیں گے جو ان کے لئے آرام دہ ہو گی تو میں ان کے لئے ایک ایسی مسند تیار کر دوں، جس پر آپ ﷺ قیام فرما ہو سکیں اور اگر جتنی دیر چاہیں اس پر تشریف فرما بھی ہو جائیں۔ یہ بات حضور نبی اکرم ﷺ تک پہنچی تو آپ ﷺ نے فرمایا: اس شخص کو میرے پاس لے کر آؤ۔ تو صحابہ کرام اس شخص کو حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں لے

[1] أخرجه الدارمي في السنن، باب ما أكرم النبي ﷺ من حنين المنبر، رقم: 32

آئے۔ پس اس شخص کو حکم دے دیا گیا کہ وہ تین یا چار پائیدان والا منبر تیار کر دے، جسے آج ''منبر المدینہ'' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے اس میں راحت محسوس کی۔ پس جب حضور نبی اکرم ﷺ نے اس خشک کھجور کے تنے سے جدائی اختیار کی اور اس منبر پر جلوہ افروز ہوئے جو ان کے لئے بنایا گیا تھا، تو وہ خشک لکڑی کا تنا غمناک ہو گیا، اور ایسے دھاڑیں مارنے لگا جیسے اونٹنی اپنے (گمشدہ) بچے کے لئے دھاڑیں مارتی ہے۔ حضرت ابن بریدہ رضی اللہ عنہما اپنے والد سے یہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضور نبی اکرم ﷺ نے اس خشک تنے کی آہ و بکاء سنی تو اس کے پاس تشریف لائے اور اپنا دستِ اقدس اس پر رکھا اور فرمایا: تم چاہے یہ چیز اختیار کر لو کہ میں تمہیں اسی جگہ میں دوبارہ لگا دوں جہاں تم پہلے تھے، اور تم دوبارہ ایسے ہی سر سبز ہو جاؤ جیسا کہ کبھی تھے، اور اگر چاہو تو (اپنی اس خدمت کے صلہ میں جو تم نے میری کچھ عرصہ کی ہے) تمہیں جنت میں لگا دوں، وہاں تم جنت کے نہروں اور چشموں سے سیراب ہوتے رہو، پھر تمہاری پیداوار بہترین ہو جائے اور تم پھل دینے لگو، اور پھر اولیاء اللہ، تیرا پھل کھائیں، اگر تم چاہو تو میں تمہیں ایسا کر دیتا ہوں۔ راوی کا بیان ہے کہ اس نے حضور نبی اکرم ﷺ سے سنا کہ آپ ﷺ نے اسے دو مرتبہ فرمایا: ہاں میں نے ایسا کر دیا۔ پس حضور نبی اکرم ﷺ سے اس بارے میں پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: اس کھجور کے تنے نے یہ اختیار کیا کہ میں اسے جنت میں لگاؤں۔

محبت رسول کا یہ صلہ ملا کہ نہ صرف آخرت میں جنت کا حقدار ٹھہرا بلکہ دنیا میں بھی انسان جیسی عزت ملی کہ اس کو بھی قبر میں دفنایا گیا جیسا کہ حدیث مبارکہ ہے:

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی الله عنه أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَقُوْمُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَيُسْنِدُ ظَهْرَهُ إِلَى جِذْعٍ مَنْصُوْبٍ فِي الْمَسْجِدِ فَيَخْطُبُ النَّاسَ فَجَاءَهُ رُوْمِيٌّ فَقَالَ: أَلَا أَصْنَعُ لَكَ شَيْئًا تَقْعُدُ عَلَيْهِ وَكَأَنَّكَ قَائِمٌ فَصَنَعَ لَهُ مِنْبَرًا لَهُ دَرَجَتَانِ وَيَقْعُدُ عَلَى الثَّالِثَةِ فَلَمَّا قَعَدَ نَبِيُّ اللهِ ﷺ

عَلٰى ذٰلِكَ الْمِنْبَرِ خَارَ الْجِذْعُ كَخُوَارِ الثَّوْرِ حَتّٰى ارْتَجَّ الْمَسْجِدُ حُزْنًا عَلٰى رَسُوْلِ اللهِ ﷺ فَنَزَلَ إِلَيْهِ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ مِنَ الْمِنْبَرِ فَالْتَزَمَهُ وَهُوَ يَخُوْرُ فَلَمَّا الْتَزَمَهُ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ سَكَتَ ثُمَّ قَالَ: أَمَا وَالَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ، لَوْلَمْ أَلْتَزِمْهُ لَمَا زَالَ هٰكَذَا إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ حُزْنًا عَلٰى رَسُوْلِ اللهِ ﷺ فَأَمَرَبِهٖ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ فَدُفِنَ[1]

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ کا یہ معمول مبارک تھا کہ آپ ﷺ جمعہ کے دن مسجد میں نصب شدہ ایک کھجور کے تنے سے ٹیک لگا کر کھڑے ہو جاتے اور لوگوں سے خطاب فرماتے۔ ایک رومی صحابی آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: (یارسول اللہ!) کیا میں آپ کے لئے ایسی چیز تیار نہ کر لاؤں کہ آپ اس پر بیٹھ جائیں اور یوں محسوس ہو کہ آپ قیام فرما ہیں؟ پس اس نے آپ ﷺ کے لئے منبر تیار کیا۔ اس منبر کے دو درجے تھے۔ اور آپ ﷺ تیسرے درجہ پر جلوہ افروز ہوئے۔ جب حضور نبی اکرم ﷺ (پہلی مرتبہ) اس منبر پر جلوہ افروز ہوئے تو وہ کھجور کا تنا حضور نبی اکرم ﷺ کی جدائی کی وجہ سے بیل جیسی آواز نکالنے لگا یہاں تک کہ پوری مسجد اس کی آواز سے غمگین ہو گئی۔ حضور نبی اکرم ﷺ اس کی خاطر منبر سے نیچے تشریف لائے۔ اس کے پاس گئے اور اسے اپنے ساتھ لپٹا لیا جبکہ وہ بلبلا رہا تھا۔ جب حضور نبی اکرم ﷺ نے اسے اپنے ساتھ لگایا تو وہ پر سکون ہو گیا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں محمد (ﷺ) کی جان ہے اگر میں اسے اپنے ساتھ نہ ملاتا تو یہ اللہ کے رسول کے غم کی وجہ سے قیامت تک اسی طرح روتا رہتا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے اس کے بارے میں حکم فرمایا تو اسے دفن کر دیا گیا۔

---

[1] أخرجه الدارمي في السنن، باب ما أكرم النبي ﷺ من حنين المنبر، رقم: 42 وابن خزيمة في الصحيح، كتاب الجمعة المختصر من المختصر من المسند على الشرط الذي ذكرنا في أول الكتاب، بَابُ ذِكْرِ الْعِلَّةِ الَّتِي لَهَا حَنَّ الْجِذْعُ عِنْدَ قِيَامِ النَّبِيِّ ﷺ عَلَى الْمِنْبَرِ، رقم: 1777

دیگر صحابہ کرام سے بھی یہ حدیث مبارکہ مروی ہے

عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رضی الله عنه قَالَ: حَنَّتِ الْخَشَبَةُ الَّتِي كَانَ يَقُوْمُ عِنْدَهَا، فَقَامَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ إِلَيْهَا: فَوَضَعَ يَدَهُ عَلَيْهَا فَسَكَنَتْ [1]

ترجمہ: حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ (کھجور کے تنے کی خشک) لکڑی جس کے پاس کھڑے ہو کر حضور نبی اکرم ﷺ خطاب فرمایا کرتے تھے، آپ ﷺ کی محبت میں چیخ چیخ کر رونے لگی تو حضور نبی اکرم ﷺ اس کے پاس تشریف لے گئے اور اپنا دستِ اقدس اس پر رکھا تو وہ خاموش ہو گئی۔

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رضی الله عنهما قَالَ: حَنَّتِ الْخَشَبَةُ حَنِيْنَ النَّاقَةِ الْخَلُوْجِ [2]

ترجمہ: حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ کھجور کا خشک تنا حضور نبی اکرم ﷺ کے فراق میں اس طرح تڑپا جس طرح وہ اونٹنی تڑپتی اور بے چین ہوتی ہے جس کا (چھوٹا سا) بچہ اس سے جدا کر دیا جائے۔

عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ رضی الله عنه قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ يَخْطُبُ إِلَى لِزْقِ جِذْعٍ فَأَتَاهُ رَجُلٌ رُوْمِيٌّ فَقَالَ: أَصْنَعُ لَكَ مِنْبَرًا تَخْطُبُ عَلَيْهِ، فَصَنَعَ لَهُ مِنْبَرًا هٰذَا الَّذِي تَرَوْنَ۔ قَالَ: فَلَمَّا قَامَ النَّبِيُّ ﷺ يَخْطُبُ حَنَّ الْجِذْعُ حَنِيْنَ النَّاقَةِ إِلَى وَلَدِهَا فَنَزَلَ إِلَيْهِ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ فَضَمَّهُ إِلَيْهِ فَسَكَنَ فَأُمِرَ بِهِ أَنْ يُحْفَرَ لَهُ وَيُدْفَنَ [3]

[1] أخرجه الدارمي في السنن، كتاب علامات النبوة، وفضائل سيد الأولين والآخرين، باب ما أكرم النبي ﷺ بحنين المنبر، رقم: 39

[2] أخرجه الدارمي في السنن، باب ما أكرم النبي ﷺ من حنين المنبر، رقم: 35

[3] أخرجه الدارمي في السنن، باب ما أكرم النبي ﷺ من حنين المنبر، رقم: 37 وابن أبي شيبة في المصنف، باب ما أعطى الله تعالى محمدا ﷺ، رقم: 31749 والعسقلاني في المطالب العالية، باب اتخاذ المنبر، رقم: 708

ترجمہ: حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے بیان کیا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھجور کے ایک خشک تنے کے پاس قیام فرما ہو کر خطاب فرمایا کرتے تھے، تو ایک رومی شخص آیا اور عرض کیا: (یا رسول اللہ!) میں آپ کے لئے منبر تیار کر دیتا ہوں جس پر تشریف فرما ہو کر آپ خطاب کر سکیں گے۔ پھر (اجازت ملنے پر) اس نے یہ منبر تیار کر دیا جسے تم دیکھ رہے ہو۔ راوی بیان کرتے ہیں: جب حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس منبر پر خطاب فرمانے کے لئے کھڑے ہوئے تو کھجور کا وہ خشک تنا یوں تڑپنے لگا جیسے اونٹنی اپنے (گمشدہ) بچے کے لئے تڑپتی ہے۔ تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس منبر سے اتر کر اس کھجور کے خشک تنے کی طرف تشریف لائے، اور اسے اپنے سینے سے لگایا تو وہ پر سکون ہو گیا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے بارے میں حکم دیا کہ (اسی منبر کے نیچے) گڑھا کھود کر اسے اس میں دفن کر دیا جائے۔

عَنِ الصَّعْقِ قَالَ: سَمِعْتُ الْحَسَنَ رضی الله عنه يَقُوْلُ: لَمَّا أَنْ قَدِمَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الْمَدِيْنَةَ جَعَلَ يُسْنِدُ ظَهْرَهُ إِلَى خَشَبَةٍ وَيُحَدِّثُ النَّاسَ فَكَثُرُوْا حَوْلَهُ فَأَرَادَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم أَنْ يُسْمِعَهُمْ فَقَالَ: ابْنُوْا لِي شَيْئًا أَرْتَفِعُ عَلَيْهِ قَالُوْا: كَيْفَ يَا نَبِيَّ اللهِ؟ قَالَ: عَرِيْشٌ كَعَرِيْشِ مُوْسَى عليه السلام فَلَمَّا أَنْ بَنَوْا لَهُ قَالَ الْحَسَنُ: حَنَّتْ، وَاللهِ، الْخَشَبَةُ قَالَ الْحَسَنُ: سُبْحَانَ اللهِ هَلْ تَشْتَقُّ قُلُوْبُ قَوْمٍ سَمِعُوْا قَالَ أَبُوْ مُحَمَّدٍ: يَعْنِي هٰذَا[1]

ترجمہ: حضرت صعق بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو بیان کرتے ہوئے سنا کہ جب حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تو دورانِ خطاب اپنی پشت مبارک کھجور کے خشک تنے سے لگا لیا کرتے تھے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامعین زیادہ ہو گئے، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سب کو اپنی آواز سنانے کا ارادہ فرمایا، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے لئے کوئی ایسی چیز بناؤ جس پر بیٹھ کر میں لوگوں سے خطاب کر سکوں۔ صحابہ نے عرض کیا: یا رسول

[1] أخرجه الدارمي في السنن، باب ما أكرم النبي صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من حنين المنبر، رقم: 38

اللہ! وہ کیا ہو؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ایسا چبوترہ (نما تختہ) جیسا کہ حضرت موسی علیہ السلام کا تھا۔ پس جب انہوں نے وہ منبر بنایا تو حضرت حسن رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالی کی قسم! وہ خشک لکڑی (فراقِ رسول ﷺ میں) زار و قطار رو پڑی۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سبحان اللہ! کیا ان لوگوں کے دل بد بخت ہو سکتے ہیں جنہوں نے یہ ایمان افروز واقعہ (خود دیکھا ہو اور اس خشک لکڑی کا رونا اپنے کانوں سے) سن رکھا ہو۔

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ يَخْطُبُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ إِلَى جَنْبِ خَشَبَةٍ يُسْنِدُ ظَهْرَهُ إِلَيْهَا فَلَمَّا كَثُرَ النَّاسُ قَالَ: ابْنُوْا لِي مِنْبَرًا فَبَنَوْا لَهُ مِنْبَرًا لَهُ عَتَبَتَانِ فَلَمَّا قَامَ عَلَى الْمِنْبَرِ لِيَخْطُبَ، حَنَّتِ الْخَشَبَةُ إِلَى رَسُوْلِ اللهِ ﷺ فَقَالَ أَنَسٌ: وَأَنَا فِي الْمَسْجِدِ فَسَمِعْتُ الْخَشَبَةَ حَنَّتْ حَنِيْنَ الْوَلَدِ۔ فَمَا زَالَتْ تَحِنُّ حَتَّى نَزَلَ إِلَيْهَا رَسُوْلُ اللهِ ﷺ فَاحْتَضَنَهَا فَسَكَنَتْ قَالَ: وَكَانَ الْحَسَنُ إِذَا حَدَّثَ بِهَذَا الْحَدِيْثِ بَكَى ثُمَّ قَالَ: يَا عِبَادَ اللهِ، الْخَشَبَةُ تَحِنُّ إِلَى رَسُوْلِ اللهِ ﷺ شَوْقًا إِلَيْهِ لِمَكَانِهِ مِنَ اللهِ فَأَنْتُمْ أَحَقُّ أَنْ تَشْتَاقُوْا إِلَى لِقَائِهِ[1]

ترجمہ: حضرت مبارک بن فضالہ کا بیان ہے: ہم سے حضرت حسن بصری رَحِمَہُ اللہ نے بیان کیا کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضور نبی اکرم ﷺ جمعہ کے دن ایک لکڑی کے ساتھ اپنی کمر کی ٹیک لگا کر خطاب فرمایا کرتے تھے۔ پھر جب لوگ کثرت سے آنے لگے تو آپ ﷺ نے فرمایا: میرے لئے منبر تیار کرو۔ پس لوگوں نے آپ ﷺ کے لئے منبر تیار کیا جس کے دو درجے تھے۔ جب آپ ﷺ خطاب فرمانے کے لیے منبر پر تشریف فرما ہوئے تو وہ لکڑی حضور نبی اکرم ﷺ کے فراق میں رونے لگی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں اس وقت مسجد میں موجود تھا۔ میں نے اس لکڑی کو بچے کی

[1] أخرجه ابن حبان في الصحيح، النوع الثالث والثلاثون، ذكر البيان بأن الجذع الذي ذكرناه إنما سكن عن حنينه باحتضان المصطفى ﷺ إياه، رقم: 6978

طرح روتے ہوئے سنا۔ وہ لکڑی مسلسل روتی رہی یہاں تک کہ حضور نبی اکرم ﷺ اس کے لیے منبر سے نیچے تشریف لائے اور اسے سینے سے لگایا تو وہ پر سکون ہو گئی۔
”راوی بیان کرتے ہیں: حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ جب یہ حدیث بیان کرتے تو رو پڑتے اور فرماتے: اے اللہ کے بندو! لکڑی حضور نبی اکرم ﷺ سے ملنے کے شوق میں اور اللہ کے حضور آپ ﷺ کے مقام و مرتبہ کی وجہ سے روتی ہے۔ پس تم اس بات کے زیادہ حقدار ہو کہ تم ان سے ملاقات کا اشتیاق رکھو۔

پہاڑوں اور درختوں کی حضور ﷺ سے محبت

نہ صرف ایک خاص تنا بلکہ اسی طرح کے محبت کے رنگ اور کئی انداز سے بکھرے نظر آتے ہیں جیسا کہ حدیث مبارکہ میں ہے:

عَنْ جَابِرٍ رضی الله عنه فی روایة طویلة قَالَ: سِرْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ حَتّٰی نَزَلَ وَادِیًا أَفْیَحَ فَذَهَبَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ یَقْضِی حَاجَتَهُ۔ فَاتَّبَعْتُهُ بِإِدَاوَةٍ مِنْ مَاءٍ فَنَظَرَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ فَلَمْ یَرَ شَیْئًا یَسْتَتِرُ بِهِ فَإِذَا شَجَرَتَانِ بِشَاطِیِٔ الْوَادِی فَانْطَلَقَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ إِلٰی إِحْدَاهُمَا فَأَخَذَ بِغُصْنٍ مِنْ أَغْصَانِهَا فَقَالَ: انْقَادِی عَلَیَّ بِإِذْنِ اللهِ۔ فَانْقَادَتْ مَعَهُ كَالْبَعِیْرِ الْمَخْشُوْشِ، الَّذِی یُصَانِعُ قَائِدَهُ حَتّٰی أَتَی الشَّجَرَةَ الْأُخْرٰی فَأَخَذَ بِغُصْنٍ مِنْ أَغْصَانِهَا فَقَالَ: انْقَادِی عَلَیَّ بِإِذْنِ اللهِ فَانْقَادَتْ مَعَهُ كَذٰلِكَ، حَتّٰی إِذَا كَانَ بِالْمَنْصَفِ مِمَّا بَیْنَهُمَا، قَالَ: الْتَئِمَا عَلَیَّ بِإِذْنِ اللهِ فَالْتَأَمَتَا۔ فَجَلَسْتُ أُحَدِّثُ نَفْسِی۔ فَحَانَتْ مِنِّی لَفْتَةٌ، فَإِذَا أَنَا بِرَسُوْلِ اللهِ ﷺ مُقْبِلًا۔ وَإِذَا الشَّجَرَتَانِ قَدِ افْتَرَقَتَا۔ فَقَامَتْ كُلُّ وَاحِدَةٍ مِنْهُمَا عَلٰی سَاقٍ۔ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: یَا جَابِرُ، هَلْ رَأَیْتَ مَقَامِی؟ قُلْتُ: نَعَمْ، یَا رَسُوْلَ اللهِ، قَالَ: فَانْطَلِقْ إِلَی الشَّجَرَتَیْنِ فَاقْطَعْ مِنْ كُلِّ وَاحِدَةٍ مِنْهُمَا غُصْنًا۔ فَأَقْبِلْ بِهِمَا۔ حَتّٰی إِذَا قُمْتَ مَقَامِی فَأَرْسِلْ غُصْنًا عَنْ یَمِیْنِكَ وَعَنْ یَسَارِكَ۔ قَالَ جَابِرٌ: فَقُمْتُ فَأَخَذْتُ حَجَرًا

فَكَسَرْتُهُ وَحَسَرْتُهُ۔ فَانْذَلَقَ لِي۔ فَأَتَيْتُ الشَّجَرَتَيْنِ فَقَطَعْتُ مِنْ كُلِّ وَاحِدَةٍ مِنْهُمَا غُصْنًا۔ ثُمَّ أَقْبَلْتُ أَجُرُّهُمَا حَتَّى قُمْتُ مَقَامَ رَسُولِ اللهِ ﷺ، أَرْسَلْتُ غُصْنًا عَنْ يَمِينِي وَغُصْنًا عَنْ يَسَارِي، ثُمَّ لَحِقْتُهُ فَقُلْتُ: قَدْ فَعَلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ، فَعَمَّ ذَاكَ قَالَ: إِنِّي مَرَرْتُ بِقَبْرَيْنِ يُعَذَّبَانِ۔ فَأَحْبَبْتُ: بِشَفَاعَتِي، أَنْ يُرَفَّهَ عَنْهُمَا مَا دَامَ الْغُصْنَانِ[1]

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ہم حضور نبی اکرم ﷺ کے ساتھ (ایک غزوہ) کے سفر پر روانہ ہوئے یہاں تک کہ ہم ایک کشادہ وادی میں پہنچے۔ حضور نبی اکرم ﷺ رفع حاجت کے لئے تشریف لے گئے۔ میں پانی وغیرہ لے کر آپ ﷺ کے پیچھے گیا۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے (ارد گرد) دیکھا لیکن آپ ﷺ کو پردہ کے لئے کوئی چیز نظر نہ آئی، وادی کے کنارے دو درخت تھے، حضور نبی اکرم ﷺ ان میں سے ایک درخت کے پاس گئے۔ آپ ﷺ نے اس کی شاخوں میں سے ایک شاخ پکڑی اور فرمایا: اللہ تعالیٰ کے حکم سے میری اطاعت کر۔ وہ درخت اس اونٹ کی طرح آپ ﷺ کا فرمانبردار ہو گیا جس کی ناک میں نکیل ہو اور وہ اپنے ہانکنے والے کے تابع ہوتا ہے پھر آپ ﷺ دوسرے درخت کے پاس گئے اور اس کی شاخوں میں سے ایک شاخ پکڑ کر فرمایا: اللہ کے اذن سے میری اطاعت کر، وہ درخت بھی پہلے درخت کی طرح آپ ﷺ کے تابع ہو گیا یہاں تک کہ جب آپ ﷺ دونوں درختوں کے درمیان پہنچے تو آپ ﷺ نے ان دونوں درختوں کو ملا دیا اور فرمایا: اللہ کے اذن سے جڑ جاؤ، سو وہ دونوں درخت جڑ گئے۔ میں وہاں بیٹھا اپنے آپ سے باتیں کر رہا تھا، میں نے اچانک دیکھا کہ حضور نبی اکرم ﷺ تشریف لا رہے ہیں اور وہ دونوں درخت اپنے اپنے سابقہ اصل مقام پر کھڑے تھے۔

[1] أخرجه مسلم في الصحيح، كتاب: الزهد والرقائق، باب: حديث جابر الطويل، رقم: 3012 وابن حبان في الصحيح، النوع الثالث والثلاثون، ذكر خبر فيه دلائل معلومة على صحة ما أصلناه من إثبات الأشياء المعجزة لرسول الله ﷺ، رقم: 6992

ترجمہ: پھر آپ ﷺ نے فرمایا: اے جابر! تم نے وہ مقام دیکھا تھا جہاں میں کھڑا تھا۔ میں نے عرض کیا: جی! یارسول اللہ! فرمایا: ان دونوں درختوں کے پاس جاؤاور ان میں سے ہر ایک کی ایک ایک شاخ کاٹ کر لاؤاور جب اس جگہ پہنچو جہاں میں کھڑا تھا تو ایک شاخ اپنی دائیں جانب اور ایک شاخ اپنی بائیں جانب ڈال دینا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے کھڑے ہو کر ایک پتھر توڑا اور تیز کیا، پھر میں ان درختوں کے پاس گیا اور ہر ایک سے ایک شاخ توڑی، پھر میں انہیں گھسیٹ کر حضور نبی اکرم ﷺ کے کھڑے ہونے کی جگہ لایا اس جگہ ایک شاخ دائیں جانب اور ایک شاخ بائیں جانب ڈال دی۔ پھر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: یارسول اللہ! میں نے آپ کے حکم پر عمل کر دیا ہے۔ مگر اس عمل کا سبب کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: میں اس جگہ دو قبروں کے پاس سے گزرا جن میں قبر والوں کو عذاب ہو رہا تھا، میں نے چاہا کہ میری شفاعت کے سبب جب تک وہ شاخیں سرسبز و تازہ رہیں ان کے عذاب میں کمی رہے۔

عَنْ يَعْلَى بْنِ مُرَّةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي سَفَرٍ فَأَرَادَ أَنْ يَقْضِيَ حَاجَتَهُ فَقَالَ لِي: ائْتِ تِلْكَ الْأَشَائَتَيْنِ قَالَ وَكِيعٌ: يَعْنِي النَّخْلَ الصِّغَارَ فَقُلْ لَهُمَا إِنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَأْمُرُكُمَا أَنْ تَجْتَمِعَا فَاجْتَمَعَتَا فَاسْتَتَرَ بِهِمَا فَقَضَى حَاجَتَهُ ثُمَّ قَالَ لِي: ائْتِهِمَا فَقُلْ لَهُمَا لِتَرْجِعْ كُلُّ وَاحِدَةٍ مِنْكُمَا إِلَى مَكَانِهَا فَقُلْتُ لَهُمَا: فَرَجَعَتَا[1]

ترجمہ: یعلی بن مرہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک سفر کے دوران میں حضور نبی اکرم ﷺ کے ساتھ تھا۔ آپ ﷺ نے حاجت کے لیے جانے کا ارادہ ظاہر کیا تو مجھ سے فرمایا: ان دو درختوں کو بلا لاؤ۔ وکیع فرماتے ہیں کہ چھوٹے کھجور کے درختوں کو۔ مرہ کہتے ہیں کہ میں ان کے پاس گیا اور ان سے کہا تمہیں رسول اللہ ﷺ حکم دیتے ہیں کہ ایک جگہ جمع ہو

[1] أخرجه أحمد بن حنبل في المسند، مسند الشاميين، حديث يعلى بن مرة الثقفي عن النبي ﷺ، رقم: 17563

جاؤ۔ وہ دونوں جمع ہو گئے اور آپ ﷺ نے ان کے ذریعہ پردہ فرمایا۔ جب آپ ﷺ حاجت سے فارغ ہوئے تو مجھ سے فرمایا: جاؤ ان دونوں سے کہو کہ اپنی جگہ پر لوٹ جائیں، میں نے ان سے جا کر کہا وہ اپنی جگہ واپس چلے گئے۔

کائنات کی ہر چیز ہی حضور ﷺ سے محبت میں ڈوبی ہوئی تھی

عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رضی الله عنه قَالَ: كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ بِمَكَّةَ، فَخَرَجْنَا فِي بَعْضِ نَوَاحِيهَا، فَمَا اسْتَقْبَلَهُ جَبَلٌ وَلَا شَجَرٌ إِلَّا وَهُوَ يَقُوْلُ: اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ[1]

ترجمہ: حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں مکہ مکرمہ میں حضور نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ تھا۔ ہم مکہ مکرمہ کی ایک طرف چلے تو جو پہاڑ اور درخت بھی آپ ﷺ کے سامنے آتا (وہ آپ ﷺ سے) عرض کرتا: اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ 'یا رسول اللہ! آپ پر سلامتی ہو۔

عَنْ أَبِي مُوْسَى الْأَشْعَرِيِّ رضی الله عنه قَالَ: خَرَجَ أَبُوْطَالِبٍ إِلَى الشَّامِ، وَخَرَجَ مَعَهُ النَّبِيُّ ﷺ فِي أَشْيَاخٍ مِنْ قُرَيْشٍ، فَلَمَّا أَشْرَفُوْا عَلَى الرَّاهِبِ هَبَطُوْا، فَحَلُّوْا رِحَالَهُمْ، فَخَرَجَ إِلَيْهِمُ الرَّاهِبُ، وَكَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ يَمُرُّوْنَ بِهِ فَلَا يَخْرُجُ إِلَيْهِمْ وَلَا يَلْتَفِتُ، قَالَ: فَهُمْ يَحُلُّوْنَ رِحَالَهُمْ، فَجَعَلَ يَتَخَلَّلُهُمُ الرَّاهِبُ، حَتّٰى جَاءَ فَأَخَذَ بِيَدِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ، فَقَالَ: هٰذَا سَيِّدُ الْعَالَمِيْنَ، هٰذَا رَسُوْلُ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ، يَبْعَثُهُ اللهُ رَحْمَةً لِّلْعَالَمِيْنَ، فَقَالَ لَهُ أَشْيَاخٌ مِنْ قُرَيْشٍ: مَا عِلْمُكَ؟ فَقَالَ: إِنَّكُمْ حِيْنَ أَشْرَفْتُمْ مِنَ الْعَقَبَةِ لَمْ يَبْقَ شَجَرٌ وَلَا حَجَرٌ إِلَّا خَرَّ سَاجِدًا، وَلَا يَسْجُدَانِ إِلَّا لِنَبِيٍّ، وَإِنِّي أَعْرِفُهُ بِخَاتَمِ النُّبُوَّةِ أَسْفَلَ مِنْ غُضْرُوْفِ كَتِفِهِ مِثْلَ التُّفَّاحَةِ، ثُمَّ رَجَعَ فَصَنَعَ لَهُمْ طَعَامًا، فَلَمَّا أَتَاهُمْ بِهِ، وَكَانَ هُوَ فِي رِعْيَةِ الْإِبِلِ، قَالَ: أَرْسِلُوْا

---

[1] أخرجه الترمذي في السنن، كتاب: المناقب، رقم: 3626 والمنذري في الترغيب والترهيب، كتاب الحج، رقم: 1209

إِلَيْهِ، فَأَقْبَلَ وَعَلَيْهِ غَمَامَةٌ تُظِلُّهُ. فَلَمَّا دَنَا مِنَ الْقَوْمِ وَجَدَهُمْ قَدْ سَبَقُوهُ إِلَى فَيْئِ الشَّجَرَةِ، فَلَمَّا جَلَسَ مَالَ فَيْئُ الشَّجَرَةِ عَلَيْهِ، فَقَالَ: انْظُرُوا إِلَى فَيْئِ الشَّجَرَةِ مَالَ عَلَيْهِ قَالَ: أَنْشُدُكُمْ بِاللهِ أَيُّكُمْ وَلِيُّهُ؟ قَالُوا: أَبُوطَالِبٍ. فَلَمْ يَزَلْ يُنَاشِدُهُ حَتَّى رَدَّهُ أَبُوطَالِبٍ، وَبَعَثَ مَعَهُ أَبُوبَكْرٍ بِلَالًا، وَزَوَّدَهُ الرَّاهِبُ مِنَ الْكَعْكِ وَالزَّيْتِ[1]

ترجمہ: حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت ابو طالب روسائے قریش کے ہمراہ شام کے سفر پر روانہ ہوئے تو حضور نبی اکرم ﷺ بھی آپ کے ہمراہ تھے۔ جب راہب کے پاس پہنچے وہ سواریوں سے اترے اور انہوں نے اپنے کجاوے کھول دیئے۔ راہب ان کی طرف آنکلا حالانکہ (روسائے قریش) اس سے قبل بھی اس کے پاس سے گزرا کرتے تھے لیکن وہ ان کے پاس نہیں آتا تھا اور نہ ہی ان کی طرف کوئی توجہ کرتا تھا۔ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ لوگ ابھی کجاوے کھول ہی رہے تھے کہ وہ راہب ان کے درمیان چلنے لگا یہاں تک کہ حضور نبی اکرم ﷺ کے قریب پہنچا اور آپ ﷺ کا دستِ اقدس پکڑ کر کہا: یہ تمام جہانوں کے سردار اور رب العالمین کے رسول ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر مبعوث فرمائے گا۔ روسائے قریش نے اس سے پوچھا آپ یہ سب کیسے جانتے ہیں؟ اس نے کہا: جب تم لوگ گھاٹی سے نمودار ہوئے تو کوئی پتھر اور درخت ایسا نہیں تھا جو سجدہ میں نہ گر پڑا ہو۔ اور وہ صرف نبی ہی کو سجدہ کرتے ہیں نیز میں انہیں مہر نبوت سے بھی پہچانتا ہوں جو ان کے کاندھے کی ہڈی کے نیچے سیب کی مثل ہے۔ پھر وہ واپس چلا گیا اور اس نے ان لوگوں کے لئے کھانا تیار کیا۔ جب وہ کھانا لے آیا تو آپ ﷺ اونٹوں کی چراگاہ میں تھے۔ راہب نے کہا انہیں بلا لو۔ آپ ﷺ تشریف لائے تو آپ کے سرِ انور پر

[1] أخرجه ابن أبي شيبة في المصنف، كتاب المغازي، ما رأى النبي ﷺ قبل النبوة، رقم: 36541 والأصبهاني في دلائل النبوة، المجلد الثاني، بَابُ مَا جَاءَ فِي خُرُوجِ النَّبِيِّ ﷺ، 2: 25، 24

بادل سایہ فگن تھا اور جب آپ لوگوں کے قریب پہنچے تو دیکھا کہ تمام لوگ (پہلے سے ہی) درخت کے سایہ میں پہنچ چکے ہیں لیکن جیسے ہی آپ ﷺ تشریف فرما ہوئے تو سایہ آپ ﷺ کی طرف جھک گیا۔ راہب نے کہا: درخت کے سائے کو دیکھو وہ آپ ﷺ پر جھک گیا ہے۔ پھر راہب نے کہا: میں تمہیں خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ ان کا سرپرست کون ہے؟ انہوں نے کہا ابو طالب! چنانچہ وہ حضرت ابو طالب کو مسلسل واسطہ دیتا رہا (کہ انہیں واپس بھیج دیں) یہاں تک کہ حضرت ابو طالب نے آپ ﷺ کو واپس (مکہ مکرمہ) بھجوا دیا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے آپ کے ہمراہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو بھیجا اور راہب نے آپ ﷺ کے ساتھ زادِ راہ کے طور پر کیک اور زیتون پیش کیا۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما قَالَ: جَاءَ أَعْرَابِيٌّ إِلَى رَسُوْلِ اللهِ ﷺ فَقَالَ: بِمَا أَعْرِفُ أَنَّكَ نَبِيٌّ؟ قَالَ: إِنْ دَعَوْتُ هٰذَا الْعِذْقَ مِنْ هٰذِهِ النَّخْلَةِ، أَتَشْهَدُ أَنِّي رَسُوْلُ اللهِ؟ فَدَعَاهُ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ فَجَعَلَ يَنْزِلُ مِنَ النَّخْلَةِ حَتَّى سَقَطَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ ثُمَّ قَالَ: ارْجِعْ۔ فَعَادَ، فَأَسْلَمَ الْأَعْرَابِيُّ[1]

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک اعرابی حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: مجھے کیسے علم ہو گا کہ آپ نبی ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر میں کھجور کے اس درخت کے اس گچھے کو بلاؤں تو کیا تو گواہی دے گا کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں؟ پھر آپ ﷺ نے اسے بلایا تو وہ درخت سے اترنے لگا یہاں تک کہ حضور نبی اکرم ﷺ کے قدموں میں آ گرا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: واپس چلے جاؤ۔ تو وہ واپس چلا گیا۔ اس اعرابی نے یہ دیکھ کر اسلام قبول کر لیا۔

[1] أخرجه الترمذي في السنن، کتاب: المناقب، باب: في آيات إثبات نبوة النبي ﷺ وما قد خصه الله عزوجل، رقم: 3628

عَنْ يَعْلَى بْنِ سِيَابَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي مَسِيرٍ لَهُ، فَأَرَادَ أَنْ يَقْضِيَ حَاجَةً، فَأَمَرَ وَدِيَّتَيْنِ فَانْضَمَّتْ إِحْدَاهُمَا إِلَى الأُخْرَى، ثُمَّ أَمَرَهُمَا فَرَجَعَتَا إِلَى مَنَابَتِهِمَا[1]

ترجمہ: حضرت یعلی بن سیابہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں ایک سفر میں حضور نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ تھا۔ آپ ﷺ نے ایک جگہ قضائے حاجت کا ارادہ فرمایا تو آپ ﷺ نے کھجور کے درختوں کو حکم دیا۔ وہ آپ کے حکم سے ایک دوسرے سے مل گئے (اور آپ ﷺ کے لیے پردہ بن گئے۔ آپ ﷺ نے ان کے پیچھے قضائے حاجت فرمائی)۔ پھر آپ ﷺ نے انہیں دوبارہ حکم دیا تو وہ اپنی اپنی جگہ پر واپس چلے گئے۔

عَنْ يَعْلَى بْنِ مُرَّةَ الثَّقَفِيِّ رضی اللہ عنہ قَالَ: ثُمَّ سِرْنَا فَنَزَلْنَا مَنْزِلًا، فَنَامَ النَّبِيُّ ﷺ، فَجَاءَتْ شَجَرَةٌ تَشُقُّ الأَرْضَ حَتَّى غَشِيَتْهُ، ثُمَّ رَجَعَتْ إِلَى مَكَانِهَا. فَلَمَّا اسْتَيْقَظَ ذَكَرْتُ لَهُ، فَقَالَ: هِيَ شَجَرَةٌ اسْتَأْذَنَتْ رَبَّهَا عزوجل أَنْ تُسَلِّمَ عَلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ فَأَذِنَ لَهَا[2]

ترجمہ: حضرت یعلی بن مرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم روانہ ہوئے اور ہم نے ایک جگہ پڑاؤ کیا۔ حضور نبی اکرم ﷺ وہاں محو استراحت ہو گئے۔ اتنے میں ایک درخت زمین کو چیرتا ہوا آیا اور آپ ﷺ پر سایہ فگن ہو گیا پھر کچھ دیر بعد وہ واپس اپنی جگہ پر چلا گیا۔ جب آپ ﷺ بیدار ہوئے تو میں نے آپ ﷺ سے اس واقعہ کا ذکر کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اس درخت نے اپنے رب سے اجازت طلب کی تھی کہ وہ اللہ تعالیٰ کے رسول کی بارگاہ میں سلام عرض کرے، پس اس نے اسے اجازت دے دی۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ مِنْ بَنِي عَامِرٍ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ كَأَنَّهُ يُدَاوِي وَيُعَالِجُ فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ، إِنَّكَ تَقُولُ أَشْيَاءَ؛ هَلْ لَكَ أَنْ أُدَاوِيَكَ، قَالَ: فَدَعَاهُ رَسُولُ اللهِ

---

[1] اخرجہ احمد بن حنبل فی المسند، مسند الشامیین، حدیث یعلی بن مرۃ الثقفی عن النبی ﷺ، رقم: 17559

[2] أخرجہ أحمد بن حنبل فی المسند، مسند الشامیین، حدیث یعلی بن مرۃ الثقفی عن النبی ﷺ، رقم: 17565

ﷺ إِلَى اللهِ ثُمَّ قَالَ: هَلْ لَكَ أَنْ أُرِيَكَ آيَةً؟ وَعِنْدَهُ نَخْلٌ وَشَجَرٌ. فَدَعَا رَسُوْلُ اللهِ ﷺ عِذْقًا مِنْهَا، فَأَقْبَلَ إِلَيْهِ وَهُوَ يَسْجُدُ، وَيَرْفَعُ رَأْسَهُ وَيَسْجُدُ، وَيَرْفَعُ رَأْسَهُ حَتَّى انْتَهَى إِلَيْهِ ﷺ، فَقَامَ بَيْنَ يَدَيْهِ. ثُمَّ قَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: ارْجِعْ إِلَى مَكَانِكَ. فَقَالَ الْعَامِرِيُّ: وَاللهِ، لَا أُكَذِّبُكَ بِشَيْءٍ تَقُوْلُهُ أَبَدًا، ثُمَّ قَالَ: يَا آلَ عَامِرِ بْنِ صَعْصَعَةَ، وَاللهِ، لَا أُكَذِّبُهُ بِشَيْءٍ[1]

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: قبیلہ بنو عامر کا ایک شخص حضور نبی اکرم ﷺ کے پاس آیا۔ وہ شخص علاج معالجہ کرنے والا (حکیم) دکھائی دیتا تھا۔ پس اس نے کہا: اے محمد! آپ بہت سی (نئی) چیزیں (امورِ دین میں سے) بیان کرتے ہیں۔ (پھر اس نے ازراہ تمسخر کہا:) کیا آپ کو اس چیز کی حاجت ہے کہ میں آپ کا علاج کروں؟ راوی بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے اسے اللہ کے دین کی دعوت دی پھر فرمایا: کیا تم چاہتے ہو کہ میں تمہیں کوئی معجزہ دکھاؤں؟ آپ ﷺ کے پاس کھجور اور کچھ اور درخت تھے۔ آپ ﷺ نے کھجور کی ایک شاخوں والی ٹہنی کو اپنی طرف بلایا، وہ ٹہنی (کھجور سے جدا ہو کر) آپ کی طرف سجدہ کرتے اور سر اٹھاتے، سجدہ کرتے اور پھر سر اٹھاتے ہوئے بڑھی یہاں تک کہ آپ کے قریب پہنچ گئی، پھر آپ ﷺ کے سامنے کھڑی ہو گئی۔ پھر حضور نبی اکرم ﷺ نے اسے حکم دیا کہ وہ اپنی جگہ واپس چلی جائے۔ (یہ واقع دیکھ کر) قبیلہ بنو عامر کے اس شخص نے کہا: خدا کی قسم! میں کبھی بھی کسی شے میں بھی آپ کی تکذیب نہیں کروں گا جو آپ فرماتے ہیں۔ پھر اس نے برملا اعلان کر کے کہا: اے آلِ عامر بن صعصعہ! اللہ کی قسم! میں انہیں (یعنی حضور نبی اکرم ﷺ کو) آئندہ کسی چیز میں نہیں جھٹلاؤں گا۔

[1] أخرجه وابن حبان في الصحيح، النوع الثالث والثلاثون، ذكر ما أبان الله جل وعلا من دلائل صفيه ﷺ على صحة نبوته من طاعة الأشجار له، رقم: 6991 والطبراني في المعجم الكبير، باب العين، سالم بن أبي الجعد، عن ابن عباس، رقم: 12595 وابويعلى في المسند، أول مسند ابن عباس، رقم: 2350،

حیوانات کی حضور ﷺ سے محبت

حضور ﷺ کے ساتھ اُونٹوں کی محبت

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ جَعْفَرٍ رضی الله عنه قَالَ: فَدَخَلَ حَائِطًا لِرَجُلٍ مِنَ الْأَنْصَارِ فَإِذَا جَمَلٌ۔ فَلَمَّا رَأَى النَّبِيَّ ﷺ حَنَّ وَذَرَفَتْ عَيْنَاهُ۔ فَأَتَاهُ النَّبِيُّ ﷺ فَمَسَحَ ذِفْرَاهُ فَسَكَتَ فَقَالَ: مَنْ رَبُّ هَذَا الْجَمَلِ، لِمَنْ هَذَا الْجَمَلُ، فَجَاءَ فَتًى مِنَ الْأَنْصَارِ فَقَالَ: لِي، يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ۔ فَقَالَ: أَفَلَا تَتَّقِي اللّٰهَ فِي هَذِهِ الْبَهِيْمَةِ الَّتِي مَلَّكَكَ اللّٰهُ إِيَّاهَا، فَإِنَّهُ شَكَا إِلَيَّ أَنَّكَ تُجِيْعُهُ وَتُدْئِبُهُ[1]

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضور نبی اکرم ﷺ ایک انصاری شخص کے باغ میں داخل ہوئے تو وہاں ایک اُونٹ تھا۔ جب اس نے حضور نبی اکرم ﷺ کو دیکھا تو وہ رو پڑا اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔ حضور نبی اکرم ﷺ اس کے پاس تشریف لے گئے اور اس کے سر پر دست شفقت پھیرا تو وہ خاموش ہو گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اس اُونٹ کا مالک کون ہے اور یہ کس کا اونٹ ہے؟ انصار کا ایک نوجوان حاضر خدمت ہوا اور عرض کیا: یارسول اللہ! یہ میرا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تم اس بے زبان جانور کے معاملے میں اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتے جس کا اللہ تعالیٰ نے تمہیں مالک بنایا ہے۔ اس نے مجھے شکایت کی ہے کہ تم اسے بھوکا رکھتے ہو اور اس سے بہت زیادہ کام لیتے ہو۔

عَنْ يَعْلَى بْنِ سِيَابَةَ رضی الله عنه قَالَ: كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي مَسِيْرٍ لَهُ، فَأَرَادَ أَنْ يَقْضِيَ حَاجَةً، فَأَمَرَ وَدِيَّتَيْنِ فَانْضَمَّتْ إِحْدَاهُمَا إِلَى الْأُخْرَى، ثُمَّ أَمَرَهُمَا فَرَجَعَتَا إِلَى مَنَابِتِهِمَا وَجَاءَ بَعِيْرٌ فَضَرَبَ بِجِرَانِهِ إِلَى الْأَرْضِ ثُمَّ جَرْجَرَ حَتَّى ابْتَلَّ مَا حَوْلَهُ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: أَتَدْرُوْنَ مَا يَقُوْلُ الْبَعِيْرُ، إِنَّهُ يَزْعُمُ أَنَّ صَاحِبَهُ يُرِيْدُ نَحْرَهُ فَبَعَثَ إِلَيْهِ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ:

[1] أخرجه أبو داود في السنن، كتاب: الجهاد، باب: ما يؤمر به من القيام على الدواب والبهائم، رقم: 2549

أَوَاهِبُهُ أَنْتَ لِي. فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، مَا لِي مَالٌ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْهُ. قَالَ: اسْتَوْصِ بِهِ مَعْرُوْفًا. فَقَالَ: لَا جَرَمَ لَا أُكْرِمُ مَالًا لِي كَرَامَتَهُ، يَا رَسُوْلَ اللهِ. وَأَتَى عَلَى قَبْرٍ يُعَذَّبُ صَاحِبُهُ فَقَالَ: إِنَّهُ يُعَذَّبُ فِي غَيْرِ كَبِيْرٍ. فَأَمَرَ بِجَرِيْدَةٍ فَوُضِعَتْ عَلَى قَبْرِهِ فَقَالَ: عَسَى أَنْ يُخَفَّفَ عَنْهُ مَا دَامَتْ رَطْبَةً.[1]

ترجمہ: حضرت یعلی بن سیابہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں ایک سفر میں حضور نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ تھا۔ آپ ﷺ نے ایک جگہ قضائے حاجت کا ارادہ فرمایا تو آپ ﷺ نے کھجور کے دو درختوں کو حکم دیا۔ وہ آپ ﷺ کے حکم سے ایک دوسرے سے مل گئے (اور آپ ﷺ کے لیے پردہ بن گئے۔ آپ ﷺ نے ان کے پیچھے قضائے حاجت فرمائی)۔ پھر آپ ﷺ نے انہیں دوبارہ حکم دیا تو وہ اپنی اپنی جگہ پر واپس آ گئے۔ پھر ایک اونٹ آپ ﷺ کی خدمت میں اپنی گردن کو زمین پر رگڑتا ہوا حاضر ہوا۔ وہ اتنا بلبلایا کہ اس کے ارد گرد کی جگہ گیلی ہو گئی۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ یہ اونٹ کیا کہہ رہا ہے؟ اس کا خیال ہے کہ اس کا مالک اسے ذبح کرنا چاہتا ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے اس کے مالک کی طرف آدمی بھیجا (کہ اسے بلا لائے۔ جب وہ آ گیا تو) آپ ﷺ نے اس سے فرمایا: کیا یہ اونٹ مجھے ہبہ کرتے ہو؟ اس نے عرض کیا: یا رسول اللہ! مجھے اس سے بڑھ کر اپنے مال میں سے کوئی چیز محبوب نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میں تم سے اس کے معاملہ میں بھلائی کی توقع رکھتا ہوں۔ اس صحابی نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں اپنے تمام مال سے بڑھ کر اس کا خیال رکھوں گا۔ پھر آپ ﷺ کا گزر ایک قبر سے ہوا جس کے اندر موجود میت کو عذاب دیا جا رہا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اسے گناہ کبیرہ کی وجہ سے عذاب نہیں دیا جا رہا۔ پھر آپ ﷺ نے ایک

[1] أخرجه أحمد بن حنبل في المسند، مسند الشاميين، حديث يعلى بن مرة الثقفي عن النبي صلى الله عليه وسلم، رقم: 17559

درخت کی ٹہنی طلب فرمائی اور اسے اس قبر پر رکھ دیا اور فرمایا: جب تک یہ ٹہنی خشک نہیں ہو جاتی اسے عذاب میں تخفیف دی جاتی رہے گی

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رضی اللہ عنهما قَالَ: غَزَوْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ۔ قَالَ: فَتَلَاحَقَ بِيَ النَّبِيُّ ﷺ وَأَنَا عَلَى نَاضِحٍ لَنَا قَدْ أَعْيَا، فَلَا يَكَادُ يَسِيْرُ۔ فَقَالَ لِي: مَا لِبَعِيْرِكَ؟ قَالَ: قُلْتُ: عَيِيَ۔ قَالَ: فَتَخَلَّفَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ فَزَجَرَهُ وَدَعَا لَهُ۔ فَمَا زَالَ بَيْنَ يَدَيِ الْإِبِلِ قُدَّامَهَا يَسِيْرُ۔ فَقَالَ لِي: كَيْفَ تَرَى بَعِيْرَكَ قَالَ: قُلْتُ: بِخَيْرٍ، قَدْ أَصَابَتْهُ بَرَكَتُكَ[1]

ترجمہ: حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں ایک غزوہ میں حضور نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ تھا۔ وہ فرماتے ہیں کہ اتفاق سے حضور نبی اکرم ﷺ میرے ساتھ آملے میں اپنے پانی ڈھونے والے اونٹ پر سوار تھا جو تھکاوٹ کے باعث چل نہیں رہا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تمہارے اونٹ کو کیا ہو گیا ہے؟ ان کا بیان ہے کہ میں عرض گزار ہوا: یہ تھک گیا ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ پیچھے کی جانب تشریف لائے، اونٹ کو ڈانٹا اور اس کے لیے دعا کی تو وہ آسانی سے دوسرے اونٹوں سے آگے چلنے لگا۔ پھر ارشاد فرمایا: اب تم اپنے اونٹ کو کیسا دیکھتے ہو؟ میں نے عرض کی: اب تو اچھا ہے۔ اسے آپ ﷺ کی برکت حاصل ہو گئی ہے

عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ قَالَ: سَمِعْتُ شَيْخًا مِنْ قَيْسٍ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِيْهِ أَنَّهُ قَالَ: جَاءَنَا النَّبِيُّ ﷺ وَعِنْدَنَا بَكْرَةٌ صَعْبَةٌ لَا يُقْدَرُ عَلَيْهَا قَالَ: فَدَنَا مِنْهَا رَسُوْلُ اللهِ ﷺ، فَمَسَحَ ضَرْعَهَا، فَحَفَلَ فَاحْتَلَبَ[2]

[1] أخرجه البخاری فی الصحیح، کتاب: الجهاد والسیر، باب: استئذان الرجل الإمام، رقم: 2967

[2] أخرجه أحمد بن حنبل فی المسند، مسند البصریین، حدیث رجل من قیس، رقم: 20698 والبیهقی فی دلائل النبوۃ، المجلد السادس، باب ذکر البعیر الذی سجد للنبی ﷺ وأطاع أهله بعد ما امتنع علیهم ببرکته، 6: 29

ترجمہ: حضرت حماد بن سلمہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے بنی قیس کے ایک بزرگ کو اپنے والد کے حوالے سے بیان کرتے ہوئے سنا کہ حضور نبی اکرم ﷺ ہمارے ہاں تشریف لائے۔ ہمارے پاس ایک سرکش اونٹنی تھی جو قابو میں نہ آتی تھی۔ حضور نبی اکرم ﷺ اس اونٹنی کے پاس گئے، اس کے تھنوں پر دستِ اقدس پھیرا تو وہ دودھ سے بھر گئے۔ پھر آپ ﷺ نے انہیں دوہا۔

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رضی الله عنهما قَالَ: كُنَّا جُلُوْسًا حَوْلَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ، إِذْ دَخَلَ أَعْرَابِيٌّ جَهْوَرِيٌّ، بَدَوِيٌّ يَمَانِيٌّ، عَلَى نَاقَةٍ حَمْرَاءَ، فَأَنَاخَ بِبَابِ الْمَسْجِدِ فَدَخَلَ فَسَلَّمَ ثُمَّ قَعَدَ، فَلَمَّا قَضَى نُحْبَهُ، قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللهِ، إِنَّ النَّاقَةَ الَّتِي تَحْتَ الْأَعْرَابِيِّ سَرِقَةٌ، قَالَ: أَثَمَّ بَيِّنَةٌ؟ قَالُوْا: نَعَمْ، يَا رَسُوْلَ اللهِ، قَالَ: يَا عَلِيُّ، خُذْ حَقَّ اللهِ مِنَ الْأَعْرَابِيِّ إِنْ قَامَتْ عَلَيْهِ الْبَيِّنَةُ، وَإِنْ لَمْ تَقُمْ، فَرُدَّهُ إِلَيَّ، قَالَ: فَأَطْرَقَ الْأَعْرَابِيُّ سَاعَةً، فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ: قُمْ يَا أَعْرَابِيُّ، لِأَمْرِ اللهِ وَإِلَّا فَأْدِلَّ بِحُجَّتِكَ، فَقَالَتِ النَّاقَةُ مِنْ خَلْفِ الْبَابِ: وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْكَرَامَةِ يَا رَسُوْلَ اللهِ، إِنَّ هَذَا مَا سَرَقَنِي، وَلَا مَلَكَنِي أَحَدٌ سِوَاهُ۔ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ: يَا أَعْرَابِيُّ، بِالَّذِي أَنْطَقَهَا بِعُذْرِكَ، مَا الَّذِي قُلْتَ؟ قَالَ: قُلْتُ: اَللّٰهُمَّ إِنَّكَ لَسْتَ بِرَبٍّ اسْتَحْدَثْنَاكَ، وَلَا مَعَكَ إِلٰهٌ أَعَانَكَ عَلَى خَلْقِنَا، وَلَا مَعَكَ رَبٌّ فَنَشُكُّ فِي رَبُوْبِيَّتِكَ، أَنْتَ رَبُّنَا كَمَا نَقُوْلُ، وَفَوْقَ مَا يَقُوْلُ الْقَائِلُوْنَ۔ أَسْأَلُكَ أَنْ تُصَلِّيَ عَلَى مُحَمَّدٍ، وَأَنْ تُبَرِّئَنِي بِبَرَاءَتِي۔ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ: وَالَّذِي بَعَثَنِي بِالْكَرَامَةِ يَا أَعْرَابِيُّ، لَقَدْ رَأَيْتُ الْمَلَائِكَةَ يَبْتَدِرُوْنَ أَفْوَاهَ الْأَزِقَّةِ يَكْتُبُوْنَ مَقَالَتَكَ، فَأَكْثِرِ الصَّلَاةَ عَلَيَّ[1]

[1] أخرجه الحاكم في المستدرك، ومن كتاب آيات رسول الله صلى الله عليه وسلم التي هي دلائل النبوة، رقم: 4236

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم حضور نبی اکرم ﷺ کے ارد گرد بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک بلند آواز والا یمنی دیہاتی بدو اپنی سرخ اونٹنی کے ساتھ ادھر آیا، اس نے اپنی اونٹنی مسجد کے دروازے کے سامنے بٹھائی اور خود آکر بیٹھ گیا پھر جب اس نے اپنا کام پورا کر لیا تو صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ اونٹنی جو دیہاتی کے قبضہ میں ہے چوری کی ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: کیا اس پر کوئی دلیل ہے؟ صحابہ نے عرض کیا: ہاں، یا رسول اللہ! تو آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اگر اس اعرابی پر چوری کی گواہی مل جاتی ہے تو اس سے اللہ کا حق لو (یعنی اس پر چوری کی حد جاری کرو) اور اگر چوری کی شہادت نہیں ملتی تو اس کو میری طرف لوٹا دو۔ راوی بیان کرتے ہیں کہ پھر اعرابی نے کچھ دیر کے لئے اپنا سر جھکایا۔ پھر حضور ﷺ نے فرمایا: اے اعرابی! اللہ کے حکم کی پیروی کرنے کے لئے کھڑے ہو جاؤ وگرنہ میں تمہاری حجت سے دلیل پکڑوں گا، پس اسی اثناء میں دروازے کے پیچھے سے اونٹنی بول پڑی اور کہنے لگی: قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ ﷺ کو بڑی عزت و کرامت کے ساتھ مبعوث فرمایا! نہ تو اس شخص نے مجھے چوری کیا ہے اور نہ ہی اس کے سوا میرا کوئی اور مالک ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: قسم ہے تجھے اس ذات کی جس نے اس اونٹنی کو تیرا عذر بیان کرنے کے لئے قوتِ گویائی بخشی، اے اعرابی یہ بتا تو نے (سر جھکا کر) کیا کہا تھا! اعرابی نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں نے کہا: اے اللہ! تو ایسا خدا نہیں ہے جسے ہم نے پیدا کیا ہو، نہ ہی تیرے ساتھ کوئی اور معبود ہے جس نے مخلوق بنانے پر تیری اعانت کی ہو، اور نہ ہی تیرے ساتھ کوئی اور رب ہے کہ ہم تیری ربوبیت میں شک کریں، تو ہمارا رب ہے جیسا کہ ہم کہتے ہیں اور کہنے والوں کے کہنے سے بھی بہت بلند ہے۔ پس اے میرے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ تو حضور ﷺ پر درود بھیج اور یہ کہ مجھے میرے الزام سے بری کر دے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اس رب کی قسم جس نے مجھے عزت کے ساتھ مبعوث کیا! اے اعرابی! میں نے دیکھا کہ فرشتے تمہاری بات کو لکھنے کے لئے تنگ گلیوں کے موڑوں سے لپک کر آ رہے ہیں، پس تو کثرت سے مجھ پر درود بھیجا کر۔

حضور ﷺ کے ساتھ بکریوں کی محبت

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: دَخَلَ النَّبِيُّ ﷺ حَائِطًا لِلْأَنْصَارِ، وَمَعَهُ أَبُوبَكْرٍ وَعُمَرُ وَرِجَالٌ مِنَ الْأَنْصَارِ۔ قَالَ: وَفِي الْحَائِطِ غَنَمٌ فَسَجَدَتْ لَهُ۔ قَالَ أَبُوبَكْرٍ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّا نَحْنُ أَحَقُّ بِالسُّجُودِ لَكَ مِنْ هَذِهِ الْغَنَمِ۔ فَقَالَ: إِنَّهُ لَا يَنْبَغِي أَنْ يَسْجُدَ أَحَدٌ لِأَحَدٍ۔ وَلَوْ كَانَ يَنْبَغِي أَنْ يَسْجُدَ أَحَدٌ لِأَحَدٍ لَأَمَرْتُ الْمَرْأَةَ أَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِهَا[1]

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک دفعہ حضور نبی اکرم ﷺ، حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر فاروق اور چند دیگر انصار صحابہ رضی اللہ عنہم کے ہمراہ انصار کے ایک باغ میں داخل ہوئے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ باغ میں بکریاں تھیں۔ انہوں نے آپ ﷺ کو سجدہ کیا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! ان بکریوں سے زیادہ ہمارا حق بنتا ہے کہ ہم آپ کو سجدہ کریں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کسی انسان کے لئے جائز نہیں کہ وہ کسی دوسرے انسان کو سجدہ کرے اور اگر ایک دوسرے کو سجدہ کرنا جائز ہوتا تو میں ضرور عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔

عَنِ الْوَضِينِ بْنِ عَطَاءٍ رضی اللہ عنہ أَنَّ جَزَّارًا فَتَحَ بَابًا عَلَى شَاةٍ لِيَذْبَحَهَا، فَانْفَلَتَتْ مِنْهُ حَتَّى أَتَتِ النَّبِيَّ ﷺ وَاتَّبَعَهَا۔ فَأَخَذَهَا يَسْحَبُهَا بِرِجْلِهَا۔ فَقَالَ لَهَا النَّبِيُّ ﷺ: اِصْبِرِي لِأَمْرِ اللهِ، وَأَنْتَ يَا جَزَّارُ، فَسُقْهَا إِلَى الْمَوْتِ سَوْقًا رَفِيقًا[2]

[1] أخرجه البغدادي في الشريعة، كتاب الإيمان والتصديق بأن الجنة والنار مخلوقتان، باب ذكر سجود البهائم لرسول الله ﷺ تعظيما له وإكراما له ﷺ، رقم: 1072

[2] أخرجه عبد الرزاق في المصنف، باب سنة الذبح، رقم: 8609 وابن رجب الحنبلي في جامع العلوم والحكم، الحديث السابع عشر، 373

ترجمہ: حضرت وضین بن عطار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک قصاب نے بکری ذبح کرنے کے لئے دروازہ کھولا تو وہ اس کے ہاتھ سے نکل بھاگی اور حضور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں آ گئی۔ وہ قصاب بھی اس کے پیچھے آگیا اور اس بکری کو پکڑ کر ٹانگ سے کھینچنے لگا۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے بکری سے فرمایا: اللہ عزوجل کے حکم پر صبر کر اور اے قصاب! تو اسے نرمی کے ساتھ موت کی طرف لے جا۔

عَنِ ابْنَةِ لِخُبَابٍ رضی الله عنهما قَالَتْ: خَرَجَ أَبِي فِي غَزَاةٍ فِي عَهْدِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ فَكَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ يَتَعَاهَدُنَا فَيَحْلِبُ عَنْزًا لَنَا فَكَانَ يَحْلِبُهَا فِي جَفْنَةٍ لَنَا فَتَمْتَلِئُ فَلَمَّا قَدِمَ خُبَابٌ حَلَبَهَا فَعَادَ حِلَابُهَا كَمَا كَانَ[1]

ترجمہ: حضرت خباب رضی اللہ عنہ کی بیٹی روایت کرتی ہیں کہ میرے والد، حضور نبی اکرم ﷺ کے زمانہ مبارکہ میں کسی غزوہ میں (شرکت کی غرض سے گھر سے) باہر تشریف لے گئے۔ (والد کی غیر موجودگی میں) حضور نبی اکرم ﷺ ہماری دیکھ بھال فرماتے تھے اور ہماری بکری کا دودھ (بھی) دوہتے تھے۔ آپ ﷺ اس کا دودھ ہمارے پیالے میں دوہتے تھے یہاں تک کہ وہ بھر جاتا۔ جب حضرت خباب رضی اللہ عنہ (واپس) گھر تشریف لائے اور بکری کا دودھ دوہا تو اس (کے تھنوں میں دوبارہ) دودھ لوٹ آیا جیسے وہ پہلے تھا۔

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رضی الله عنه قَالَ: كُنْتُ غُلَامًا يَافِعًا أَرْعَى غَنَمًا لِعُقْبَةَ بْنِ أَبِي مُعَيْطٍ، فَجَاءَ النَّبِيُّ ﷺ وَأَبُوْ بَكْرٍ رضی الله عنه وَقَدْ فَرَّا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ فَقَالَا: يَا غُلَامُ، هَلْ عِنْدَكَ مِنْ لَبَنٍ تَسْقِيْنَا؟ قُلْتُ: إِنِّي مُؤْتَمَنٌ وَلَسْتُ سَاقِيَكُمَا، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: هَلْ

[1] أخرجه ابن أبي شيبة في المصنف، كتاب الفضائل، باب ما أعطى الله تعالى محمدا ﷺ، رقم: 31761 وأحمد بن حنبل في المسند، مسند البصريين، حديث خباب بن الأرت عن النبي ﷺ، رقم: 21070 والهيثمي في مجمع الزوائد، كتاب علامات النبوة، باب بركته ﷺ في اللبن وآيته فيه، رقم: 14139

عِنْدَكَ مِنْ جَذَعَةٍ لَمْ يَنْزُ عَلَيْهَا الْفَحْلُ؟ قُلْتُ: نَعَمْ، فَأَتَيْتُهُمَا بِهَا، فَاعْتَقَلَهَا النَّبِيُّ ﷺ وَمَسَحَ الضَّرْعَ، وَدَعَا فَحَفَلَ الضَّرْعُ ثُمَّ أَتَاهُ أَبُو بَكْرٍ رضی اللہ عنہ بِصَخْرَةٍ مُنْقَعِرَةٍ، فَاحْتَلَبَ فِيهَا، فَشَرِبَ، وَشَرِبَ أَبُو بَكْرٍ، ثُمَّ شَرِبْتُ، ثُمَّ قَالَ لِلضَّرْعِ: اقْلِصْ، فَقَلَصَ، فَأَتَيْتُهُ بَعْدَ ذَلِكَ، فَقُلْتُ: عَلِّمْنِي مِنْ هَذَا الْقَوْلِ، قَالَ: إِنَّكَ غُلَامٌ مُعَلَّمٌ قَالَ: فَأَخَذْتُ مِنْ فِيهِ سَبْعِينَ سُورَةً لَا يُنَازِعُنِي فِيهَا أَحَدٌ.[1]

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں ایک نو عمر لڑکا تھا اور عقبہ بن ابی معیط کی بکریاں چراتا تھا۔ حضور نبی اکرم ﷺ اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ادھر تشریف لائے اور آپ دونوں مشرکین سے راہِ فرار اختیار کرکے آئے تھے۔ انہوں نے فرمایا: اے لڑکے! کیا تمہارے پاس ہمیں پلانے کے لئے دودھ ہے؟ میں نے کہا: میں (کسی کی بکریوں پر) امین ہوں لٰہذا میں آپ کو دودھ نہیں پلا سکتا، پھر حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: کیا تمہارے پاس ایک سالہ بکری ہے جس سے بکرے نے جفتی نہ کی ہو؟ میں نے عرض کیا: ہاں (ہے)، میں ان دونوں کو اس بکری کے پاس لے کر آیا تو اسے حضور نبی اکرم ﷺ نے پکڑا اور اس کے تھن پر ہاتھ پھیرا اور دعا کی تو وہ تھن دودھ سے بھر آیا پھر حضور نبی اکرم ﷺ نے اسے دوہا، پھر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پینڈے والا پتھر آپ ﷺ کے پاس لے کر حاضر ہوئے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے اس میں دودھ دوہا، پھر آپ ﷺ اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے وہ دودھ نوش فرمایا اور پھر میں نے وہ دودھ پیا۔ پھر حضور نبی اکرم ﷺ نے تھن کو حکم دیا کہ وہ سکڑ جائے تو وہ سکڑ گیا (جس طرح وہ دودھ دوہنے سے پہلے تھا) پھر میں حضور نبی اکرم ﷺ کے پاس آیا اور عرض کی (یا رسول

[1] أخرجه أحمد بن حنبل في المسند، مسند عبد الله بن مسعود رضي الله تعالى عنه، رقم: 4412 وابن أبي شيبة في المسند، ما رواه عبد الله بن مسعود، عن النبي ﷺ، رقم: 388 وأبو يعلى في المسند، مسند عبد الله بن مسعود، رقم: 5311

اللہ!) جو کلمات آپ نے پڑھے وہ) مجھے بھی سکھایئے آپ ﷺ نے فرمایا: بے شک تو سیکھنے والا لڑکا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضور نبی اکرم ﷺ سے ستر سورتیں سیکھیں، اور اس چیز میں میرا کوئی مد مقابل نہیں ہے۔

عَنْ حُبَيْشِ بْنِ خَالِدٍ صَاحِبِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ حِيْنَ خَرَجَ مِنْ مَكَّةَ وَخَرَجَ مِنْهَا مُهَاجِرًا إِلَى الْمَدِيْنَةِ وَهُوَ وَأَبُوْ بَكْرٍ وَمَوْلَى أَبِي بَكْرٍ عَامِرُ بْنُ فُهَيْرَةَ رضی الله عنهما وَدَلِيْلُهُمَا اللَّيْثِيُّ عَبْدُ اللهِ بْنُ الْأُرَيْقِطِ، مَرُّوْا عَلَى خَيْمَتَي أُمِّ مَعْبَدٍ الْخُزَاعِيَّةِ وَكَانَتْ بَرْزَةً جَلْدَةً تَحْتَبِيْ بِفِنَاءِ الْقُبَّةِ، ثُمَّ تَسْقِيْ وَتُطْعِمُ، فَسَأَلُوْهَا لَحْمًا وَتَمْرًا لِيَشْتَرُوْهُ مِنْهَا فَلَمْ يُصِيْبُوْا عِنْدَهَا شَيْئًا مِنْ ذَلِكَ وَكَانَ الْقَوْمُ مُرْمِلِيْنَ مُسْنِتِيْنَ فَنَظَرَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ إِلَى شَاةٍ فِي كِسْرِ الْخَيْمَةِ، فَقَالَ: مَا هٰذِهِ الشَّاةُ يَا أُمَّ مَعْبَدٍ؟ قَالَتْ: شَاةٌ خَلَّفَهَا الْجَهْدُ عَنِ الْغَنَمِ قَالَ: فَهَلْ بِهَا مِنْ لَبَنٍ؟ قَالَتْ: هِيَ أَجْهَدُ مِنْ ذَلِكَ قَالَ: أَتَأْذِنِيْنَ أَنْ أَحْلُبَهَا؟ قَالَتْ: بَلَى بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي نَعَمْ إِنْ رَأَيْتَ بِهَا حَلْبًا فَاحْلُبْهَا، فَدَعَا بِهَا رَسُوْلُ اللهِ ﷺ فَمَسَحَ بِيَدِهِ ضَرْعَهَا وَسَمَّى اللهَ عزوجل، وَدَعَا لَهَا فِي شَاتِهَا، فَتَفَاجَّتْ عَلَيْهِ، وَدَرَّتْ وَاجْتَرَّتْ وَدَعَا بِإِنَاءٍ يُرْبِضُ الرَّهْطَ، فَحَلَبَ فِيْهَا ثَجًّا حَتَّى عَلَاهُ الْبَهَاءُ ثُمَّ سَقَاهَا حَتَّى رَوِيَتْ وَسَقَى أَصْحَابَهُ حَتَّى رَوُوْا وَشَرِبَ آخِرَهُمْ ﷺ ثُمَّ أَرَاضُوْا ثُمَّ حَلَبَ فِيْهِ ثَانِيًا بَعْدَ بَدْءٍ حَتَّى مَلَأَ الْإِنَاءَ ثُمَّ غَادَرَهُ عِنْدَهَا ثُمَّ بَايَعَهَا، ثُمَّ ارْتَحَلُوْا عَنْهَا[1]

ترجمہ: حضرت حبیش بن خالد صحابی رسول سے مروی ہے کہ جب حضور نبی اکرم ﷺ، ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ، آپ رضی اللہ عنہ کے غلام عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ اور ان کے گائیڈ لیثی عبد اللہ بن اریقط مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کی غرض سے نکلے تو وہ اُم معبد

[1] أخرجه البيهقي في دلائل النبوة، جماع أبواب صفة رسول الله ﷺ، باب: حديث أم معبد في صفة رسول الله ﷺ، 1: 278، الحاكم في المستدرك، كِتَابُ الْهِجْرَةِ، رقم: 4274

خزاعیہ کے دو خیموں کے پاس سے گزرے اور وہ بڑی بہادر اور دلیر خاتون تھیں۔ وہ اپنے خیمے کے آگے میدان میں چادر اوڑھ کر بیٹھتی تھیں اور لوگوں کو کھلاتی پلاتی تھیں۔ ان حضرات نے ان سے کھجور یا گوشت دریافت کیا کہ خریدیں مگر ان میں سے کوئی چیز بھی ان کے پاس نہ پائی۔ لوگوں کا زادِ راہ ختم ہو چکا تھا اور لوگ قحط کی حالت میں تھے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے خیمہ کے ایک کونے میں ایک بھیڑ دیکھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے اُم معبد! یہ بھیڑ کیسی ہے؟ انہوں نے عرض کیا: یہ وہ بکری ہے جس کو تھکن نے بکریوں سے پیچھے کر دیا ہے (جس کی وجہ سے اور بکریاں چرنے گئیں اور یہ رہ گئی ہے)۔ فرمایا: اس کا کچھ دودھ بھی ہے؟ انہوں نے عرض کیا: (اس بکری کے لئے دودھ دینا) اس سے (یعنی جنگل جانے سے) بھی زیادہ دشوار ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تم مجھے اجازت دیتی ہو کہ میں اس کا دودھ دوہوں؟ انہوں نے عرض کیا: میرے ماں باپ آپ پر قربان، ہاں اگر آپ اس کے دودھ دیکھیں (تو دوہ لیجئے) آپ ﷺ نے بسم اللہ پڑھ کر تھن پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا کہ اے اللہ! اُم معبد کو ان کی بکریوں میں برکت دے۔ اس بکری نے ٹانگیں پھیلا دیں، کثرت سے دودھ دیا اور فرمانبردار ہو گئی۔ آپ ﷺ نے ان کا وہ برتن مانگا جو ساری قوم کو سیراب کر دے۔ اس میں آپ ﷺ نے دودھ کو سیلاب کی طرح دوہا یہاں تک کہ کف اس کے اوپر آگیا۔ آپ ﷺ نے اسے پلایا، اُم معبد نے پیا یہاں تک کہ وہ بھی سیراب ہو گئیں اور آپ ﷺ نے اپنے اصحاب کو پلایا، وہ بھی سیراب ہو گئے۔ سب سے آخر میں حضور نبی اکرم ﷺ نے بھی نوش فرمایا اور فرمایا کہ قوم کے ساقی کو سب سے آخر میں پینا چاہیے۔ سب نے ایک بار پینے کے بعد دوبارہ پیا اور خوب سیر ہو گئے۔ پھر آپ ﷺ نے اسی برتن میں ابتدائی طریقہ پر دوبارہ دودھ دوہا اور اس کو ام معبد کے پاس چھوڑ دیا۔

حضور نبی اکرم ﷺ کے ساتھ ہرنیوں کی محبت

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی الله عنه قَالَ: مَرَّ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ عَلَى قَوْمٍ قَدْ صَادُوْا ظَبْيَةً فَشَدُّوْهَا إِلَى عَمُوْدِ الْفُسْطَاطِ. فَقَالَتْ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، إِنِّي وَضَعْتُ وَلِي خِشْفَانِ. فَاسْتَأْذِنْ لِي أَنْ أُرْضِعَهُمَا ثُمَّ أَعُوْدُ إِلَيْهِمْ. فَقَالَ: أَيْنَ صَاحِبُ هَذِهِ؟ فَقَالَ الْقَوْمُ: نَحْنُ، يَا رَسُوْلَ اللهِ. فَقَالَ: رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: خَلُّوْا عَنْهَا حَتَّى تَأْتِيَ خِشْفَيْهَا تُرْضِعُهُمَا وَتَأْتِيَ إِلَيْكُمْ. قَالُوْا: وَمَنْ لَنَا بِذَلِكَ، يَا رَسُوْلَ اللهِ؟ قَالَ: أَنَا. فَأَطْلَقُوْهَا فَذَهَبَتْ فَأَرْضَعَتْ ثُمَّ رَجَعَتْ إِلَيْهِمْ فَأَوْثَقُوْهَا. فَمَرَّ بِهِمُ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ: أَيْنَ أَصْحَابُ هَذِهِ؟ قَالُوْا: هُوَ ذَا نَحْنُ، يَا رَسُوْلَ اللهِ. قَالَ: تَبِيْعُوْنَهَا؟ قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللهِ، هِيَ لَكَ. فَخَلُّوْا عَنْهَا فَأَطْلَقُوْهَا فَذَهَبَتْ.[1]

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حضور نبی اکرم ﷺ ایک گروہ کے پاس سے گزرے۔ انہوں نے ایک ہرنی کو شکار کر کے ایک بانس کے ساتھ باندھ رکھا تھا۔ اس ہرنی نے عرض کیا: یارسول اللہ! میرے دو چھوٹے بچے ہیں جنہیں میں نے حال ہی میں جنا ہے۔ پس آپ ﷺ مجھے ان سے اجازت دلوا دیں کہ میں اپنے بچوں کو دودھ پلا کر واپس آجاؤں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اس کا مالک کہاں ہے؟ اس گروہ نے کہا: یارسول اللہ، ہم اس کے مالک ہیں۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اسے چھوڑ دو یہاں تک کہ یہ اپنے بچوں کو دودھ پلا کر تمہارے پاس واپس آجائے۔ انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! اس کی واپسی کی ہمیں کون ضمانت دے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: میں۔ انہوں نے ہرنی کو چھوڑ دیا پس وہ گئی اور اپنے بچوں کو دودھ پلا کر واپس لوٹ آئی۔ انہوں نے اسے پھر باندھ دیا۔ جب حضور نبی اکرم ﷺ دوبارہ ان لوگوں کے پاس سے گزرے اور ان سے پوچھا: اس کا مالک کہاں ہے؟ اس گروہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! وہ ہم ہی ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تم

[1] أخرجه الطبراني في المعجم الأوسط، باب الميم، من اسمه: محمد، رقم: 5547

اس ہرنی کو مجھے فروخت کرو گے؟ انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ آپ ہی کی ہے۔ پس انہوں نے اسے کھول کر آزاد کر دیا اور وہ چلی گئی۔

عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رضی الله عنها قَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ فِي الصَّحْرَاءِ فَإِذَا مُنَادٍ يُنَادِيْهِ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، فَالْتَفَتَ فَلَمْ يَرَ أَحَدًا. ثُمَّ الْتَفَتَ فَإِذَا ظَبْيَةٌ مُوْثَقَةٌ. فَقَالَتْ: أُدْنُ مِنِّي، يَا رَسُوْلَ اللهِ. فَدَنَا مِنْهَا فَقَالَ: حَاجَتُكِ؟ قَالَتْ: إِنَّ لِي خَشْفَيْنِ فِي ذَلِكَ الْجَبَلِ. فَخَلِّنِي حَتَّى أَذْهَبَ فَأُرْضِعَهُمَا ثُمَّ أَرْجِعُ إِلَيْكَ. قَالَ: وَتَفْعَلِيْنَ؟ قَالَتْ: عَذَّبَنِيَ اللهُ عَذَابَ الْعَشَّارِ إِنْ لَمْ أَفْعَلْ. فَأَطْلَقَهَا فَذَهَبَتْ فَأَرْضَعَتْ خَشْفَيْهَا ثُمَّ رَجَعَتْ فَأَوْثَقَهَا. وَانْتَبَهَ الْأَعْرَابِيُّ فَقَالَ: لَكَ حَاجَةٌ، يَا رَسُوْلَ اللهِ؟ قَالَ: نَعَمْ، تُطْلِقُ هَذِهِ. فَأَطْلَقَهَا فَخَرَجَتْ تَعْدُوْ وَهِيَ تَقُوْلُ: أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَأَنَّكَ رَسُوْلُ اللهِ[1]

ترجمہ: حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: ایک دفعہ حضور نبی اکرم ﷺ ایک صحراء میں سے گزر رہے تھے۔ کسی ندا دینے والے نے آپ ﷺ کو 'یا رسول اللہ' کہہ کر پکارا۔ آپ ﷺ آواز کی طرف متوجہ ہوئے لیکن آپ ﷺ کو سامنے کوئی نظر نہ آیا۔ آپ ﷺ نے دوبارہ غور سے دیکھا تو وہاں ایک ہرنی بندھی ہوئی تھی۔ اس نے عرض کیا: یا رسول اللہ، میرے نزدیک تشریف لائیے۔ پس آپ ﷺ اس کے قریب ہوئے اور اس سے پوچھا: تمہاری کیا حاجت ہے؟ اس نے عرض کیا: اس پہاڑ میں میرے دو چھوٹے چھوٹے نومولود بچے ہیں۔ پس آپ مجھے آزاد کر دیجئے کہ میں جا کر انہیں دودھ پلا سکوں پھر میں واپس لوٹ آؤں گی۔ آپ ﷺ نے پوچھا: کیا تم ایسا ہی کرو گی؟ اس نے عرض کیا: اگر میں ایسا نہ کروں تو اللہ تعالیٰ مجھے سخت عذاب دے۔ پس آپ ﷺ نے اسے آزاد کر دیا۔ وہ گئی اس نے

---

[1] أخرجه الطبراني في المعجم الكبير، ضبة بن محصن العنزي، عن أم سلمة، رقم: 763 والهيثمي في مجمع الزوائد، كتاب علامات النبوة، باب ما جاء في الشاة المسمومة، رقم: 14088

اپنے بچوں کو دودھ پلایا اور پھر واپس لوٹ آئی۔ آپ ﷺ نے اسے دوبارہ باندھ دیا۔ پھر اچانک وہ اعرابی (جس نے اس ہرنی کو باندھ رکھا تھا) متوجہ ہوا اور اس نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں آپ کی کوئی خدمت کر سکتا ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں، اس ہرنی کو آزاد کر دو۔ پس اس اعرابی نے اسے فوراً آزاد کر دیا۔ وہ وہاں سے دوڑتی ہوئی نکلی اور وہ یہ کہتی جا رہی تھی: میں گواہی دیتی ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔

حضور نبی اکرم ﷺ کے ساتھ گھوڑوں کی محبت

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی الله عنه قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ أَحْسَنَ النَّاسِ وَكَانَ أَجْوَدَ النَّاسِ وَكَانَ أَشْجَعَ النَّاسِ وَلَقَدْ فَزِعَ أَهْلُ الْمَدِيْنَةِ ذَاتَ لَيْلَةٍ فَانْطَلَقَ نَاسٌ قِبَلَ الصَّوْتِ فَتَلَقَّاهُمْ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ رَاجِعًا وَقَدْ سَبَقَهُمْ إِلَى الصَّوْتِ وَهُوَ عَلَى فَرَسٍ لِأَبِي طَلْحَةَ عُرْيٍ فِي عُنُقِهِ السَّيْفُ وَهُوَ يَقُوْلُ لَمْ تُرَاعُوْا لَمْ تُرَاعُوْا قَالَ: وَجَدْنَاهُ بَحْرًا أَوْ إِنَّهُ لَبَحْرٌ قَالَ: وَكَانَ فَرَسًا يُبَطَّأُ[1]

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ لوگوں میں سب سے زیادہ حسین، سب سے زیادہ سخی اور سب سے زیادہ بہادر تھے۔ ایک رات اہل مدینہ (ایک دہشت ناک آواز کی وجہ سے) خوف زدہ ہو گئے۔ صحابہ کرام اس آواز کی طرف گئے۔ راستہ میں اُنہیں حضور نبی اکرم ﷺ اس جگہ سے واپس آتے ہوئے ملے، آپ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کے گھوڑے کی ننگی پیٹھ پر سوار تھے۔ آپ کی گردن مبارک میں تلوار (لٹک رہی) تھی اور آپ فرما رہے تھے! تم کو خوفزدہ نہیں کیا گیا، تم کو خوفزدہ نہیں کیا

[1] أخرجه المسلم فی الصحیح، کتاب: الفضائل، بَابُ فِي شجاعة النَّبِي وتقدمه للحرب، 2307، والبیهقی فی السنن الکبری، کتاب السیر ،باب الشجاعة والجبن، رقم: 18560

گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہم نے اس (گھوڑے) کو سمندر کی طرح رواں دواں پایا، یا وہ سمندر تھا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وہ گھوڑا بہت آہستہ چلتا تھا (مگر حضور ﷺ کے اس پر سوار ہونے کی برکت سے یہ نہایت تیز رفتار ہو گیا۔)

عَنْ أَنَسٍ رضی الله عنه قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ أَحْسَنَ النَّاسِ وَأَشْجَعَ النَّاسِ وَلَقَدْ فَزِعَ أَهْلُ الْمَدِينَةِ لَيْلَةً فَخَرَجُوا نَحْوَ الصَّوْتِ فَاسْتَقْبَلَهُمُ النَّبِيُّ ﷺ وَقَدِ اسْتَبْرَأَ الْخَبَرَ وَهُوَ عَلَى فَرَسٍ لِأَبِي طَلْحَةَ عُرْيٍ وَفِي عُنُقِهِ السَّيْفُ وَهُوَ يَقُولُ: لَمْ تُرَاعُوا لَمْ تُرَاعُوا ثُمَّ قَالَ: وَجَدْنَاهُ بَحْرًا أَوْ قَالَ: إِنَّهُ لَبَحْرٌ[1]

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ سب لوگوں سے حسین و جمیل اور دلیر تھے۔ ایک رات اہل مدینہ کو خطرہ محسوس ہوا۔ لوگ آواز کی جانب دوڑے تو آپ لوگوں کو واپس آتے ہوئے ملے اور صورتِ حال کی خبر بھی لے آئے۔ اس وقت نبی کریم ﷺ حضرت ابو طلحہ کے گھوڑے کی ننگی پیٹھ پر سوار تھے اور تلوار آپ کی گردن مبارک میں لٹک رہی تھی۔ آپ لوگوں سے فرمارہے تھے ڈرو نہیں، ڈرنے کی کوئی بات نہیں ہے پھر ارشاد فرمایا: ہم نے اسے (گھوڑے کو) دریا کی طرح (تیز رفتار) پایا ہے۔ یا یہ فرمایا: یہ تو دریا (کی طرح تیز رفتار) ہے (جبکہ اس سے پہلے وہ لاغر و کمزور گھوڑا تھا)۔

عَنْ قَتَادَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسًا رضی الله عنه يَقُولُ: كَانَ فَزَعٌ بِالْمَدِينَةِ فَاسْتَعَارَ النَّبِيُّ ﷺ فَرَسًا مِنْ أَبِي طَلْحَةَ يُقَالُ لَهُ: الْمَنْدُوبُ فَرَكِبَ فَلَمَّا رَجَعَ قَالَ: مَا رَأَيْنَا مِنْ شَيْءٍ وَإِنْ وَجَدْنَاهُ لَبَحْرًا[2]

---

[1] أخرجه البخاری فی الصحیح، کتاب: الْجِهَادِ وَالسِّيَرِ، باب: الْحَمَائِلِ وَتَعْلِيقِ السَّيْفِ بِالْعُنُقِ، رقم: 2908

[2] أخرجه البخاری فی الصحیح، کتاب: الْهِبَةِ وَفَضْلِهَا، باب: الِاسْتِعَارَةِ لِلْعَرُوسِ عِنْدَ الْبِنَاءِ، رقم: 2627

ترجمہ: حضرت قتادہ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا۔ مدینہ منورہ میں حملے کا خطرہ محسوس ہوا تو حضور نبی اکرم ﷺ نے حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ سے گھوڑا مستعار لیا، جس کو مندوب کہتے تھے۔ آپ ﷺ اس پر سوار ہو گئے، جب واپس لوٹے تو فرمایا کہ ہم نے (خطرے والی) کوئی ایسی چیز نہیں دیکھی اور ہم نے تو اس (گھوڑے) کو دریا کی طرح پایا ہے۔

عَنْ جُعَيْلٍ الْأَشْجَعِيِّ قَالَ : غَزَوْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ (فِي بَعْضِ غَزَوَاتِهِ) وَأَنَا عَلَى فَرَسٍ لِي عَجْفَاءَ ضَعِيفَةٍ۔ قَالَ : فَكُنْتُ فِي أُخْرَيَاتِ النَّاسِ۔ فَلَحِقَنِي رَسُولُ اللهِ ﷺ فَقَالَ : سِرْ، يَا صَاحِبَ الْفَرَسِ۔ فَقُلْتُ : يَا رَسُولَ اللهِ، عَجْفَاءُ ضَعِيفَةٌ۔ قَالَ : فَرَفَعَ رَسُولُ اللهِ ﷺ مِخْفَقَةً كَانَتْ مَعَهُ فَضَرَبَهَا بِهَا وَقَالَ : اَللّٰهُمَّ، بَارِكْ لَهُ فِيهَا۔ قَالَ : فَلَقَدْ رَأَيْتُنِي مَا أُمْسِكُ رَأْسَهُ إِلَى أَنْ أَتَقَدَّمَ النَّاسَ۔ قَالَ : فَلَقَدْ بِعْتُ مِنْ بَطْنِهَا بِاثْنَي عَشَرَ أَلْفًا[1]

ترجمہ: حضرت جعیل اشجعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے ایک غزوہ میں حضور نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ جہاد کیا۔ میں اپنی نڈھال ولاغر گھوڑی پر سوار تھا۔ میں لوگوں کے آخری گروہ میں تھا۔ حضور نبی اکرم ﷺ میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا: اے گھڑ سوار، آگے بڑھو۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ، یہ نڈھال ولاغر گھوڑی ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے اپنا چابک ہوا میں لہرا کر گھوڑی کو مارا اور یہ دعا فرمائی: اے اللہ، جعیل کی اس گھوڑی میں برکت عطا فرما۔ جعیل کہتے ہیں: میں اس گھوڑی کو پھر قابو نہ کر سکا، یہاں تک کہ میں لوگوں سے آگے نکل گیا۔ نیز میں نے اس کے پیٹ سے پیدا ہونے والے بچے بارہ ہزار میں فروخت کیے۔

[1] أخرجه النسائی فی السنن الکبری، کتاب السیر، ضرب الفرس، رقم: 8767 البیهقی فی دلائل النبوة، المجلد السادس، باب دعاء النبی صلی الله علیه وسلم فی بعیر جابر بن عبد الله وقد أعیا حتی صار ببرکة دعائه فی أول الرکب، 6: 153

حضور ﷺ کے ساتھ دراز گوش کی محبت

عَنْ عِصْمَةَ بْنِ مَالِكٍ الْخَطْمِيِّ رضی اللہ عنہ قَالَ: زَارَنَا رَسُوْلُ اللهِ ﷺ إِلَى قُبَاءٍ- فَلَمَّا أَرَادَ أَنْ يَرْجِعَ جِئْنَاهُ بِحِمَارٍ قَحَاطِيٍّ قَطُوْفٍ فَرَكِبَهُ- قُلْنَا: يَا رَسُوْلَ اللهِ، هٰذَا غُلَامٌ يَأْتِي مَعَكَ يَرُدُّ الدَّابَّةَ- قَالَ: صَاحِبُ الدَّابَّةِ أَحَقُّ بِصَدْرِهَا- قُلْنَا: يَا رَسُوْلَ اللهِ، ارْكَبْ وَرُدَّهَا لَنَا- فَذَهَبَ فَرَدَّهُ عَلَيْنَا وَهُوَ هِمْلَاجٌ مَا يُسَايَرُ[1]

ترجمہ: حضرت عصمہ بن مالک خطمی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ قباء کی طرف ہمارے پاس تشریف لائے۔ جب آپ ﷺ نے واپس لوٹنے کا ارادہ فرمایا تو ہم آپ کے پاس ایک انتہائی خستہ حال اور سست رفتار دراز گوش (گدھا) لائے۔ آپ ﷺ اس پر سوار ہوئے۔ ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! یہ لڑکا آپ کے ساتھ آتا ہے تاکہ جانور واپس لے آئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جانور کا مالک اس کے اگلے حصہ کا زیادہ حقدار ہے (کہ وہ آگے بیٹھے)۔ ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! اس پر (صرف آپ ہی) سوار ہو جائیں اور پھر اسے ہماری طرف لوٹادیں۔ آپ ﷺ (اس پر سوار ہو کر) چلے گئے اور جب ہمیں وہ جانور لوٹایا تو (آپ ﷺ کی برکت سے) وہ اس قدر تیز رفتار ہو چکا تھا کہ اس کا مقابلہ ہی نہیں کیا جا سکتا تھا۔

عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ قَالَ: زَارَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ سَعْدًا فَقَالَ عِنْدَهُ، فَلَمَّا أَبْرَدُوْا جَاؤُوْا بِحِمَارٍ لَهُمْ أَعْرَابِيٍّ قَطُوْفٍ، قَالَ: فَوَطَّؤُا لِرَسُوْلِ اللهِ ﷺ بِقَطِيْفَةٍ عَلَيْهِ فَرَكِبَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ فَأَرَادَ سَعْدٌ أَنْ يَرْدِفَ ابْنُهُ خَلْفَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ لِيَرُدَّ الْحِمَارَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: إِنْ كُنْتَ بَاعِثَهُ مَعِي فَاحْمِلْهُ بَيْنَ يَدَيَّ قَالَ: لَا بَلْ خَلْفَكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ،

[1] أخرجه الطبراني في المعجم الكبير، باب العين، عصمة بن مالك الخطمي، رقم: 470

فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: أَهْلُ الدَّابَةِ هُمْ أَوْلَى بِصَدْرِهَا۔ قَالَ سَعْدٌ: لَا أَبْعَثُهُ مَعَكَ وَلٰكِنْ رُدَّ الْحِمَارَ۔ قَالَ: فَرَدَّهُ وَهُوَ هِمْلَاجٌ فَرِيْغٌ مَا يُسَايَرُ[1]

ترجمہ: حضرت اسحاق بن عبد اللہ بن ابی طلحہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے حضرت سعد کو شرفِ ملاقات بخشا۔ جب گرمی کی حدّت کم ہوئی تو وہ ایک خستہ حال اور سست رفتار دراز گوش (آپ ﷺ کے لئے) لے کر آئے۔ راوی بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضور نبی اکرم ﷺ کے لئے اس گدھے پر مخمل ڈال دیا۔ حضور نبی اکرم ﷺ اس پر سوار ہوئے، پس سعد نے چاہا کہ اس کا بیٹا حضور نبی اکرم ﷺ کے پیچھے بیٹھ جائے تاکہ وہ گدھا واپس لے آئے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اگر تم اسے میرے ساتھ بھیجنا ہی چاہتے ہو تو اسے میرے آگے سوار کرو۔ اس نے عرض کیا: نہیں، یارسول اللہ! بلکہ آپ کے پیچھے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: سواری کا مالک اس کے آگے بیٹھنے کا زیادہ حقدار ہے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: میں اسے آپ کے ساتھ نہیں بھیجتا لیکن آپ خود ہی دراز گوش کو لوٹا دیجئے گا۔ راوی بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے اسے واپس لوٹایا تو وہ نہایت تیز رفتار ہو چکا تھا اور اس کا مقابلہ نہیں کیا جا سکتا تھا۔

عَنْ أَبِي مَنْظُوْرٍ قَالَ: لَمَّا فَتَحَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ يَعْنِي خَيْبَرَ أَصَابَ فِيْهَا حِمَارًا أَسْوَدَ، مُكْبَّلًا قَالَ: فَكَلَّمَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ الْحِمَارَ فَكَلَّمَهُ الْحِمَارُ، فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ: مَا اسْمُكَ؟ قَالَ: يَزِيْدُ بْنُ شِهَابٍ أَخْرَجَ اللهُ تَعَالَى مِنْ نَسْلِ جَدِّي سِتِّيْنَ حِمَارًا كُلُّهُمْ لَا يَرْكَبُهُمْ إِلَّا نَبِيٌّ قَدْ كُنْتُ أَتَوَقَّعُكَ أَنْ تَرْكَبَنِي لَمْ يَبْقَ مِنْ نَسْلِ جَدِّي غَيْرِي وَلَا مِنَ الْأَنْبِيَاءِ غَيْرُكَ۔ قَدْ كُنْتُ قَبْلَكَ لِرَجُلٍ يَهُوْدِيٍّ وَكُنْتُ أَتَعَثَّرُ بِهِ عَمَدًا، وَكَانَ يُجِيْعُ بَطْنِي وَيَضْرِبُ ظَهْرِي، قَالَ: فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ: فَأَنْتَ يَعْفُوْرُ۔ يَا يَعْفُوْرُ، قَالَ: لَبَّيْكَ قَالَ: فَكَانَ رَسُوْلُ اللهِ

[1] أخرجه ابن سعد في الطبقات الكبرى، ذكر علامات النبوة بعد نزول الوحي على رسول الله ﷺ، 1: 148

ﷺ يَرْكَبُهُ فِي حَاجَتِهِ وَإِذَا نَزَلَ عَنْهُ بَعَثَ بِهِ إِلَى بَابِ الرَّجُلِ فَيَأْتِي الْبَابَ فَيَقْرَعُهُ بِرَأْسِهِ، فَإِذَا خَرَجَ إِلَيْهِ صَاحِبُ الدَّارِ أَوْمَأَ إِلَيْهِ أَنْ أَجِبْ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ، فَلَمَّا قُبِضَ النَّبِيُّ ﷺ جَاءَ إِلَى بِئْرٍ كَانَتْ لِأَبِي الْهَيْثَمِ بْنِ التَّيِّهَانِ فَتَرَدَّى فِيْهَا جَزِعًا عَلَى رَسُوْلِ اللهِ ﷺ فَصَارَتْ قَبْرَهُ.[1]

ترجمہ: ابو منظور بیان کرتے ہیں کہ جب حضور نبی اکرم ﷺ نے خیبر کو فتح کیا تو آپ ﷺ نے مالِ غنیمت میں ایک سیاہ گدھا پایا اور وہ پابہ زنجیر تھا۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے اس سے کلام فرمایا تو اس نے بھی آپ ﷺ سے کلام کیا۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے اسے فرمایا: تمہارا نام کیا ہے؟ اس نے عرض کیا: میرا نام یزید بن شہاب ہے، اللہ تعالیٰ نے میرے دادا کی نسل سے ساٹھ گدھے پیدا کئے، ان میں سے ہر ایک پر سوائے نبی کے کوئی سوار نہیں ہوا۔ میں توقع کرتا تھا کہ آپ مجھ پر سوار ہوں، کیونکہ میرے دادا کی نسل میں سوائے میرے کوئی باقی نہیں رہا اور انبیاء کرام میں سوائے آپ کے کوئی باقی نہیں رہا۔ میں آپ سے پہلے ایک یہودی کے پاس تھا، میں اسے جان بوجھ کر گرا دیتا تھا۔ وہ مجھے بھوکا رکھتا اور مجھے مارتا پیٹتا تھا۔ راوی بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے اسے فرمایا: آج سے تیرا نام یعفور ہے۔ اے یعفور! اس نے لبیک کہا... راوی بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ اس پر سواری فرمایا کرتے تھے اور جب اس سے نیچے تشریف لاتے تو اسے کسی شخص کی طرف بھیج دیتے۔ وہ دروازے پر آتا اسے اپنے سر سے کھٹکھٹاتا اور جب گھر والا باہر آتا تو وہ اسے اشارہ کرتا کہ وہ حضور نبی اکرم ﷺ کی بات سنے۔ پس جب حضور نبی اکرم ﷺ اس دنیا سے ظاہری پردہ فرما گئے تو وہ ابو ہیثم بن تیہان کے کنویں پر آیا اور حضور نبی اکرم ﷺ کے فراق کے غم میں اس میں کود پڑا۔ وہ کنواں اس کی قبر بن گیا۔

[1] أخرجه ابن عساكر في تاريخ دمشق، باب ذكر سلاحه ومركوبه ومعرفة مطعومه ومشروبه، 4: 232

حضور نبی اکرم ﷺ کے ساتھ شیر کی محبت

عَنْ سَفِيْنَةَ رضی الله عنه قَالَ: رَكِبْتُ الْبَحْرَ فِي سَفِيْنَةٍ فَانْكَسَرَتْ فَرَكِبْتُ لَوْحًا مِنْهَا فَطَرَحَنِي فِي أَجَمَةٍ فِيْهَا أَسَدٌ فَلَمْ يَرُعْنِي إِلَّا بِهِ۔ فَقُلْتُ: يَا أَبَا الْحَارِثِ، أَنَا مَوْلَى رَسُوْلِ اللهِ ﷺ ۔ فَطَأْطَأَ رَأْسَهُ وَغَمَزَ بِمَنْكَبِهِ شِقِّي۔ فَمَا زَالَ يَغْمِزُنِي وَيَهْدِيْنِي إِلَى الطَّرِيْقِ حَتَّى وَضَعَنِي عَلَى الطَّرِيْقِ۔ فَلَمَّا وَضَعَنِي هَمْهَمَ فَظَنَنْتُ أَنَّهُ يُوَدِّعُنِي[1]

ترجمہ: حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: میں سمندر میں ایک کشتی پر سوار ہوا۔ وہ کشتی ٹوٹ گئی تو میں اس کے ایک تختے پر سوار ہو گیا۔ اس نے مجھے ایک ایسی جگہ پھینک دیا جو شیر کی کچھار تھی۔ وہی ہوا جس کا ڈر تھا کہ وہ (شیر) سامنے تھا۔ میں نے کہا: اے ابوالحارث (شیر کی کنیت)! میں حضور نبی اکرم ﷺ کا غلام ہوں۔ تو اس نے فوراً اپنا سر خم کر دیا اور اپنے کندھے سے مجھے اشارہ کیا اور وہ اس وقت تک مجھے اشارہ اور رہنمائی کرتا رہا جب تک کہ اس نے مجھے صحیح راہ پر نہ ڈال دیا۔ پھر جب اس نے مجھے صحیح راہ پر ڈال دیا تو وہ دھیمی آواز میں غرایا۔ سو میں سمجھ گیا کہ وہ مجھے الوداع کہہ رہا ہے۔

عَنِ ابْنِ الْمُنْكَدِرِ أَنَّ سَفِيْنَةَ مَوْلَى رَسُوْلِ اللهِ ﷺ أَخْطَأَ الْجَيْشَ بِأَرْضِ الرُّوْمِ أَوْ أُسِرَ فِي أَرْضِ الرُّوْمِ۔ فَانْطَلَقَ هَارِبًا يَلْتَمِسُ الْجَيْشَ فَإِذَا بِالْأَسَدِ۔ فَقَالَ لَهُ: يَا أَبَا الْحَارِثِ، أَنَا مَوْلَى رَسُوْلِ اللهِ ﷺ وَإِنَّ مِنْ أَمْرِي كَيْتَ وَكَيْتَ۔ فَأَقْبَلَ الْأَسَدُ لَهُ بَصْبَصَةٌ حَتَّى قَامَ إِلَى

---

[1] أخرجه الحاكم في المستدرك، ومن كتاب آيات رسول الله ﷺ التي هي دلائل النبوة، رقم: 4235 وابن البيع في معرفة علوم الحديث، ذِكْرُ النَّوْعِ الثَّالِثِ وَالْأَرْبَعِيْنَ مِنْ عُلُوْمِ الْحَدِيْثِ، ص: 198

جَنْبِهٖ۔ كُلَّمَا سَمِعَ صَوْتًا أَتَى إِلَيْهِ ثُمَّ أَقْبَلَ يَمْشِي إِلَى جَنْبِهٖ۔ فَلَمْ يَزَلْ كَذٰلِكَ حَتّٰى بَلَغَ الْجَيْشَ ثُمَّ رَجَعَ الْأَسَدُ[1]

ترجمہ: حضرت ابن منکدر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ جو کہ حضور نبی اکرم ﷺ کے آزاد کردہ غلام تھے، ایک دفعہ روم کے علاقہ میں لشکرِ اسلام سے بچھڑ گئے یا وہ ارضِ روم میں قید کر دیئے گئے۔ وہ وہاں سے بھاگے تاکہ لشکر سے مل سکیں کہ اچانک ایک شیر ان کے سامنے آگیا۔ انہوں نے اس سے کہا: اے ابو حارث (شیر کی کنیت)! میں حضور نبی اکرم ﷺ کا غلام ہوں اور میرا معاملہ اس طرح ہے (کہ میں لشکر سے بچھڑ گیا ہوں)۔ یہ سنتا تھا کہ شیر فوراً دُم ہلاتا ہوا ان کی طرف آیا اور ان کے پہلو میں کھڑا ہو گیا۔ جب بھی وہ (کسی درندے کی) آواز سنتا تو وہ شیر فوراً حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ کے آگے آجاتا (جب خطرہ ٹل جاتا تو) پھر وہ واپس آجاتا اور ان کے پہلو میں چلنا شروع کر دیتا۔ وہ اسی طرح ان کے ساتھ چلتا رہا یہاں تک کہ وہ لشکر میں پہنچ گئے۔ اس کے بعد شیر واپس لوٹ آیا۔

حضور ﷺ کے ساتھ بھیڑیے کی محبت

عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رضی اللہ عنہ قَالَ: عَدَا الذِّئْبُ عَلَى شَاةٍ فَأَخَذَهَا، فَطَلَبَهُ الرَّاعِي، فَانْتَزَعَهَا مِنْهُ، فَأَقْعَى الذِّئْبُ عَلَى ذَنَبِهٖ۔ قَالَ: أَلَا تَتَّقِي اللهَ تَنْزِعُ مِنِّي رِزْقًا سَاقَهُ اللهُ إِلَيَّ؟ فَقَالَ: يَا عَجَبِي، ذِئْبٌ مُقْعٍ عَلَى ذَنَبِهٖ يُكَلِّمُنِي كَلَامَ الْإِنْسِ؟ فَقَالَ الذِّئْبُ: أَلَا أُخْبِرُكَ بِأَعْجَبَ مِنْ ذٰلِكَ؟ مُحَمَّدٌ ﷺ بِيَثْرِبَ يُخْبِرُ النَّاسَ بِأَنْبَاءِ مَا قَدْ سَبَقَ۔ قَالَ: فَأَقْبَلَ الرَّاعِي يَسُوْقُ غَنَمَهُ حَتّٰى دَخَلَ الْمَدِيْنَةَ، فَزَوَاهَا إِلَى زَاوِيَةٍ مِنْ زَوَايَاهَا، ثُمَّ أَتَى رَسُوْلَ اللهِ ﷺ فَأَخْبَرَهُ۔ فَأَمَرَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ فَنُوْدِيَ: الصَّلَاةُ جَامِعَةٌ، ثُمَّ خَرَجَ فَقَالَ لِلرَّاعِي: أَخْبِرْهُمْ۔ فَأَخْبَرَهُمْ، فَقَالَ

[1] أخرجه معمر بن راشد في الجامع، باب ما يعجل لأهل اليقين من الآيات، رقم: 20544 والبيهقي في دلائل النبوة، المجلد السادس، باب ما جاء في تسخير الله عز وجل الأسد لسفينة مولى رسول الله ﷺ كرامة لرسول الله ﷺ وما روي في معناه، 6: 46

رَسُوْلُ اللهِ ﷺ : صَدَقَ۔ وَالَّذِی نَفْسِی بِیَدِہٖ، لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰی یُکَلِّمَ السِّبَاعُ الْإِنْسَ، وَیُکَلِّمُ الرَّجُلَ عَذَبَةُ سَوْطِهٖ، وَشِرَاكُ نَعْلِهٖ، وَیُخْبِرَہٗ فَخِذُہٗ بِمَا أَحْدَثَ أَهْلُهٗ بَعْدَہٗ[1]

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک دفعہ ایک بھیڑیا بکریوں پر حملہ آور ہوا اور ان میں سے ایک بکری کو اٹھا لیا۔ چرواہے نے اس کا پیچھا کیا اور اس سے بکری چھین لی۔ بھیڑیا پچھلی ٹانگوں کو زمین پر پھیلا کر سرین پر بیٹھ گیا اور اگلی ٹانگوں کو کھڑا کر لیا اور اس نے چرواہے سے کہا: کیا تم اللہ سے نہیں ڈرتے کہ مجھ سے اللہ تعالیٰ کا عطا کردہ رزق چھین رہے ہو؟ چرواہے نے حیران ہو کر کہا: بڑی حیران کن بات ہے کہ بھیڑیا اپنی دم پر بیٹھا مجھ سے انسانوں جیسی باتیں کر رہا ہے؟ بھیڑیے نے کہا: کیا میں تمہیں اس سے بھی عجیب تر بات نہ بتاؤں؟ محمد ﷺ جو کہ یثرب (مدینہ منورہ) میں تشریف فرما ہیں لوگوں کو گزرے ہوئے زمانے کی خبریں دیتے ہیں۔ راوی بیان کرتے ہیں کہ وہ چرواہا فوراً اپنی بکریوں کو ہانکتا ہوا مدینہ منورہ میں داخل ہوا اور ان کو اپنے ٹھکانوں میں سے کسی ٹھکانہ پر چھوڑ کر حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ پھر اس نے آپ ﷺ کو اس معاملہ کی خبر دی۔ حضور نبی اکرم ﷺ کے حکم پر باجماعت نماز کے لئے اذان کہی گئی۔ پھر آپ ﷺ باہر تشریف لائے اور چرواہے سے فرمایا: سب لوگوں کو اس واقعہ کی خبر دو۔ پس اس نے وہ واقعہ سب کو سنایا۔ اس کے بعد حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اس نے سچ کہا۔ مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے قیامت اس وقت تک قائم نہ ہو گی جب تک کہ درندے انسان سے کلام نہ کریں اور انسان سے اس کے چابک کی رسی اور جوتے کے تسمے کلام نہ کریں۔ اس کی ران اسے خبر دے گی کہ اس کے بعد اس کے گھر والے کیا کرتے رہے ہیں۔

[1] أخرجه أحمد بن حنبل فی المسند، مسند المکثرین من الصحابة، مسند المکثرین من الصحابة، رقم: 11792

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی الله عنه قَالَ: جَاءَ ذِئْبٌ إِلَى رَاعِي غَنَمٍ فَأَخَذَ مِنْهَا شَاةً۔ فَطَلَبَهُ الرَّاعِي حَتَّى انْتَزَعَهَا مِنْهُ۔ قَالَ: فَصَعِدَ الذِّئْبُ عَلَى تَلٍّ، فَأَقْعَى وَاسْتَذْفَرَ فَقَالَ: عَمَدْتَ إِلَى رِزْقٍ رَزَقَنِيهِ اللهُ عزوجل انْتَزَعْتَهُ مِنِّي۔ فَقَالَ الرَّجُلُ: تَاللهِ، إِنْ رَأَيْتُ كَالْيَوْمِ ذِئْبًا يَتَكَلَّمُ۔ قَالَ الذِّئْبُ: أَعْجَبُ مِنْ هَذَا رَجُلٌ فِي النَّخَلَاتِ بَيْنَ الْحَرَّتَيْنِ يُخْبِرُكُمْ بِمَا مَضَى وَبِمَا هُوَ كَائِنٌ بَعْدَكُمْ۔ وَكَانَ الرَّجُلُ يَهُودِيًّا۔ فَجَاءَ الرَّجُلُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَأَسْلَمَ وَخَبَّرَهُ۔ فَصَدَّقَهُ النَّبِيُّ ﷺ، ثُمَّ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: إِنَّهَا أَمَارَةٌ مِنْ أَمَارَاتٍ بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ۔ قَدْ أَوْشَكَ الرَّجُلُ أَنْ يَخْرُجَ فَلَا يَرْجِعُ حَتَّى تُحَدِّثَهُ نَعْلَاهُ وَسَوْطُهُ مَا أَحْدَثَ أَهْلُهُ بَعْدَهُ[1]

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک بھیڑیا کسی چرواہے کی بکریوں کے پاس آیا اور اُن میں سے ایک بکری اٹھا کر لے گیا۔ چرواہے نے اس کا پیچھا کیا یہاں تک کہ اس کے منہ سے بکری نکلوا لی۔ بھیڑیا ایک ٹیلے پر چڑھ گیا اور وہاں اپنی پشت کے بل گھٹنے اوپر اٹھا کر بیٹھ گیا اور اپنی دم اوپر اٹھا کر کہنے لگا: تم نے میرے منہ سے وہ رزق چھین لیا ہے جو اللہ عزوجل نے مجھے عطا کیا تھا۔ اس چرواہے نے کہا: بخدا میں نے آج سا دن پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا کہ بھیڑیا باتیں کر رہا ہے۔ بھیڑیئے نے جواب دیا: اس سے بھی عجیب تر بات یہ ہے کہ ایک آدمی (یعنی حضور نبی اکرم ﷺ) دو میدانوں کے درمیان واقع نخلستانوں (مدینہ) میں بیٹھا جو کچھ ہو چکا اور جو ہونے والا ہے اُس کی خبریں لوگوں کو دے رہا ہے۔ وہ آدمی (یعنی چرواہا) یہودی تھا۔ وہ حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف بہ اسلام ہو گیا اور پھر اس نے آپ ﷺ کو اس واقعہ کی خبر دی۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے اس کی تصدیق کی اور پھر فرمایا: یہ قیامت سے قبل واقع ہونے والی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے۔ وہ وقت قریب ہے کہ ایک

[1] أخرجه أحمد بن حنبل في المسند، مسند المكثرين من الصحابة، مسند أبي هريرة رضي الله عنه، رقم: 8062 وعبد الرزاق في المصنف، باب أشراط الساعة، رقم: 21885 وابن راهويه في المسند، زيادات الكوفيين والبصريين وغيرهم، عن أبي هريرة عن النبي ﷺ، رقم: 360

آدمی اپنے گھر سے نکلے گا اس کی واپسی پر اس کے جوتے اور اس کا چابک اسے بتائیں گے کہ اس کے گھر والوں نے اس کے بعد کیا کیا۔

عَنْ أُهْبَانَ بْنِ أَوْسٍ: كُنْتُ فِي غَنَمٍ لِي، فَكَلَّمَهُ الذِّئْبُ، فَأَتَى النَّبِيَّ ﷺ فَأَسْلَمَ[1]

ترجمہ: حضرت أُهبان بن اوس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں اپنی بکریوں کے پاس تھا کہ ایک بھیڑیا آیا اور اس نے مجھ سے (حضور نبی اکرم ﷺ کی نبوت کے متعلق) کلام کیا۔ پس وہ حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور اسلام قبول کر لیا۔

عَنْ شِمْرِ بْنِ عَطِيَّةَ عَنْ رَجُلٍ مِنْ مُزَيْنَةَ أَوْ جُهَيْنَةَ قَالَ: صَلَّى رَسُولُ اللهِ ﷺ الْفَجْرَ فَإِذَا هُوَ بِقَرِيبٍ مِنْ مِائَةِ ذِئْبٍ قَدْ أَقْعَيْنَ وَفُودُ الذِّئَابِ. فَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللهِ ﷺ: تَرْضَخُوا لَهُمْ شَيْئًا مِنْ طَعَامِكُمْ وَتَأْمَنُونَ عَلَى مَا سِوَى ذَلِكَ. فَشَكَوْا إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ الْحَاجَةَ. قَالَ: فَآذِنُوهُنَّ قَالَ: فَآذَنُوهُنَّ فَخَرَجْنَ وَلَهُنَّ عُوَاءٌ[2]

ترجمہ: حضرت شمر بن عطیہ، مزینہ یا جہینہ کے ایک آدمی سے روایت بیان کرتے ہیں: حضور نبی اکرم ﷺ نے نمازِ فجر ادا فرمائی۔ اچانک تقریباً ایک سو بھیڑیے پچھلی ٹانگوں کو زمین پر پھیلا کر اور اگلی ٹانگوں کو اٹھائے ہوئے اپنی سرینوں پر بیٹھے ہوئے (باقی) بھیڑیوں کے قاصد بن کر حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے تھے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: (اے گروہ صحابہ!) تم اپنے کھانے پینے کی اشیاء میں سے تھوڑا بہت ان کا حصہ بھی نکالا کرو اور باقی ماندہ کھانے کو (ان بھیڑیوں سے) محفوظ کر لیا کرو۔ پھر انہوں (بھیڑیوں)

[1] أخرجه البخاري في التاريخ الكبير، باب أهبان، رقم:1628 والبيهقي في دلائل النبوة، باب ما في كلام الذئب وشهادته لنبينا صلى الله عليه وسلم بالرسالة وما ظهر في ذلك من دلالات النبوة، 6: 43

[2] أخرجه الدارمي في السنن، كتاب علامات النبوة، وفضائل سيد الأولين والآخرين، باب ما أكرم الله به نبيه ﷺ من إيمان الشجر به والبهائم والجن، رقم: 22

نے حضور نبی اکرم ﷺ سے اپنی کسی حاجت کی شکایت کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: انہیں اجازت دو۔ راوی بیان کرتے ہیں انہوں نے ان (بھیڑیوں) کو اجازت دی پھر وہ تھوڑی دیر بعد اپنی مخصوص آواز نکالتے ہوئے چل دیے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی الله عنه قَالَ: جَاءَ الذِّئْبُ فَأَقْعَى بَيْنَ يَدَيِ النَّبِيِّ ﷺ ثُمَّ بَصْبَصَ بِذَنَبِهِ۔ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: هَذَا الذِّئْبُ وَهُوَ وَافِدُ الذِّئَابِ۔ فَهَلْ تَرَوْنَ أَنْ تَجْعَلُوْا لَهُ مِنْ أَمْوَالِكُمْ شَيْئًا۔ قَالَ: فَقَالُوْا بِأَجْمَعِهِمْ: لَا وَاللهِ، مَا نَجْعَلُ لَهُ شَيْئًا۔ قَالَ: وَأَخَذَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ حَجَرًا فَرَمَاهُ، فَأَدْبَرَ الذِّئْبُ وَلَهُ عُوَاءٌ۔ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: الذِّئْبُ وَمَا الذِّئْبُ[1]

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک بھیڑیا آیا اور حضور نبی اکرم ﷺ کے سامنے بیٹھ گیا اور اپنی دم ہلانے لگا۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: یہ بھیڑیا دیگر بھیڑیوں کا نمائندہ بن کر تمہارے پاس آیا ہے۔ کیا تم ان کے لئے اپنے مال سے کچھ حصہ مقرر کرتے ہو؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بیک زبان کہا: خدا کی قسم! ہم ایسا نہیں کریں گے۔ ایک شخص نے پتھر اٹھایا اور اس بھیڑیئے کو دے مارا۔ بھیڑیا مڑا اور غراتا ہوا بھاگ گیا۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: واہ کیا بھیڑیا تھا، واہ کیا بھیڑیا تھا۔

عَنِ الْمُطَّلِبِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ حَنْطَبٍ رضی الله عنه قَالَ: بَيْنَمَا رَسُوْلُ اللهِ ﷺ جَالِسٌ بِالْمَدِيْنَةِ فِي أَصْحَابِهِ إِذْ أَقْبَلَ ذِئْبٌ فَوَقَفَ بَيْنَ يَدَيْ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ فَعَوَى بَيْنَ يَدَيْهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: هَذَا وَافِدُ السِّبَاعِ إِلَيْكُمْ۔ فَإِنْ أَحْبَبْتُمْ أَنْ تَفْرِضُوْا لَهُ شَيْئًا لَا يَعْدُوْهُ إِلَى غَيْرِهِ، وَإِنْ أَحْبَبْتُمْ تَرَكْتُمُوْهُ وَتَحَرَّزْتُمْ مِنْهُ۔ فَمَا أَخَذَ فَهُوَ رِزْقُهُ۔ فَقَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللهِ، مَا

[1] أخرجه ابن راهويه في المسند، مَا يُرْوَى عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، رقم: 237

تَطِيْبُ أَنْفُسُنَا لَهُ بِشَيئٍ۔ فَأَوْمَأَ إِلَيْهِ النَّبِيُّ ﷺ بِأَصَابِعِهِ أَيْ خَالِسْهُمْ۔ فَوَلَّى وَلَهُ عَسَلَانٌ[1]

ترجمہ: حضرت مطلب بن عبد اللہ بن حنطب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضور نبی اکرم ﷺ مدینہ منورہ میں اپنے اصحاب کے درمیان جلوہ افروز تھے کہ اچانک ایک بھیڑیا ادھر آیا اور حضور نبی اکرم ﷺ کے سامنے کھڑا ہو گیا اور اپنی مخصوص آواز میں کچھ کہنے لگا۔ پس حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: یہ تمہاری طرف درندوں کا نمائندہ بن کر آیا ہے۔ اگر تم پسند کرو تو (اپنے مویشیوں میں سے) ان کے لیے کوئی حصہ مقرر کر دو تاکہ یہ اس (مقرر کردہ) حصے کے علاوہ کسی اور (مویشی) کی طرف نہ بڑھیں، اور اگر تم چاہو تو تم انہیں ان کے حال پر چھوڑ دو اور اس سے کنارہ کشی کر لو۔ پھر یہ جو جانور پکڑ لیں گے وہ ان کا رزق ہو گا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اس (بھیڑیے کو) کچھ دینے پر ہمارے دل رضامند نہیں ہوتے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے اپنی مبارک انگلیوں سے اس کی طرف اشارہ فرمایا کہ وہ ان سے اپنا حصہ چھین لیا کرے۔ راوی بیان کرتے ہیں کہ وہ غصہ سے پیچ و تاب کھاتا ہوا واپس چلا گیا۔

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی الله عنه قَالَ: كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي غَزْوَةِ تَبُوْكَ فَشَرَدَتْ عَلَى غَنَمِي۔ فَجَاءَ الذِّئْبُ فَأَخَذَ مِنْهَا شَاةً فَاشْتَدَّ الرِّعَاءُ خَلْفَهُ فَقَالَ: طُعْمَةٌ أَطْعَمَنِيْهَا اللهُ تَنْزِعُوْنَهَا مِنِّي؟ قَالَ: فَبُهِتَ الْقَوْمُ۔ فَقَالَ: مَا تَعْجَبُوْنَ مِنْ كَلَامِ الذِّئْبِ، وَقَدْ نَزَلَ الْوَحْيُ عَلَى مُحَمَّدٍ، فَمَنْ مُصَدِّقٌ وَمُكَذِّبٌ[2]

[1] أخرجه ابن سعد في الطبقات الكبرى، ذكر صفة رسول الله ﷺ، في التوراة والإنجيل، 1: 309

[2] أخرجه اسماعيل في البداية والنهاية، باب ما يتعلق بالحيوانات من دلائل النبوة، 9: 26 والسيوطي في الخصائص الكبرى، الجزء ۲، ذكر معجزاته في ضروب الحيوانات، 2: 103

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں غزوہ تبوک میں حضور نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ تھا۔ میں اپنی بکریوں کی رکھوالی کر رہا تھا کہ ایک بھیڑیا آیا اور ان میں سے ایک بکری کو اٹھا کر لے گیا۔ چرواہوں نے اس کا پیچھا کیا۔ اس نے کہا: یہ میرا کھانا ہے جو مجھے اللہ تعالیٰ نے عطا کیا ہے۔ تم مجھ سے یہ چھین رہے ہو؟ راوی بیان کرتے ہیں کہ یہ سن کر لوگ مبہوت ہو گئے۔ اس نے کہا: تم بھیڑیئے کے کلام کرنے پر تعجب کا اظہار کر رہے ہو جبکہ محمد ﷺ پر وحی کا نزول ہوا ہے تو کون ہے جو ان کی تصدیق کرتا ہے اور کون ہے جو انہیں جھٹلاتا ہے۔

عَنْ حَمْزَةَ بْنِ أَبِي أُسَيْدٍ رضی الله عنه قَالَ: خَرَجَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ فِي جِنَازَةِ رَجُلٍ مِنَ الْأَنْصَارِ بِالْبَقِيْعِ، فَإِذَا الذِّئْبُ مُفْتَرِشًا ذِرَاعَيْهِ عَلَى الطَّرِيْقِ۔ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: هٰذَا أُوَيْسٌ يَسْتَفْرِضُ فَافْرِضُوْا لَهُ۔ قَالُوْا: نَرَى رَأْيَكَ، يَا رَسُوْلَ اللهِ۔ قَالَ: مِنْ كُلِّ سَائِمَةٍ شَاةٌ فِي كُلِّ عَامٍ۔ قَالُوْا: كَثِيْرٌ۔ قَالَ: فَأَشَارَ إِلَى الذِّئْبِ أَنْ خَالِسْهُمْ۔ فَانْطَلَقَ الذِّئْبُ

قَالَ الْحَافِظُ ابْنُ عَدِيٍّ: قَالَ لَنَا أَبُوْبَكْرِ بْنِ أَبِي دَاوُدَ: وَلَدُ هٰذَا الرَّاعِي يُقَالُ لَهُمْ: بَنُوْ مُكَلِّمِ الذِّئْبِ۔ وَلَهُمْ أَمْوَالٌ وَنَعَمٌ، وَهُمْ مِنْ خُزَاعَةَ۔ وَاسْمُ مُكَلِّمِ الذِّئْبِ أُهْبَانُ۔ قَالَ: وَمُحَمَّدُ بْنُ أَشْعَثَ الْخُزَاعِيُّ مِنْ وَلَدِهِ[1]

ترجمہ: حضرت حمزہ بن ابی عبید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضور نبی اکرم ﷺ انصار میں سے کسی آدمی کے جنازہ کے لیے جنت البقیع کی طرف تشریف لے گئے۔ پس آپ ﷺ نے اچانک دیکھا کہ ایک بھیڑیا اپنے بازو پھیلائے راستے میں بیٹھا ہوا ہے۔ (اسے دیکھ کر) حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: یہ بھیڑیا (تم سے اپنا) حصہ مانگ رہا ہے پس اسے اس کا حصہ دو۔

[1] أخرجه البیهقي في دلائل النبوة، المجلد السادس، باب ما جاء في مجيء الذئب مجلس النبي رسول الله ﷺ يطلب شيئا، 6: 40

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! (اس کے حصہ کے بارے میں) ہم آپ کی رائے جاننا چاہتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ہر سال ہر چرنے والے جانور کے بدلہ میں ایک بھیڑ۔ صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! یہ زیادہ ہے۔ راوی بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے بھیڑیئے کی طرف اشارہ فرمایا کہ وہ ان سے اپنا حصہ چھین لیا کرے۔ پس (یہ سننے کے بعد) بھیڑیا چل دیا۔" اس حدیث کو امام بیہقی نے روایت کیا ہے۔

حافظ ابن عدی کہتے ہیں: "ہمیں ابو بکر بن ابی داود نے بتایا کہ اس چرواہے کی اولاد کو "مکلم الذئب" (بھیڑیئے سے کلام کرنے والا) کی اولاد کہا جاتا تھا۔ ان کے پاس بہت سامال واسباب تھا۔ اور ان کا تعلق خزاعہ قبیلہ سے تھا اور بھیڑیئے سے کلام کرنے والے شخص کا نام اُھبان تھا۔ اور انہوں نے کہا کہ محمد بن أشعث خزاعی ان کی اولاد میں سے تھے۔

رَوَى ابْنُ وَهْبٍ مِثْلَ هَذَا أَنَّهُ جَرَى لِأَبِي سُفْيَانَ بْنِ حَرْبٍ وَصَفْوَانَ بْنِ أُمَيَّةَ مَعَ ذِئْبٍ وَجَدَاهُ أَخَذَ ظَبْيًا۔ فَدَخَلَ الظَّبْيُ الْحَرَمَ، فَانْصَرَفَ الذِّئْبُ، فَعَجِبَا مِنْ ذَلِكَ۔ فَقَالَ الذِّئْبُ: أَعْجَبُ مِنْ ذَلِكَ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بِالْمَدِينَةِ يَدْعُوكُمْ إِلَى الْجَنَّةِ وَتَدْعُونَهُ إِلَى النَّارِ۔ فَقَالَ أَبُوْ سُفْيَانَ: وَاللَّاتِ وَالْعُزَّى! لَئِنْ ذَكَرْتَ هَذَا بِمَكَّةَ لَتَتْرُكَنَّهَا خُلُوْفًا[1]

ترجمہ: ابن وہب نے بھی اسی کی مثل حدیث روایت کی ہے کہ ابوسفیان بن حرب اور صفوان بن امیہ کا بھی بھیڑیے کے ساتھ اسی طرح کا واقعہ پیش آیا۔ ان دونوں نے دیکھا کہ ایک بھیڑیا ایک ہرن کو پکڑنے کے لیے اس کے پیچھے بھاگ رہا ہے۔ پس ہرن حرم میں داخل ہو گیا تو بھیڑیا واپس مڑ گیا (اور حرم میں داخل نہیں ہوا)۔ اس پر ان دونوں نے اس سے بڑا تعجب کیا۔ بھیڑیے نے کہا اس سے بھی عجیب تر بات یہ ہے کہ محمد بن عبد اللہ (ﷺ) مدینہ میں تمہیں

[1] أخرجه القاضي عياض في الشفاء، القسمُ الأوّلُ، البابِ الرابع، فصل في الآيات في ضروب الحيوانات، ق: 311 وشهاب الدين النويري، ومن معجزاته ﷺ كلام الحيوانات وسكونها وثباتها إذا رأته، 18: 325

جنت کی طرف بلا رہے ہیں اور تم انہیں دوزخ کی طرف بلاتے ہو۔ اس پر ابو سفیان نے کہا: لات و عزّیٰ کی قسم، اگر تو یہ بات مکہ میں کہتا تو ضرور مکہ والوں کو خالی گھروں والا کر دیتا (یعنی وہ یہ معجزہ دیکھ کر مدینہ میں حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں چلے جاتے)۔

حضور ﷺ کے ساتھ جنگلی بیل کی محبت

عَنْ عَائِشَةَ رضی الله عنها قَالَتْ: كَانَ لِآلِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ وَحْشٌ۔ فَإِذَا خَرَجَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ لَعِبَ وَاشْتَدَّ وَأَقْبَلَ وَأَدْبَرَ۔ فَإِذَا أَحَسَّ بِرَسُوْلِ اللهِ ﷺ قَدْ دَخَلَ، رَبَضَ فَلَمْ يَتَرَمْرَمْ، مَا دَامَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ فِي الْبَيْتِ، كَرَاهِيَةَ أَنْ يُؤْذِيَهُ[1]

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ کی آل (یعنی اہلِ بیت) کے لئے ایک بیل رکھا گیا۔ جب حضور نبی اکرم ﷺ باہر تشریف لاتے تو وہ کھیلتا کودتا اور (خوشی سے) جوش میں آجاتا اور (حالتِ وجد میں) کبھی آگے بڑھتا اور کبھی پیچھے آتا۔ اور جب وہ یہ محسوس کرتا کہ حضور نبی اکرم ﷺ اندر تشریف لے گئے ہیں تو پھر ساکت کھڑا ہو جاتا اور کوئی حرکت نہ کرتا جب تک کہ آپ ﷺ گھر میں موجود رہتے اس ڈر سے کہ کہیں آپ ﷺ کو تکلیف نہ ہو۔

عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ عَائِشَةَ رضی الله عنها قَالَتْ: كَانَ لِآلِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ وَحْشٌ۔ فَكَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ إِذَا خَرَجَ لَعِبَ وَاشْتَدَّ وَأَقْبَلَ وَأَدْبَرَ۔ فَإِذَا أَحَسَّ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قَدْ دَخَلَ، رَبَضَ فَلَمْ يَتَرَمْرَمْ، مَا دَامَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ فِي الْبَيْتِ، مَخَافَةَ أَنْ يُؤْذِيَهُ[2]

[1] أخرجه أحمد بن حنبل في المسند، مسند النساء، مسند الصديقة عائشة بنت الصديق رضي الله عنها، رقم: 24818 وابن راهويه في المسند ما يروى، عن مجاهد بن جبر أبي الحجاج المكي، رقم: 1192 والهيثمي في مجمع الزوائد، كتاب علامات النبوة، باب أدب الحيوانات معه ﷺ، رقم: 14150

[2] أخرجه أبو يعلى في المسند، مسند عائشة، رقم: 4880 وابن منظور في مختصر تاريخ دمشق، باب مختصر من دلائل نبوته وما ظهر من بركته، 2: 147

ترجمہ: حضرت مجاہد سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: حضور نبی اکرم ﷺ کی اہلِ بیت کے لئے ایک بیل تھا۔ حضور نبی اکرم ﷺ جب باہر تشریف لاتے تو وہ کھیلتا اور (فرحتِ دیدار سے) جوش میں آجاتا اور (وجد کرتا ہوا) کبھی آگے بڑھتا اور کبھی پیچھے آتا۔ جب وہ یہ محسوس کرتا کہ حضور نبی اکرم ﷺ اندر تشریف لے گئے ہیں تو پھر اس ڈر سے کہ کہیں آپ ﷺ کو تکلیف نہ ہو سکون سے کھڑا ہو جاتا اور کوئی حرکت نہ کرتا جب تک کہ آپ ﷺ گھر میں موجود رہتے۔

حضور ﷺ کے ساتھ پرندوں کی محبت

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ: كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي سَفَرٍ فَمَرَرْنَا بِشَجَرَةٍ فِيْهَا فَرْخَا حُمَّرَةٍ، فَأَخَذْنَاهُمَا۔ قَالَ: فَجَاءَتِ الْحُمَّرَةُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ وَهِيَ تَعَرَّضُ، فَقَالَ: مَنْ فَجَعَ هٰذِهِ بِفَرْخَيْهَا؟ قَالَ: قُلْنَا: نَحْنُ۔ قَالَ: رُدُّوْهُمَا قَالَ: فَرَدَدْنَاهُمَا إِلَى مَوَاضِعِهِمَا[1]

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں حضور نبی اکرم ﷺ کے ساتھ تھے ہم ایک درخت کے پاس سے گزرے جس میں چنڈول (ایک خوش آواز چڑیا) کے دو بچے تھے۔ ہم نے وہ دو بچے اُٹھا لئے۔ راوی بیان کرتے ہیں کہ وہ چنڈول حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمتِ اقدس میں شکایت کرتے ہوئے حاضر ہوئی۔ پس آپ ﷺ نے فرمایا: کس نے اس چنڈول کو اس کے بچوں کی وجہ سے تکلیف دی ہے؟ راوی

---

[1] أخرجه البيهقي في دلائل النبوة، المجلد السادس، باب ما جاء في الحمرة التي فجعت ببيضتها أو بفرخيها، فشكت إلى النبي صلى الله عليه وسلم حالها، 6: 32

بیان کرتے ہیں: ہم نے عرض کیا: ہم نے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اس کے بچے اسے لوٹا دو۔ راوی بیان کرتے ہیں: پس ہم نے وہ دو بچے جہاں سے لئے تھے وہیں رکھ دیے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی الله عنهما قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ إِذَا أَرَادَ الْحَاجَةَ أَبْعَدَ الْمَشْيَ فَانْطَلَقَ ذَاتَ يَوْمٍ لِحَاجَتِهِ ثُمَّ تَوَضَّأَ وَلَبِسَ أَحَدَ خُفَّيْهِ فَجَاءَ طَائِرٌ أَخْضَرُ فَأَخَذَ الْخُفَّ الْآخَرَ فَارْتَفَعَ بِهِ ثُمَّ أَلْقَاهُ فَخَرَجَ مِنْهُ أَسْوَدُ سَالِخٌ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: هٰذِهِ كَرَامَةٌ أَكْرَمَنِيَ اللهُ بِهَا ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: اَللّٰهُمَّ، إِنِّي أَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَنْ يَمْشِي عَلَى بَطْنِهِ وَمِنْ شَرِّ مَنْ يَمْشِي عَلَى رِجْلَيْنِ وَمِنْ شَرِّ مَنْ يَمْشِي عَلَى أَرْبَعٍ[1]

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عباس رضي الله عنهما بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ جب قضائے حاجت کا ارادہ فرماتے تو آبادی سے دور تشریف لے جاتے۔ آپ ﷺ ایک دن قضائے حاجت کے لیے تشریف لے گئے پھر وضو فرمایا اور اپنے دو موزوں میں سے ایک موزہ پہنا کہ اچانک ایک سبز پرندہ آیا اور آپ ﷺ کا دوسرا موزہ لے اڑا، پھر اسے نیچے پھینکا تو اس میں سے ایک سیاہ سانپ نکلا (اس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب مکرم ﷺ کی اس موذی جانور سے حفاظت فرمائی) آپ ﷺ نے فرمایا: یہ وہ چیز ہے جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے میری تکریم فرمائی ہے۔ پھر حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اے اللہ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں ہر اس (موذی جانور) سے جو پیٹ کے بل چلتا ہے اور ہر اس کے شر سے جو دو ٹانگوں پر چلتا ہے اور اس کے شر سے جو چار ٹانگوں پر چلتا ہے۔

[1] أخرجه الطبراني في المعجم الأوسط، باب الهاء، ذكر من اسمه: هاشم، رقم: 9304 وأبونعيم في دلائل النبوة، اَلْفَصْلُ الثَّالِثَ عَشَرَ ذِكْرُ مَا خَصَّهُ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ بِهِ مِنَ الْعِصْمَةِ، ذكر عصمة الله رسوله ﷺ حين تعاقد المشركون على قتله، رقم: 150 والهيثمي في مجمع الزوائد، كتاب الطهارة، باب الإبعاد عند قضاء الحاجة، رقم: 993

عَنْ أَبِي أُمَامَةَ قَالَ: دَعَا رَسُولُ اللهِ ﷺ بِخُفَّيْهِ، يَلْبَسُهُمَا فَلَبِسَ أَحَدَهُمَا، ثُمَّ جَاءَ غُرَابٌ فَاحْتَمَلَ الآخَرَ فَرَمَى بِهِ، فَخَرَجَتْ مِنْهُ حَيَّةٌ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ فَلَا يَلْبَسْ خُفَّيْهِ حَتّٰى يَنْفُضَهُمَا[1]

ترجمہ: حضرت ابو اُمامہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے اپنے دونوں موزے پہننے کے لیے منگوائے۔ آپ ﷺ نے ایک موزہ پہنا تھا کہ ایک کوا آیا اور دوسرا موزہ اُٹھا کر لے گیا اور اُوپر جا کر پھینک دیا۔ اس موزے میں سے ایک سانپ نکلا، حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جو شخص اللہ تعالیٰ اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتا ہے تو وہ اپنے موزے جھاڑے بغیر نہ پہنے۔

حضور نبی اکرم ﷺ کے ساتھ گوہ کی محبت

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رضی اللہ عنہ قَالَ: إِنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ كَانَ فِي مَحْفَلٍ مِنْ أَصْحَابِهِ إِذْ جَاءَ رَجُلٌ أَعْرَابِيٌّ مِنْ بَنِي سُلَيْمٍ قَدْ صَادَ ضَبًّا وَجَعَلَهُ فِي كُمِّهِ فَذَهَبَ بِهِ إِلَى رَحْلِهِ۔ فَرَأَى جَمَاعَةً فَقَالَ: عَلَى مَنْ هٰذِهِ الْجَمَاعَةُ؟ فَقَالُوا: عَلَى هٰذَا الَّذِي يَزْعَمُ أَنَّهُ نَبِيٌّ۔ فَشَقَّ النَّاسَ ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَى رَسُوْلِ اللهِ ﷺ فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ، مَا اشْتَمَلَتِ النِّسَاءُ عَلَى ذِي لَهْجَةٍ أَكْذَبَ مِنْكَ وَلَا أَبْغَضَ۔ وَلَوْلَا أَنْ يُسَمِّيَنِي قَوْمِي عَجُوْلًا لَعَجِلْتُ عَلَيْكَ فَقَتَلْتُكَ، فَسَرَرْتُ بِقَتْلِكَ النَّاسَ جَمِيْعًا۔ فَقَالَ عُمَرُ رضی اللہ عنہ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، دَعْنِي أَقْتُلْهُ۔ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: أَمَا عَلِمْتَ أَنَّ الْحَلِيْمَ كَادَ أَنْ يَكُوْنَ نَبِيًّا ثُمَّ أَقْبَلَ] الْأَعْرَابِيُّ [عَلَى رَسُوْلِ اللهِ ﷺ فَقَالَ: وَاللَّاتِ وَالْعُزّٰى، لَا آمَنْتُ بِكَ۔ وَقَدْ قَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: يَا أَعْرَابِيُّ،

[1] أخرجه الطبراني في المعجم الكبير، باب الصاد، شرحبيل بن مسلم الخولاني، عن أبي أمامة، رقم: 7620 وفي مسند الشاميين، ما انتهى إلينا من مسند ثور بن يزيد، ما أسند شرحبيل بن مسلم بن حامد الخولاني سمعت عبد الله بن أحمد بن حنبل، يقول: سمعت أبي يقول: شرحبيل بن مسلم من ثقات الشاميين، رقم: 547

مَاحَمَلَكَ عَلَى أَنْ قُلْتَ مَا قُلْتَ، وَقُلْتَ غَيْرَ الْحَقِّ وَلَمْ تُكْرِمْ مَجْلِسِي؟ فَقَالَ: وَتُكَلِّمُنِي أَيْضًا! اِسْتِخْفَافًا بِرَسُوْلِ اللهِ ﷺ، وَاللَّاتِ وَالْعُزّٰى، لَا آمَنْتُ بِكَ أَوْ يُؤْمِنُ بِكَ هٰذَا الضَّبُّ۔ فَأَخْرَجَ ضَبًّا مِنْ كُمِّهِ وَطَرَحَهُ بَيْنَ يَدَيْ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ فَقَالَ: إِنْ آمَنَ بِكَ هٰذَا الضَّبُّ آمَنْتُ بِكَ۔

فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: يَا ضَبُّ۔ فَتَكَلَّمَ الضَّبُّ بِكَلَامٍ عَرَبِيٍّ مُبِيْنٍ فَهِمَهُ الْقَوْمُ جَمِيْعًا: لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ، يَا رَسُوْلَ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: مَنْ تَعْبُدُ؟ قَالَ: الَّذِي فِي السَّمَاءِ عَرْشُهُ وَفِي الْأَرْضِ سُلْطَانُهُ وَفِي الْبَحْرِ سَبِيْلُهُ وَفِي الْجَنَّةِ رَحْمَتُهُ وَفِي النَّارِ عَذَابُهُ۔ قَالَ: فَمَنْ أَنَا، يَا ضَبُّ؟ قَالَ: أَنْتَ رَسُوْلُ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ، وَخَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ، قَدْ أَفْلَحَ مَنْ صَدَّقَكَ، وَقَدْ خَابَ مَنْ كَذَّبَكَ۔

فَقَالَ الْأَعْرَابِيُّ: أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَأَنَّكَ رَسُوْلُ اللهِ حَقًّا۔ لَقَدْ أَتَيْتُكَ وَمَا عَلَى وَجْهِ الْأَرْضِ أَحَدٌ هُوَ أَبْغَضُ إِلَيَّ مِنْكَ، وَاللهِ، لَأَنْتَ السَّاعَةَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ نَفْسِي وَمِنْ وَالِدِي۔ وَقَدْ آمَنْتُ بِكَ شَعْرِي وَبَشَرِي وَدَاخِلِي وَخَارِجِي وَسِرِّي وَعَلَانِيَتِي۔ فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي هَدَاكَ إِلَى هٰذَا الدِّيْنِ الَّذِي يَعْلُوْ وَلَا يُعْلٰى۔ لَا يَقْبَلُهُ اللهُ إِلَّا بِصَلَاةٍ وَلَا يُقْبَلُ الصَّلَاةُ إِلَّا بِقِرَاءَةٍ۔ فَعَلَّمَهُ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ ''اَلْحَمْدُ'' وَ ''قُلْ هُوَ اللهُ أَحَدٌ''۔ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، مَا سَمِعْتُ فِي الْبَسِيْطِ وَلَا فِي الرَّجَزِ أَحْسَنَ مِنْ هٰذَا۔ فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: إِنَّ هٰذَا كَلَامُ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَلَيْسَ بِشِعْرٍ۔ إِذَا قَرَأْتَ ''قُلْ هُوَ اللهُ أَحَدٌ'' مَرَّةً فَكَأَنَّمَا قَرَأْتَ ثُلُثَ الْقُرْآنِ وَإِذَا قَرَأْتَ ''قُلْ هُوَ اللهُ أَحَدٌ'' مَرَّتَيْنِ فَكَأَنَّمَا قَرَأْتَ ثُلُثَيِ الْقُرْآنِ، وَإِذَا قَرَأْتَ ''قُلْ هُوَ اللهُ أَحَدٌ'' ثَلَاثَ مَرَّاتٍ فَكَأَنَّمَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ كُلَّهُ۔

فَقَالَ الْأَعْرَابِيُّ: وَنِعْمَ الْإِلٰهُ إِلٰهُنَا، يَقْبَلُ الْيَسِيْرَ وَيُعْطِي الْجَزِيْلَ۔

فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: أَعْطُوا الْأَعْرَابِيَّ۔ فَأَعْطَوْهُ حَتّٰى أَبْطَرُوْهُ۔ فَقَامَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، إِنِّي أُرِيْدُ أَنْ أُعْطِيَهُ نَاقَةً أَتَقَرَّبُ بِهَا إِلَى اللهِ دُوْنَ الْبُخْتِيِّ وَفَوْقَ الْأَعْرَابِيِّ

وَهِيَ عُشَرَاءُ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ : قَدْ وَصَفْتَ مَا تُعْطِي، فَأَصِفُ لَكَ مَا يُعْطِيْكَ اللهُ جَزَاءً؟ قَالَ: نَعَمْ. قَالَ: لَكَ نَاقَةٌ مِنْ دُرَّةٍ جَوْفَاءَ، قَوَائِمُهَا مِنْ زَبَرْجَدٍ أَخْضَرَ وَعُنُقُهَا مِنْ زَبَرْجَدٍ أَصْفَرَ. عَلَيْهَا هَوْدَجٌ، وَعَلَى الْهَوْدَجِ السُّنْدُسُ وَالإِسْتَبْرَقُ تَمُرُّ بِكَ عَلَى الصِّرَاطِ كَالْبَرْقِ الْخَاطِفِ. فَخَرَجَ الأَعْرَابِيُّ مِنْ عِنْدِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ ، فَلَقِيَهُ أَلْفُ أَعْرَابِي عَلَى أَلْفِ دَابَّةٍ بِأَلْفِ رُمْحٍ وَأَلْفِ سَيْفٍ. فَقَالَ لَهُمْ : أَيْنَ تُرِيْدُوْنَ؟ فَقَالُوْا : نُقَاتِلُ هٰذَا الَّذِي يَكْذِبُ وَيَزْعَمُ أَنَّهُ نَبِيٌّ. فَقَالَ الأَعْرَابِيُّ : أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللهِ. فَقَالُوْا لَهُ : صَبَوْتَ؟ قَالَ : مَا صَبَوْتُ وَحَدَّثَهُمُ الْحَدِيْثَ. فَقَالُوْا بِأَجْمَعِهِمْ : لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ. فَبَلَغَ ذٰلِكَ النَّبِيَّ ﷺ ، فَتَلَقَّاهُمْ بِلَا رِدَاءٍ فَنَزَلُوْا عَنْ رِكَابِهِمْ يُقَبِّلُوْنَ مَا وَلَّوْا مِنْهُ وَهُمْ يَقُوْلُوْنَ : لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ. فَقَالُوْا : مُرْنَا بِأَمْرٍ تُحِبُّهُ، يَا رَسُوْلَ اللهِ. قَالَ : تَكُوْنُوْنَ تَحْتَ رَايَةِ خَالِدِ بْنِ الْوَلِيْدِ. قَالَ : فَلَيْسَ أَحَدٌ مِنَ الْعَرَبِ آمَنَ مِنْهُمْ أَلْفُ رَجُلٍ جَمِيْعًا غَيْرَ بَنِي سُلَيْمٍ[1]

ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حضور نبی اکرم ﷺ اپنے صحابہ کی محفل میں تشریف فرما تھے کہ بنو سلیم کا ایک شخص آیا۔ اس نے ایک گوہ کا شکار کیا تھا اور اسے اپنی آستین میں چھپا کر اپنی قیام گاہ کی طرف لے جا رہا تھا۔ اس نے جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت کو دیکھا تو اس نے کہا: یہ لوگ کس کے گرد جمع ہیں؟ لوگوں نے کہا: اس کے گرد جس نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔ وہ لوگوں کے درمیان سے گزرتا ہوا حضور نبی اکرم ﷺ کے سامنے آ کھڑا ہوا اور کہنے لگا: اے محمد (ﷺ)! کسی عورت کا بیٹا تم سے بڑھ کر جھوٹا اور مجھے ناپسند نہیں ہو گا۔ اگر مجھے اس بات کا ڈر نہ ہوتا کہ میری قوم مجھے جلد باز کہے گی تو تمہیں قتل کرنے میں جلدی کرتا اور تمہارے قتل سے تمام لوگوں کو خوش کرتا۔

[1] أخرجه الطبراني في المعجم الأوسط، باب الميم، من اسمه: محمد، رقم: 5996

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ سے عرض کیا: یارسول اللہ! مجھے اجازت دیں کہ میں اس (گستاخ) کو قتل کر دوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے عمر! کیا تم جانتے نہیں کہ حلیم و بردبار آدمی ہی نبوت کے لائق ہوتا ہے۔ وہ حضور نبی اکرم ﷺ کی طرف متوجہ ہوا اور کہنے لگا: مجھے لات و عزیٰ کی قسم! میں تم پر ایمان نہیں رکھتا۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے اس سے پوچھا: اے اعرابی! کس چیز نے تمہیں اس بات پر ابھارا ہے کہ تم میری مجلس کی تکریم کو بالائے طاق رکھ کر ناحق گفتگو کرو؟ اس نے بے ادبی سے رسول اللہ ﷺ سے کہا: کیا آپ بھی میرے ساتھ ایسے ہی گفتگو کریں گے؟ اور کہا: مجھے لات و عزیٰ کی قسم! میں آپ پر اس وقت تک ایمان نہیں لاؤں گا جب تک یہ گوہ آپ پر ایمان نہیں لاتی۔ اس کے ساتھ ہی اس نے اپنی آستین سے گوہ نکال کر حضور نبی اکرم ﷺ کے سامنے پھینک دی اور کہا: اگر یہ گوہ آپ پر ایمان لے آئے تو میں بھی ایمان لے آؤں گا۔

"پس حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اے گوہ (کلام کر)! پس گوہ نے ایسی واضح اور فصیح عربی میں کلام کیا کہ جسے تمام لوگوں نے سمجھا۔ اس گوہ نے عرض کیا: اے دو جہانوں کے رب کے رسول! میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوں۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے اس سے پوچھا: تم کس کی عبادت کرتی ہو؟ اس نے عرض کیا: میں اس کی عبادت کرتی ہوں جس کا عرش آسمانوں میں ہے، زمین پر جس کی حکمرانی ہے اور سمندر پر جس کا قبضہ ہے، جنت میں جس کی رحمت ہے اور دوزخ میں جس کا عذاب ہے۔ آپ ﷺ نے پھر پوچھا: اے گوہ! میں کون ہوں؟ اس نے عرض کیا: آپ دو جہانوں کے رب کے رسول اور خاتم الانبیاء ہیں۔ جس نے آپ کی تصدیق کی وہ فلاح پا گیا اور جس نے آپ کی تکذیب کی وہ ذلیل و خوار ہو گیا۔

"اعرابی یہ دیکھ کر بول اٹھا: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بے شک آپ اللہ کے سچے رسول ہیں۔ جب میں آپ کے پاس آیا تھا تو روئے زمین پر آپ سے بڑھ کر کوئی شخص مجھے ناپسند نہ تھا، اور بخدا! اِس وقت آپ مجھے اپنی جان اور اولاد سے بھی بڑھ کر

محبوب ہیں۔ میرے جسم کا ہر بال اور ہر رونگٹا، میرا عیاں و نہاں اور میرا ظاہر و باطن آپ پر ایمان لا چکا ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اس اللہ جل مجدہٗ کے لئے ہی ہر تعریف ہے جس نے تجھے اس دین کی طرف ہدایت دی جو ہمیشہ غالب رہے گا اور کبھی مغلوب نہیں ہو گا۔ اس دین کو اللہ تعالیٰ صرف نماز کے ساتھ قبول کرتا ہے اور نماز قرآن پڑھنے سے ہی قبول ہوتی ہے۔ پھر حضور نبی اکرم ﷺ نے اسے سورہ فاتحہ اور سورہ اخلاص سکھائیں۔ وہ عرض گزار ہوا: یارسول اللہ! میں نے بسیط اور رجز (عربی شاعری کے سولہ اوزان میں سے دو وزن) میں اس سے حسین کلام کبھی نہیں سنا۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے اس سے فرمایا: یہ رب دوجہاں کا کلام ہے، شاعری نہیں۔ جب تم نے سورہ اخلاص کو ایک مرتبہ پڑھ لیا تو گویا تم نے ایک تہائی قرآن پڑھنے کا ثواب پالیا اور اگر اسے دو مرتبہ پڑھا تو سمجھو کہ تم نے دو تہائی قرآن پڑھنے کا ثواب پالیا۔ اور تم نے اسے تین مرتبہ پڑھ لیا تو گویا تم نے پورے قرآن کا ثواب پالیا۔ پھر اعرابی نے کہا ہمارا معبود تمام معبودوں سے بہتر ہے جو تھوڑے عمل کو قبول فرماتا ہے اور بے حد و حساب عطا فرماتا ہے۔

"پھر حضور نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کرام سے فرمایا: اس اعرابی کی کچھ مدد کرو۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اسے اتنا دیا کہ اسے (کثرتِ مال کی وجہ سے) بے نیاز کر دیا۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کیا: یارسول اللہ! میں انہیں ایک اونٹنی دے کر قربِ الٰہی حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ یہ فارسی النسل اونٹنی سے چھوٹی اور عربی النسل اونٹوں سے تھوڑی بڑی ہے اور یہ دس ماہ کی حاملہ ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم جو اونٹنی اسے دو گے اس کی تم نے صفات بیان کر دی ہیں، اب میں تمہارے لئے اس اونٹنی کی صفات بیان کرتا ہوں جو اللہ تعالیٰ تمہیں اس کی جزاء میں عطا فرمائے گا؟ انہوں نے عرض کیا: ہاں (ضرور بیان فرمایئے)۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تمہیں سوراخ دار موتیوں کی اونٹنی ملے گی جس کے پاؤں سبز زمرد کے ہوں گے اور جس کی گردن زرد زبرجد کی ہو گی اور اس پر کجاوہ

ہوگا جو کہ کریب اور ریشم کا بنا ہوگا۔ وہ پل صراط سے تمہیں بجلی کے کوندے کی طرح گزار دے گی۔ پھر وہ اعرابی حضور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ سے باہر نکلا۔ راستے میں اسے ایک ہزار اعرابی ملے جو ہزار سواریوں پر سوار تھے اور ہزار تیروں اور ہزار تلواروں سے مسلح تھے۔ اس نے ان سے پوچھا: تم کہاں جا رہے ہو؟ انہوں نے کہا: ہم اس سے لڑنے جا رہے ہیں جو کذب بیانی سے کام لیتا ہے اور یہ دعوی کرتا ہے کہ وہ نبی ہے۔ اس اعرابی نے ان سے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بے شک محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ انہوں نے کہا: تم نے بھی نیا دین اختیار کر لیا ہے؟ اس نے کہا: میں نے نیا دین اختیار نہیں کیا (بلکہ دین حق اختیار کیا ہے)۔ پھر اس نے انہیں (گوہ سے متعلق) تمام بات سنائی۔ یہ سن کر ہر کوئی کہنے لگا: اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ حضور نبی اکرم ﷺ تک جب یہ خبر پہنچی تو آپ ﷺ انہیں ملنے کے لئے (تیزی سے) بغیر چادر کے باہر تشریف لائے۔ وہ آپ ﷺ کو دیکھ کر اپنی سواریوں سے کود پڑے اور حضور نبی اکرم ﷺ کے جس حصہ تک ان کی رسائی ہوئی اسے چومنے لگے اور ساتھ ساتھ کہنے لگے: اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ پھر انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ ہمیں اس چیز کا حکم دیں جو آپ کو پسند ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تم خالد بن ولید کے جھنڈے تلے ہوگے۔ راوی بیان کرتے ہیں کہ سارے عرب میں صرف بنو سلیم کے ہی ایک ہزار لوگ بیک وقت ایمان لائے۔

حضور ﷺ کے لئے جانوروں کا سجدۂ تعظیمی کرنا

عَنْ أَنَسٍ رضی الله عنه قَالَ: كَانَ أَهْلُ بَيْتٍ مِنَ الْأَنْصَارِ لَهُمْ جَمَلٌ يَسْنُوْنَ عَلَيْهِ، وَإِنَّ الْجَمَلَ اسْتُصْعِبَ عَلَيْهِمْ فَمَنَعَهُمْ ظَهْرَهُ، وَإِنَّ الْأَنْصَارَ جَاؤُوْا إِلَى رَسُوْلِ اللهِ ﷺ فَقَالُوْا: إِنَّهُ كَانَ لَنَا جَمَلٌ نُسْنِي عَلَيْهِ وَإِنَّهُ اسْتُصْعِبَ عَلَيْنَا وَمَنَعَنَا ظَهْرَهُ، وَقَدْ عَطِشَ الزَّرْعُ وَالنَّخْلُ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ لِأَصْحَابِهِ: قُوْمُوْا فَقَامُوْا فَدَخَلَ الْحَائِطَ وَالْجَمَلُ فِي

نَاحِيَةٍ، فَمَشَى النَّبِيُّ ﷺ نَحْوَهُ. فَقَالَتِ الْأَنْصَارُ: يَا نَبِيَّ اللهِ، إِنَّهُ قَدْ صَارَ مِثْلَ الْكَلْبِ الْكَلِبِ، وَإِنَّا نَخَافُ عَلَيْكَ صَوْلَتَهُ، فَقَالَ: لَيْسَ عَلَيَّ مِنْهُ بَأْسٌ، فَلَمَّا نَظَرَ الْجَمَلُ إِلَى رَسُوْلِ اللهِ ﷺ أَقْبَلَ نَحْوَهُ حَتَّى خَرَّ سَاجِدًا بَيْنَ يَدَيْهِ، فَأَخَذَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ بِنَاصِيَتِهِ أَذَلَّ مَا كَانَتْ قَطُّ حَتَّى أَدْخَلَهُ فِي الْعَمَلِ، فَقَالَ لَهُ أَصْحَابُهُ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، هَذِهِ بَهِيْمَةٌ لَا تَعْقِلُ تَسْجُدُ لَكَ وَنَحْنُ نَعْقِلُ فَنَحْنُ أَحَقُّ أَنْ نَسْجُدَ لَكَ

وفي رواية: قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللهِ، نَحْنُ أَحَقُّ بِالسُّجُوْدِ لَكَ مِنَ الْبَهَائِمِ. فَقَالَ: لَا يَصْلُحُ لِبَشَرٍ أَنْ يَسْجُدَ لِبَشَرٍ، وَلَوْ صَلَحَ لِبَشَرٍ أَنْ يَسْجُدَ لِبَشَرٍ لَأَمَرْتُ الْمَرْأَةَ أَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِهَا مِنْ عِظَمِ حَقِّهِ عَلَيْهَا[1]

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک انصاری گھرانے میں ایک اونٹ تھا جس پر (وہ کھیتی باڑی کے لئے) پانی بھرا کرتے تھے، وہ ان کے قابو میں نہ رہا اور انہیں اپنی پشت استعمال کرنے (یعنی پانی لانے) سے روک دیا۔ انصار صحابہ حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: ہمارا ایک اونٹ تھا ہم اس سے کھیتی باڑی کے لئے پانی لانے کا کام لیتے تھے۔ وہ ہمارے قابو میں نہیں رہا اور اب وہ خود سے کوئی کام نہیں لینے دیتا۔ ہمارے کھیت کھلیان اور باغ پانی کی قلت کے باعث سوکھ گئے ہیں۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کرام سے فرمایا: اُٹھو، پس سارے اٹھ کھڑے ہوئے (اور اس انصاری کے گھر تشریف لے گئے)۔ آپ ﷺ احاطہ میں داخل ہوئے تو اُونٹ جو کہ ایک کونے میں تھا، حضور نبی اکرم ﷺ اُس اُونٹ کی طرف چل پڑے۔ انصار کہنے لگے: (یا رسول اللہ!) یہ اُونٹ کتے کی طرح باؤلا ہو چکا ہے اور ہمیں اس کی طرف سے آپ پر حملہ کا خطرہ ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: مجھے اس سے کوئی نقصان نہیں ہو گا۔ اُونٹ نے جیسے ہی حضور نبی

[1] أخرجه الدارمي في السنن، ما أكرم الله به نبيه من إيمان الشجر به والبهائم والجن، 1 / 22، الرقم: 17

اکرم ﷺ کو دیکھا تو آپ ﷺ کی طرف بڑھا یہاں تک (قریب آکر) آپ ﷺ کے سامنے سجدہ میں گر پڑا۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے اسے پیشانی سے پکڑا اور حسبِ سابق دوبارہ کام پر لگا دیا۔ صحابہ کرام نے یہ دیکھ کر آپ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ تو بے عقل جانور ہوتے ہوئے بھی آپ کو سجدہ کر رہا ہے اور ہم تو عقلمند ہیں لھٰذا اس سے زیادہ حقدار ہیں کہ آپ کو سجدہ کریں۔

ایک روایت میں ہے کہ صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہم جانوروں سے زیادہ آپ کو سجدہ کرنے کے حقدار ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کسی فردِ بشر کے لئے جائز نہیں کہ وہ کسی بشر کو سجدہ کرے اور اگر کسی بشر کا بشر کو سجدہ کرنا جائز ہوتا تو میں بیوی کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو اس کی قدر و منزلت کی وجہ سے سجدہ کرے جو کہ اسے بیوی پر حاصل ہے۔

عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنها أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ كَانَ فِي نَفَرٍ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْأَنْصَارِ فَجَاءَ بَعِيْرٌ فَسَجَدَ لَهُ۔ فَقَالَ أَصْحَابُهُ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، تَسْجُدُ لَكَ الْبَهَائِمُ وَالشَّجَرُ فَنَحْنُ أَحَقُّ أَنْ نَسْجُدَ لَكَ۔ فَقَالَ: اعْبُدُوْا رَبَّكُمْ وَأَكْرِمُوْا أَخَاكُمْ۔ وَلَوْ كُنْتُ آمِرًا أَحَدًا أَنْ يَسْجُدَ لِأَحَدٍ، لَأَمَرْتُ الْمَرْأَةَ أَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِهَا۔ وَلَوْ أَمَرَهَا أَنْ تَنْقُلَ مِنْ جَبَلٍ أَصْفَرَ إِلَى جَبَلٍ أَسْوَدَ وَمِنْ جَبَلٍ أَسْوَدَ إِلَى جَبَلٍ أَبْيَضَ، كَانَ يَنْبَغِي لَهَا أَنْ تَفْعَلَهُ[1]

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ مہاجرین و انصار کی ایک جماعت میں تشریف فرما تھے کہ ایک اُونٹ آیا اور آپ ﷺ کے سامنے سجدہ ریز ہو گیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ سے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ کو جانور اور درخت سجدہ کرتے ہیں جبکہ ہم آپ کو سجدہ کرنے کے زیادہ حقدار ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

[1] أخرجه أحمد بن حنبل في المسند، مسند النساء، مسند الصديقة عائشة بنت الصديق رضي الله عنها، رقم: 24470 والهيثمي في مجمع الزوائد، كتاب النكاح، باب حق الزوج على المرأة، 7651

اپنے رب کی عبادت کرو اور اپنے بھائی کی عزت کرو۔ اگر میں کسی فردِ بشر کو حکم دیتا کہ وہ کسی اور کو سجدہ کرے تو میں ضرور عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔ اور اگر شوہر اسے حکم دے کہ وہ زرد پہاڑ کو سیاہ پہاڑ تک اور سیاہ پہاڑ کو سفید پہاڑ تک لے جائے تو اس پر لازم ہے کہ وہ ایسا کرے۔

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رضی اللہ عنهما قَالَ: أَقْبَلْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ مِنْ سَفَرٍ حَتَّى إِذَا دَفَعْنَا إِلَى حَائِطٍ مِنْ حِيْطَانِ بَنِي النَّجَّارِ إِذَا فِيْهِ جَمَلٌ لَا يَدْخُلُ الْحَائِطَ أَحَدٌ إِلَّا شَدَّ عَلَيْهِ. قَالَ: فَذَكَرُوْا ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ ﷺ فَجَاءَ حَتَّى أَتَى الْحَائِطَ. فَدَعَا الْبَعِيْرَ، فَجَاءَ وَاضِعًا مِشْفَرَهُ إِلَى الْأَرْضِ حَتَّى بَرَكَ بَيْنَ يَدَيْهِ. قَالَ: فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: هَاتُوْا خِطَامًا. فَخَطَمَهُ وَدَفَعَهُ إِلَى صَاحِبِهِ. قَالَ: ثُمَّ الْتَفَتَ إِلَى النَّاسِ قَالَ: إِنَّهُ لَيْسَ شَيْءٌ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ إِلَّا يَعْلَمُ أَنِّي رَسُوْلُ اللهِ إِلَّا عَاصِيَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ[1]

ترجمہ: حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں: ہم حضور نبی اکرم ﷺ کے ساتھ ایک سفر سے واپس آئے۔ راستے میں ہم بنو نجار کے ایک باغ میں پہنچے تو ہمیں معلوم ہوا کہ باغ میں ایک سرکش اونٹ ہے جو باغ میں کسی کو داخل نہیں ہونے دیتا اور جو باغ میں داخل ہونا چاہے اس پر حملہ کر دیتا ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ لوگوں نے اس بات کا ذکر حضور نبی اکرم ﷺ سے کیا۔ آپ ﷺ تشریف لائے اور باغ میں داخل ہو گئے۔ آپ ﷺ نے اونٹ کو بلایا تو وہ اپنی گردن کو زمین کے ساتھ گھسیٹتا ہوا آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ ﷺ کے سامنے بیٹھ گیا۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اس

[1] أخرجه أحمد بن حنبل في المسند، مسند المكثرين من الصحابة، مسند جابر بن عبد الله رضی اللہ عنه، رقم: 14332 وابن أبي شيبة في المصنف، كتاب الفضائل، باب ما أعطى الله تعالى محمدا ﷺ، رقم: 31719، والهيثمي في مجمع الزوائد، كتاب علامات النبوة، باب في معجزاته ﷺ في الحيوانات والشجر وغير ذلك، رقم: 14163

کی لگام لاؤ۔ آپ ﷺ نے اسے لگام دی اور اسے اس کے مالک کے سپرد کر دیا۔ پھر آپ ﷺ لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: بے شک زمین و آسمان میں سوائے سرکش جنوں اور انسانوں کے کوئی چیز ایسی نہیں جو یہ تسلیم نہ کرتی ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما أَنَّ رَجُلًا مِنَ الْأَنْصَارِ كَانَ لَهُ فَحْلَانِ، فَاغْتَلَمَا۔ فَأَدْخَلَهُمَا حَائِطًا فَسَدَّ عَلَيْهِمَا الْبَابَ ثُمَّ جَاءَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ، فَأَرَادَ أَنْ يَدْعُوَلَهُ، وَالنَّبِيُّ ﷺ قَاعِدٌ وَمَعَهُ نَفَرٌ مِنَ الْأَنْصَارِ، فَقَالَ: يَا نَبِيَّ اللهِ، إِنِّي جِئْتُ فِي حَاجَةٍ، وَأَنَّ فَحْلَيْنِ لِي اغْتَلَمَا وَأَنِّي أَدْخَلْتُهُمَا حَائِطًا وَسَدَدْتُ الْبَابَ عَلَيْهِمَا، فَأُحِبُّ أَنْ تَدْعُوَلِي أَنْ يُسَخِّرَهُمَا اللهُ لِي۔ فَقَالَ لِأَصْحَابِهِ: قُومُوا مَعَنَا۔ فَذَهَبَ حَتَّى أَتَى الْبَابَ فَقَالَ: افْتَحْ۔ فَأَشْفَقَ الرَّجُلُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: افْتَحْ۔ فَفَتَحَ الْبَابَ، فَإِذَا أَحَدُ الْفَحْلَيْنِ قَرِيبٌ مِنَ الْبَابِ، فَلَمَّا رَأَى النَّبِيَّ ﷺ سَجَدَ لَهُ۔ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ائْتِنِي بِشَيْءٍ أَشُدُّ بِهِ رَأْسَهُ وَأُمَكِّنُكَ مِنْهُ۔ فَجَاءَ بِخِطَامٍ فَشَدَّ بِهِ رَأْسَهُ وَأَمْكَنَهُ مِنْهُ، ثُمَّ مَشَى إِلَى أَقْصَى الْحَائِطِ إِلَى الْفَحْلِ الْآخَرِ۔ فَلَمَّا رَآهُ وَقَعَ لَهُ سَاجِدًا، فَقَالَ لِلرَّجُلِ: ائْتِنِي بِشَيْءٍ أَشُدُّ بِهِ رَأْسَهُ۔ فَشَدَّ رَأْسَهُ وَأَمْكَنَهُ مِنْهُ، فَقَالَ: اذْهَبْ فَإِنَّهُمَا لَا يَعْصِيَانِكَ۔ فَلَمَّا رَأَى أَصْحَابُ النَّبِيِّ ﷺ ذٰلِكَ قَالَ: قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللهِ، هٰذَيْنِ فَحْلَيْنِ لَا يَعْقِلَانِ سَجَدَا لَكَ۔ أَفَلَا نَسْجُدُ لَكَ؟ قَالَ: لَا آمُرُ أَحَدًا أَنْ يَسْجُدَ لِأَحَدٍ۔ وَلَوْ أَمَرْتُ أَحَدًا أَنْ يَسْجُدَ لِأَحَدٍ لَأَمَرْتُ الْمَرْأَةَ أَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِهَا[1]

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک انصاری شخص کے پاس دو اونٹ تھے وہ دونوں سرکش ہو گئے۔ اس نے ان دونوں کو ایک باغ کے اندر قید کر دیا اور پھر حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تاکہ آپ ﷺ اس کے لیے دعا فرمائیں۔

[1] أخرجه الطبرانی فی المعجم الكبير، باب العين، عكرمة عن ابن عباس، رقم: 12003 والهيثمی فی مجمع الزوائد، كتاب علامات النبوة، باب فی معجزاته ﷺ فی الحيوانات والشجر وغير ذلك، رقم: 14156

(وہ جب حاضر ہوا تو) حضور نبی اکرم ﷺ انصار کے ایک گروہ میں تشریف فرما تھے۔ اس نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں آپ کے پاس ایک حاجت لے کر حاضر ہوا ہوں۔ میرے دو اُونٹ ہیں جو سرکش ہو گئے ہیں۔ میں نے انہیں باغ میں داخل کر کے دروازہ بند کر دیا ہے۔ آپ سے درخواست ہے کہ آپ میرے لیے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ انہیں میرا فرماں بردار بنا دے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے اپنے صحابہ سے فرمایا: اُٹھو، میرے ساتھ آؤ۔ پس آپ ﷺ چلے یہاں تک کہ اس باغ کے دروازے پر تشریف لے آئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: دروازہ کھولو۔ اس شخص کو آپ ﷺ کے حوالے سے خدشہ تھا (کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ جانور حضور نبی اکرم ﷺ پر حملہ کر دیں)۔ آپ ﷺ نے پھر فرمایا: دروازہ کھولو۔ اس نے دروازہ کھول دیا۔ دونوں اُونٹوں میں سے ایک دروازہ کے قریب ہی کھڑا تھا۔ جب اس نے حضور نبی اکرم ﷺ کو دیکھا تو فوراً آپ ﷺ کو سجدہ کیا۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: میرے پاس کوئی چیز لاؤ جس کے ساتھ باندھ کر میں اسے تمہارے حوالے کر دوں۔ وہ صحابی ایک نکیل لے آیا تو آپ ﷺ نے اس سے اسے باندھ دیا اور اسے صحابی کے حوالے کر دیا۔ پھر آپ ﷺ باغ کے دوسرے حصے کی طرف چلے جہاں دوسرا اُونٹ تھا۔ اس نے بھی جب آپ ﷺ کو دیکھا تو آپ ﷺ کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہو گیا۔ آپ ﷺ نے اس صحابی سے کہا: مجھے کوئی چیز لا دو جس سے میں اس کا سر باندھ دوں۔ پھر آپ ﷺ نے اس کا سر باندھ کر اسے صحابی کے حوالے کر دیا اور فرمایا: جاؤ اب یہ تمہاری نافرمانی نہیں کریں گے۔ جب صحابہ کرام نے یہ سارا واقعہ دیکھا تو عرض گزار ہوئے: یا رسول اللہ! یہ اونٹ جو کہ بے عقل ہیں آپ کو سجدہ کرتے ہیں تو کیا ہم بھی آپ کو سجدہ نہ کریں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: میں کسی انسان کو یہ حکم نہیں دیتا کہ وہ کسی دوسرے انسان کو سجدہ کرے۔ اگر میں کسی انسان کو سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو میں ضرور عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رضی الله عنه أَنَّ نَاضِحًا لِبَعْضِ بَنِي سَلَمَةَ اغْتَلَمَ۔ فَصَالَ عَلَيْهِمْ وَامْتَنَعَ عَلَيْهِمْ حَتَّى عَطِشَتْ نَخْلَةٌ۔ فَانْطَلَقَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَاشْتَكَى ذَلِكَ إِلَيْهِ۔ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: انْطَلِقْ۔ وَذَهَبَ النَّبِيُّ ﷺ مَعَهُ۔ فَلَمَّا بَلَغَ بَابَ النَّخْلِ قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، لَا تَدْخُلْ، فَإِنِّي أَخَافُ عَلَيْكَ مِنْهُ۔ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ادْخُلُوا فَلَا بَأْسَ عَلَيْكُمْ۔ فَلَمَّا رَآهُ الْجَمَلُ، أَقْبَلَ يَمْشِي وَاضِعًا رَأْسَهُ حَتَّى قَامَ بَيْنَ يَدَيْهِ فَسَجَدَ۔ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ائْتُوا جَمَلَكُمْ فَاخْطِمُوهُ وَارْتَحِلُوهُ۔ فَأَتَوْهُ فَخَطَمُوهُ وَارْتَحَلُوهُ[1]

ترجمہ: حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بنی سَلَمہ کے کسی شخص کا اُونٹ مستی میں آگیا۔ وہ لوگوں پر حملہ آور ہونے لگا۔ اُن کے کام سے رُک گیا یہاں تک کہ کھجور کے درخت (پانی نہ ملنے کی وجہ سے) خشک ہونے لگے۔ اس شخص نے حضور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر اس امر کی شکایت کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: چلو چلیں۔ اور آپ ﷺ خود بھی اس کے ساتھ تشریف لے گئے۔ جب بابِ نخل تک پہنچ گئے تو اس نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ اندر داخل نہ ہوں کیونکہ مجھے اس سے آپ کے حوالے سے خطرہ ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: داخل ہو جاؤ اور فکر نہ کرو۔ جب اونٹ کی نظر آپ ﷺ پر پڑی تو سر جھکائے ہوئے چل کر آپ ﷺ کے سامنے آ کھڑا ہوا، پھر سجدہ کیا۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اپنے اونٹ کے پاس آؤ، اسے نکیل ڈالو اور اس پر کجاوہ رکھو۔ چنانچہ لوگوں نے آ کر اسے نکیل ڈالی اور اس پر کجاوہ رکھا۔

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي أَوْفَى رضی الله عنه قَالَ: بَيْنَمَا نَحْنُ قُعُودٌ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ إِذْ أَتَاهُ آتٍ۔ قَالَ: إِنَّ نَاضِحَ آلِ فُلَانٍ قَدْ أَبِقَ عَلَيْهِمْ۔ قَالَ: فَنَهَضَ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَنَهَضْنَا مَعَهُ۔

[1] أخرجه البيهقي في دلائل النبوة، المجلد السادس، باب ذكر المعير الذي سجد للنبي ﷺ وأطاع أهله بعد ما امتنع عليهم ببركته، 6: 28، والذهبي في سير اعلام النبلاء، سنة إحدى عشرة: فصل في معجزاته ﷺ، 2: 307

فَقُلْنَا: يَا رَسُوْلَ اللهِ، لَا تَقْرَبْهُ، فَإِنَّا نَخَافُهُ عَلَيْكَ. فَدَنَا رَسُوْلُ اللهِ ﷺ مِنَ الْبَعِيْرِ. فَلَمَّا رَآهُ الْبَعِيْرُ سَجَدَ. ثُمَّ إِنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ وَضَعَ يَدَهُ عَلَى رَأْسِ الْبَعِيْرِ فَقَالَ: هَاتُوا السِّفَارَ. قَالَ: فَجِيئَ بِالسِّفَارِ فَوَضَعَهُ فِي رَأْسِهِ. وَقَالَ: ادْعُوا لِي صَاحِبَ الْبَعِيْرِ. قَالَ: فَدُعِيَ لَهُ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: أَلَكَ الْبَعِيْرُ؟ قَالَ: نَعَمْ. قَالَ: فَأَحْسِنْ عَلَفَهُ وَلَا تَشُقَّ عَلَيْهِ فِي الْعَمَلِ. قَالَ: أَفْعَلُ.[1]

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن ابی اوفی بیان کرتے ہیں: ہم حضور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ مین بیٹھے ہوئے تھے کہ کوئی آنے والا آیا۔ اس نے کہا کہ فلاں گھرانے کا اونٹ بھاگ گیا ہے۔ آپ ﷺ اٹھے اور ہم بھی آپ کے ساتھ اٹھ کھڑے ہوئے۔ ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اس کے قریب نہ جائیے۔ ہمیں خطرہ ہے کہیں آپ کو نقصان نہ پہنچائے۔ مگر آپ ﷺ اونٹ کے قریب چلے گئے۔ جب اونٹ نے آپ ﷺ کو دیکھا تو سجدہ ریز ہو گیا۔ پھر آپ ﷺ نے اونٹ کے سر پر ہاتھ رکھ کر فرمایا: مہار لے آئو۔ مہار لائی گئی تو آپ ﷺ نے وہ اس کے منہ میں ڈال دی۔ پھر فرمایا کہ اونٹ کے مالک کو بلالو۔ جب مالک کو بلایا گیا تو حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: کیا یہ اونٹ تمہارا ہے؟ اس نے عرض کیا: ہاں۔ فرمایا: اسے عمدہ چارہ دو اور اس سے زیادہ مشقت والا کام نہ لو۔ اس نے عرض کیا: (ہاں) میں ایسا ہی کروں گا۔

عَنْ يَعْلَى بْنِ مُرَّةَ الثَّقَفِيِّ رضی اللہ عنہ قَالَ: ثَلَاثَةُ أَشْيَاءَ رَأَيْتُهُنَّ مِنْ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ بَيْنَ نَحْنُ نَسِيْرُ مَعَهُ إِذْ مَرَرْنَا بِبَعِيْرٍ يُسْنَى عَلَيْهِ. فَلَمَّا رَآهُ الْبَعِيْرُ جَرْجَرَ وَوَضَعَ جِرَانَهُ، فَوَقَفَ عَلَيْهِ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ: أَيْنَ صَاحِبُ هَذَا الْبَعِيْرِ؟ فَجَاءَ فَقَالَ: بِعْنِيْهِ؟ فَقَالَ: لَا، بَلْ أَهَبُهُ لَكَ. فَقَالَ: لَا، بِعْنِيْهِ. قَالَ: لَا، بَلْ أَهَبُهُ لَكَ، وَإِنَّهُ لِأَهْلِ بَيْتٍ مَا لَهُمْ مَعِيْشَةٌ غَيْرُهُ. قَالَ: أَمَا إِذْ ذَكَرْتَ هَذَا مِنْ أَمْرِهِ فَإِنَّهُ شَكَا كَثْرَةَ الْعَمَلِ وَقِلَّةَ الْعَلَفِ.

[1] أخرجه الاصبهانی فی دلائل النبوة، الْفَصْلُ الثَّامِنَ عَشَرَ فِي ذِكْرِ الْأَخْبَارِ، قال الشیخ: وأما سجود البهائم؟ فمن ذلك سجود الغنم، رقم:286

فَأَحْسِنُوْا إِلَيْهِ- قَالَ : ثُمَّ سِرْنَا فَنَزَلْنَا مَنْزِلًا، فَنَامَ النَّبِيُّ ﷺ ، فَجَاءَتْ شَجَرَةٌ تَشُقُّ الْأَرْضَ حَتَّى غَشِيَتْهُ، ثُمَّ رَجَعَتْ إِلَى مَكَانِهَا- فَلَمَّا اسْتَيْقَظَ ذَكَرْتُ لَهُ، فَقَالَ : هِيَ شَجَرَةٌ اسْتَأْذَنَتْ رَبَّهَا عزوجل أَنْ تُسَلِّمَ عَلَى رَسُوْلِ اللهِ ﷺ فَأَذِنَ لَهَا- قَالَ: ثُمَّ سِرْنَا فَمَرَرْنَا بِمَاءٍ فَأَتَتْهُ امْرَأَةٌ بِابْنٍ لَهَا، بِهِ جِنَّةٌ- فَأَخَذَ النَّبِيُّ ﷺ بِمَنْخَرِهِ فَقَالَ : اخْرُجْ إِنِّي مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللهِ- قَالَ : ثُمَّ سِرْنَا فَلَمَّا رَجَعْنَا مِنْ سَفَرِنَا مَرَرْنَا بِذَلِكَ الْمَاءِ فَأَتَتْهُ الْمَرْأَةُ بِجُزُرٍ وَلَبَنٍ- فَأَمَرَهَا أَنْ تَرُدَّ الْجُزُرَ وَأَمَرَ أَصْحَابَهُ فَشَرِبُوْا مِنَ اللَّبَنِ- فَسَأَلَهَا عَنِ الصَّبِيِّ- فَقَالَتْ: وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ، مَا رَأَيْنَا مِنْهُ رَيْبًا بَعْدَكَ[1]

ترجمہ: حضرت یعلی بن مرہ ثقفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب ہم (ایک سفر میں) حضور نبی اکرم ﷺ کے ساتھ چل رہے تھے تو میں نے حضور نبی اکرم ﷺ سے تین اُمور (معجزات) دیکھے۔ ہمارا گزر ایک اونٹ کے پاس سے ہوا جس پر پانی رکھا جارہا تھا۔ اس اونٹ نے جب حضور نبی اکرم ﷺ کو دیکھا تو وہ بلبلانے لگا اور اپنی گردن (از راہِ تعظیم) آپ ﷺ کے سامنے جھکا دی۔ حضور نبی اکرم ﷺ اس کے پاس کھڑے ہو گئے اور فرمایا: اس اونٹ کا مالک کہاں ہے؟ اس کا مالک حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے اس سے پوچھا: یہ اونٹ مجھے بیچتے ہو؟ اس نے عرض کیا: نہیں، حضور، بلکہ یہ آپ کے لیے تحفہ ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں، بلکہ اسے مجھے بیچ دو۔ اس نے دوبارہ عرض کیا: نہیں، بلکہ یہ آپ کے لیے تحفہ ہے، اور بے شک یہ ایسے گھرانے کی ملکیت ہے کہ جن کا ذریعہ معاش اس کے علاوہ اور کچھ نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اب تمہارے ذہن میں یہ بات آئی ہے کہ اس اونٹ نے ایسا کیوں کیا ہے۔ اس نے شکایت کی ہے کہ تم اس سے کام زیادہ لیتے ہو اور چارہ کم ڈالتے ہو۔ اس کے

[1] أخرجه أحمد بن حنبل في المسند، مسند الشاميين، حديث يعلى بن مرة الثقفي عن النبي ﷺ ، رقم: 17565 والبغوي في شرح السنة، كتاب الفضائل، باب علامات النبوة، رقم: 3718

ساتھ اچھا برتاؤ کرو۔ حضرت یعلی بن مرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: پھر ہم روانہ ہوئے اور ہم نے ایک جگہ پڑاؤ کیا۔ حضور نبی اکرم ﷺ وہاں محوِ استراحت ہو گئے۔ اتنے میں ایک درخت زمین کو چیرتا ہوا آیا اور آپ ﷺ پر سایہ فگن ہو گیا پھر کچھ دیر بعد وہ واپس اپنی جگہ پر چلا گیا۔ جب آپ ﷺ بیدار ہوئے تو میں نے آپ ﷺ سے اس واقعہ کا ذکر کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اس درخت نے اپنے رب سے اجازت طلب کی تھی کہ وہ اللہ تعالیٰ کے رسول کی بارگاہ میں سلام عرض کرے، پس اس نے اسے اجازت دے دی۔ پھر ہم وہاں سے آگے چلے اور ہمارا گزر پانی پر سے ہوا۔ وہاں ایک عورت تھی اس کے ساتھ اس کا بیٹا بھی تھا جسے جن چمٹے ہوئے تھے۔ وہ اسے لے کر آپ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئی۔ آپ ﷺ نے اس لڑکے کی ناک کا نتھنا پکڑ کر فرمایا: نکل جاؤ میں محمد، اللہ کا رسول ہوں۔ حضرت یعلی بن مرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: پھر ہم آگے بڑھے۔ جب ہم اپنے سفر سے واپس لوٹے تو ہم دوبارہ اسی پانی کے پاس سے گزرے۔ پس وہی عورت آپ ﷺ کے پاس بھنا ہوا گوشت اور دودھ لے کر حاضرِ خدمت ہوئی۔ آپ ﷺ نے بھنا ہوا گوشت واپس کر دیا اور اپنے صحابہ کو ارشاد فرمایا تو انہوں نے دودھ میں سے کچھ پی لیا۔ پھر آپ ﷺ نے اس سے بچے کے متعلق پوچھا تو اس نے جواب دیا: قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا! اس کے بعد ہم نے اس میں کبھی اس بیماری کا شائبہ تک نہیں پایا۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی الله عنهما قَالَ: جَاءَ قَوْمٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللهِ، إِنَّ بَعِيْرًا لَنَا قَطَّ فِي حَائِطٍ. فَجَاءَ إِلَيْهِ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ: تَعَالَ. فَجَاءَ مُطَأْطِئًا رَأْسَهُ حَتَّى

خَطْمَهُ وَأَعْطَاهُ أَصْحَابَهُ. فَقَالَ لَهُ أَبُوبَكْرٍ: يَا رَسُولَ اللهِ، كَأَنَّهُ عَلِمَ أَنَّكَ نَبِيٌّ! فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: مَا بَيْنَ لَابَتَيْهَا أَحَدٌ إِلَّا يَعْلَمُ أَنِّي نَبِيٌّ إِلَّا كَفَرَةُ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ [1]

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: کچھ لوگ حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یارسول اللہ! ہمارا ایک اونٹ ہے جو سرکش ہو گیا ہے اور باغ میں موجود ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ اس اُونٹ کے پاس آئے اور اس سے فرمایا: میرے قریب آؤ۔ وہ اطاعت گزاری سے اپنا سر جھکاتا ہوا آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا یہاں تک کہ آپ ﷺ نے اسے لگام دے دی اور اسے اس کے مالکوں کے سپرد کر دیا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! ایسے لگتا ہے جیسے وہ جانتا ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں! حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: دو جہانوں میں سوائے نافرمان جنات اور انسانوں کے ہر کوئی جانتا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کا نبی ہوں۔

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: دَخَلَ النَّبِيُّ ﷺ حَائِطًا لِلْأَنْصَارِ، وَمَعَهُ أَبُوبَكْرٍ وَعُمَرُ وَرِجَالٌ مِنَ الْأَنْصَارِ. قَالَ: وَفِي الْحَائِطِ غَنَمٌ فَسَجَدَتْ لَهُ. قَالَ أَبُوبَكْرٍ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّا نَحْنُ أَحَقُّ بِالسُّجُودِ لَكَ مِنْ هَذِهِ الْغَنَمِ. فَقَالَ: إِنَّهُ لَا يَنْبَغِي أَنْ يَسْجُدَ أَحَدٌ لِأَحَدٍ. وَلَوْ كَانَ يَنْبَغِي أَنْ يَسْجُدَ أَحَدٌ لِأَحَدٍ لَأَمَرْتُ الْمَرْأَةَ أَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِهَا [2]

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک دفعہ حضور نبی اکرم ﷺ، حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر فاروق اور چند دیگر انصار صحابہ رضی اللہ عنہم کے ہمراہ

[1] أخرجه الطبراني في المعجم الكبير، باب العين، الذيال بن حرملة، عن ابن عباس، رقم: 12744 والهيثمي في مجمع الزوائد، كتاب علامات النبوة، باب في معجزاته ﷺ في الحيوانات والشجر وغير ذلك، رقم: 14153

[2] أخرجه البغدادي في الشريعة، كتاب الإيمان والتصديق بأن الجنة والنار مخلوقتان، باب ذكر سجود البهائم لرسول الله ﷺ تعظيما له وإكراما له ﷺ، رقم: 1072

انصار کے ایک باغ میں داخل ہوئے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ باغ میں بکریاں تھیں۔ انہوں نے آپ ﷺ کو سجدہ کیا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! ان بکریوں سے زیادہ ہمارا حق بنتا ہے کہ ہم آپ کو سجدہ کریں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کسی انسان کے لئے جائز نہیں کہ وہ کسی دوسرے انسان کو سجدہ کرے اور اگر ایک دوسرے کو سجدہ کرنا جائز ہوتا تو میں ضرور عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔

جمادات کی حضور ﷺ سے محبت

عَنْ أَبِي حُمَيْدٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: أَقْبَلْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ مِنْ غَزْوَةِ تَبُوْكَ حَتَّى إِذَا أَشْرَفْنَا عَلَى الْمَدِيْنَةِ قَالَ: هٰذِهِ طَابَةُ وَهٰذَا أُحُدٌ جَبَلٌ يُحِبُّنَا وَنُحِبُّهُ[1]

ترجمہ: حضرت ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم غزوہ تبوک سے واپسی کے دوران حضور نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ تھے۔ جب ہم مدینہ منورہ کے نزدیک پہنچے تو آپ ﷺ نے فرمایا: یہ طابہ (یعنی مدینہ منورہ) ہے اور یہ اُحد پہاڑ ہے جو ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: صَعِدَ النَّبِيُّ ﷺ إِلَى أُحُدٍ وَمَعَهُ أَبُوْبَكْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ۔ فَرَجَفَ بِهِمْ فَضَرَبَهُ بِرِجْلِهِ وَقَالَ: اثْبُتْ أُحُدُ۔ فَمَا عَلَيْكَ إِلَّا نَبِيٌّ أَوْ صِدِّيْقٌ أَوْ شَهِيْدَانِ[2]

[1] أخرجه البخاري في الصحيح، كتاب: المغازي، باب نزول النبي ﷺ الحجر، رقم: 4422 وفي كتاب: الزكاة، باب: خرص الثمر، رقم: 1481 ومسلم في الصحيح، كتاب: الحج، باب: أحد جبل يحبنا ونحبه، رقم: 1392

[2] أخرجه البخاري في الصحيح، كتاب: المناقب، باب: مناقب عمر بن الخطاب أبي حفص القرشي العدوي، رقم: 3686

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک روز حضور نبی اکرم ﷺ کوہِ اُحد پر چڑھے اور آپ کے ساتھ حضرت ابو بکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم تھے۔ پہاڑ کو وجد آیا تو آپ ﷺ نے اسے اپنے پاؤں کے ساتھ ٹھوکر مارتے ہوئے فرمایا: اُحد ٹھہر جا! تیرے اوپر ایک نبی، ایک صدیق اور دو شہیدوں کے سوا اور کوئی نہیں۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی الله عنه أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ كَانَ عَلَى حِرَاءٍ هُوَ وَأَبُوْبَكْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ وَعَلِيٌّ وَطَلْحَةُ وَالزُّبَيْرُ فَتَحَرَّكَتِ الصَّخْرَةُ۔ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : اهْدَأْ، فَمَا عَلَيْكَ إِلَّا نَبِيٌّ أَوْ صِدِّيْقٌ أَوْ شَهِيْدٌ[1]

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ حرا پہاڑ پر تشریف فرما تھے۔ آپ ﷺ کے ساتھ حضرت ابو بکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہم بھی تھے۔ اتنے میں پہاڑ نے حرکت کی تو آپ ﷺ نے فرمایا: ٹھہر جا، کیونکہ تیرے اوپر نبی، صدیق اور شہید کے سوا کوئی نہیں ہے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ كَانَ عَلَى جَبَلِ حِرَاءٍ فَتَحَرَّكَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ : اسْكُنْ حِرَاءُ، فَمَا عَلَيْكَ إِلَّا نَبِيٌّ أَوْ صِدِّيْقٌ أَوْ شَهِيْدٌ وَعَلَيْهِ النَّبِيُّ ﷺ وَأَبُوْ بَكْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ وَعَلِيٌّ وَطَلْحَةُ وَالزُّبَيْرُ وَسَعْدُ بْنُ أَبِي وَقَّاصٍ رضی الله عنهم[2]

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ حرا پہاڑ پر تھے، وہ ہلنے لگا، حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اے حرا ٹھہر جا! تجھ پر صرف نبی ہے، یا صدیق

[1] أخرجه مسلم فی الصحیح، کتاب: فضائل الصحابة، باب: من فضائل طلحة والزبیر، رقم: 2417 والترمذی فی السنن، کتاب: المناقب، باب: فی مناقب عثمان بن عفان، رقم: 3696

[2] أخرجه مسلم فی الصحیح، کتاب: فضائل الصحابة، باب: من فضائل طلحة والزبیر، رقم: 2417 وأحمد بن حنبل فی المسند، مسند العشرة المبشرین بالجنة، مسند سعید بن زید بن عمرو بن نفیل رضی الله عنه، رقم: 1630

ہے، یا شہید ہے۔ اس پہاڑ پر حضور نبی اکرم ﷺ تھے اور حضرت ابو بکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت طلحہ، حضرت زبیر اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم تھے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ عَلَى حِرَاءٍ فَتَزَلْزَلَ الْجَبَلُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: اثْبُتْ حِرَاءُ، مَا عَلَيْكَ إِلَّا نَبِيٌّ أَوْ صِدِّيْقٌ أَوْ شَهِيْدٌ۔ وَعَلَيْهِ النَّبِيُّ ﷺ وَأَبُوْ بَكْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ وَعَلِيٌّ وَطَلْحَةُ وَالزُّبَيْرُ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ وَسَعْدُ بْنُ أَبِي وَقَّاصٍ وَسَعِيْدُ بْنُ زَيْدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ نُفَيْلٍ رضی اللہ عنہم[1]

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ جبل حراء پر تھے کہ وہ کانپنے لگا۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اے حراء ٹھہر جا، تجھ پر سوائے نبی، صدیق یا شہید کے کوئی نہیں۔ اور اس پر حضور نبی اکرم ﷺ، ابو بکر، عمر، عثمان، علی، طلحہ، زبیر عبد الرحمن بن عوف، سعد بن ابی وقاص اور سعید بن زید بن عمرو بن نفیل رضی اللہ عنہم تھے۔

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ سَالِمٍ الْمَازِنِيِّ قَالَ: سَمِعْتُ سَعِيْدَ بْنَ زَيْدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ نُفَيْلٍ قَالَ: لَمَّا قَدِمَ فُلَانٌ إِلَى الْكُوْفَةِ أَقَامَ فُلَانٌ خَطِيْبًا فَأَخَذَ بِيَدِي سَعِيْدُ بْنُ زَيْدٍ فَقَالَ: أَلَا تَرَى إِلَى هٰذَا الظَّالِمِ فَأَشْهَدُ عَلَى التِّسْعَةِ إِنَّهُمْ فِي الْجَنَّةِ وَلَوْ شَهِدْتُ عَلَى الْعَاشِرِ لَمْ إِيْثَمْ قَالَ ابْنُ إِدْرِيْسَ: وَالْعَرَبُ تَقُوْلُ آثَمُ قُلْتُ: وَمَنِ التِّسْعَةُ؟ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ وَهُوَ عَلَى حِرَاءٍ: اثْبُتْ حِرَاءُ، إِنَّهُ لَيْسَ عَلَيْكَ إِلَّا نَبِيٌّ أَوْ صِدِّيْقٌ أَوْ شَهِيْدٌ قُلْتُ: وَمَنِ التِّسْعَةُ؟ قَالَ

[1] أخرجه أبو يعلى في المسند، أول مسند ابن عباس، رقم: 2445 والحاكم في المستدرك، كتاب معرفة الصحابة رضي الله عنهم، ذكر مناقب المغيرة بن شعبة رضي الله عنه، رقم: 5898

: رَسُوْلُ اللهِ ﷺ وَأَبُوْ بَكْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ وَعَلِيٌّ وَطَلْحَةُ وَالزُّبَيْرُ وَسَعْدُ بْنُ أَبِي وَقَّاصٍ وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ قُلْتُ وَمَنِ الْعَاشِرُ؟ فَتَلَكَّأَ هُنَيَّةً ثُمَّ قَالَ: أَنَا[1]

ترجمہ: عبداللہ بن سالم مازنی کا بیان ہے کہ میں نے حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ سے سنا۔ عبداللہ کا بیان ہے کہ جب فلاں کوفے میں آیا اور اُس نے فلاں کو خطبہ دینے کے لیے کھڑا کیا تو حضرت سعید بن زید نے میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: کیا تم اس ظالم کو نہیں دیکھتے۔ نو (9) حضرات کے متعلق تو میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ جنتی ہیں اور اگر دسویں کے متعلق بھی گواہی دوں تو گنہگار نہیں ہوں گا۔ میں عرض گزار ہوا کہ وہ نو حضرات کون ہیں؟ ارشاد ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جبکہ آپ حراء کے اوپر تھے: اے حراء ٹھہر جا کیونکہ تیرے اوپر نبی، صدیق اور شہیدوں کے سوا کوئی نہیں ہے۔ نو حضرات کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ وہ ابو بکر، عمر، عثمان، علی، طلحہ، زبیر، سعد بن ابی وقاص اور عبدالرحمن بن عوف ہیں۔ میں عرض گزار ہوا کہ دسواں کون ہے؟ وہ کچھ دیر خاموش رہے اور پھر فرمایا کہ میں ہوں۔

عَنْ ثُمَامَةَ بْنِ حَزْنٍ الْقُشَيْرِيِّ قَالَ: شَهِدْتُ الدَّارَ حِيْنَ أَشْرَفَ عَلَيْهِمْ عُثْمَانُ فَقَالَ ۔۔۔ أَنْشُدُكُمْ بِاللهِ وَالْإِسْلَامِ هَلْ تَعْلَمُوْنَ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ كَانَ عَلَى ثَبِيْرِ مَكَّةَ وَمَعَهُ أَبُوْ بَكْرٍ وَعُمَرُ وَأَنَا فَتَحَرَّكَ الْجَبَلُ حَتَّى تَسَاقَطَتْ حِجَارَتُهُ بِالْحَضِيْضِ قَالَ: فَرَكَضَهُ بِرِجْلِهِ وَقَالَ: اسْكُنْ ثَبِيْرُ، فَإِنَّمَا عَلَيْكَ نَبِيٌّ وَصِدِّيْقٌ وَشَهِيْدَانِ قَالُوْا: اَللّٰهُمَّ، نَعَمْ۔ قَالَ: اللهُ أَكْبَرُ شَهِدُوْا لِي وَرَبِّ الْكَعْبَةِ أَنِّي شَهِيْدٌ ثَلَاثًا[2]

[1] أخرجه أبو داود في السنن، كتاب: السنة، باب: في الخلفاء، رقم: 4648

[2] أخرجه الترمذي في السنن، كتاب: المناقب، باب: في مناقب عثمان بن عفان رضي الله عنه، رقم: 3703 والبغوي في مصابيح السنة، كتاب المناقب، باب مناقب عثمان بن عفان رضي الله عنه، رقم: 4755

قال القاضي أبو بكر بن العربي رحمه الله تعالى في العارضة: إنما اضطربت الصخرة ورجف الجبل استعظاما لما كان عليه من الشرف، وبمن كان عليه من الأشراف[1]

قال ابن المنير ـ فيما نقله القسطلاني ـ رحمهما الله تعالى، في الإرشاد: الحكمة في ذلك أنه لما ارتجف أراد النبي ﷺ أن يبين أن هذه الرجفة ليست من جنس رجفة الجبل بقوم موسى عليه السلام لَمَّا حرَّفوا الكَلِمَ، فتلك رجفة الغضب، وهذه هزة الطرب، ولهذا نص على مقام النبوة والصِّدِّيقية والشهادة، التي توجب سرور ما اتصلت به، فأقر الجبل بذلك، فاستقر[2]

ترجمہ: حضرت ثمامہ بن حزم قشیری بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دولت کدہ کے پاس آیا۔ اس وقت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ گھر کے اوپر سے لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر فرما رہے تھے۔۔۔۔۔۔ میں تمہیں اللہ تعالیٰ اور اسلام کی قسم دیتا ہوں کیا تم جانتے ہو کہ حضور نبی اکرم ﷺ ثبیر مکہ پر تھے اور آپ کے ساتھ حضرت ابو بکر، عمر اور میں (ث) بھی تھا۔ پہاڑ متحرک ہوا یہاں تک کہ اس کے پتھر نیچے گرنے لگے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے پاؤں کی ٹھوکر مار کر فرمایا ٹھہر ثبیر! ٹھہر جا، کیونکہ تیرے اُوپر ایک نبی، ایک صدیق اور دو شہید ہیں۔ محاصرین نے کہا ہاں (ٹھیک ہے)۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ اکبر! ان لوگوں نے میرے حق میں گواہی دی۔ رب کعبہ کی قسم میں شہید ہوں، تین مرتبہ فرمایا۔

[1] اخرجه أبو بكر بن العربي في عارضة الأحوذي، 13 / 151-154

[2] إرشاد الساري، 6 / 97، ولامع الدراري، 6 / 97

قاضی ابو بکر بن العربی رحمہ اللہ تعالی ''عارضة الأحوذي'' میں بیان کرتے ہیں کہ بے شک چٹان تھر تھرانے لگی اور پہاڑ لرزاں ہو گئے، اُس شرف کو بڑا جانتے ہوئے جو اشرافِ عرب کا ان پر جلوہ افروز ہونے سے انہیں ملا۔

''ابن منیر نے امام قسطلانی رحمہما اللہ تعالی نے جو کچھ نقل کیا ہے - کے بارے میں ''الارشاد الساري'' میں بیان کیا ہے کہ اس چیز میں جو حکمت پنہاں ہے وہ یہ ہے کہ جب وہ پہاڑ لرزاں ہوا تو حضور نبی اکرم ﷺ نے چاہا کہ وہ یہ بیان فرمادیں کہ یہ وہ لرزہ اور تھر تھراہٹ نہیں ہے جو قوم موسیٰ علیہ السلام پر پہاڑ کی ہوئی تھی جب انہوں نے کلمات میں تحریف کے جرم کا ارتکاب کیا، پس وہ تھر تھراہٹ غضب کی تھی، اور یہ خوشی اور قرب کی تھی، اسی لیے آپ ﷺ نے مقام نبوت، صدیقیت اور شہادت کو بیان فرمادیا، جو موجب سرور و فرحت ہیں، پس پہاڑ نے بھی اس چیز کا اقرار کیا اور پھر استقرار پکڑ لیا۔

عَنْ أَبِي مُوْسَى الْأَشْعَرِيِّ رضی الله عنه قَالَ: خَرَجَ أَبُوْ طَالِبٍ إِلَى الشَّامِ وَخَرَجَ مَعَهُ النَّبِيُّ ﷺ فِي أَشْيَاخٍ مِنْ قُرَيْشٍ۔ فَلَمَّا أَشْرَفُوْا عَلَى الرَّاهِبِ هَبَطَ فَحَلُّوْا رِحَالَهُمْ فَخَرَجَ إِلَيْهِمُ الرَّاهِبُ وَكَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ يَمُرُّوْنَ بِهٖ فَلَا يَخْرُجُ إِلَيْهِمْ وَلَا يَلْتَفِتُ۔ قَالَ: فَهُمْ يَحُلُّوْنَ رِحَالَهُمْ، فَجَعَلَ يَتَخَلَّلُهُمُ الرَّاهِبُ حَتّٰى جَاءَ فَأَخَذَ بِيَدِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ وَقَالَ: هٰذَا سَيِّدُ الْعَالَمِيْنَ، هٰذَا رَسُوْلُ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ، يَبْعَثُهُ اللهُ رَحْمَةً لِلْعَالَمِيْنَ۔ فَقَالَ لَهٗ أَشْيَاخٌ مِنْ قُرَيْشٍ: مَا عِلْمُكَ؟ فَقَالَ: إِنَّكُمْ حِيْنَ أَشْرَفْتُمْ مِنَ الْعَقَبَةِ لَمْ يَبْقَ شَجَرٌ وَلَا حَجَرٌ إِلَّا خَرَّ سَاجِدًا وَلَا يَسْجُدَانِ إِلَّا لِنَبِيٍّ[1]

[1] أخرجه الترمذي في السنن، كتاب: المناقب، باب: ما جاء في بدء نبوة النبي ﷺ، رقم: 3620 وابن أبي شيبة في المصنف، كتاب الفضائل، باب ما أعطى الله تعالى محمدا ﷺ، رقم: 31733 والحاكم في المستدرك، كِتَابُ تَوَارِيخِ الْمُتَقَدِّمِينَ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِينَ، ومن كتاب آيات رسول الله ﷺ التي هي دلائل النبوة، رقم: 4229

ترجمہ: حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں: حضرت ابو طالب روسائے قریش کے ہمراہ شام کی طرف روانہ ہوئے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی آپ کے ہمراہ تھے۔ راستے میں جب وہ راہب کے پاس پہنچے تو حضرت ابو طالب اپنی سواری سے نیچے اتر آئے۔ باقی لوگوں نے بھی اپنے کجاوے کھول دیئے۔ راہب ان کی طرف نکلا حالانکہ اس سے پہلے وہ اس کے پاس سے گزرا کرتے تھے لیکن وہ ان کے پاس نہیں آیا کرتا تھا اور نہ ہی ان کی طرف متوجہ ہوتا تھا۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ لوگ ابھی کجاوے کھول ہی رہے تھے کہ وہ ان کے درمیان چلنے لگا یہاں تک کہ وہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب پہنچا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہاتھ پکڑ کر کہا: یہ تمام جہانوں کا سردار اور رب العالمین کا رسول ہے! وہ انہیں تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر مبعوث کرے گا۔ روسائے قریش نے اس سے پوچھا: تمہیں کس نے بتایا؟ اس نے کہا: جب تم لوگ عقبہ سے چلے تو تمام درخت اور پتھر ان کو سجدہ کر رہے تھے اور وہ صرف نبی کو ہی سجدہ کرتے ہیں۔

عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ رضی الله عنه قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلی الله علیه وآله وسلم: إِنَّ بِمَكَّةَ حَجَرًا كَانَ يُسَلِّمُ عَلَيَّ لَيَالِيَ بُعِثْتُ؛ إِنِّي لَأَعْرِفُهُ الْآنَ[1]

ترجمہ: حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مکہ مکرمہ میں ایک پتھر ہے جو مجھے بعثت کی راتوں میں سلام کیا کرتا تھا۔ میں اسے اب بھی پہچانتا ہوں۔

[1] أخرجه الترمذی فی السنن، کتاب: المناقب، باب: فی آیات إثبات نبوة النبی صلی الله علیه وآله وسلم وما قد خصه الله عزوجل، رقم: 3624 وأحمد بن حنبل فی المسند، مسند البصریین، حدیث جابر بن سمرة السوائی، رقم: 20827 والدارمی فی المسند، المقدمة، باب ما أكرم الله تعالی به نبیه صلی الله علیه وآله وسلم من إیمان الشجر به، والبهائم، والجن، رقم: 20

عَنْ عَلِيٍّ رضی الله عنه قَالَ: كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ بِمَكَّةَ. فَخَرَجَ فِي بَعْضِ نَوَاحِيْهَا فَمَا اسْتَقْبَلَهُ شَجَرٌ وَلَا جَبَلٌ إِلَّا قَالَ: اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ، يَا رَسُوْلَ اللهِ[1]

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم مکہ میں حضور نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ تھے۔ آپ ﷺ مکہ کے گرد ونواح میں گئے تو راستے میں جو پتھر اور درخت آپ ﷺ کے سامنے آتا تو وہ کہتا: اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ، يَا رَسُوْلَ اللهِ 'یا رسول اللہ! آپ پر سلام ہو۔

عَنْ عِبَادٍ قَالَ: سَمِعْتُ عَلِيًّا رضی الله عنه يَقُوْلُ: لَقَدْ رَأَيْتُنِي أَدْخُلُ مَعَهُ يَعْنِي النَّبِيَّ ﷺ الْوَادِيَ. فَلَا يَمُرُّ بِحَجَرٍ وَلَا شَجَرٍ إِلَّا قَالَ: اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ، يَا رَسُوْلَ اللهِ، وَأَنَا أَسْمَعُهُ[2]

ترجمہ: حضرت عباد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا: میں نے دیکھا کہ میں حضور نبی اکرم ﷺ کے ساتھ فلاں فلاں وادی میں داخل ہوا۔ آپ ﷺ جس بھی پتھر یا درخت کے پاس سے گزرتے تو وہ کہتا: اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ، يَا رَسُوْلَ اللهِ 'یا رسول اللہ! آپ پر سلام ہو' اور میں یہ تمام سن رہا تھا۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی الله عنهما قَالَ: قَدِمَ وَفْدُ الْيَمَنِ عَلَى رَسُوْلِ اللهِ ﷺ فَقَالُوْا: يَا أَبَا الْقَاسِمِ، إِنَّا قَدْ خَبَأْنَا لَكَ خَبِيْئًا. فَقَالَ: سُبْحَانَ اللهِ، إِنَّمَا يَفْعَلُ هٰذَا بِالْكَاهِنِ؛ وَالْكَاهِنُ وَالْمُتَكَهِّنُ وَالْكَهَانَةُ فِي النَّارِ. فَقَالَ لَهُ أَحَدُهُمْ: فَمَنْ يَشْهَدُ لَكَ أَنَّكَ رَسُوْلُ اللهِ؟ قَالَ:

[1] أخرجه الحاكم في المستدرك، كتاب تواريخ المتقدمين من الأنبياء والمرسلين، ومن كتاب آيات رسول الله ﷺ التي هي دلائل النبوة، رقم: 4238 والسيوطي في الجامع الكبير، القسم الثاني: الأفعال، مسند علي بن أبي طالب رضي الله عنه، ج17، ص: 414

[2] أخرجه السيوطي في الجامع الكبير، القسم الثاني: الأفعال، مسند علي بن أبي طالب رضي الله عنه، رقم: 671 وعلاؤ الدين في كنز العمال، كتاب الفضائل من قسم الأفعال، المعجزات ودلائل النبوة، رقم: 35434

فَضَرَبَ بِيَدِهِ إِلَى حَفْنَةِ حَصْبَاءَ فَأَخَذَهَا فَقَالَ: هٰذَا يَشْهَدُ أَنِّي رَسُوْلُ اللهِ۔ قَالَ: فَسَبَّحْنَ فِي يَدِهِ وَقُلْنَ: نَشْهَدُ أَنَّكَ رَسُوْلُ اللهِ[1]

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے: یمن سے ایک وفد حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا: ...اے ابو القاسم! ہم نے آزمائش کے طور پر آپ سے ایک چیز چھپا رکھی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: سبحان اللہ، ایسا تو کاہنوں سے کیا جاتا ہے۔ اور کاہن (اٹکل سے آئندہ کی باتیں بتانے والا) اور متکہن (اپنے آپ کو کاہن ظاہر کرنے والا) اور کہانت جہنم میں ہوں گے۔ اُن میں سے کسی نے کہا: اس بات کی کون گواہی دیتا ہے کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں؟ راوی بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے تھوڑی سی کنکریوں کی طرف ہاتھ بڑھایا اور انہیں مٹھی میں لے کر فرمایا: یہ گواہی دیں گی کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔ راوی بیان کرتے ہیں کہ کنکریوں نے تسبیح پڑھی اور پکار اٹھیں کہ ہم گواہی دیتی ہیں کہ آپ ﷺ بلاشبہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے رسول ہیں۔

عَنْ عَبَّاسٍ رضی الله عنه قَالَ: شَهِدْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ يَوْمَ حُنَيْنٍ فَلَزِمْتُ أَنَا وَأَبُوْ سُفْيَانَ بْنُ الْحَارِثِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ فَلَمْ نُفَارِقْهُ وَرَسُوْلُ اللهِ ﷺ عَلَى بَغْلَةٍ لَهُ بَيْضَاءَ أَهْدَاهَا لَهُ فَرْوَةُ بْنُ نُفَاثَةَ الْجُذَامِيُّ فَلَمَّا الْتَقَى الْمُسْلِمُوْنَ وَالْكُفَّارُ وَلَّى الْمُسْلِمُوْنَ مُدْبِرِيْنَ فَطَفِقَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ يَرْكُضُ بَغْلَتَهُ قِبَلَ الْكُفَّارِ ۔۔۔۔ أَخَذَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ حَصَيَاتٍ فَرَمَى بِهِنَّ وُجُوْهَ الْكُفَّارِ ثُمَّ قَالَ: انْهَزَمُوْا وَرَبِّ مُحَمَّدٍ قَالَ: فَذَهَبْتُ

[1] أخرجه الحكيم الترمذي في نوادر الأصول، الأصل الخامس والخمسون والمائة، في تفسير قوله تعالى قل إن كنتم تحبون الله فاتبعوني، 2: 216 السيوطي في الدر المنثور، سورة الإسراء، 5: 334

أَنْظُرُ فَإِذَا الْقِتَالُ عَلَى هَيْئَتِهِ فِيمَا أَرَى قَالَ: فَوَاللهِ، مَا هُوَ إِلَّا أَنْ رَمَاهُمْ بِحَصَيَاتِهِ فَمَا زِلْتُ أَرَى حَدَّهُمْ كَلِيلًا وَأَمْرَهُمْ مُدْبِرًا[1]

ترجمہ: حضرت عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ غزوہ حنین میں، میں حضور نبی اکرم ﷺ کے ساتھ تھا، میں اور حضرت ابو سفیان بن حارث بن عبد المطلب حضور نبی اکرم ﷺ کے ساتھ ساتھ رہے، اور آپ سے بالکل الگ نہیں ہوئے۔ حضور نبی اکرم ﷺ اس سفید رنگ کی خچر پر سوار تھے جو آپ کو فروہ بن نفاثہ جذامی نے ہدیہ کی تھی، جب مسلمانوں اور کفار کا مقابلہ ہوا تو مسلمان پیٹھ پھیر کر بھاگے۔ حضور نبی اکرم ﷺ اپنے خچر کو کفار کی جانب دوڑا رہے تھے... پھر حضور نبی اکرم ﷺ نے چند کنکریاں اُٹھائیں اور کفار کے چہروں کی طرف پھینکیں اور فرمایا: رب محمد کی قسم! یہ ہار گئے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں دیکھ رہا تھا لڑائی اسی تیزی کے ساتھ جاری تھی، میں اسی طرح دیکھ رہا تھا کہ اچانک آپ نے کنکریاں پھینکیں بخدا میں نے دیکھا کہ ان کا زور ٹوٹ گیا اور وہ پیٹھ پھیر کر بھاگنے لگے۔

عَنْ جَابِرٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: دَخَلْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ مَكَّةَ فِي الْبَيْتِ وَحَوْلَ الْبَيْتِ ثَلَاثُمِائَةٍ وَسِتُّونَ صَنَمًا تُعْبَدُ مِنْ دُوْنِ اللهِ۔ قَالَ: فَأَمَرَ بِهَا رَسُوْلُ اللهِ ﷺ فَكَبَّتْ كُلُّهَا لِوُجُوْهِهَا ثُمَّ قَالَ: جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ط إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا[2]

---

[1] أخرجه مسلم فی الصحیح، کتاب: الجهاد والسیر، باب: فی غزوة حنین، رقم: 1775، وعبد الرزاق فی المصنف، کتاب المغازی، وقعة حنین، رقم: 9741 وأحمد بن حنبل فی المسند، ومن مسند بنی هاشم، حدیث العباس بن عبد المطلب عن النبی ﷺ، رقم: 1775 واحمد فی فضائل الصحابة، فضائل علیٔ علیه السلام، فضائل أبی الفضل العباس بن عبد المطلب عم رسول الله ﷺ، رقم: 1775 والنسائی فی السنن الکبری، ۵۰۔ کتاب السیر، باب رمی الحصاة فی وجوه القوم، رقم: 8599

[2] أخرجه ابن أبی شیبة فی المصنف، کتاب المغازی، حدیث فتح مکة، رقم: 36905 وابن کثیر فی تفسیر القرآن العظیم، سورة الإسراء، 5: 103

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم حضور نبی اکرم ﷺ کی معیت میں مکہ مکرمہ میں بیت اللہ میں داخل ہوئے اور خانہ کعبہ میں اس وقت تین سو ساٹھ بت تھے، جن کی اللہ کے مقابلہ میں عبادت کی جاتی تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے انہیں حکم دیا تو وہ سارے کے سارے منہ کے بل گر پڑے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: {حق آگیا اور باطل بھاگ گیا، بے شک باطل نے زائل و نابود ہی ہو جانا ہے}۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: دَخَلَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ يَوْمَ الْفَتْحِ وَعَلَى الْكَعْبَةِ ثَلَاثُ مِائَةِ صَنَمٍ وَسِتُّوْنَ صَنَمًا، قَدْ شَدَّ لَهُمْ إِبْلِيْسُ أَقْدَامَهُمْ بِالرَّصَاصِ، فَجَاءَ وَمَعَهُ قَضِيْبُهُ، فَجَعَلَ يَهْوِي بِهِ إِلَى كُلِّ صَنَمٍ مِنْهَا، فَيَخِرُّ لِوَجْهِهِ وَيَقُوْلُ: {جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ط إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا}[1]

حَتَّى أَمَرَّبِهِ عَلَيْهَا كُلِّهَا[2]

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ فتح مکہ والے دن کعبہ میں داخل ہوئے، اور (اس وقت) اس میں تین سو ساٹھ بت پڑے ہوئے تھے، شیطان نے جن کے پاؤں آہنی زنجیروں سے جکڑ رکھے تھے، پس حضور نبی اکرم ﷺ ادھر تشریف لائے اور آپ ﷺ کے دست اقدس میں اپنا عصا مبارک بھی تھا۔ آپ ﷺ اس عصا کے ساتھ ان بتوں میں سے ہر بت کی طرف آئے تو ہر بت اوندھے منہ گرتا جاتا اور آپ ﷺ اس وقت یہ آیہ کریمہ پڑھ رہے تھے: {حق آگیا اور باطل بھاگ گیا، بے شک باطل نے زائل و نابود ہی ہو جانا ہے} یہاں تک کہ آپ ﷺ نے اپنے اس عصا کے ذریعے سارے بت گرا دیے۔

---

[1] الإسراء، 17: 81

[2] أخرجه الطبراني في المعجم الكبير، باب العين، علي بن عبد الله بن عباس عن أبيه، رقم: 10656 وفي المعجم الصغير، باب الياء، من اسمه يوسف، رقم: 1152 وأبو نعيم في حلية الأولياء، ذكر طبقة من تابعي المدينة من المعروفين بالتعبد والنسك، محمد بن كعب القرظي، ج: 3، ص: 212 والتيمي في دلائل النبوة، رقم: 263 والهيثمي في مجمع الزوائد، كتاب المغازي والسير، باب غزوة الفتح، رقم: 10252

زمینی اشیاء پانی کی حضور ﷺ سے محبت

عَنْ أَنَسٍ رضی الله عنه قَالَ: أُتِيَ النَّبِيُّ ﷺ بِإِنَاءٍ، وَهُوَ بِالزَّوْرَاءِ، فَوَضَعَ يَدَهُ فِي الْإِنَاءِ، فَجَعَلَ الْمَاءُ يَنْبُعُ مِنْ بَيْنِ أَصَابِعِهِ، فَتَوَضَّأَ الْقَوْمُ۔ قَالَ قَتَادَةُ: قُلْتُ لِأَنَسٍ: كَمْ كُنْتُمْ؟ قَالَ: ثَلَاثَ مِائَةٍ، أَوْ زُهَاءَ ثَلَاثِ مِائَةٍ۔ وفی رواية: لَوْ كُنَّا مِائَةَ أَلْفٍ لَكَفَانَا كُنَّا خَمْسَ عَشْرَةَ مِائَةً[1]

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں پانی کا ایک برتن پیش کیا گیا اور آپ ﷺ زوراء کے مقام پر تھے۔ آپ ﷺ نے برتن کے اندر اپنا دستِ مبارک رکھ دیا تو آپ ﷺ کی مبارک انگلیوں کے درمیان سے پانی کے چشمے پھوٹ نکلے اور تمام لوگوں نے وضو کر لیا۔ حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا: آپ کتنے (لوگ) تھے؟ انہوں نے جواب دیا: تین سو یا تین سو کے لگ بھگ۔ اور ایک روایت میں ہے کہ ہم اگر ایک لاکھ بھی ہوتے تو وہ پانی سب کے لئے کافی ہوتا لیکن ہم پندرہ سو تھے۔

عَنْ عَبْدِ اللهِ رضی الله عنه قَالَ: كُنَّا نَعُدُّ الْآيَاتِ بَرَكَةً، وَأَنْتُمْ تَعُدُّونَهَا تَخْوِيفًا، كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ فِي سَفَرٍ، فَقَلَّ الْمَاءُ، فَقَالَ: اطْلُبُوْا فَضْلَةً مِنْ مَاءٍ۔ فَجَاؤُوْا بِإِنَاءٍ فِيْهِ مَاءٌ قَلِيْلٌ، فَأَدْخَلَ يَدَهُ فِي الْإِنَاءِ ثُمَّ قَالَ: حَيَّ عَلَى الطَّهُوْرِ الْمُبَارَكِ، وَالْبَرَكَةُ مِنَ اللهِ۔

[1] أخرجه البخاري في الصحيح، كتاب: المناقب، باب: علامات النبوة في الإسلام، رقم: 3572

فَلَقَدْ رَأَيْتُ الْمَاءَ يَنْبُعُ مِنْ بَيْنِ أَصَابِعِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ ، وَلَقَدْ كُنَّا نَسْمَعُ تَسْبِيْحَ الطَّعَامِ وَهُوَ يُؤْكَلُ[1]

ترجمہ: حضرت عبد اللہ (بن مسعود) رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم تو معجزات کو برکت شمار کرتے تھے تم انہیں خوف دلانے والے شمار کرتے ہو۔ ہم ایک سفر میں حضور نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ تھے کہ پانی کی قلت ہوگئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کچھ بچا ہوا پانی لے آؤ، لوگوں نے ایک برتن آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں پیش کیا جس میں تھوڑا سا پانی تھا۔ آپ ﷺ نے اپنا دستِ اقدس اس برتن میں ڈالا اور فرمایا: پاک برکت والے پانی کی طرف آؤ اور برکت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ میں نے دیکھا کہ حضور نبی اکرم ﷺ کی مبارک انگلیوں سے (چشمہ کی طرح) پانی ابل رہا تھا۔ علاوہ ازیں ہم کھانا کھاتے وقت کھانے سے تسبیح کی آواز سنا کرتے تھے۔

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رضی الله عنهما قَالَ: عَطِشَ النَّاسُ يَوْمَ الْحُدَيْبِيَةِ، وَالنَّبِيُّ ﷺ بَيْنَ يَدَيْهِ رِكْوَةٌ فَتَوَضَّأَ، فَجَهِشَ النَّاسُ نَحْوَهُ، فَقَالَ: مَا لَكُمْ؟ قَالُوْا: لَيْسَ عِنْدَنَا مَاءٌ نَتَوَضَّأُ وَلَا نَشْرَبُ إِلَّا مَا بَيْنَ يَدَيْكَ، فَوَضَعَ يَدَهُ فِي الرِّكْوَةِ، فَجَعَلَ الْمَاءُ يَثُوْرُ بَيْنَ أَصَابِعِهِ كَأَمْثَالِ الْعُيُوْنِ، فَشَرِبْنَا وَتَوَضَّأْنَا قُلْتُ: كَمْ كُنْتُمْ؟ قَالَ: لَوْ كُنَّا مِائَةَ أَلْفٍ لَكَفَانَا، كُنَّا خَمْسَ عَشْرَةَ مِائَةً[2]

[1] أخرجه البخاری فی الصحیح، کتاب: المناقب، باب: علامات النبوة فی الإسلام، رقم: 3579 والترمذی فی السنن، کتاب: المناقب وأحمد بن حنبل فی المسند وابن خزیمة فی الصحیح، وابن أبی شیبة فی المسند، ما رواه عبد الله بن مسعود، عن النبی ﷺ، رقم: 370 والبزار فی المسند، مسند عبد الله بن مسعود رضی الله عنه، إبراهیم، عن علقمة، عن عبد الله، رقم: 1478

[2] أخرجه البخاری فی الصحیح، کتاب: المناقب، باب: علامات النبوة فی الإسلام، رقم: 3576 وفی کتاب: المغازی، باب: غزوة الحدیبیة، رقم: 4152، وأحمد بن حنبل فی المسند، مسند المکثرین من الصحابة، مسند جابر بن عبد الله رضی الله عنه، رقم: 14522 وابن خزیمة فی

ترجمہ: حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حدیبیہ کے دن لوگوں کو پیاس لگی۔ حضور نبی اکرم ﷺ کے سامنے پانی کی ایک چھاگل رکھی ہوئی تھی آپ ﷺ نے اس سے وضو فرمایا: لوگ آپ ﷺ کی طرف جھپٹے تو آپ ﷺ نے فرمایا: تمہیں کیا ہوا ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہمارے پاس وضو کے لئے پانی ہے نہ پینے کے لئے۔ صرف یہی پانی ہے جو آپ کے سامنے رکھا ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے (یہ سن کر) دستِ مبارک چھاگل کے اندر رکھا تو فوراً چشموں کی طرح پانی انگلیوں کے درمیان سے جوش مار کر نکلنے لگا، ہم سب نے (خوب پانی) پیا اور وضو بھی کر لیا۔ (سالم راوی کہتے ہیں:) میں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے پوچھا: اس وقت آپ کتنے آدمی تھے؟ انہوں نے کہا: اگر ہم ایک لاکھ بھی ہوتے تب بھی وہ پانی سب کے لئے کافی ہو جاتا، جبکہ ہم تو پندرہ سو تھے۔

عَنِ الْبَرَاءِ رضی الله عنه قَالَ: كُنَّا يَوْمَ الْحُدَيْبِيَةِ أَرْبَعَ عَشْرَةَ مِائَةً وَالْحُدَيْبِيَةُ بِئْرٌ، فَنَزَحْنَاهَا حَتَّى لَمْ نَتْرُكْ فِيهَا قَطْرَةً، فَجَلَسَ النَّبِيُّ ﷺ عَلَى شَفِيرِ الْبِئْرِ فَدَعَا بِمَاءٍ، فَمَضْمَضَ وَمَجَّ فِي الْبِئْرِ، فَمَكَثْنَا غَيْرَ بَعِيدٍ، ثُمَّ اسْتَقَيْنَا حَتَّى رَوِينَا، وَرَوَتْ أَوْ صَدَرَتْ رَكَائِبُنَا[1]

وقال الإمام القسطلانی: وأما نبع الماء الطهور من بين أصابعه ﷺ، وهو أشرف المياه، فقال القرطبی: قصة نبع الماء من بين أصابعه قد تكررت منه ﷺ، فی عدة

الصحيح، كِتَابُ الْوُضُوْءِ، باب إباحة الوضوء من الركوة والقعب، رقم: 125، وابن حبان فی الصحيح، النوع الثالث والثلاثون، ذكر البيان بأن الماء الذی ذكرناحيث بورك للمصطفى ﷺ فيه كان ذلك فی ركوة لا فی تور، رقم: 7008

[1] أخرجه البخاری فی الصحيح، كتاب: المناقب، باب: علامات النبوة فی الإسلام، رقم: 3577

مواطن فی مشاهد عظیمة، ووردت من طرق کثیرة، یفید مجموعها العلم القطعی المستفاد من التواتر المعنوی، ولم یسمع بمثل هذه المعجزة عن غیر نبینا ﷺ، حیث نبع الماء من بین عظمه وعصبه ولحمه ودمه، وقد نقل ابن عبد البر عن المزنی أنه قال: نبع الماء من بین أصابعه ﷺ أبلغ فی المعجزة من نبع الماء من الحجر حیث ضربه موسی بالعصا فتفجرت منه المیاه، لأن خروج الماء من الحجارة معهود بخلاف خروج الماء من بین اللحم والدم[1]

''حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ واقعہ حدیبیہ کے روز ہماری تعداد چودہ سو تھی۔ ہم حدیبیہ کے کنویں سے پانی نکالتے رہے یہاں تک کہ ہم نے اس میں پانی کا ایک قطرہ بھی نہ چھوڑا۔ (صحابہ کرام پانی ختم ہو جانے سے پریشان ہو کر بارگاہِ رسالت ﷺ میں حاضر ہوئے) سو حضور نبی اکرم ﷺ کنویں کے منڈیر پر آ بیٹھے اور پانی طلب فرمایا: اس سے کلی فرمائی اور وہ پانی کنویں میں ڈال دیا۔ تھوڑی ہی دیر بعد (پانی اس قدر اوپر آ گیا کہ) ہم اس سے پانی پینے لگے، یہاں تک کہ خوب سیراب ہوئے اور ہمارے سواریوں کے جانور بھی سیراب ہو گئے۔

''امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ کا ایک معجزہ آپ کی انگلیوں کے درمیان سے پانی کا جاری ہونا ہے اور یہ سب سے معزز پانی تھا۔ امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: آپ ﷺ کی انگلیوں کے درمیان سے پانی نکلنے کا واقعہ مختلف مقامات میں متعدد بار ہوا ہے اور یہ بہت سے طرق کے ساتھ مروی ہے جن کا جمع ہونا علم قطعی یقینی کا فائدہ دیتا ہے جو تواتر معنوی سے حاصل ہوتی ہے اور اس قسم کا معجزہ ہمارے نبی اکرم ﷺ کے

[1] الزرقانی، شرح الزرقانی فی المواهب اللدنیه، المجلد السابع، معجزة نبع الماء الطهور من بین أصابعه ﷺ، 3:7

علاوہ کسی سے نہیں سنا گیا۔ آپ ﷺ کی مبارک ہڈیوں، پٹھوں، گوشت اور خون کے درمیان سے پانی نکلا۔ ابن عبد البر نے (اسماعیل بن یحییٰ بن اسماعیل امام جلیل متوفی 264ھ) مزنیؒ سے نقل کیا وہ فرماتے ہیں: رسول اکرم ﷺ کی انگلیوں کے درمیان سے پانی کا نکلنا پتھر سے پانی کے نکلنے کے مقابلے میں زیادہ بلیغ (موثر) بات ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پتھر پہ عصا مارا تو اس سے چشمے پھوٹ نکلے اور پتھر سے پانی کا نکلنا معروف بات ہے جبکہ گوشت اور خون سے پانی کے نکلنے میں یہ بات نہیں ہے۔"

عَنْ زِيَادِ بْنِ الْحَارِثِ الصُّدَائِيِّ رضي الله عنه قَالَ ۔۔۔ قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللهِ، إِنَّ لَنَا بِئْرًا، إِذَا كَانَ الشِّتَاءُ وَسِعَنَا مَاؤُهَا فَاجْتَمَعْنَا عَلَيْهِ وَإِذَا كَانَ الصَّيْفُ قَلَّ وَتَفَرَّقْنَا عَلَى مِيَاهٍ حَوْلَنَا، وَإِنَّا لَا نَسْتَطِيْعُ الْيَوْمَ أَنْ نَتَفَرَّقَ۔ كُلُّ مَنْ حَوْلَنَا عَدُوٌّ، فَادْعُ اللهَ يَسَعْنَا مَاؤُهَا، فَدَعَا بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ فَنَقَدَهُنَّ فِي كَفِّهِ ثُمَّ قَالَ: إِذَنِ اسْتَمَوْهَا فَأَلْقُوْا وَاحِدَةً وَاحِدَةً، وَاذْكُرُوا اسْمَ اللهِ، فَمَا اسْتَطَاعُوْا أَنْ يَنْظُرُوْا إِلَى قَعْرِهَا بَعْدُ[1]

ترجمہ: صحابی رسول حضرت زیاد بن حارث صدائی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ (میرے قبیلے کے) لوگوں نے حضور نبی اکرم ﷺ سے عرض کیا: یارسول اللہ! ہمارا ایک کنواں ہے، جب سردیوں کا موسم ہو تو اس کا پانی ہمارے لیے کافی ہوتا ہے اور وہ ہماری ضرورت پوری کرتا ہے لیکن جب گرمی آتی ہے تو اس کا پانی کم ہو جاتا ہے اور ہمیں پانی پینے کے لئے ارد گرد جانا پڑتا ہے، جبکہ ہم مسلمان ہو چکے ہیں اور ہمارے ارد گرد سب ہمارے دشمن ہیں۔ آپ اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ ہمارے کنویں کا پانی بڑھا دے تاکہ ہم اس کو جمع کر لیں اور ہمیں

[1] أخرجه الطبراني في المعجم الكبير، باب الزاي، زياد بن الحارث الصدائي كان ينزل مصر، رقم: 5285، والفريابي في دلائل النبوة، باب ما روى أن النبي ﷺ كان يدعو أو يضع يده في الشيء من الماء فيروى منه الخلق الكثير، رقم: 38 والهيثمي في مجمع الزوائد، كتاب الخلافة، باب فيمن ولي شيئا، رقم: 9032

پانی کے لئے ادھر ادھر نہ جانا پڑے۔ آپ ﷺ نے سات کنکریاں منگوائیں اور انہیں اپنے ہاتھ میں گھمایا اور دعا فرمائی، پھر فرمایا: ان کنکریوں کو لے جاؤ اور جب تم اپنے کنویں پر پہنچو تو ایک ایک کر کے ان کنکریوں کو اس میں ڈالتے جانا اور ان پر اللہ تعالیٰ کا نام لینا۔ حضرت حارث صدائی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے ایسا ہی کیا جیسا کہ آپ ﷺ نے ہمیں حکم دیا تھا تو اس کے بعد (کنویں کا پانی اتنا بڑھ گیا کہ) ہم کنویں کی تہہ کو کبھی نہ دیکھ سکے۔

حضور ﷺ کے ساتھ کھانے (بعام) کی محبت

عن ابنِ شِهَابٍ قَالَ: كَانَ جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللهِ يُحَدِّثُ أَنَّ يَهُودِيَّةً مِنْ أَهْلِ خَيْبَرَ سَمَّتْ شَاةً مَصْلِيَّةً ثُمَّ أَهْدَتْهَا لِرَسُولِ اللهِ ﷺ فَأَخَذَ رَسُولُ اللهِ ﷺ الذِّرَاعَ فَأَكَلَ مِنْهَا وَأَكَلَ رَهْطٌ مِنْ أَصْحَابِهِ مَعَهُ، ثُمَّ قَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللهِ ﷺ: ارْفَعُوا أَيْدِيَكُمْ وَأَرْسَلَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِلَى الْيَهُودِيَّةِ فَدَعَاهَا فَقَالَ لَهَا: أَسَمَمْتِ هَذِهِ الشَّاةَ قَالَتِ الْيَهُودِيَّةُ: مَنْ أَخْبَرَكَ؟ قَالَ: أَخْبَرَتْنِي هَذِهِ فِي يَدِي الذِّرَاعُ۔ قَالَتْ: نَعَمْ۔ قَالَ: فَمَا أَرَدْتِ إِلَى ذَلِكَ؟ قَالَتْ: قُلْتُ: إِنْ كَانَ نَبِيًّا فَلَمْ يَضُرَّهُ، وَإِنْ لَمْ يَكُنْ نَبِيًّا اسْتَرَحْنَا مِنْهُ[1]

ترجمہ: ابن شہاب نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ خیبر والوں میں ایک یہودیہ عورت نے بکری کے بھنے ہوئے گوشت میں زہر ملایا اور پھر وہ گوشت حضور نبی اکرم ﷺ کے پاس تحفے کے طور پر بھیج دیا۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے اُس کی دستی لی اور اُس سے کھایا اور آپ کے صحابہ میں سے چند اور نے بھی کھایا۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کرام کو فرمایا: اپنے ہاتھ روک لو۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے اُس عورت کے پاس ایک آدمی بھیجا جو اُسے بلا کر لایا۔ آپ ﷺ نے اُسے فرمایا: کیا تم نے اس گوشت میں زہر ملایا ہے؟

[1] أخرجه أبو داود في السنن، كتاب: الديات، باب: فيمن سقى رجلاً سماً أو أطعمه فمات، الرقم: 4510 والبيهقي في السنن الكبرى، كتاب النفقات، باب من سقى رجلا سما، رقم: 16100

یہودیہ عورت نے کہا: آپ کو کس نے بتایا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے اسی دستی (گوشت) نے بتایا ہے جو میرے ہاتھ میں ہے۔ اس پر اُس عورت نے کہا: ہاں (میں نے زہر ملایا ہے)۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس سے تمہارا کیا ارادہ تھا؟ اس نے کہا کہ اگر آپ نبی ہیں تو یہ زہر آپ کو کوئی نقصان نہیں پہنچائے گا اور اگر نبی نہیں ہیں تو ہمیں آپ سے نجات مل جائے گی۔

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رضی الله عنهما قَالَ: لَمَّا حُفِرَ الْخَنْدَقُ رَأَيْتُ بِالنَّبِيِّ ﷺ خَمَصًا شَدِيْدًا فَانْكَفَأْتُ إِلَى امْرَأَتِي فَقُلْتُ: هَلْ عِنْدَكِ شَيْءٌ فَإِنِّي رَأَيْتُ بِرَسُوْلِ اللهِ ﷺ خَمَصًا شَدِيْدًا فَأَخْرَجَتْ إِلَيَّ جِرَابًا فِيهِ صَاعٌ مِنْ شَعِيْرٍ وَلَنَا بُهَيْمَةٌ دَاجِنٌ فَذَبَحْتُهَا وَطَحَنَتِ الشَّعِيْرَ فَفَرَغَتْ إِلَى فَرَاغِي وَقَطَّعْتُهَا فِي بُرْمَتِهَا ثُمَّ وَلَّيْتُ إِلَى رَسُوْلِ اللهِ ﷺ فَقَالَتْ: لَا تَفْضَحْنِي بِرَسُوْلِ اللهِ ﷺ وَبِمَنْ مَعَهُ فَجِئْتُهُ فَسَارَرْتُهُ فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، ذَبَحْنَا بُهَيْمَةً لَنَا وَطَحَنَّا صَاعًا مِنْ شَعِيْرٍ كَانَ عِنْدَنَا فَتَعَالَ أَنْتَ وَنَفَرٌ مَعَكَ فَصَاحَ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ: يَا أَهْلَ الْخَنْدَقِ، إِنَّ جَابِرًا قَدْ صَنَعَ سُوْرًا فَحَيَّ هَلًا بِكُمْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: لَا تُنْزِلُنَّ بُرْمَتَكُمْ وَلَا تَخْبِزُنَّ عَجِيْنَكُمْ حَتَّى أَجِيءَ فَجِئْتُ وَجَاءَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ يَقْدُمُ النَّاسَ حَتَّى جِئْتُ امْرَأَتِي فَقَالَتْ: بِكَ وَبِكَ فَقُلْتُ: قَدْ فَعَلْتُ الَّذِي قُلْتِ فَأَخْرَجَتْ لَهُ عَجِيْنًا فَبَصَقَ فِيهِ وَبَارَكَ ثُمَّ عَمَدَ إِلَى بُرْمَتِنَا فَبَصَقَ وَبَارَكَ ثُمَّ قَالَ ادْعُ خَابِزَةً فَلْتَخْبِزْ مَعِي وَاقْدَحِي مِنْ بُرْمَتِكُمْ وَلَا تُنْزِلُوْهَا وَهُمْ أَلْفٌ فَأُقْسِمُ بِاللهِ لَقَدْ أَكَلُوْا حَتَّى تَرَكُوْهُ وَانْحَرَفُوْا وَإِنَّ بُرْمَتَنَا لَتَغِطُّ كَمَا هِيَ وَإِنَّ عَجِيْنَنَا لَيُخْبَزُ كَمَا هُوَ[1]

[1] أخرجه البخاري في الصحيح، كتاب: المغازي، باب: غزوة الخندق وهي الأحزاب، رقم: 4102 والبيهقي في السنن الكبرى، كتاب الصداق، باب ما يستحب من إجابة من دعاه إلى طعام وإن لم يكن له سبب، رقم: 14597

ترجمہ: حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں جب خندق کھودی جا رہی تھی تو میں نے دیکھا کہ حضور نبی اکرم ﷺ کو سخت بھوک لگی ہے۔ میں اپنی بیوی کے پاس آکر کہنے لگا کہ کھانے کی کوئی چیز ہے؟ کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو سخت بھوک کی حالت میں دیکھا ہے۔ اس نے بوری نکالی تو اس میں ایک صاع جو تھے اور ہمارے پاس بکری کا ایک بچہ تھا۔ میں نے بکری کا بچہ ذبح کیا اور بیوی نے جو پیس لئے۔ میں نے گوشت کی بوٹیاں بنا کر انہیں ہانڈی میں ڈال دیا۔ جب میں بارگاہ رسالت میں حاضر ہونے کی خاطر جانے لگا تو بیوی نے کہا: کہیں مجھے رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کے ساتھیوں کے سامنے شرمسار نہ کرنا۔ میں نے حاضرِ خدمت ہو کر سرگوشی کے انداز میں عرض کی: یا رسول اللہ! ہم نے بکری کا ایک بچہ ذبح کیا ہے اور ہمارے پاس ایک صاع جو کا آٹا ہے پس آپ ﷺ چند حضرات کو ساتھ لے کر تشریف لے چلیں۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے بآوازِ بلند فرمایا کہ اے خندق والو! جابر نے تمہارے لئے ضیافت کا بندوبست کیا ہے لٰہذا آؤ چلو۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ میرے آنے تک ہانڈی نہ اتارنا اور روٹیاں نہ پکوانا۔ حضور نبی اکرم ﷺ تشریف لے آئے اور آپ ﷺ لوگوں کے آگے آگے تھے۔ جب میں گھر گیا تو بیوی نے گھبرا کر مجھ سے کہا کہ آپ نے تو میرے ساتھ وہی بات کر دی جس کا خدشہ تھا۔ میں نے کہا کہ تم نے جو کچھ کہا وہ میں نے عرض کر دیا تھا پس حضور نبی اکرم ﷺ نے آٹے میں لعاب دہن ڈالا اور برکت کی دعا مانگی۔ پھر ہنڈیا میں لعاب دہن ڈالا اور دعائے برکت کی۔ اس کے بعد فرمایا کہ روٹی پکانے والی ایک اور بلا لو تاکہ میرے سامنے روٹیاں پکائے اور تمہاری ہانڈی سے گوشت نکال کر دیتی جائے اور فرمایا کہ ہانڈی کو نیچے نہ اتارنا۔ کھانے والوں کی تعداد ایک ہزار تھی۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم! سب نے کھانا کھا لیا یہاں تک کہ سارے شکم سیر ہو کر چلے گئے اور کھانا پیچھے بھی چھوڑ گئے۔ دیکھا گیا تو ہانڈی میں اتنا ہی گوشت موجود تھا جتنا پکنے کے لئے رکھا تھا اور ہمارا آٹا بھی اتنا ہی تھا جتنا کہ پکانے سے پہلے تھا۔

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی الله عنه يَقُولُ: قَالَ أَبُو طَلْحَةَ لِأُمِّ سُلَيْمٍ: لَقَدْ سَمِعْتُ صَوْتَ رَسُولِ اللهِ ﷺ ضَعِيفًا أَعْرِفُ فِيهِ الْجُوعَ فَهَلْ عِنْدَكِ مِنْ شَيْءٍ قَالَتْ: نَعَمْ، فَأَخْرَجَتْ أَقْرَاصًا مِنْ شَعِيرٍ ثُمَّ أَخْرَجَتْ خِمَارًا لَهَا فَلَفَّتِ الْخُبْزَ بِبَعْضِهِ ثُمَّ دَسَّتْهُ تَحْتَ يَدِي وَلَاثَتْنِي بِبَعْضِهِ ثُمَّ أَرْسَلَتْنِي إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ قَالَ: فَذَهَبْتُ بِهِ فَوَجَدْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ فِي الْمَسْجِدِ وَمَعَهُ النَّاسُ فَقُمْتُ عَلَيْهِمْ فَقَالَ لِي رَسُولُ اللهِ ﷺ: آرْسَلَكَ أَبُو طَلْحَةَ؟ فَقُلْتُ: نَعَمْ قَالَ: بِطَعَامٍ فَقُلْتُ: نَعَمْ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ لِمَنْ مَعَهُ: قُومُوا فَانْطَلَقَ وَانْطَلَقْتُ بَيْنَ أَيْدِيهِمْ حَتَّى جِئْتُ أَبَا طَلْحَةَ فَأَخْبَرْتُهُ فَقَالَ أَبُو طَلْحَةَ: يَا أُمَّ سُلَيْمٍ، قَدْ جَاءَ رَسُولُ اللهِ ﷺ بِالنَّاسِ وَلَيْسَ عِنْدَنَا مَا نُطْعِمُهُمْ فَقَالَتْ: اللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ فَانْطَلَقَ أَبُو طَلْحَةَ حَتَّى لَقِيَ رَسُولَ اللهِ ﷺ فَأَقْبَلَ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَأَبُو طَلْحَةَ مَعَهُ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: هَلُمِّي يَا أُمَّ سُلَيْمٍ، مَا عِنْدَكِ فَأَتَتْ بِذَلِكَ الْخُبْزِ فَأَمَرَ بِهِ رَسُولُ اللهِ ﷺ فَفُتَّ وَعَصَرَتْ أُمُّ سُلَيْمٍ عُكَّةً فَأَدَمَتْهُ ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ فِيهِ مَا شَاءَ اللهُ أَنْ يَقُولَ ثُمَّ قَالَ: ائْذَنْ لِعَشَرَةٍ فَأَذِنَ لَهُمْ فَأَكَلُوا حَتَّى شَبِعُوا ثُمَّ خَرَجُوا ثُمَّ قَالَ: ائْذَنْ لِعَشَرَةٍ فَأَذِنَ لَهُمْ فَأَكَلُوا حَتَّى شَبِعُوا ثُمَّ خَرَجُوا ثُمَّ قَالَ: ائْذَنْ لِعَشَرَةٍ فَأَذِنَ لَهُمْ فَأَكَلُوا حَتَّى شَبِعُوا ثُمَّ خَرَجُوا ثُمَّ قَالَ: ائْذَنْ لِعَشَرَةٍ فَأَكَلَ الْقَوْمُ كُلُّهُمْ وَشَبِعُوا وَالْقَوْمُ سَبْعُونَ أَوْ ثَمَانُونَ رَجُلًا[1]

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے حضرت ام سلیم رضي الله عنہا (والدۂ حضرت انس) سے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کی آواز سنی ہے جس میں ضعف محسوس ہوتا ہے۔ میرا خیال ہے کہ آپ ﷺ بھوکے ہیں۔ کیا تمہارے پاس کھانے کی کوئی چیز ہے؟ انہوں نے اثبات میں جواب دیا اور چند جو کی روٹیاں

[1] أخرجه البخاری فی الصحیح، کتاب: الأیمان والنذور، باب: إذا حلف أن لا یأتدم فأکل تمرا بخبز وما یکون من الأدم، رقم: 6688 والترمذی فی السنن، کتاب: المناقب، رقم: 3630

نکال لائیں۔ پھر اپنا ایک دوپٹہ نکالا اور اس کے ایک پلے روٹیاں لپیٹ دیں پھر روٹیاں میرے سپرد کر کے باقی دوپٹہ مجھے اُڑھا دیا اور مجھے رسول اللہ ﷺ کی جانب روانہ کر دیا۔ میں روٹیاں لے کر گیا تو رسول اللہ ﷺ کو مسجد میں پایا شمع رسالت کے گرد چند پروانے بھی موجود تھے۔ میں ان کے پاس کھڑا ہو گیا تو حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: کیا تمہیں ابو طلحہ نے کھانا دے کر بھیجا ہے؟ میں عرض گزار ہوا: ہاں۔ پس حضور نبی اکرم ﷺ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا: کھڑے ہو جاؤ۔ پھر آپ ﷺ چل پڑے میں ان سے آگے چل دیا اور جا کر حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کو بتا دیا۔ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے ام سلیم! رسول اللہ ﷺ لوگوں کو لے کر غریب خانے پر تشریف لا رہے ہیں اور ہمارے پاس انہیں کھلانے کے لیے کچھ بھی نہیں ہے۔ عرض گزار ہوئیں: اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ پس حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ فوراً رسول اللہ ﷺ کے استقبال کو نکل کھڑے ہوئے، یہاں تک کہ رسول خدا کے پاس جا پہنچے۔ پس رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کو ساتھ لیا اور ان کے گھر جلوہ فرما ہو گئے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے ام سلیم! جو کچھ تمہارے پاس ہے لے آو۔ انہوں نے وہی روٹیاں حاضر خدمت کر دیں۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے ان کے ٹکڑے کرنے کا حکم فرمایا اور حضرت ام سلیم رضي الله عنہا نے سالن کی جگہ کپی سے سارا گھی نکال لیا۔ پھر رسول خدا نے اس پر وہی کچھ پڑھا جو خدا نے چاہا۔ پھر فرمایا کہ دس آدمیوں کو کھانے کے لیے بلا لو۔ پس انہوں نے سیر ہو کر کھانا کھا لیا اور چلے گئے۔ پھر فرمایا: دس آدمی کھانے کے لیے اور بلا لو۔ چنانچہ وہ بھی سیر ہو کر چلے گئے۔ پھر کھانے کے لیے دس اور آدمیوں کو بلا لو۔ پس انہیں بلایا گیا۔ وہ بھی شکم سیر ہو کر کھا چکے اور چلے گئے۔ پھر دس آدمیوں کو بلانے کے لیے فرمایا گیا اور اسی طرح جملہ حضرات نے شکم سیر ہو کر کھانا کھا لیا۔ جملہ مہمان ستر یا اسی افراد تھے۔

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ رضی اللہ عنہما قَالَ: كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ ثَلَاثِيْنَ وَمِائَةً فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: هَلْ مَعَ أَحَدٍ مِنْكُمْ طَعَامٌ فَإِذَا مَعَ رَجُلٍ صَاعٌ مِنْ طَعَامٍ أَوْ نَحْوُهُ فَعُجِنَ ثُمَّ جَاءَ رَجُلٌ مُشْرِكٌ مُشْعَانٌّ طَوِيْلٌ بِغَنَمٍ يَسُوْقُهَا فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: بَيْعًا أَمْ عَطِيَّةً أَوْ قَالَ أَمْ هِبَةً قَالَ: لَا بَلْ بَيْعٌ فَاشْتَرَى مِنْهُ شَاةً فَصُنِعَتْ وَأَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ بِسَوَادِ الْبَطْنِ أَنْ يُشْوَى وَايْمُ اللهِ، مَا فِي الثَّلَاثِيْنَ وَالْمِائَةِ إِلَّا قَدْ حَزَّ النَّبِيُّ ﷺ لَهُ حُزَّةً مِنْ سَوَادِ بَطْنِهَا إِنْ كَانَ شَاهِدًا أَعْطَاهَا إِيَّاهُ وَإِنْ كَانَ غَائِبًا خَبَأَ لَهُ فَجَعَلَ مِنْهَا قَصْعَتَيْنِ فَأَكَلُوْا أَجْمَعُوْنَ وَشَبِعْنَا فَفَضَلَتِ الْقَصْعَتَانِ فَحَمَلْنَاهُ عَلَى الْبَعِيْرِ أَوْ كَمَا قَالَ[1]

ترجمہ: حضرت عبد الرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ ہم ایک سو تیس افراد حضور نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ تھے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ کیا تم میں سے کسی کے پاس کھانا ہے ؟ایک آدمی کے پاس صاع کے لگ بھگ آٹا تھا، اسے گوندھا گیا۔ پھر ایک مشرک، بکھرے ہوئے بالوں والا، دراز قد ریوڑ کو ہانکتا ہوا آگیا۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے اس سے بکری بیچنے یا عطیہ دینے کے لیے پوچھا، یا فرمایا کہ ہبہ۔ اس نے کہا: نہیں بلکہ بیچتا ہوں، تو اس سے ایک بکری خرید لی۔ پھر اسے بنایا گیا اور حضور نبی اکرم ﷺ نے کلیجی بھوننے کا حکم فرمایا۔ خدا کی قسم ایک سو تیس افراد میں سے ایک بھی نہ بچا جس کو حضور نبی اکرم ﷺ نے کلیجی میں سے حصہ نہ دیا ہو۔ اگر کوئی حاضر تھا تو اسے حصہ دے دیا گیا اور جو موجود نہ تھا اس کے لیے حصہ رکھ دیا گیا۔ پھر اسے دو برتنوں میں ڈال لیا۔ پس تمام لوگوں نے شکم سیر ہو کر کھا لیا اور دو برتنوں میں گوشت بچ رہا جو ہم نے اونٹ پر لاد لیا۔

[1] أخرجه البخاري في الصحيح، كتاب: الهبة وفضلها، باب: قبول الهدية من المشركين، رقم:2618 والبيهقي في السنن الكبرى، كتاب الجزية، باب ما جاء في هدايا المشركين للإمام، رقم:18789

عَنْ جَابِرٍ رضی الله عنه أَنَّ أَبَاهُ تُوُفِّيَ وَعَلَيْهِ دَيْنٌ، فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَقُلْتُ: إِنَّ أَبِي تَرَكَ عَلَيْهِ دَيْنًا، وَلَيْسَ عِنْدِي إِلَّا مَا يُخْرِجُ نَخْلُهُ، وَلَا يَبْلُغُ مَا يُخْرِجُ سِنِينَ مَا عَلَيْهِ، فَانْطَلِقْ مَعِي لِكَيْ لَا يُفْحِشَ عَلَيَّ الْغُرَمَاءُ، فَمَشَى حَوْلَ بَيْدَرٍ مِنْ بَيَادِرِ التَّمْرِ فَدَعَا، ثُمَّ آخَرَ، ثُمَّ جَلَسَ عَلَيْهِ، فَقَالَ: انْزِعُوهُ فَأَوْفَاهُمُ الَّذِي لَهُمْ، وَبَقِيَ مِثْلُ مَا أَعْطَاهُمْ[1]

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میرے والد محترم (حضرت عبداللہ) وفات پاگئے اور اُن کے اوپر قرض تھا۔ میں حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: (یارسول اللہ!) میرے والد نے (وفات کے بعد) پیچھے قرضہ چھوڑا ہے اور میرے پاس (اس کی ادائیگی کے لئے) کچھ بھی نہیں، ماسوائے اس پیداوار کے جو کھجور کے (چند) درختوں سے حاصل ہوتی ہے۔ ان سے کئی سالوں میں بھی قرض ادا نہیں ہو گا۔ آپ ﷺ میرے ساتھ تشریف لے چلیں تاکہ قرض خواہ مجھ پر سختی نہ کریں۔ آپ ﷺ (ان کے ساتھ تشریف لے گئے اور ان کے) کھجوروں کے ڈھیروں میں سے ایک ڈھیر کے گرد چند چکر لگائے اور دعا فرمائی، پھر دوسرے ڈھیر (کے ساتھ بھی ایسا ہی کیا)، اس کے بعد آپ ﷺ ایک ڈھیر پر بیٹھ گئے اور فرمایا: قرض خواہوں کو ماپ کر دیتے جاؤ۔ (آپ ﷺ کی برکت سے) سب قرض خواہوں کا پورا پورا قرض ادا کر دیا گیا اور اتنی ہی کھجوریں بچ بھی گئیں جتنی کہ قرض میں دی تھیں۔

عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رضی الله عنهما قَالَ: لَقَدْ كُنَّا نَأْكُلُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ الطَّعَامَ، وَنَحْنُ نَسْمَعُ تَسْبِيحَ الطَّعَامِ[2]

---

[1] أخرجه البخاری فی الصحیح، کتاب: المناقب، باب: علامات النبوة فی الإسلام رقم: 3580

[2] أخرجه البخاری فی الصحیح، کتاب: المناقب، باب: علامات النبوة فی الإسلام، رقم: 3579 والترمذی فی السنن، کتاب: المناقب، رقم: 3633 والدارمی فی السنن، کتاب علامات النبوة، وفضائل سید الأولین والآخرین، باب ما أکرم النبی ﷺ من تفجیر الماء من بین أصابعه، رقم: 28

ترجمہ: حضرت (عبد اللہ) ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں: ہم حضور نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ کھانا کھا رہے تھے اور کھانے کی تسبیح بھی سن رہے تھے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: أَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ، بِتَمَرَاتٍ، فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، ادْعُ اللهَ فِيْهِنَّ بِالْبَرَكَةِ فَضَمَّهُنَّ ثُمَّ دَعَا لِي فِيْهِنَّ بِالْبَرَكَةِ، فَقَالَ: خُذْهُنَّ وَاجْعَلْهُنَّ فِي مِزْوَدِكَ هَذَا أَوْ فِي هَذَا الْمِزْوَدِ، كُلَّمَا أَرَدْتَ أَنْ تَأْخُذَ مِنْهُ شَيْئًا فَأَدْخِلْ فِيْهِ يَدَكَ فَخُذْهُ وَلَا تَنْثُرْهُ نَثْرًا، فَقَدْ حَمَلْتُ مِنْ ذَلِكَ التَّمْرِ كَذَا وَكَذَا مِنْ وَسْقٍ فِي سَبِيْلِ اللهِ، فَكُنَّا نَأْكُلُ مِنْهُ وَنُطْعِمُ، وَكَانَ لَا يُفَارِقُ حِقْوِي حَتَّى كَانَ يَوْمُ قَتْلِ عُثْمَانَ رضی اللہ عنہ فَإِنَّهُ انْقَطَعَ[1]

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ میں حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں کچھ کھجوریں لے کر حاضر ہوا اور عرض کیا: یا رسول اللہ! ان میں اللہ تعالیٰ سے برکت کی دعا فرمائیں۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے انہیں اکٹھا کیا اور میرے لیے ان میں دعائے برکت فرمائی پھر مجھے فرمایا: انہیں لے لو اور اپنے اس توشہ دان میں رکھ دو اور جب انہیں لینا چاہو تو اپنا ہاتھ اس میں ڈال کر لے لیا کرو اسے جھاڑنا نہیں۔ سو میں نے ان میں سے اتنے اتنے (یعنی کئی) وسق (ایک وسق دو سو چالیس کلو گرام کے برابر ہوتا ہے) کھجوریں اللہ تعالیٰ کے راستہ میں خرچ کیں ہم خود اس میں سے کھاتے اور دوسروں کو بھی کھلاتے۔ کبھی وہ توشہ دان میری کمر سے جدا نہ ہوا (یعنی کھجوریں ختم نہ ہوئیں) حتیٰ کہ جس دن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو وہ مجھ سے کہیں گر گیا۔

[1] أخرجه الترمذي في السنن، كتاب: المناقب، باب: مناقب لأبي هريرة رضي الله عنه، رقم: 3839 وابن الأثير في جامع الأصول، الباب الخامس: في معجزاته ودلائل نبوته ﷺ، الفصل الثالث: في زيادة الطعام والشراب، رقم: 8916

حضور نبی اکرم ﷺ کے ساتھ مٹی کی محبت

عَنْ إِيَاسِ بْنِ سَلَمَةَ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ: غَزَوْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ حُنَيْنًا فَلَمَّا وَاجَهْنَا الْعَدُوَّ تَقَدَّمْتُ فَأَعْلُو ثَنِيَّةً فَاسْتَقْبَلَنِي رَجُلٌ مِنَ الْعَدُوِّ فَأَرْمِيهِ بِسَهْمٍ فَتَوَارَى عَنِّي فَمَا دَرَيْتُ مَا صَنَعَ وَنَظَرْتُ إِلَى الْقَوْمِ فَإِذَا هُمْ قَدْ طَلَعُوا مِنْ ثَنِيَّةٍ أُخْرَى فَالْتَقَوْا هُمْ وَصَحَابَةُ النَّبِيِّ ﷺ فَوَلَّى صَحَابَةُ النَّبِيِّ ﷺ وَأَرْجِعُ مُنْهَزِمًا وَعَلَيَّ بُرْدَتَانِ مُتَّزِرًا بِإِحْدَاهُمَا مُرْتَدِيًا بِالْأُخْرَى فَاسْتَطْلَقَ إِزَارِي فَجَمَعْتُهُمَا جَمِيعًا وَمَرَرْتُ عَلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ مُنْهَزِمًا وَهُوَ عَلَى بَغْلَتِهِ الشَّهْبَاءِ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: لَقَدْ رَأَى ابْنُ الْأَكْوَعِ فَزَعًا فَلَمَّا غَشُوا رَسُولَ اللهِ ﷺ نَزَلَ عَنِ الْبَغْلَةِ ثُمَّ قَبَضَ قَبْضَةً مِنْ تُرَابٍ مِنَ الْأَرْضِ ثُمَّ اسْتَقْبَلَ بِهِ وُجُوهَهُمْ فَقَالَ: شَاهَتِ الْوُجُوهُ فَمَا خَلَقَ اللهُ مِنْهُمْ إِنْسَانًا إِلَّا مَلَأَ عَيْنَيْهِ تُرَابًا بِتِلْكَ الْقَبْضَةِ فَوَلَّوْا مُدْبِرِينَ فَهَزَمَهُمُ اللهُ عزوجل وَقَسَمَ رَسُولُ اللهِ ﷺ غَنَائِمَهُمْ بَيْنَ الْمُسْلِمِينَ [1]

ترجمہ: ایاس بن سلمہ کہتے ہیں کہ میرے والد رضی اللہ عنہ نے مجھ سے یہ حدیث بیان کی کہ ہم حضور نبی اکرم ﷺ کے ساتھ غزوہ حنین میں گئے، جب ہمارا دشمن کے ساتھ مقابلہ ہوا تو میں آگے بڑھ کر ایک گھاٹی پر چڑھ گیا، دشمن کا ایک شخص سامنے سے آیا، میں نے اس کے تیر مارا، وہ چھپ گیا اور مجھ کو پتا نہ چل سکا اس نے کیا کیا، میں نے قوم کی طرف دیکھا تو وہ دوسری گھاٹی سے چڑھ رہے تھے، ان کا اور حضور نبی اکرم ﷺ کے صحابہ کا مقابلہ ہوا، حضور نبی اکرم ﷺ کے صحابہ پشت پھیر کر بھاگے، میں بھی شکست خوردہ لوٹا، درآنحالیکہ مجھ پر دو چادریں تھیں، ایک میں نے باندھی ہوئی تھی اور دوسری اوڑھی ہوئی تھی، میرا تہبند کھل گیا تو میں نے دونوں چادروں کو اکٹھا کر لیا اور میں حضور نبی اکرم ﷺ کے سامنے شکست خوردہ لوٹا

[1] أخرجه مسلم في الصحيح، كتاب: الجهاد والسير، باب: في غزوة حنين، رقم: 1777 وابن حبان في الصحيح، النوع الثالث والثلاثون، ذكر ما أكرم الله جل وعلا صفيه ﷺ بهزيمة المشركين عنه عن قبضة تراب رماهم بها، رقم: 6988 والروياني في المسند، إياس بن سلمة عن أبيه، رقم: 1190

درآنحالیکہ آپ اپنے خچر شہباء پر سوار تھے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ابن الاکوع خوف زدہ ہو کر دیکھ رہا ہے، جب دشمنوں نے حضور نبی اکرم ﷺ کو گھیر لیا تو آپ ﷺ خچر سے اترے اور زمین سے خاک کی ایک مٹھی اٹھا کر دشمن کے چہروں کی طرف پھینکی اور فرمایا: ان کے چہرے قبیح ہو گئے، پھر اللہ تعالیٰ نے اس مٹھی سے ان کے ہر انسان کی آنکھ میں مٹی بھر دی اور وہ پیٹھ پھیر کر بھاگے، سو اللہ تعالیٰ عزوجل نے ان کو شکست دی اور حضور نبی اکرم ﷺ نے ان کا مال غنیمت مسلمانوں میں تقسیم کر دیا۔

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی الله عنه فی روایة طویلة قَالَ: إِنَّ رَجُلًا كَانَ يَكْتُبُ لِرَسُوْلِ اللهِ ﷺ فَارْتَدَّ عَنِ الإِسْلَامِ، وَلَحِقَ بِالْمُشْرِكِيْنَ، وَقَالَ: أَنَا أَعْلَمُكُمْ بِمُحَمَّدٍ إِنْ كُنْتُ لَأَكْتُبُ مَا شِئْتُ فَمَاتَ ذٰلِكَ الرَّجُلُ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: إِنَّ الْأَرْضَ لَمْ تَقْبَلْهُ وَقَالَ أَنَسٌ: فَأَخْبَرَنِي أَبُوْ طَلْحَةَ: أَنَّهُ أَتَى الْأَرْضَ الَّتِي مَاتَ فِيْهَا فَوَجَدَهُ مَنْبُوْذًا، فَقَالَ: مَا شَأْنُ هٰذَا فَقَالُوْا: دَفَنَّاهُ مِرَارًا فَلَمْ تَقْبَلْهُ الْأَرْضُ[1]

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ ایک طویل روایت میں بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی جو حضور نبی اکرم ﷺ کے لئے کتابت کیا کرتا تھا وہ اسلام سے مرتد ہو گیا اور مشرکوں سے جا کر مل گیا اور کہنے لگا: میں تم میں سب سے زیادہ محمد مصطفی کو جاننے والا ہوں۔ میں ان کے لئے جو چاہتا تھا لکھتا تھا سو وہ شخص جب مر گیا تو حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اسے زمین قبول نہیں کرے گی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ انہیں حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ وہ اس جگہ آئے جہاں وہ مرا تھا تو دیکھا اس کی لاش قبر سے باہر پڑی تھی۔ پوچھا کہ اس (لاش) کا کیا معاملہ ہے؟ لوگوں نے کہا: ہم نے اسے کئی بار دفن کیا مگر زمین نے اسے قبول نہیں کیا۔

[1] أخرجه أحمد بن حنبل فی المسند، مسند المكثرين من الصحابة، مسند أنس بن مالك رضی الله تعالی عنه، رقم: 12215

حضور نبی اکرم ﷺ کے ساتھ آسمانی اشیاء کی محبت

حضور نبی اکرم ﷺ کے ساتھ چاند کی محبت

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رضی الله عنهما قَالَ: انْشَقَّ الْقَمَرُ عَلَى عَهْدِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ فِلْقَتَيْنِ فَسَتَرَ الْجَبَلُ فِلْقَةً وَكَانَتْ فِلْقَةٌ فَوْقَ الْجَبَلِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ[1]

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ چاند کے دو ٹکڑے ہونے کا واقعہ حضور نبی اکرم ﷺ کے عہد مبارک میں پیش آیا، ایک ٹکڑا پہاڑ میں چھپ گیا اور ایک ٹکڑا پہاڑ کے اوپر تھا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے اللہ تعالیٰ تو گواہ رہنا۔

عَنْ عَبْدِ اللهِ رضی الله عنه قَالَ: انْشَقَّ الْقَمَرُ وَنَحْنُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فَصَارَ فِرْقَتَيْنِ فَقَالَ لَنَا: اشْهَدُوْا اشْهَدُوْا[2]

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب (حضور نبی اکرم ﷺ کے حکم پر) چاند شق کیا گیا تو اس وقت ہم حضور نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ تھے پس چاند کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ پھر آپ ﷺ نے ہم سے فرمایا: گواہ رہنا، گواہ رہنا۔

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ: انْشَقَّ الْقَمَرُ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ حَتَّى صَارَ فِرْقَتَيْنِ عَلَى هَذَا الْجَبَلِ وَعَلَى هَذَا الْجَبَلِ فَقَالُوْا: سَحَرَنَا مُحَمَّدٌ۔ فَقَالَ بَعْضُهُمْ: لَئِنْ كَانَ سَحَرَنَا فَمَا يَسْتَطِيْعُ أَنْ يَسْحَرَ النَّاسَ كُلَّهُمْ[3]

---

[1] أخرجه المسلم في الصحيح، كتاب: صفات المنافقين وأحكامهم، باب: انشقاق القمر، رقم: 2801 وأحمد بن حنبل في المسند، مسند المكثرين من الصحابة، مسند عبد الله بن مسعود رضى الله تعالى عنه، رقم: 4270

[2] أخرجه البخاري في الصحيح، كتاب: تفسير القرآن، باب: وانشق القمر وإن يروا آية يعرضوا، رقم: 4865 ومسلم في الصحيح، كتاب: صفة القيامة والجنة والنار، باب: انشقاق القمر، رقم: 2801

[3] أخرجه الترمذي في السنن، كتاب: تفسير القرآن، باب: ومن سورة القمر، رقم: 3289

ترجمہ: حضرت جبیر بن معطم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عہد نبوت میں چاند پھٹ کر دو ٹکڑے ہوا ایک ٹکڑا پہاڑ کی اس طرف اور ایک اس جانب ہو گیا کفار نے کہا (حضرت) محمد (ﷺ) نے ہم پر جادو کیا ہے۔ بعض کہنے لگے اگر ہم پر جادو کیا تو وہ سب لوگوں پر جادو نہیں کر سکتے۔

عَنِ الْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ رضی اللہ عنہ قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، دَعَانِي إِلَى الدُّخُوْلِ فِي دِيْنِكَ أَمَارَةٌ لِنُبُوَّتِكَ رَأَيْتُكَ فِي الْمَهْدِ تُنَاغِي الْقَمَرَ وَتُشِيْرُ بِاِصْبَعِكَ فَحَيْثُ أَشَرْتَ إِلَيْهِ مَالَ قَالَ: إِنِّي كُنْتُ أُحَدِّثُهُ وَيُحَدِّثُنِي وَيُلْهِيْنِي عَنِ الْبُكَاءِ[1]

ترجمہ: حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ کی نبوت پر دلالت کرنے والی ایک خاص نشانی نے مجھے آپ کے دین میں داخل ہونے کی ترغیب دی۔ میں نے دیکھا کہ آپ ایام طفولیت میں گھوارے کے اندر چاند کے ساتھ کھیلا کرتے تھے اور انگلی مبارک کے ساتھ جس طرف اشارہ فرمایا کرتے تھے چاند اسی طرف جھک جاتا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میں اس کے ساتھ باتیں کرتا تھا اور وہ میرے ساتھ باتیں کرتا تھا اور مجھے رونے نہیں دیتا تھا۔

حضور نبی اکرم ﷺ کے ساتھ سورج کی محبت

عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ عُمَيْسٍ رضی اللہ عنہا قَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ يُوْحَى إِلَيْهِ وَرَأْسُهُ فِي حِجْرِ عَلِيٍّ رضی اللہ عنہ فَلَمْ يُصَلِّ الْعَصْرَ حَتَّى غَرَبَتِ الشَّمْسُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: اَللّٰهُمَّ إِنَّ عَلِيًّا

[1] أخرجه السيوطي في جامع الكبير، الهمزة مع النون، في الصغير وليس في الكبير، ج:3، ص:87

فِي طَاعَتِكَ وَطَاعَةِ رَسُوْلِكَ فَارْدُدْ عَلَيْهِ الشَّمْسَ قَالَتْ أَسْمَائُ رضی الله عنها: فَرَأَيْتُهَا غَرَبَتْ وَرَأَيْتُهَا طَلَعَتْ بَعْدَ مَا غَرَبَتْ[1]

ترجمہ: حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ پر وحی نازل ہو رہی تھی اور آپ ﷺ کا سر اقدس حضرت علی رضی اللہ عنہ کی گود میں تھا۔ وہ عصر کی نماز نہ پڑھ سکے یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے دعا کی: اے اللہ! علی تیری اور تیرے رسول کی اطاعت میں تھا اس پر سورج واپس لوٹا دے۔ حضرت اسماء فرماتی ہیں: میں نے اسے غروب ہوتے ہوئے بھی دیکھا اور یہ بھی دیکھا کہ وہ غروب ہونے کے بعد دوبارہ طلوع ہوا۔

حضور نبی اکرم ﷺ کے ساتھ بادل اور بارش کی محبت

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی الله عنه قَالَ: أَصَابَتِ النَّاسَ سَنَةٌ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ فَبَيْنَا النَّبِيُّ ﷺ يَخْطُبُ فِي يَوْمِ جُمُعَةٍ قَامَ أَعْرَابِيٌّ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، هَلَكَ الْمَالُ وَجَاعَ الْعِيَالُ فَادْعُ اللهَ لَنَا۔ فَرَفَعَ يَدَيْهِ وَمَا نَرَى فِي السَّمَائِ قَزَعَةً فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، مَا وَضَعَهَا حَتَّى ثَارَ السَّحَابُ أَمْثَالَ الْجِبَالِ ثُمَّ لَمْ يَنْزِلْ عَنْ مِنْبَرِهِ حَتَّى رَأَيْتُ الْمَطَرَ يَتَحَادَرُ عَلَى لِحْيَتِهِ ﷺ فَمُطِرْنَا يَوْمَنَا ذَلِكَ وَمِنَ الْغَدِ وَبَعْدَ الْغَدِ وَالَّذِي يَلِيْهِ حَتَّى الْجُمُعَةِ الْأُخْرَى وَقَامَ ذَلِكَ الْأَعْرَابِيُّ أَوْ قَالَ: غَيْرُهُ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، تَهَدَّمَ الْبِنَائُ وَغَرِقَ الْمَالُ فَادْعُ اللهَ لَنَا فَرَفَعَ يَدَيْهِ فَقَالَ: اَللّٰهُمَّ حَوَالَيْنَا وَلَا عَلَيْنَا فَمَا يُشِيْرُ بِيَدِهِ إِلَى نَاحِيَةٍ مِنَ السَّحَابِ إِلَّا

[1] أخرجه الطبرانی فی المعجم الكبير، باب الألف، فاطمة بنت الحسين، عن أسماء، رقم: 390 والطحاوی فی شرح مشكل الآثار، بَابُ بَيَانِ مُشْكِلِ مَا رُوِيَ عَنْ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ فِي مَسْأَلَتِهِ اللهَ عَزَّوَجَلَّ أَنْ يَرُدَّ الشَّمْسَ عَلَيْهِ بَعْدَ غَيْبُوبَتِهَا وَرَدِّ اللهِ عَزَّوَجَلَّ إِيَّاهَا عَلَيْهِ، رقم: 1067

انْفَرَجَتْ وَصَارَتِ الْمَدِيْنَةُ مِثْلَ الْجَوْبَةِ وَسَالَ الْوَادِي قَنَاةُ شَهْرًا وَلَمْ يَجِيْءُ أَحَدٌ مِنْ نَاحِيَةٍ إِلَّا حَدَّثَ بِالْجَوْدِ[1]

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ کے زمانہ میں لوگ قحط سالی میں مبتلا ہو گئے۔ ایک مرتبہ جب حضور نبی اکرم ﷺ جمعہ کے روز خطبہ دے رہے تھے تو ایک اعرابی کھڑا ہو کر عرض گزار ہوا: یا رسول اللہ! مال ہلاک ہو گیا اور بچے بھوکے مر گئے، اللہ تعالیٰ سے ہمارے لیے دعا کیجئے۔ آپ ﷺ نے ہاتھ اٹھائے۔ ہم نے اس وقت آسمان میں بادل کا کوئی ٹکڑا تک نہیں دیکھا تھا، پھر قسم اس کی ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے! آپ ﷺ نے ہاتھ کیا اٹھائے کہ پہاڑوں جیسے بادل آ گئے۔ آپ ﷺ منبر سے اترے بھی نہیں کہ میں نے بارش کے قطرے آپ ﷺ کی ریش مبارک سے ٹپکتے دیکھے۔ اس روز بارش برسی، اگلے روز بھی، اس سے اگلے روز بھی یہاں تک کہ اگلے جمعہ تک بارش ہوتی رہی۔ پس وہی اعرابی کھڑا ہوا یا کوئی دوسرا شخص اور عرض گزار ہوا: یا رسول اللہ! مکانات گر گئے اور مال ڈوب گیا۔ اللہ تعالیٰ سے ہمارے لیے دعا کیجئے۔ پس آپ ﷺ نے ہاتھ اٹھائے اور کہا: اے اللہ! ہمارے ارد گرد برسا، ہم پر نہیں۔ پس جس طرف دست مبارک سے اشارہ کرتے ادھر کے بادل چھٹ جاتے یہاں تک کہ مدینہ منورہ ایک دائرہ سا بن گیا۔ قناۃ نامی نالہ مہینہ بھر بہتا رہا اور جو بھی آتا وہ اس بارش کا حال بیان کرتا۔

عَنْ أَنَسٍ رضی الله عنه قَالَ: أَصَابَ أَهْلَ الْمَدِيْنَةِ قَحْطٌ عَلَى عَهْدِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ فَبَيْنَا هُوَ يَخْطُبُ يَوْمَ جُمُعَةٍ إِذْ قَامَ رَجُلٌ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، هَلَكَتِ الْكُرَاعُ هَلَكَتِ الشَّاءُ فَادْعُ اللهَ يَسْقِيْنَا فَمَدَّ يَدَيْهِ وَدَعَا قَالَ أَنَسٌ: وَإِنَّ السَّمَاءَ لَمِثْلُ الزُّجَاجَةِ فَهَاجَتْ رِيحٌ أَنْشَأَتْ

[1] أخرجه البخاري في الصحيح، كتاب: الجمعة، باب: الاستسقاء في الخطبة يوم الجمعة، رقم: 933 وفي كتاب الاستسقاء، باب: من تمطر في المطر حتى يتحادر على لحيته، رقم: 1033 ومسلم في الصحيح، كتاب: صلاة الاستسقاء، باب، الدعاء في الاستسقاء، رقم: 898

سَحَابًا ثُمَّ اجْتَمَعَ ثُمَّ أَرْسَلَتِ السَّمَاءُ عَزَالِيَهَا فَخَرَجْنَا نَخُوضُ الْمَاءَ حَتَّى أَتَيْنَا مَنَازِلَنَا فَلَمْ نَزَلْ نُمْطَرُ إِلَى الْجُمُعَةِ الْأُخْرَى فَقَامَ إِلَيْهِ ذَلِكَ الرَّجُلُ أَوْ غَيْرُهُ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، تَهَدَّمَتِ الْبُيُوْتُ فَادْعُ اللهَ يَحْبِسْهُ فَتَبَسَّمَ ثُمَّ قَالَ: حَوَالَيْنَا وَلَا عَلَيْنَا فَنَظَرْتُ إِلَى السَّحَابِ تَصَدَّعَ حَوْلَ الْمَدِيْنَةِ كَأَنَّهُ إِكْلِيْلٌ[1]

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ کے زمانۂ مبارک میں ایک دفعہ اہل مدینہ (شدید) قحط سے دوچار ہوگئے۔ ایک مرتبہ آپ ﷺ خطبہ جمعہ ارشاد فرما رہے تھے کہ ایک شخص نے کھڑے ہو کر عرض کیا: یارسول اللہ! گھوڑے ہلاک ہوگئے، بکریاں مر گئیں، اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ ہمیں پانی مرحمت فرمائے۔ آپ ﷺ نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھا دیئے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس وقت آسمان شیشے کی طرح صاف تھا لیکن ہوا چلنے لگی، بادل گھر کر جمع ہوگئے اور آسمان نے ایسا اپنا منہ کھولا کہ ہم برستی ہوئی بارش میں اپنے گھروں کو گئے اور متواتر اگلے جمعہ تک بارش ہوتی رہی۔ پھر (آئندہ جمعہ) وہی شخص یا کوئی دوسرا آدمی کھڑا ہو کر عرض گزار ہوا: یارسول اللہ! گھر تباہ ہو رہے ہیں، لہٰذا اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیں کہ اب اس (بارش) کو روک لے۔ تو آپ ﷺ (اس شخص کی بات سن کر) مسکرا پڑے اور (اپنے سرِ اقدس کے اوپر بارش کی طرف انگلی مبارک سے اشارہ کرتے ہوئے) فرمایا: ''ہمیں چھوڑ کر ہمارے گردا گرد برسو۔'' تو ہم نے دیکھا کہ اسی وقت بادل مدینہ منورہ کے اوپر سے ہٹ کر یوں چاروں طرف چھٹ گئے گویا وہ تاج ہیں (یعنی تاج کی طرح دائرہ کی شکل میں پھیل گئے)

[1] أخرجه البخاري في الصحيح، كتاب: المناقب، باب: علامات النبوة في الإسلام، رقم: 3582 وأبو داود في السنن، كتاب: صلاة الاستسقاء، باب: رفع اليدين في الاستسقاء، رقم: 1174

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی الله عنه قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُوْلِ اللهِ ﷺ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، هَلَكَتِ الْمَوَاشِي وَانْقَطَعَتِ السُّبُلُ فَادْعُ اللهَ فَدَعَا رَسُوْلُ اللهِ ﷺ فَمُطِرُوْا مِنْ جُمُعَةٍ إِلَى جُمُعَةٍ فَجَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُوْلِ اللهِ ﷺ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، تَهَدَّمَتِ الْبُيُوْتُ وَتَقَطَّعَتِ السُّبُلُ وَهَلَكَتِ الْمَوَاشِي فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: اَللّٰهُمَّ، عَلَى رُؤُسِ الْجِبَالِ وَالْآكَامِ وَبُطُوْنِ الْأَوْدِيَةِ وَمَنَابِتِ الشَّجَرِ فَانْجَابَتْ عَنِ الْمَدِيْنَةِ انْجِيَابَ الثَّوْبِ[1]

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص حضور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوا: یارسول اللہ! (قحط سالی کی وجہ سے) مویشی ہلاک ہو گئے اور راستے بند ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیں (اس کی التجاء پر) حضور نبی اکرم ﷺ نے دعا فرمائی تو اس جمعہ سے اگلے جمعہ تک مسلسل بارش ہوتی رہی۔ پھر ایک آدمی آکر آپ ﷺ کی بارگاہ میں عرض گزار ہوا: یارسول اللہ! گھر گر گئے، راستے بند ہو گئے اور مویشی ہلاک ہو گئے۔ تو آپ ﷺ نے دعا فرمائی: اے اللہ! پہاڑوں کی چوٹیوں، ٹیلوں، وادیوں کے درمیان اور درختوں کے اگنے کی جگہوں پر (برسا)۔ پس مدینہ منورہ کے اوپر سے بادل کپڑے کی طرح پھٹ گیا۔

عَنْ أَنَسٍ رضی الله عنه أَنَّ رَجُلًا جَاءَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَهُوَ يَخْطُبُ بِالْمَدِيْنَةِ، فَقَالَ: قَحَطَ الْمَطَرُ، فَاسْتَسْقِ رَبَّكَ. فَنَظَرَ إِلَى السَّمَاءِ وَمَا نَرَى مِنْ سَحَابٍ، فَاسْتَسْقَى، فَنَشَأَ السَّحَابُ بَعْضُهُ إِلَى بَعْضٍ، ثُمَّ مُطِرُوْا حَتَّى سَالَتْ مَثَاعِبُ الْمَدِيْنَةِ، فَمَا زَالَتْ إِلَى الْجُمُعَةِ الْمُقْبِلَةِ مَا تُقْلِعُ، ثُمَّ قَامَ ذٰلِكَ الرَّجُلُ أَوْ غَيْرُهُ وَالنَّبِيُّ ﷺ يَخْطُبُ، فَقَالَ:

[1] أخرجه البخاری فی الصحيح، كتاب: الاستسقاء، باب: الدعاء إذا انقطعت السبل من كثرة المطر، رقم:1017 والنسائی فی السنن الكبری، كتاب الاستسقاء، باب متی يستسقی الإمام، رقم:1818 ومالك فی الموطأ، كتاب: الاستسقاء، باب: ما جاء فی الاستسقاء، رقم:650 والشافعی فی المسند، كتاب العيدين، ص:79

غَرِقْنَا، فَادْعُ رَبَّكَ يَحْبِسْهَا عَنَّا، فَضَحِكَ ثُمَّ قَالَ : اَللّٰهُمَّ حَوَالَيْنَا وَلَا عَلَيْنَا۔ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا، فَجَعَلَ السَّحَابُ يَتَصَدَّعُ عَنِ الْمَدِيْنَةِ يَمِيْنًا وَشِمَالًا، يُمْطَرُ مَا حَوَالَيْنَا وَلَا يُمْطَرُ مِنْهَا شَيْءٌ، يُرِيْهِمُ اللهُ كَرَامَةَ نَبِيِّهِ ﷺ وَإِجَابَةَ دَعْوَتِهِ[1]

قَالَ الْإِمَامُ السَّيُوْطِيُّ فِي الْخَصَائِصِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: كَانَتْ حَلِيْمَةُ لَا تَدَعُهُ يَذْهَبُ مَكَانًا بَعِيْدًا فَغَفَلَتْ عَنْهُ فَخَرَجَ مَعَ أُخْتِهِ الشَّيْمَاءِ فِي الظَّهِيْرَةِ إِلَى الْبَهْمِ فَخَرَجَتْ حَلِيْمَةُ تَطْلُبُهُ حَتّٰى تَجِدَهُ مَعَ أُخْتِهِ فَقَالَتْ : فِي هٰذَا الْحَرِّ؟ فَقَالَتْ أُخْتُهُ : يَا أُمَّه! مَا وَجَدَ أَخِي حَرًّا رَأَيْتُ غُمَامَةً تُظِلُّ عَلَيْهِ إِذَا وَقَفَ وَقَفَتْ، وَإِذَا سَارَ سَارَتْ، حَتّٰى انْتَهٰى إِلٰى هٰذَا الْمَوْضِعِ، قَالَتْ: أَحَقًّا يَا بُنَيَّة، قَالَتْ : أَيْ وَاللهِ[2]

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا۔ آپ ﷺ مدینہ منورہ میں خطبہ جمعہ ارشاد فرما رہے تھے اس نے عرض کیا: (یارسول اللہ!) بارش نہ ہونے کے باعث قحط پڑ گیا ہے لٰہذا اپنے رب سے بارش مانگئے، تو آپ ﷺ نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی اور ہمیں کوئی بادل نظر نہیں آ رہا تھا۔ آپ ﷺ نے بارش مانگی تو فوراً بادلوں کے ٹکڑے آکر آپس میں ملنے لگے پھر بارش ہونے لگی یہاں تک کہ مدینہ منورہ کی گلیاں بہہ نکلیں اور بارش متواتر اگلے جمعہ تک ہوتی رہی پھر وہی یا کوئی دوسرا شخص کھڑا ہوا اور عرض کیا جبکہ حضور نبی اکرم ﷺ خطبہ ارشاد فرما رہے تھے: (یارسول اللہ!) ہم تو غرق ہونے لگے لٰہذا اپنے رب سے دعا کیجئے کہ اس بارش کو ہم سے روک دے۔ آپ ﷺ مسکرا پڑے اور دعا کی: اے اللہ! ہمارے ارد گرد برسا اور ہمارے اوپر نہ برسا، ایسا دو یا تین دفعہ فرمایا۔ سو بادل چھٹنے لگے اور مدینہ منورہ کی دائیں بائیں جانب

[1] أخرجه البخاري في الصحيح، كتاب : الأدب، باب : التبسم والضحك، رقم:6093

[2] أخرجه السيوطي في الخصائص الكبرى، الجزء ١، فائدة في ذكر شعر حليمة مما كانت ترقص بها النبي ﷺ في زمان صباه، ج1، ص:100

جانے لگے۔ چنانچہ ہمارے ارد گرد (کھیتوں اور فصلوں پر) بارش ہونے لگی ہمارے اوپر بند ہو گئی۔یونہی اللہ تعالیٰ اپنے نبی کی برکت اور ان کی قبولیتِ دعا دکھاتا ہے۔

"امام سیوطی نے الخصائص الکبری میں روایت کیا ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: حلیمہ سعدیہ آپ کا بہت خیال رکھتی تھی ایک روز قدرے غافل ہو گئی تو آپ اپنی رضاعی بہن شیماء کے ساتھ دوپہر کے وقت ریوڑ کی طرف نکل گئے حلیمہ بے قرار ہو گئی اور فوراً تلاش میں نکلی۔ جب بہن کے ساتھ دیکھا تو اس کی جان میں جان آئی۔ بیٹی کو ناراض ہوئی کہ اتنی سخت دھوپ میں انہیں لے کر کیوں آئی ہو؟ شیماء نے جواب دیا: امی جان! میرے بھائی کو دھوپ نے کچھ نہیں کہا۔ بادل ان پر مسلسل سایہ فگن رہا، جب یہ ٹھہرتے تو وہ بھی ٹھہر جاتا اور جب یہ چلتے تو وہ بھی چل پڑتا تھا یہاں تک کہ ہم یہاں پہنچ گئے۔ حلیمہ یہ سن کر خوشگوار حیرت کے عالم میں چیخ پڑی۔ میری بیٹی! کیا یہ سچ ہے؟ شیما نے جواب دیا: ہاں، امی جان یہ بالکل سچ ہے۔

حرفِ آخر

آخر میں کیا لکھوں؟

محبت لازوال چیز ہے۔ محبت فاتح عالم ہے۔

اللہ کی محبت نے "محبوب ﷺ" کو سب کا "محبوب ﷺ" بنادیا۔

اور یہ محبت عین ایمان - وجہ ایمان - ذریعہ ایمان - فلاح وکامیابی - انسانیت کی معراج - مالک کی پہچان - تمام رشتوں ناتوں کی پہچان کا ذریعہ بنی۔

کائنات کی ابتدا مالک کائنات کی اپنی محبت، اپنی پہچان و معرفت یعنی "حمد" جو من بلا کیف میں تھی، وہ پہلی تخلیق "احمد" یعنی "نورِ محمد" کی شکل میں ظاہر ہوئی۔

اور جب اس نے محمد (ﷺ) کے طور پر ظہور فرمایا تو پوری کائنات منور ہو گئی۔

اللہ تعالیٰ کی معرفت - عبادت و بندگی - معاملات، شائستگی - رشتے ناطے - ان کی پہچان - غرضیکہ امن و شانتی - سلامتی - انسانیت ملی، اور یہی تو "اسلام" ہے، دین ہے، سلامتی ہے۔ یہ بھی ظاہر ہوا تو اس "ذات ﷺ" کی محبت کے خیرات سے۔

آخر میں پھر محبت "محمود" بنے گی۔ تو وہی "حمد" بیان کرے گی جو سب محبت کرنے والوں کو نجات، اللہ تعالیٰ کی محبت اور اس کی رضا دے کر جنت میں دیدار نصیب کرے گی۔

فرمان باری تعالیٰ ہے:

> هُوَ الْأَوَّلُ وَ الْآخِرُ وَ الظَّاهِرُ وَ الْبَاطِنُ[1]
>
> ترجمہ: وہی اول اور آخر اور ظاہر اور باطن ہے۔

---

[1] سورۃ الحدید، 03:27

عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اس کی تفسیر فرماتے ہیں کہ یہ نعت بھی ہے اور اللہ تعالیٰ کی حمد بھی ہے۔اسی کو شاعر نے یوں کہا،

نگاہِ عشق و مستی میں وہی اوّل، وہی آخر   وہی قرآں، وہی فرقاں، وہی یٰسیں، وہی طٰہٰ

- یہ فلاح و کامیابی فقط محبتِ محبوب ﷺ کی خیرات ہے۔
- اللہ نے اس محبت کے تقاضے اپنے کلام میں واضح فرمائے۔
- اس محبت کی وجہ سے اعمال اللہ کی مرضی و منشاء کے مطابق خود بخود ڈھلتے جاتے ہیں اور اسلام یعنی شریعت مطہرہ میں آسانی سے ڈھلا جاتا ہے۔
- یہ محبت ایسا قلعہ ہے جو ہر شر، نقصان سے محفوظ رکھتا ہے۔
- اس محبت کی سرشاری، اس کے تقاضوں کے مطابق ہونے سے انسان اس ذات کا نہ صرف احسان مند بلکہ غرض مند رہتا ہے جو شفاعت کی شکل میں واضح ہو گا۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے:

میری ابتدا محمد میری انتہا محمد   میں کسی کو کیا بتاؤ میرے کیا ہیں محمد ﷺ

محبت رسول ﷺ کی اخیر ہو ہی نہیں سکتی کیونکہ یہ ایمان کا حصہ ہے اور مسلمانوں کی روحانیت اور ایمان کا مظہر ہوتی ہے۔ اللہ ہمیں اس ذات ﷺ کا احسان مند اور غرض مند رکھتے ہوئے شفاعت نصیب فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الکریم ﷺ

اظہار تشکر

قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ لَمْ يَشْكُرِ النَّاسَ لَمْ يَشْكُرِ اللهَ[1]

حضور نبی اکرم ﷺ کا اشاد مبارک ہے کہ جو شخص بندوں کا شکر ادا نہیں کرتا وہ اللہ تعالی کا (بھی) شکر ادا نہیں کرتا۔

میں اس کام میں اپنے تمام معاونین کا بے حد شکر گزار اور ان کے لیے دعا گو ہوں کہ اللہ تعالی انہیں اپنی شان کے مطابق صلہ عظیم، حضور نبی اکرم ﷺ کی شفاعت اور اپنی اور اپنے محبوب ﷺ کی قربتیں، رحمتیں اور برکتیں عطا فرمائے۔

باالخصوص اپنے جامعہ کے مفتی پروفیسر ڈاکٹر محمد معظم فراز محمدی سیفی، ہمارے جامعہ کی ڈنمارک برانچ کے مہتمم مفتی طارق محمد امین محمدی سیفی، کے مفتی محمد رضا فراز محمدی سیفی، پروف ریڈنگ کے لیے ہمارے جامعہ کے اساتذہ مفتی توقیر الحسن شاہ مشہدی، علامہ محمد رضوان محمدی سیفی، علامہ وقاص احمد محمدی سیفی، اور جامعہ کے معاونین بشمول سید طارف حسین شاہ محمدی سیفی، مولانا محمد عمران اقبال محمدی سیفی اور دیگر احباب،

اللہ تعالی ان سب کو جزائے خیر اور دین پر استقامت عطا فرمائے۔

اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْأَلُكَ الْعَافِيَةَ وَالْمُعَافَاةَ فِي الدِّيْنِ وَالدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ

آمین بجاہ النبی الکریم ﷺ

[1] سنن الترمذی، أبواب البر والصلة باب ما جاء فی الشکر لمن أحسن إلیك، رقم: 1955

خانقاہ و جامعہ محمدیہ سیفیہ سرفراز العلوم، ترنول، اسلام آباد

کے زیر اہتمام مطبوعات

سلسلہ اربعینات

01 دن کا معمول بمطابق فرمان رسول ﷺ۔

02 الأربعین فی التوبہ والاستغفار۔ اسلوب توبہ واستغفار۔ چالیس احادیث۔

03 الأربعین فی ختم النبوۃ بمحمد ﷺ۔ ختم نبوت ﷺ۔ چالیس احادیث۔

04 الأربعین فی صفۃ صلاۃ النبی ﷺ۔ نمازِ رسول ﷺ۔ چالیس احادیث۔

05 الأربعین فی اسلوبِ الادبِ لِلوالدین۔ والدین کے ساتھ طرزِ ادب۔ چالیس احادیث۔

06 الأربعین فی معرفۃ النفس وتزکیتھا۔ نفس کی پہچان اور تزکیہ۔ چالیس احادیث۔

07 الأربعین فی احکام الصلوۃ۔ نماز کی فرضیت واہمیت۔ چالیس احادیث۔

08 الأربعین فی الصوم۔ روزہ کے احکام اور مسائل۔ چالیس احادیث۔

09 الأربعین فی الإعتکاف۔ اعتکاف۔ چالیس احادیث۔

10 الأربعین فی احکام الصلوۃ بالجماعۃ۔ نماز باجماعت کے فضائل واحکام۔ چالیس احادیث۔

11 الأربعین فی الوجد والحال۔ کیفیاتِ وجد وحال۔ چالیس احادیث۔

12 الأربعین فی احتیاج المرشد الکامل لحصول الاخلاص فی الطاعۃ۔
چالیس احادیث: مرشد کامل۔ حقیقت بندگی کے حصول کا ذریعہ

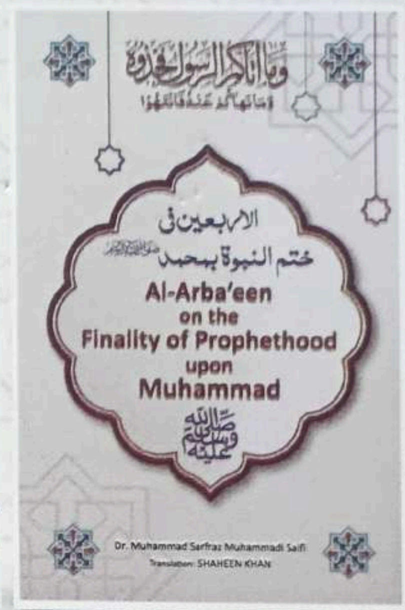
13 الأربعین فی آفات اللسان وعلاجھا۔ چالیس احادیث۔ زبان کی آفات اور اس کا علاج۔

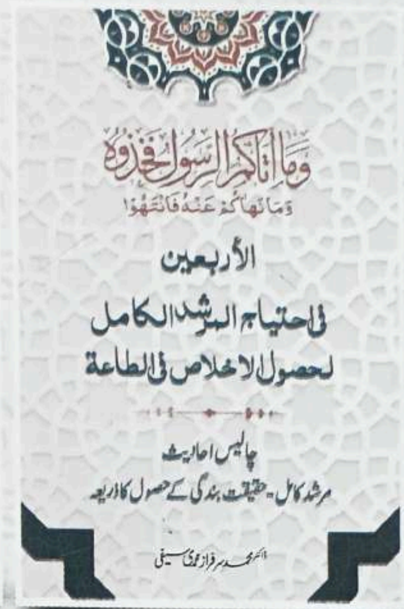
14 الأربعین فی الأحکام اللباس والحجاب۔ لباس اور پردے کے احکامات۔ چالیس احادیث۔

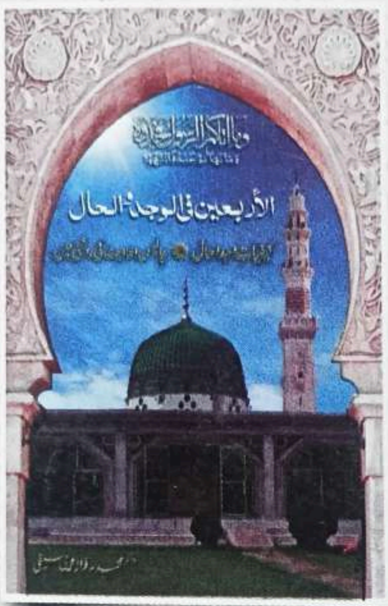
15 الأربعین فی فضل الذکر والتقرب إلی اللہ تعالی۔ ذکر الٰہی اور تقرب الی اللہ۔ چالیس احادیث۔

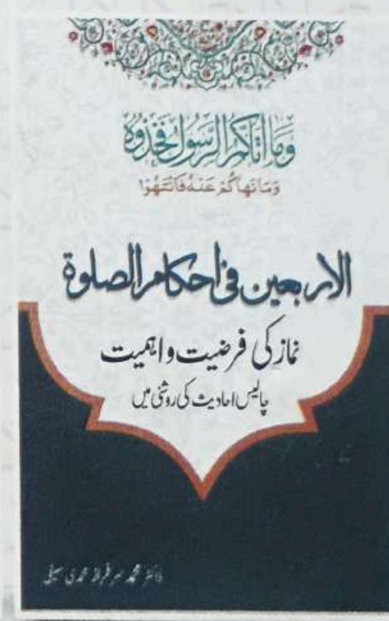
دیگر مطبوعات

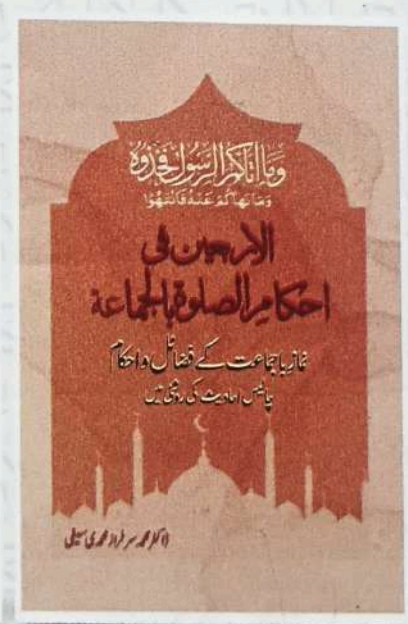
دیگر تصانیف

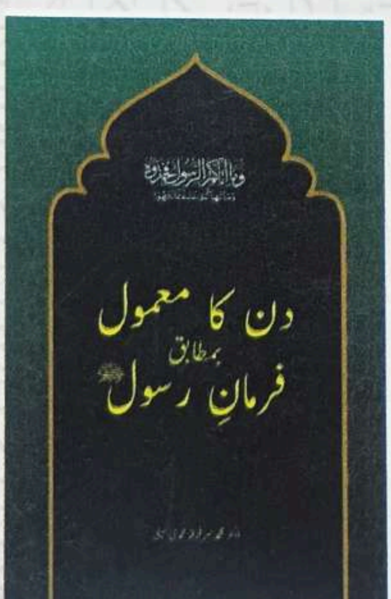












خانقاہ و جامعہ محمدیہ سیفیہ سرفراز العلوم۔ اسلام آباد